

الکلیں

ایساں بیتا پوری



الزمنی جینک

الیاس سیتاپوری



نام کتاب - انوکھی جنگ
مصنف - الیاس سیتاپوری
سن اشاعت - ۱۹۹۰ء
قیمت - -/- ۳۰ روپے
مطبوعہ - کلر پرنٹنگ پریس دہلی
ناشر - کتاب والا
۲۷۹۴ پہاڑی بھوجلہ دہلی

ایک آدمی کوئی چہرہ نہ تھا، حال اور برقرار رکھنے میں عدم اعتدالی کشاکش ہو گیا۔ وہ لوگ جو عدم تشدد کے پیرو تھے، تشدد میں مبتلا ہو گئے، کمزوروں کی بہادری، بزدلوں کی جرات، فروشی، ان کے مقابلے میں بہادری کا حق ملنے لگا۔ اس ماحول اور اس دنیا کی حکایتیں جہاں مسائل اور چیلنوں کا ہجوم تھا، اس میں ایک باہمت انسان کس طرح زندہ تھا اور اپنے دشمنوں کے کس طرح فیشتا تھا۔ ایک دشمن ایک سبق۔ ایک ایسا شخص جو بیک وقت جبریل تھا اور نفسیات تھا، منصف تھا، دوست تھا، دشمن تھا، وہ بہت کچھ تھا، دوستانہ کے حالات جس میں بہتوں کی کہانیاں موجود ہیں۔

الو تو جنگ

الیاس میتا پوری

سلطان اب سلطان خواجہ حسن پور شہزادہ ملک شہ قلعہ لعل لال کی تعمیر میں مشغول تھے۔ مسلمانوں نے اپنی جانیں ہتھیلی پر لے کر آگے بڑھنا جلدی رکھا تھا۔ مہینے گزر گئے، لڑنے والے ایک حد تک لوہے پر چڑھ گئے، ان کو خشیت میں آنے سے روکنے کے لئے پیسوں کے نیچے پھرنے لگے، گئے تھے اس کے باوجود ان کا روکنا نکل ہو رہا تھا۔ وہ پیچھے آرہے تھے۔ کئی مہینوں نے خشیت میں ڈھلک کر روکنے والوں کو کچل کر رکھ دیا تھا۔ لیکن آگے بڑھنے والے ان کی پروا نہ کی، بغیر آگے بڑھ رہے تھے۔

سلطان کو جیل تھی، ہونے والوں کا دکھ تھا، لیکن اسے تقدیر اپنی سمجھ کر برداشت کر رہا تھا۔

کئی سو جیل باز قلعہ تک پہنچ گئے، لڑائیوں نے میز میوں کے ذریعہ لوہے پر چڑھنا شروع کر دیا، لوہے سے اپنا کچھ پھرنے شروع ہو گیا، لوہے پر چڑھنے والے سپی زخمی ہونے لگے۔ سلطان اپنے گھوڑے کو دوڑانا ہوا میز میوں تک لے گیا، لڑائی نہایت جستی سے چھٹک نکلا، ایک میز می کی طرف بڑھا، اسی وقت لوہے سے ایک پھر آیا اور سلطان کے پاس سے لڑھکایا، خشیت میں چلا گیا۔

ایک ہزاری منصب در آگے بڑھا اور سلطان کو میز می پر چڑھنے سے روکا۔

سلطان نے اسے دھکا دیا۔ "بدر الدین! تو یہ کیا کر رہا ہے؟" ہزاری منصب در بدر الدین نے اپنی گرفت لوہے زیادہ مضبوط کر دی۔ "آپ کا جو کام ہم کر سکتے ہیں اسے آپ نہ کریں۔"

سلطان نے اسے گھورا۔ "یہ میدان جنگ ہے۔ میری کوششوں میں حرام نہ ہو مجھے چھوڑ دے۔"

بدر الدین نے سلطان کو پوری قوت سے کھینچ کر ایک جھینٹ کی آڑ میں پہنچا دیا، اس دوران ایک بھاری پھر لک پھرنے سے ٹکرا کر سلطان کے سر سے گزر کر نیچے چلا گیا۔

بدر الدین نے سلطان کو بچایا۔ "آپ کی جان ہم سب





سے زیادہ قیمتی ہے۔ لٹہ نہ کرے اگر آپ کو کچھ ہو جائے گا تو مسلمانوں کے قدم آگے بڑھنے سے رک جائیں گے اور اگر ہم مارے جائیں گے تو ہندی جگہ کوئی دوسرا سردار لے لے گا۔

سلطان نے بدر الدین کو نعمتِ فخر سے دیکھا۔
"درست۔ تو آگے بڑھو اور وہ کر دکھا جو میں کرنا چاہتا تھا۔"

ہزری سردار آگے بڑھا اور میزگی پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ فیصل پر تعینات بیسائی، مسلمانوں کے حیروں کی بوجھل سے بچنے کے لئے سامنے نہیں آ رہے تھے۔

مسلمان لوہ پر پہنچ گئے اور وہاں دو ہندو مقابلہ شروع ہو گیا۔
پچاس ساٹھ مسلمانوں کو چاندی طرف سے گھیر لیا گیا۔ ان میں بدر الدین بھی شامل تھا۔

ابھنگ وہاں سفید جھنڈے بلند ہونے لگے اور گھیرنے والوں نے اپنی ٹکڑیوں میں پیام میں کر لیں۔ مسلمانوں کے مشیر کیف بلند ہاتھ جلی تھے وہیں رک گئے۔ سفید جھنڈوں سے یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ سبکی جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ دراصل اس کے خواہشمند تھے۔

بدر الدین نے یہ آواز بلند کر چھوڑی۔ "تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ یہ میں کس سے پوچھوں؟"

فیصل پر سامنے سے کچھ بیسائی چلے آ رہے تھے۔ یہ دس ہندو تھے اور سب سے آگے والے کے ہاتھ میں سفید جھنڈا تھا۔
بدر الدین کے ساتھ ہی سبکی بھی اس کو آنا دیکھ رہے تھے۔ اس نے آتے ہی اپنی سپاہ کو حکم دیا۔ "تم لوگ نیچے جھوٹو ہم امن چاہتے ہیں۔"

بیسائیوں نے مقابلہ موقوف کیا۔ بدر الدین یک ہزری نے اس شخص کو پکڑ لیا یہ اس دھند کا سردار تھا جو سلطان سے بات کرنے گیا تھا۔

بدر الدین نے پوچھا۔ "کیوں تو ہے کون اور ہم سے کس حیثیت سے بات کر رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "جنگ میرا ہم راہس ہے میں آپ کے سلطان سے دھند کے ساتھ مل چکا ہوں، ہم امن چاہتے ہیں۔ ہندو بادشاہ امن چاہتا ہے اور ہم سلطان سے یہ وعدہ کر کے آئے تھے کہ اپنے بادشاہ سے امن کی بات کریں گے۔ اگر وہ رضامند ہو گیا تو ہم جنگ نہیں کریں گے اور قلعہ کا پھانگ کھل دیا جائے گا۔"

بدر الدین یک ہزری نے پوچھا۔ "کیا حیرا بادشاہ صلح کا خواہشمند ہے؟"

راہس نے جواب دیا۔ "صلح کیسی؟ ہم آپ کے لئے

قلعہ اور شہر کا پھانگ کھول دیں گے، اب آپ قلعہ میں اور ہم مفتوح۔ آپ لوگ قلعہ اور شہر میں قلعہ کی حیثیت سے داخل ہوں گے۔ بدر الدین یک ہزری حیران تھا کہ یہ مسئلہ اتنی آسانی سے کس طرح حل ہو گیا۔

راہس نے کہا۔ "آپ حیران یا پریشان نہ ہوں یہی آپ سلطان کے پاس لے جائیں وہاں سارے محلات طے پا جائیں گے اور ہم قلعہ اور شہر کا پھانگ آپ کے لئے کھول دیں گے۔ یک ہزری بدر الدین، راہس کو شک و شبہ سے دیکھ رہا تھا۔
راہس اس کے تذبذب کو محسوس کر رہا تھا۔ اس کو یقین دلانے کی کوشش کی۔ "آپ ہم پر شبہ نہ کریں۔ اپنے دباؤں کو فیصل سے ملا دیں ہم اس میں بیٹھ کر آپ کے ساتھ سلطان کے پاس چلتے ہیں اور وہاں محلات اور شہر کا پھانگ کی باتیں کر لیں گے۔ بدر الدین نے اپنے ساتھیوں کو دیکھوں میں دلہن بھیج دیا اور خود راہس اور اس کے ساتھیوں کے ہر ایک ایک دباؤ میں بیٹھ کر قلعہ کے باہر پہنچے پہنچ گیا۔

سلطان اور اس کے آدمی دیکھوں کو دلہن آتے دیکھ کر سوچے نشان بنے ہوئے تھے۔

جب راہس اور اس کے ساتھیوں پر نظر پڑی تو سلطان ان کی طرف بڑھا۔ بدر الدین، راہس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چلا آ رہا تھا۔

سلطان نے آگے بڑھ کر سوال کیا۔ "یہ جنگ کیوں بند ہو گئی؟ اور یہ سبکی تیرے ساتھ کیوں آئے ہیں؟"

بدر الدین یک ہزری نے کہا۔ "سبکی بادشاہ امن چاہتا ہے بقیہ باتیں راہس کرے گا۔"

سلطان نے فیصل کی طرف دیکھا وہاں سفید جھنڈے لہرا رہے تھے۔

سلطان راہس اور اس کے ساتھیوں کو اپنے خیموں میں لے گیا۔ بدر الدین یک ہزری بھی ان کے ساتھ تھا۔ خواجہ حسن کو بھی یہیں بلوایا گیا۔

راہس نے کہا۔ "میرا بادشاہ یہ چاہتا ہے کہ اس کو ملان دی جائے اور شہروں کو تنگ نہ کیا جائے۔"

سلطان نے اپنی تجویز پیش کی۔ "ہم بادشاہ کو اس شہر سے نکل جانے کی اجازت دے دیں گے اور یہ ہندو وعدہ ہے کہ شہروں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا۔"

راہس نے اس تجویز میں ذرا تہدلی کر دی۔ "اگر پھر ہی فوج قلعہ اور شہر میں داخل ہو گئی تو ہمیں شبہ ہے کہ ہندو شہر میں سے محفوظ نہیں رہیں گے اس لئے شہر قبضہ دو مرحلوں میں کیا

جلے؟

سلطان نے پوچھا۔ "کس طرح؟"
راجہ نے جواب دیا۔ "فی الحال آپ کے پانچ ہزار فوجی
قلعہ میں داخل ہوں گے ہم انہیں قبضہ دے دیں گے۔ کل صبح
آپ لوگ اپنے ساتھیوں سے جا ملیں گے۔"

سلطان نے بدرالدین یک ہزاری کی طرف دیکھا۔ "اس
شریر قلعہ کا قلعہ تو ہے اس لئے اب تو یک ہزاری سے چھ ہزاری
ہو جائے گا اور قلعہ اور شہر کا قبضہ تو لے گا۔"
بدرالدین کا چہرہ خوشی سے تہمتا تھا۔

راجہ نے بدرالدین کو مہلک ہادی۔ "ہم آپ کو
مہلک مہلک ہادی دیتے ہیں۔ آپ ہی ہیں جو دیوں اور بیڑیوں
کے ذریعہ اپنے سپاہیوں کو فیل پر چڑھالے گئے۔ آپ ہی اس شر
یر قلعہ کے قلعہ کھلانے کے مستحق ہیں۔"

بدرالدین یک ہزاری اب چھ ہزاری ہو چکا تھا۔ وہ مجروح
قلم سے جھکا جلد ہاتھ جواب دیا۔ "یہ تو اللہ کی دین ہے ہوسا"
آگ لپٹے گئے تھے انہیں دشمنی مل گئی تھی۔ میں فیل پر جگ
کرنے گیا تھا قلعہ فتح قرار پایا۔"

خواجہ حسن نے بھی مہلک ہادی اور فوج کو یہ خوشخبری
سنائی مگر کہ جنگ ختم۔ قلعہ اور شہر مسلمانوں کا قبضہ اور فتح تسلیم
کرنی لگی۔

یہ خوشخبری اور اس کا سلطان دریا کے دوسری طرف بہروز
اور مائیکل جہاں کو بھی پہنچا شہزادی بیلینا بھی یہ خوشخبری سن چکی
تھی شہر مائیکل جہاں نے کہا۔ "وہ قصبہ تقریباً تیار ہے اب
کیا ہو گا؟"

بہروز نے جواب دیا۔ "اس کو پورا کر لے کیونکہ جشن فتح
میں میں یہ قصبہ اپنی طرف سے پیش کروں گا۔"
مائیکل جہاں نے حیرت اور خوف کے لئے جے ہڈی سے
پوچھا۔ "تو کیا تم قتل ہونے کے لئے تیار ہو؟"

بہروز نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "دوست! اگر
میں قتل بھی کر دیا گیا تو اپنے پیچھے میں اتنا بڑا قصبہ چھوڑ جاؤں گا کہ
مسلمان بھی کیا پوچھ کریں گے۔"

شہزادی بیلینا مسلمانوں کی فتح مندی کی فاکل تھی۔ اس کے
نزدیک یہ کئی خاص بات نہیں تھی۔

سلطان نے بدرالدین چھ ہزاری کو سپاہ کے ساتھ راجہ
کے محلہ قلعہ میں بھیج دیا قلعہ کا پھاٹک کھل دیا گیا تھا۔

قلعہ میں بیٹھیں نے مسلمانوں کا ہاتھ ہلا کر استعمال
کیا۔ قلعہ کے اندر شہر سے حاصل شہی محل تھا۔ محل کے پھاٹک پر

بادشاہ، بدرالدین اور اس کی سپاہ کا انتظار کر رہا تھا۔ راجہ جس گھوڑا
دوڑاتا ہوا بادشاہ کے پاس گیا اور اس کو یہ خوشخبری سنائی کہ سلطان
نے اس کی بہت ملن لی اور اپنی پانچ ہزار فوج بدرالدین چھ ہزاری کی
سرکردگی میں قلعہ اور شہر پر قبضہ کرنے کے لئے ہلے ساتھ
کر دی ہے۔

بادشاہ نے اپنے ہاتھ ملے اور ہنس کیا۔ "مستقبل کا
موتھ اور میری قوم جب یہ سنے گی کہ ہم نے اپنا قلعہ اور شہر جگ
کے بغیر مسلمانوں کے حوالے کر دیا تھا تو کیا کہے گی شاید
کلیں دے گی۔"

راجہ نے دلاسا دیا۔ "انہیں ہادی مجھوں کا علم
نہیں ہو گا۔"

بادشاہ نے آگے بڑھ کے بدرالدین اور اس کی سپاہ کا خیر
مقدم کیا بدرالدین نے گھوڑے سے اتر کر بادشاہ سے مصافحہ
.... کیا۔ بادشاہ نے آبدیہ اور گورگرفتہ آواز میں کہا۔ "اب آپ
لوگ اس قلعہ اور شہر کے ملک ہو جائیں گے اور ہم سب آپ کی
رعایا۔"

بدرالدین نے کہا۔ "آپ بادشاہ ہیں اور بادشاہ ہی رہیں
گے کیونکہ آپ تو یہاں سے چلے جائیں گے۔"
بادشاہ نے کہا۔ "پہلے ہدایا ہی لڑو تھا لیکن اب ہم
مسلمانوں کے زیر سایہ ہی رہیں گے۔"

بدرالدین نے حیرت سے پوچھا۔ "آپ ہادی رعایا میں
کے ہی میں گے؟"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "کیوں نہیں۔ یہ تو عقیدہ کا فیصلہ
ہے عقیدہ پر الٹی۔ آپ تو مسلمان ہیں آپ سے زیادہ اس کلمہ کو کون
کہے گا۔"

بدرالدین نے آہستہ سے کہا۔ "خوب۔ اگر یہ
بات ہے تو بہت خوب۔"

بادشاہ نے بدرالدین کو آزادی دی کہ وہ اپنی فوج کو جہاں
چاہے ٹھہرا دے۔

بدرالدین نے کہا۔ "میں قلعہ اور شہر کا قبضہ اپنے آیا
ہوں۔ کل صبح سلطان بھی اپنی سپاہ کے ساتھ یہاں آجائے
گا۔"

بادشاہ نے اپنا محل نکلی کر دیا اور اسے بدرالدین اور اس کی
فوج کے حوالے کر دیا۔

بادشاہ نے محل سے نکل کر ایک چھوٹے سے مکان کو
اپنے لئے پسند کر لیا۔

بدرالدین نے اپنی فوج کو محل کے چاروں طرف کھینچا دیا

لہذا اس کو حکم دیا کہ سلطان کی آمد تک تم لوگ آرام کرو بہت
تھک چکے ہو۔ فوج نے محل کے چاروں طرف اپنے اپنے
نصب کر دیئے۔

بادشاہ نے بدرالدین کو مسلمانوں کی بڑی آؤ بھگت کی اور
وہ کے امیر میں کھڑا کیا۔ میدان میں دیکھیں ہی دیکھیں نظر آنے
لگیں۔ بدرالدین کو اس پر اعتراض ہوا اس نے کہا۔ ”یہ
دعوت آپ لوگوں کو سلطان کے امیر میں رہا تھی۔ ہمارے لئے
خواب گوارہ کر دی یہ دعوت!“

کھانوں کی خوشبو سے ہوا میدان سطر ہو گیا ہر طرف
لذت خوشبو کے ناک میں داخل ہونے لگی۔

بادشاہ نے شاہیائے کمرے کرا دیئے۔ مسلمانوں
شاہیوں کے پیچھے بٹھادیئے گئے۔ بدرالدین اس عزت افزائی
سے پریشان ہو رہا تھا۔ اس کو ایک لمبی جگہ پر میر بکس بنا کر بٹھا دیا
گیا گیا اور بادشاہ نے شہزادوں کو اپنے وزیروں امیروں کو صف
آرام کر دیا۔ دست بستہ سوئب۔ ان کے ساتھ وہ خزانے بھی
تھے جو بدرالدین کی خدمت میں پیش کئے جانے والے تھے۔ وہ
خیرین ہو رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے! راجہس یہاں بھی پیش
پیش تھا۔

بدرالدین نے راجہس کو قریب بلایا اور پوچھا۔ ”یہ سب
کیا ہو رہا ہے؟“

راجہس نے جواب دیا۔ ”اس وقت آپ ہمارے بادشاہ
ہیں۔ ہمارا بادشاہ سزوں اور بادشاہ کی جگہ لہو بھر کے لئے بھی تلی
نہیں چھوڑی جاسکتی۔ آپ اپنی بادشاہت اپنے سلطان کے حوالے
کر دیں گے۔“

بدرالدین نے کہا۔ ”تو نے ہمیں معیت میں لایا دیا
ہے شاید سلطان کو ہماری بادشاہت پر اعتراض ہوا۔“
راجہس نے جواب دیا۔ ”اعتراض ہونا تو نہیں چاہئے۔
آپ کی بات سلطان سے کہہ سکتے ہیں!“

راجہس پیچھے ہٹ گیا اور بادشاہ اپنے نظام کے ساتھ بدر
الدین کی طرف بڑھا۔ نظام کے کاندھے پر ایک ٹٹت تھا۔ اس
ٹٹت میں سونے کے بکے اور ایک رقیع خنجر کا تھکا خنجر کے دست
پر جتنی اچرتے ہوئے تھے۔

بادشاہ نے یہ ٹٹت بدرالدین کی خدمت میں پیش کر دیا
اور اپنی سبقت بات یہاں بھی دہرائی۔ ”اب آپ ہمارے بادشاہ
ہیں لہذا ہم آپ کی رہاؤ۔“

بدرالدین نے بادشاہ کو اپنی طرف سے ایک خنجر مرحمت
فرمایا۔ بادشاہ کے بعد شاہزادوں کے خزانوں کے ساتھ بدرالدین

کے پاس گئے اور وہی نظام لہو کے جو ان کا ہپ لہا کر چکا تھا۔
شہزادوں کے بعد وزیر اور وزیروں کے بعد امیروں نے بھی
رسم لہا کی۔

اس کے بعد کھانا شروع ہوا۔ بدرالدین مسلمان سپاہ
بادشاہ، شہزادوں، وزیر اور امیر بھی کھانے پینے میں مشغول
ہو گئے۔

مسلمان سپاہ کو بدرالدین کا بادشاہ بننا چاہئیں لہذا اسے
بدرالدین کی غداری قرار دے رہی تھی۔

کھانے کے دوران ایک مسلمان فوجی سردار بدرالدین کے
پاس گیا اور سرگوشی میں پوچھا۔ ”یہ آپ نے کیا کیا ہے۔ سلطان
آپ کو سزا دے گا۔“

بدرالدین نے جواب دیا۔ ”میں مجبور تھا۔ میں سلطان
کی خدمت میں اپنی سنبھالی پیش کر رہا تھا۔“

مسلم سردار نے کہا۔ ”بہر حال یہ اچھا نہیں ہوا۔“
راجہس ہر جگہ پہنچ رہا تھا اور مسلمانوں کی یا میرانی کا حق
لہا کر رہا تھا وہ ایک ایک مسلمان سپاہی کے پاس جاتا اور امر کر
کر کے کھانا لہا۔

کھانا تیز تھا۔ مسلمانوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ وہ
بڑھل ہوتے جا رہے تھے، وہ وہیں نیم خوابیدہ حالت میں ڈیر
ہونے لگے۔

بادشاہ نے اعلان کر دیا۔ ”جو یہاں رہا ہے
سو جائے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔“

بدرالدین نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ ”دیکھو یہاں
چھوٹا مت ہو جاؤ۔ آرام قیام ہیں اور قیام یہ شہر بکے لہو ہوشیار
رہتے ہیں۔“

لیکن بدرالدین کی باتوں سے اس طرح سن رہے تھے گویا
خواب میں کوئی خواب دیکھ رہے ہوں۔

بدرالدین نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”دیکھو تم
چھوٹا نہ ہو جاؤ ہم ابھی اپنے بیرون کے مسلمان ہیں تم ان کے لئے
موجو نہ بن جاؤ۔“

لیکن مسلمان نیم خوابیدگی کا شکار تھے۔ راجہس نے بدر
الدین کو سمجھنا چاہا۔ ”بادشاہ سلامت! ہمیں آرام کرنے دیں
ورنہ یہ زبردستی جنگ لڑنے سے بے خوابی کے مریض ہو جائیں
گے۔“

بدرالدین نے کہا۔ ”میں پریشان ہوں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔
ہر یہاں سونے کے لئے نہیں آئے ہیں۔ میں انہیں نہیں سونے

بدردین نے اپنے ان گنے چنے سپاہیوں کو سوجانے والوں کو
بیدار کر دینے کا حکم دیا جو ابھی بیدار تھے۔
راجہ جس مسکرا رہا تھا۔ ”جنتب دلا! اب یہ نہیں جاگیں گے
اور جو ابھی تک بیدار ہیں وہ بھی جلد ناپہ ویران کے ساتھ ہی سو
جائیں گے۔“

بدردین سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ اس
نے تلوار کے ایک دہرے میں راجہ جس کو قتل کر دیا اور دوسروں سے
جنگ کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اس کے جو ساتھی اب تک ہوش
میں تھے انہیں حکم دیا کہ دھوکے بازوں کو جہاں تک نقصان پہنچا
سکیں، پہنچائیں اور اس کوشش میں خود قتل ہو جائیں۔ اپنی گرفتاری
پر گز نہ دیں۔

وہ مسلح عیسائیوں میں بکھر چکے تھے۔ بادشاہ نے راجہ جس کی
موت کو خدہ پیشانی سے برداشت کر لیا۔ اپنے سپاہیوں سے کہا۔
”مسلمان جو زعمہ ہیں انہیں گرفتار کر لو۔ راجہ جس کی موت کا غم
نہ کرو کیونکہ ایک راجہ جس پر پانچ ہزار مسلمان قربان کر دیئے جائیں
گئے۔“

بدردین نے اچانک بادشاہ پر حملہ کر دیا، بادشاہ نے خود کو
بچانے کی کوشش کی لیکن اس کا باپاں بازو زخمی ہو گیا، اس کی پیچ
نکل گئی اور اس نے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔ ”سپاہیو! آگے بڑھو
اور جو بچے ہیں انہیں بھی قتل کر دو۔“

وزیر نے بادشاہ کو سنبھالا اور وہاں سے نکل لے جانا چاہا، لیکن
بادشاہ نے وہاں سے جانے سے انکار کر دیا۔ ”طبیعوں اور
جراحوں کو یہیں بلوایا جائے میں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ
ترے اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں۔“

دونوں شہزادے اور کھڑے دھت میں رہے تھے لیکن بدر
الدین اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے پر جانا پسند نہیں کرتے
تھے۔ بدرالدین اور اس کے کئی ساتھی ایک جاہو کر شلی گل کی
دیوار کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ عیسائیوں کے گھیرے میں نہیں
جنا چاہتے تھے، وہ اپنی پشت کو دیوار سے لگا کر جنگ کرنا چاہتے
تھے۔ بیسائی سلاہ مانیک انجھلو آگے بڑھا اور مسلمانوں کا راستہ
روک دینا چاہا، اپنے سپاہیوں کو خبردار کیا۔ ”انہیں گل کی دیوار
تک مت جانے دو اور یہیں کھیر کر قتل کر دو ورنہ یہ اہلے
سپاہیوں کو غولہ غولہ قتل کر دیں گے۔“

مسلمانوں پر دہڑ دہڑ کیا مگر انہوں نے گل کی دیوار کی طرف
اپنی پیش قدمی جاری رکھی۔

بدردین اور اس کے ساتھیوں نے شاہیوں کی چٹائی کاٹ
دی اور خود پھر نکل گئے۔ شاہیوں کے نیچے دب جانے والی سپاہ

کھلانے لگی۔ مشعلیں بھی ٹٹ گئیں اور آگ نے شاہیوں اور
ان سے تعلقات کو جلاتا شروع کر دیا۔ ایک ہنگامہ دروگیر برپا ہو
گیا۔ آگ کے شعلوں نے آس پاس کی لکڑی کو متور کر دیا تھا۔ اور
جیسلی اس معیشت میں بکھر کر بدحواس ہو رہے تھے۔

بدردین نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”اس آگ نے ہمیں
بہترین موقع فراہم کر دیا ہے۔ اب گل کی دیوار کے بجائے
گھوڑوں پر سوار ہو کر یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو۔“
شاہیوں کی آگ کو گل سے دور رکھنے کے لئے اس کی بجائے
کی سر قوز کوشش کی جانے لگی۔

”زخمی بادشاہ کو نہایت بھرتی سے وہاں سے دور لے جایا گیا، سپہ
سلاہ مانیک انجھلو کئی وزرا اور امراء بادشاہ کے ساتھ تھے، دونوں
شہزادے فرار ہو کر گل چلے گئے تھے۔ وہ بادشاہ کو بھی گل ہی میں
لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن ضدی بادشاہ گل میں نہیں جانا چاہتا تھا
اس کو بدرالدین اور زعمہ مسلمانوں کی فکر تھی۔ اس نے اپنے سپہ
سلاہ سے پوچھا۔ ”مسلم سرور اور اس کے ساتھی کہاں ہیں؟“
مانیک انجھلو نے جواب دیا۔ ”بھلے آدمی ان کا پیچھا کر
رہے ہیں۔ وہ بچ نہیں سکتے۔“

بادشاہ نے کہہ دیا۔ ”بکھرے ہیں کہاں؟ تو نے یہ
کام اپنی قیادت میں کیوں نہیں انجام دیا؟“

مانیک انجھلو نے جواب دیا۔ ”میں اپنے جان سے من
بادشاہ کی دیکھ بھال بھی تو کرنا تھی مسلمان تو ہر حال میں قتل کر دیئے
جائیں گے۔“

بادشاہ نے سختی سے حکم دیا۔ ”تو میری پروا نہ کر اور
مسلمانوں کا کام تمام کر، اگر وہ بچ کر نکل گئے تو بھلا اسنوبہ خاک
میں مل جائے گا۔“

مانیک انجھلو دل نہ جانے کے باوجود بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں
وہاں سے چلا گیا۔

بدردین اور اس کے ساتھی گھوڑوں پر سوار کھد کے چھانک
کی طرف جا رہے تھے۔ لیکن رات کی تندی اور دھندلی جگہ ہونے کی
وجہ سے ان کو صحیح راستہ نہیں مل رہا تھا۔ وہ بدحواس جا رہے تھے
انگل اور اندازے سے جا رہے تھے۔ گھوڑے سبٹ دوڑانے میں
حارے کا بھی خطرہ تھا۔

بدردین نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ ”ہر شخص اپنے طور
پر پھر نکلنے کی کوشش کرے اس طرح جو بھی گل جانے کا سہارا
اس بھانک سلاش کے بدلے میں تادے گا۔“

مسلمان منتشر ہو گئے اور ہر شخص اپنے طور پر نکلنے کی کوشش کرنے
لگا۔ بدرالدین جس سمت گھوڑے کو سنبھال رہا تھا پھر اس سمت کھد

کا پھاٹک تھا۔ اس نے کئی دور قلعے پر چڑھنے کی روشنی دیکھی جو اس کے خیال میں قلعے کے پھاٹک کی روشنی تھی۔ اس کے ساتھ چند سولہ بھی تھے اس نے انہیں بتایا۔ "شاید سامنے قلعہ کا پھاٹک ہے ہمیں پھر سے دروں کو قتل کر کے باہر نکل جانا ہے۔"

اس کا ایک ساتھی گھوڑے سیت ڈبیر ہو گیا۔ شاید سامنے کوئی گڑھا آیا تھا گھوڑا اپنے سولہ سیت اس میں جا پھنس گیا۔ اس کے ساتھی نے رکنا چاہا مگر بدر قدین نے انہیں منع کر دیا۔ "مست روکو ہمارے لئے لیک لیک لہو بڑا قیمتی ہے۔"

آس پاس عیسائیوں کے شور و غل کی آوازیں آنے لگیں تعجب کرنے والے گھوڑوں کی چوہوں سے ان کا سراغ لگا رہا تھے۔ دونوں طرف درختوں کی قطاروں نے رات کو نور زیادہ سیلا کر دیا تھا۔

چڑھنے کی روشنی قریب آتی جا رہی تھی یہاں تک کہ وہ ان کے بالکل قریب بلکہ سامنے پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنے سامنے پھاٹک کے بجائے جو عمارت دیکھی اس کا پتہ نہ انہیں بتا سکا تھا کہ وہ گرجا گھر ہے۔ اس کے مختلف دروازوں اور کھڑکیوں سے روشنی باہر آرہی تھی۔ وہ گرجا کے احاطے میں داخل ہو چکے تھے۔ بدر قدین غصا پریشان ہو چکا تھا اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "انہوں نے ہم قلعہ کے پھاٹک تک نہیں پہنچ سکے ہمارے سامنے گرجا گھر ہے ہمیں مشورہ دو ہم کیا کریں۔"

ایک ساتھی نے جواب دیا۔ "ہم وہیں چلیں اور قلعہ کا پھاٹک تلاش کریں۔"

بدر قدین نے کہا۔ "انہوں نے ہم کو اس کو مشعل میں دھنیں دیں جتنا ہو گا جہاں سے نکل کر پھر تک آئے ہیں اور بیسلی ہلا کر چھوڑ کر رہے ہیں۔"

گرجا کا دروازہ کھلا اور اس میں سے کوئی شخص ہاتھ میں مشعل لئے باہر آیا۔ بدر قدین کے ساتھیوں نے کواہ میں بلند کر لیں۔ مگر بدر قدین نے فریاد مچائی۔ "یہ کوئی شخص نہیں ہو گا اس پر گولہ برس جلا دے گا۔" بدر قدین خود ہی اس شخص کے پاس چلا گیا۔ مشعل کی روشنی میں وہ کوئی پادری نظر آ رہا تھا۔

اس نے کہا۔ "لاؤ تمہارا بلند کیا نور بدر قدین کو دیکھ کر بولا۔ "تم مسلمان ہو! میرا بھی یہی سہارا ہے۔"

بدر قدین نے جواب دیا۔ "یہاں میں مسلمان ہوں۔ آپ پادری ہیں نہ ہی رہنما، کیا آپ ہماری رہنمائی فرمائیں گے؟" پادری نے کہا۔ "کیوں نہیں تم مجھ سے کس قسم کی رہنمائی چاہتے ہو؟"

بدر قدین نے پادری سے درخواست کی۔ "یہ لوگ ہم آپ اپنی

مشعل بجھا دیں ورنہ ہمارے تعاقب میں آنے والے اس مشعل کی روشنی میں یہاں تک آجائیں گے۔"

پادری نے بلا تامل مشعل اپنے پیچھے کھڑے ہوئے آدمی کو دے دی۔ "اس کو اندر لے جاؤ ہم اندر میرے میں ہی باتیں کریں گے۔"

مشعل گرجے میں چلی گئی۔ پادری نے اندر میرے میں پوچھا۔ "ہاں اب یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟"

بدر قدین نے جواب دیا۔ "یہاں ہمارے ساتھ جو کچھ ہوا اس سے شاید کچھ وقف نہیں ہیں۔ ہم قلعہ سے لٹنا چاہتے ہیں کچھ ہماری رہنمائی کریں۔"

پادری نے کہا۔ "آج تیرے ساتھی قلعہ سے نہیں نکل سکیں گے۔ اس لئے تو اپنے گھوڑے گرجے کے عقب میں پناہ دے اور میرے ساتھ اندر چل میں وہاں بات کر کے تیرے لئے جو کر سکا ہوں ضرور کروں گا۔"

بدر قدین نے شبہ ظاہر کیا۔ "قلعہ میں ہمارے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ گھوڑوں کو گرجے کے عقب میں پناہ دے کے بعد آپ ہم سے دھوکا تو نہیں کریں گے؟"

پادری نے جواب دیا۔ "ہم پادری لوگ دھوکا نہیں دیتے۔ تم سب ہیں یہی پچھن چکے ہو۔ اگر پھر روہ کے تو پکڑے جاؤ گے میں دھوکا کب تک دیتا کروں۔"

بدر قدین نور اس کے ساتھی پادری کی رہنمائی میں اپنے گھوڑے گرجے کے عقب میں لے گئے۔ وہاں درختوں کے جھنڈ اور سامنے سے گھوڑوں کو کھڑا کر دیا گیا۔ یہ کام پادری نے اپنی عمرانی میں کرایا تھا پھر انہیں گرجے میں لے گیا۔ اس کے بعد اپنے دو ساتھیوں کو حکم دیا۔ "کوئی بھی ان کے بدلے میں کچھ نہ کرے اس کو قتل کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ مسلمان اس وقت گرجے کے مسلمان ہیں۔"

پھر وہ سب کو گرجے کے ایک چھوٹے دروازے سے نکلنے کے حکم دے کر لے گیا۔

بدر قدین کے ساتھی پستی کے نرم نور سفید روپے پر حیران تھے۔

پادری انہیں سفید فرش پر بیٹھا کر سورہہ میں ہی بیٹھ

کیا۔ یہاں ایک کمزور تہوں والی دو شانہ خیمہ روشن تھی۔

پادری نے من سے کھانے کے بدلے میں پوچھا۔ ”تم لوگ بھوکے تو نہیں ہو گئے ہو؟“

بدردین نے جواب دیا۔ ”بوشہ کے کھانے ہی نے تو برباد کر دیا اب کیا کھائیں گے ہم؟“

پادری نے انہیں تسلی دی۔ ”تمہارے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی۔ میں جانتا ہوں لیکن اس قریب کا میری ذات سے کوئی تعلق نہیں۔“

بدردین نے شکست کی۔ ”آپ کی قوم کو آپ کے ہم نہیں نے تو ہیرا کیا۔“

پادری نے کہا۔ ”انہوں نے بہت برا کیا۔ بہت برا۔“

بدردین نے کہا۔ ”آپ ہمیں تو اس کی مدد کی جاسکتی ہے۔“

پادری نے پوچھا۔ ”وہ کس طرح؟“

بدردین نے جواب دیا۔ ”آپ قلعہ سے نکلنے میں ہماری مدد کریں۔“

پادری نے کہا۔ ”بہت مشکل ہے یہ کام۔ ہلکے اچھل کود اس کے سپی نہیں تلاش کر رہے ہیں۔“

بدردین نے کہا۔ ”آپ ہمیں راستہ بتادیں ہم خود نکل جائیں گے۔“

پادری نے اس کو جھڑک دیا۔ ”انتقلہ باتیں نہ کر۔ قلعہ کا پھانگ یہاں سے بہت دور ہے اگر میں راستہ بتا بھی دوں گا تب بھی تم لوگ یہاں سے نہیں نکل سکو گے۔“

بدردین نے اوجھڑا کر دیکھ کر گرجے کی وسعت کا اندازہ لگایا۔ ”کیا ہم سب یہاں قید نہیں ہو گئے؟“

پادری نے براہمن کر اس کو جھڑک دیا۔ ”یہ جو تم چند سو زخمہ فوج کے جانتے ہو کیوں اور کس طرح؟“

بدردین نے کہا۔ ”میں نہیں جانتا۔“

پادری نے کہا۔ ”اگر یہ سرفی سے اگلی وجہ سے؟“

بدردین نے بڑی ڈھکی ڈھائی میں نہ انہماکی قلعہ کے پھانگ کا راستہ بتا دیں۔ آگے اگلی قسمت کہ نکل پاتے ہیں یا نہیں؟“

پادری نے گویا اس کی بات سنی ہی نہیں۔ ”وہاں بوشہ کی خصوصیت یہ ہے کہ پانچ لاکھ آدمی کے لیے پانی کا قلعہ ہے اور وہاں کے لوگ صرف اس کی حفاظت کی تھی۔ میری بات نہیں مانی گئی تو میں نے خوراک کے دھندلے کو طرف دلا دیا کہ وہاں نہ کھانے کے۔ اس نے اگلی پہری بات

تو نہیں مانی لیکن کچھ کھانے میں زہر نہیں ملا یا کیلہ تم زخمہ فوج جاننے والوں نے وہی کھانا کھایا تھا۔“

بدردین نے اس کے ساتھیوں نے محسوس کیا کہ پادری جھوٹ نہیں بول رہا ہے سچا ہے۔ تو ان کے دل صاف ہو گئے اور انہوں نے کھانے کے دل سے مشورہ لیا۔ ”پھر اب ہم یہاں سے نکلنے کے کس طرح؟“

پادری نے کہا۔ ”میں بے بس ہوں یہاں ہر کام جنگی بنیاد پر ہو رہا ہے۔ تم اگلے صبح بن کے یہ رات تو گزر لو میں یہاں کسی کو بھی نہیں آنے دوں گا۔ کل رات کو میں یہاں سے نکل دینے کی کوشش کروں گا یہ میرا وعدہ ہے۔“

پادری کی بات مان لینے کے سوا ان کے پاس چارہ ہی نہیں تھا۔ بدردین نے پوچھا۔ ”کیا یہ غیر محفوظ جگہ نہیں ہے؟“

پادری نے جواب دیا۔ ”یہاں اس قلعہ کی ہر جگہ غیر محفوظ ہے۔ تم باہر چلو اور جو محفوظ جگہ ہو وہاں چھپ جتو۔“

بدردین لاجواب ہو گیا۔ ”درست، میں نے آپ پر اعتماد کیا۔ آپ اگلی حفاظت کریں۔“

پادری نے یقین دلایا۔ ”یہاں میرے تجربے میں کوئی نہیں آئے گا۔ تم لوگوں کے ساتھ جو کچھ ہوا، میں اس کی مدد نہیں ہوتا ہوں۔ میں اگر تم کو یہاں سے بخیر و خوبی نکل سکا تو یہ کبھی ہمارے میں نے کوئی ٹکڑا کا کام کیا۔“

بدردین نے اس کے ساتھی یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہے تھے کہ یہاں، سلطان کی لائیں اور بے خبری میں کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔

پادری انہیں سمجھانے لگا۔ ”اگر میں تم کو یہاں سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا تو تم میرا بھی ایک کام کرو گے۔“

بدردین نے پوچھا۔ ”وہ کیا؟“

پادری نے جواب دیا۔ ”اپنے سلطان سے میری طرف سے کہہ دنا کہ جنگ و جدل اور خون خرابا ابھی ختم نہیں ہو گیا ہے۔“

پادری نے کہا۔ ”میں آپ کا یہ پیغام پہنچا دوں گا لیکن سلطان میری بات ماننے کا نہیں نہ وہی کرے گا جس کا میں نے فیصلہ کر لیا ہو گا۔“

پادری نے کہا۔ ”تب پھر میری یہ بات یاد رکھنا، جو قتل کرے گا خود بھی قتل کر دیا جائے گا، سلطان کے لئے یہ کئی ہے۔“

پادری نے من کے لئے ہنسنے لگا اور خود گرجے میں چلا گیا۔ بدردین جبرون تھا کہ یہ کیا پادری ہے جو سلطان کو پتہ دے رہا ہے اور انہیں خیریت قلعہ سے بھی نکلنے میں مدد دے رہا

ہے۔ بدرالدین نور اس کے سامنے اس کی سرخیں کر لے لے۔
 تجربے میں ان کے لئے بستر بچھ گئے مگر ان کے لئے بچھ تھے وہ
 دوسری رات سے پہلے ہی نکل بھاگنا چاہتے تھے۔
 پادری نے گرجے کے ہر آدمی کو منع کر دیا تھا کہ کسی کو ان
 مسلمانوں کے بارے میں کچھ بھی نہ بتایا جائے۔
 دوسری طرف ہینک انجیلو اپنے آدمیوں کے ساتھ مسلمانوں
 کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ اس جیتو میں جن مسلمانوں کا آنا سامنا ہوا
 انہیں گھیر کر قتل کر دیا گیا۔ ان میں بدرالدین نہیں تھا اور اس کو
 بدرالدین ہی کی شدت سے تلاش تھی۔ وہ اپنے سپاہیوں کے
 ساتھ قلعہ کے پھانک پر گیا اور وہاں کے محافظین کو مستعد کر دیا
 چونکہ کر دیا۔ انہیں حکم دیا گیا کہ پھانک بند کر دیا جائے اور پھانک
 بند کر دیا گیا۔

شہر کے باہر کھوجیوں کی خدمت حاصل کی گئی اور قلعہ میں
 آبلو لوگوں سے ہر چہ کچھ شروع کر دی گئی۔
 قلعہ کے مختلف راستوں پر گھوڑوں کی چوہوں کے نشانات موجود
 تھے اور کھوئی انہی نشانات پر چل کر گرجا تک پہنچ گئے۔ پادری ان
 کی آمد کی توقع لگائے بیٹھا تھا۔ گرجے میں وہ انجیل کا منگوا کر رہا
 تھا۔ ہینک انجیلو پادری کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ”مقدس باپ!
 میں چند مسلمانوں کو تلاش کر رہا ہوں۔“

پادری نے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا کہ وہ اور کوئی بات نہ
 کرے، اور مختصر سا جواب دیا۔ ”گرجے میں مسلمان نہیں
 ہیں۔“

کھوئی نے کہا۔ ”ان کے گھوڑے یہاں تک آئے ہیں وہ
 یہاں پہنچے ہیں۔“ پادری نے پھر وہی مختصر سا جواب دیا۔
 ”آئے ہیں کے مگر وہ گرجے میں نہیں ہیں۔“
 ہینک انجیلو پادری سے بحث بھی نہیں کر سکتا تھا۔ خوشنود
 لمبے میں کہا۔ ”اگر آپ بتا سکتے ہیں تو بتادیں وہ نہ ہلا منسوب
 نو حودادہ جائے گا۔“

پادری نے جواب دیا۔ ”مسلمانوں کے ہاتھ جو کچھ ہوا اس
 میں میری مرضی شامل نہیں تھی۔ مجھے اپنے منصوبے میں مت
 شامل کرو۔“

صبح قریب تھی اور ہینک انجیلو کو منصوبے کے دوسرے حصے پر
 عمل شروع کر رہا تھا۔ سلطان کی بے خبری میں اہلک اس کی مثال
 فرج پر حملہ کر رہا۔

بادشاہ کے ہر کھدے ہینک انجیلو کو تلاش کرنے ہوئے گرجے
 تک پہنچ گئے۔ زخمی بادشاہ نے ہینک انجیلو کو قہراً حسب
 کیا قلعہ کھوجیوں کو رخصت کر دیا گیا اور صیقلی سپہ سالار بادشاہ

کے پاس چلا گیا۔

بادشاہ کے زخمی باز کو سفید کپڑے کی پٹی سے باندھ دیا گیا تھا۔
 ہینک انجیلو نے بادشاہ کی حراج پر ہی کی اور ایک طرف کھڑا ہو
 گیا۔ بادشاہ کے پاس وزیر بھی موجود تھا اور چند امراء بھی پاس ہی
 کھڑے تھے۔ وہ سب فکر مند نظر آ رہے تھے۔

بادشاہ نے سپہ سالار سے پوچھا۔ ”ہینک انجیلو! بدرالدین نور
 اس کے ساتھی کہاں ہیں؟“

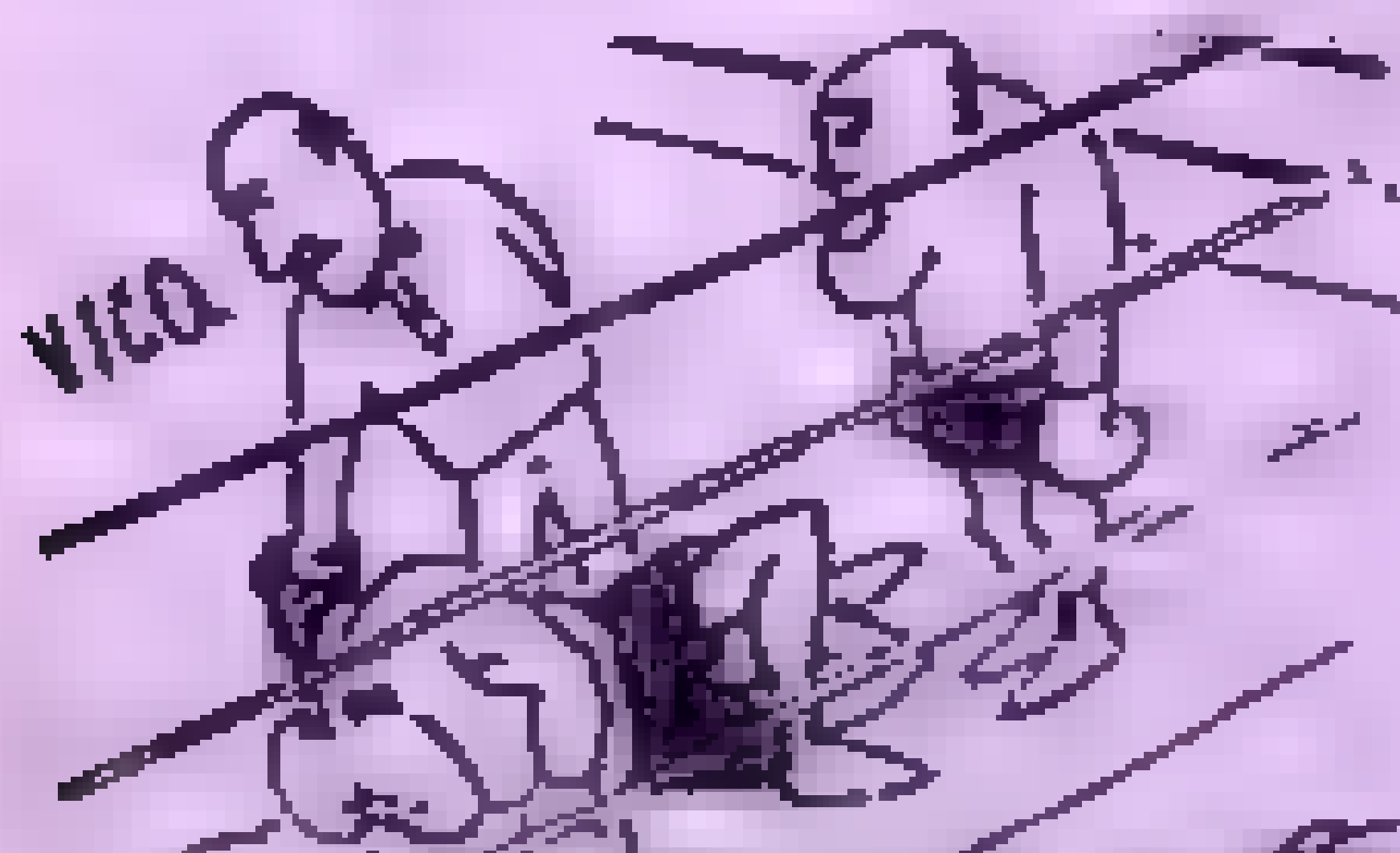
ہینک انجیلو نے شرم سے سر جھکا لیا۔ ”میں نے امتحانی
 تلاش اور جیتو کے بعد بھی نہیں ملے۔“

بادشاہ نے کہا۔ ”وہ بچا کر کہاں جائے گا۔ میں بدرالدین کی
 بات کر رہا ہوں۔“

ہینک انجیلو نے بادشاہ کی ہاں میں ہاں ملائی۔ ”وہ بچا کر کہاں
 جائے گا۔“

بادشاہ نے حکم دیا۔ ”صبح قریب ہے۔ سلطان اس خیل میں
 تھن ہو گا کہ بدرالدین نور اس کے پانچ ہزار سپاہی قلعہ اور شہر پر قبضہ کر
 چکے ہوں گے اور دن میں کسی وقت وہ بھی اپنی فوج کے ساتھ قلعہ
 اور شہر میں داخل ہو جائے گا۔ تجھ کو سلطان کی اس غفلت سے پورا
 قاعدہ اٹھانا ہے۔“

سپہ سالار نے جواب دیا۔ ”میری فوج تیار کھڑی ہے۔ صبح



ڈاناکا مٹی نے جو پچھلے چند ماہ سے امید سے
 تھیں ڈاناکا سے پوچھا تھیں کہ ”تجھے کھینے کے
 لیے چھوٹے سے بھائی کی ضرورت ہے یا پھولی سی
 بہن کی؟“

ڈاناکا نے غور سے اپنی مٹی کی طرف دیکھا۔ پھر
 سنجیدگی سے بولی۔ ”اگر آپ کسی بھائی کی ضرورت کا
 اسکا ہی خیال ہے تو سمجھیے کہ مجھے نہ بھائی کی ضرورت
 ہے نہ بہن کی بلکہ مجھے تو ایک چھوٹا سا گھوڑا چاہیے۔“

اس وقت جب سلطان اور مسلمان فجر کی نماز پڑھ رہے ہوں گے،
من پر حملہ کر کے کھٹ کر رکھ دیں گے اور اس طرح آرمینیا اور
دوسرے عیسائی شہروں کو سلطان کی عدالت گری سے نجات مل
جائے گی۔

بادشاہ نے کہا۔ ”اے میں بھی جیسا ہوں“

ماتیک انجلو بادشاہ کے محل سے باہر آیا اور اپنی فوج کو چھانک
میں لے گیا۔ اس نے اپنی فوج کو بطور خاص ہدایت کی۔ ”یار رکھو
جھڑی جیت اس وقت ممکن ہوگی جب ہم کم سے کم وقت میں
سلطان اور اس کی فوج کے بیشتر فوجیوں کو قتل کر ہو چکے ہوں۔“
ماتیک انجلو صبح تک خود بھی چھانک میں موجود رہا۔ عیسائی فوج
نے مرنے والوں کے لباس پہن لئے تھے۔

شاید ماتیک انجلو اپنے حواس میں نہیں تھا کہ کتنا کچھ چاہتا تھا اور
زبان کچھ کہہ رہی تھی۔ تاریخ کی عظیم کھیلوں اس کا انتظار کر رہی
تھی۔ چھانک کا چھوٹا دروازہ کھول دیا گیا ان لوگوں نے فجر کی آذان
سنی جو سلطان کے لشکر میں دی جا رہی تھی۔ ماتیک انجلو آذان کی
آواز سنتے ہی فوج کے ساتھ باہر نکلا۔

سلطان کی فطرس قلعہ پر تھیں اس نے اپنی دانست میں
مسلمانوں کو قلعہ سے نکلنے دیکھا تو بہت خوش ہوا۔

اس نے اپنے پسرے دلو کو حکم دیا۔ ”آنے والوں کو عزت
سے فہرا یا جائے اتنی دیر میں ہم فجر کی نماز پڑھ لیں گے۔“

سلطان فجر کی نماز پڑھنے لگے اور عیسائی فوج نے اچانک من پر
حملہ شروع کر دیا اور چشم زدن میں سیکڑوں مسلمانوں کو ذبح کر
ڈالا۔ سلطان اپنے آس پاس بے چینی اور بچ پکڑا رہا تھا لیکن لڑنے
مقدم تھی۔ وہ لڑا اور اکر تار ہا۔

ماتیک انجلو نے سلطان کے قریب پہنچا مگر کانٹوں نے اس
کو آگے نہیں بڑھنے دیا۔

مسلمان عائد پریشان تھے کہ یہ کیسے ممکن ہیں جو مسلمانوں
کو قتل کرتے پھر رہے ہیں۔ سلطان کے سپاہی اپنے ہاتھ روکے
ہوئے تھے۔

سلطان نماز سے نکلے ہوا تو اپنے کانٹوں سے پچھا۔ ”یہ کیا
ہو رہا ہے؟“

کانٹوں نے جواب دیا۔ ”بدرفتہ ہیں چھڑی کے سپاہی
ہیں جو چھانک من کو قتل کرتے پھر رہے ہیں شاید یہ پاگل ہو گئے
ہیں۔“

سلطان کی تیز عقل نے مسئلہ کو سمجھ لیا۔ ”یہ کوئی لڑہاٹ
بے تم بھی من کو قتل کر دو۔“

سلطان نے اپنی فوج میں اعلان کر دیا کہ مسلمانوں کے لباس

میں نظیر ”اے واسے عیسائی ہیں۔ میں نے انہیں پہچان لیا اس لئے
انہیں قتل کر دو۔“

مسلمانوں کو اب بھی تذبذب تھا اور وہ اس کا مقابلہ نہیں کرنا
چاہتے تھے۔

ان عیسائیوں میں چند مسلمان بھی شامل ہو کر سلطان کی
خدمت میں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے خود کو سلطان کو حوالے کر
دیا اور قلعہ میں من کے ساتھ جو کچھ پیش آیا تھا وہ سب مسلمان کے
گوش گزار کر دیا۔ ”وہ سب ہمارے گئے شاید تھلے سے چند
ساتھیوں کے علاوہ کوئی بھی نہیں بچا۔“

سلطان نے بدرقہ دین کے بارے میں پوچھا۔ ”نہ کھلے ہے؟
جواب ملا۔ ”وہ بھی بند دیا گیا ہو گا لہذا تو یہی خیال ہے۔“

سلطان غضب ناک ہو گیا۔ اس نے اپنی کھوار نیام سے ٹکڑی
نور اعلان کیا۔ ”یہ اس وقت تک نیام سے باہر رہے گی جب تک
کہ قلعہ اور شہر کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دی جائے گی۔“

خواجہ حسن بھی پریشان تھا کہ آخر مسلمان بہم دست و گم ہوں
کیوں ہیں۔

ماتیک انجلو نے جب یہ دیکھا کہ سلطان کو حقیقت کا علم ہو چکا
ہے اور اس نے حوالی بکھروائی شروع کر دی ہے تو وہ گھبرا گیا اور رو
فرار تلاش کر لے لگا۔

سلطان نے نہایت بے رحمی مگر ہوشیاری سے قلعہ کی طرف
پیش قدمی شروع کر دی۔ قلعہ والوں کو اپنی نور سلطان کی فوج میں
تیز کرنا بے حد دشوار تھا۔ سلطان نے اپنا سڑ برقی رنگہری سے
بدلی رکھا اور قلعہ میں داخل ہو گیا۔ قلعہ کی حدود فوج کا جیڑی
سے صفایا کر دیا گیا۔ سلطان نے اپنی فوج کو بتا دیا کہ من کے ساتھ
کیا دھوکا کیا گیا ہے۔

ماتیک انجلو اپنے منسوبے میں ناکام ہو چکا تھا۔ اس کی فوج کا
منایا کیا جا چکا تھا۔ وہ قلعہ میں داخل ہوا اور پچھتا پچھتا بادشاہ تک
پہنچ گیا بادشاہ خود بھی پایہ رکب تھا ماتیک انجلو نے اپنی ناکامی کی
دائستہ سٹلی نور بادشاہ کو قرار ہو جانے کا مشورہ دیا۔

بادشاہ کو اپنی ناکامی کا دل تھا۔ ”لیکن ہم ہتھم کیوں ہوئے؟“
ماتیک انجلو نے جواب دیا۔ ”ہم مسلمانوں کے لباس میں من
پر حملہ آور ہوئے تھے اور ہم کو آخر تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ
ہمارے ساتھ چند مسلمان سپاہی بھی واپس جا رہے ہیں۔ انہوں
نے سلطان کو سب سمجھایا دیا اور اب سلطان نور مسلمان جوڑی
اندام میں آمد می طوفان کی طرح امدی تلخ کنی میں مشغول
ہیں۔“

بادشاہ کے پاس وقت نہیں تھا۔ وہ وہیں سے نکل کر اپنے در

قلعہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

سلطان نے قلعہ کو بند کر دیا۔ وہ مسیحیوں کو لاہور ڈھونڈ کر قتل کر رہا تھا جو جلی ملا لٹل کر دیا گیا۔ قلعہ کی آبادی کا سنایا کر دیا گیا۔ اس کے بعد شہر میں داخل ہو گیا اور وہیں بھی قتل عام ہونے لگا۔ شہری حیران تھے کہ ان کو کیوں قتل کیا جا رہا ہے۔ ان کا ایک وفد سلطان کے پاس آیا اور اپنے لور لہاریاں شہر کے لئے غزوہ رحم کی درخواست کی۔

سلطان نے حکمت سے ان کی درخواست رد کر دی۔ ”رحم کیا؟ سنا کیوں؟“

وفد نے جواب دیا۔ ”ہم جنگ نہیں چاہتے۔ ہم نے آپ کا مقابلہ بھی نہیں کیا۔“

سلطان نے غصہ میں کہا۔ ”پہلے تم نے ہمارا مقابلہ بھی کیا اور ہم سے جنگ بھی کی۔ پھر اس لور صلح کے سفید جھنڈے بھی بلند کر دیے۔ ہم نے ان جھنڈوں پر یقین کر لیا۔ تمہارے ہوشیار نے ہم سے آدمی مل گئے اور وعدہ کیا کہ قلعہ اور شہر کا قتل و خون کے حوالے کر دیا جائے گا اور پھر جب ہمارے پانچ ہزار جیسے تمہارے وعدے پر بھروسہ کر کے قلعہ میں داخل ہوئے تو انہیں دھوکے سے قتل کر دیا گیا اور بے خبری میں ہم پر بھی حملہ کر دیا گیا۔ یو لو کیا اس کے بعد بھی تم ہم سے مدد کی امید کر سکتے ہو؟“

وفد نے جواب دیا۔ ”آپ کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ہمارے ہوشیار کے ایمان اور حکم پر ہوا اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔“

وفد واپس جانے لگا تو سلطان نے اسے روکا اور کہا۔ ”تم لوگ رہتی اور خواست لے کر میرے پاس آئے ہو اس لئے میں کم از کم تم کو لور تمہارے ماتمہن کو معاف کر سکتا ہوں۔ وہ جلی نہیں بھی ہوں میرے آدمیوں کے ساتھ جو لور یہاں لے آئے انہیں معاف کر دیا جائے گا۔“

وفد نے سلطان کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔ ”میں معاف کر دیں بس یہی کتنی ہے کہ میں نے اگلے خاندان نے گرجوں میں اس امید پر ہٹ لے لی ہے کہ آپ لوگ جہالت گاہوں کا احرام کرتے ہیں لور انہیں نہیں سمجھتے۔“

سلطان نے کہا۔ ”ہلاک مسیحیو! تب تم واپس مت جؤ سدا کہ تم قتل کر دیے جؤ۔“ وفد رک گیا سلطان نے کہا۔ ”میں مقرب آپ کے پادریوں اور بیوں لور عموں کو بلا کر ان سے پوچھوں گا کہ انہوں نے اگلے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا۔“

وفد نے کہا۔ ”آپ کے اس سوال کا ہم پہلے ہی جواب دے چکے ہیں۔ آپ کے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے اس سے پلہ ہوں۔“

راہیوں لور عموں کا کیا تعلق۔“

سلطان نے یہ دلیل بھرد کر دی۔ ”میں ان سے یہ سوال ضرور کروں گا لور ان سے جواب لوں گا۔“

وفد کو وہیں روک لیا گیا۔ سلطان نے ان کو اپنے خیمے سے دور ایک وسیع و عریض خیمہ دے دیا اور کہا۔ ”میں تم کو اپنے قریب بھی خیمہ دے سکتا تھا لیکن تم نے اپنا استہزاء کھو دیا۔“ وفد نے جواب دیا۔ ”ہم اپنے ہوشیار لور فوج کی وجہ سے آپ سے شرمندہ ہیں۔“

سلطان نے چند دنوں میں شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ بڑی بڑی عمارتیں گرا دیں اور جو گرنے سے بچ گئیں ان کو جلا ڈالا گیا۔ عبادت گاہوں کو محفوظ رکھا گیا۔ گرجاؤں کے خانقاہیں بچ گئیں اور ان میں جو کچھ بھی تھا محفوظ رہا۔

سلطان نے خود کو شہر سے دور قلعہ میں رکھا اور گرجوں اور خانقاہوں میں یہ اعلان کر دیا کہ سلطان پادریوں، راہیوں اور عموں سے خطاب کرنا چاہتا ہے اس لئے وہ سلطان کے دوسرے ان صبح سلطان کے سامنے پہنچ جائیں وہ ان سے چند باتیں کرے چاہتا ہے۔ سلطان کا پیغام گرجوں اور خانقاہوں میں پہنچا دیا گیا۔ قلعہ کا پادری سلطان کا پیغام سن کر اس کے پاس جانے سے انکار کر رہا تھا۔ اس نے سلطان کو تجویز دی کہ سلطان کو جو کچھ کہتا ہے وہ اس گرجے میں آکر کہے لور پادریوں، راہیوں اور عموں کو اس گرجے

تنہائی سے

- ☆ اپنے رزم ایسے لوگوں کو مت دکھاؤ جن کے پاس مرہم نہ ہو۔
- ☆ چاند کی طرح چمکو تا کہ راستے میں روشنی بکھیر سکو
- ☆ تار و لہ کی مانند مت رہو جو پل بھر چمکتے ہیں اور ٹوٹ جاتے ہیں۔
- ☆ لمحات کے سمندر میں وہ لمحہ تلاش کرو جو تمہاری سب سے متاثر بنا دے۔
- ☆ شمع بن کر جزم ہستی میں زندگی بسر کرو تا کہ دوسرے بھی متاثر رہ سکیں۔

”تنہائی کی زندگی اور شادی شدہ زندگی میں کیا فرق ہے؟“

”تنہائی کی زندگی میں تنہائی کاٹ کھائے کو دوڑتی ہے اور شادی شدہ زندگی میں بیوی!“

میں بلوایا جائے گا۔

سلطان نے جواب میں کہلایا۔ ”میں اس قلعہ اور شہر کا قلعہ ہوں اس سلسلے میں میرا حکم چلے گا۔“

پادری نے سلطان کے آدمیوں سے کہا۔ ”سلطان کے پاس تمہارے ساتھ میں پہن ہوں اس سے باشندہ بات کر کے اپنی تجویز کا قائل کر لوں گا۔“

چنانچہ پادری سلطان کے پاس پہنچ گیا۔

سلطان نے اپنے آدمیوں سے پوچھا۔ ”یہ ضدی شخص میرے پاس کیوں آگیا ہے۔ کیا تم لوگوں نے اس کو یہ نہیں بتایا کہ سلطان کا حکم حکم مطلق بلکہ حکم مطلق ہوتا ہے۔“

سلطان کے آدمی نے جواب دیا۔ ”جنتی والا پادری کو بھی اپنی تجویز پر پڑ ہے اور یہ سمجھ کر یہاں آیا ہے کہ اپنی تجویز کو دلیلوں سے حق بجانب اور مناسب ثابت کر دے گا۔“

سلطان نے کس قدر تذبذب اور تامل سے کہا۔ ”اچھا اسے حاضر کرو دیکھتا ہوں کیا کہتا ہے۔“

پادری کو سلطان کی خدمت میں پہنچا دیا گیا سلطان نے اسے سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا۔ پادری کی چوڑی جنتی اور غیر معمولی جڑوں نے متڑ کیا۔

پادری بگو۔ سلطان کے وہ بے اور لمبی دھڑکی سے کسی قدر مرعوب ہو گیا۔

سلطان نے کہا۔ ”جب تجھ کو ہذا پیغام مل گیا تھا تو اسے من و عن نہ ملنے کی وجہ؟“

پادری نے جواب دیا۔ ”سلطان محترم آپ نے اور آپ کے لمبے لمبے جنتی کاہنوں اور مذہبی پیشواؤں کو جو عزت دی ہے اس کے پیش نظر میں یہاں آئے اور اپنی بات کرنے کی جسارت کر سکا ہوں۔ آپ کا میں تو اپنی بات کر رہا ہوں نہ یہیں تو میں ہی واپس چلا جاتا ہوں۔“

سلطان نے کہا۔ ”اب جب۔ تو یہاں تک آگیا ہے تو اپنی بات کر میں سنوں گا اور اس پر غور بھی کروں گا۔“

پادری نے کہا۔ ”آپ مذہبی پیشواؤں اور راہبوں کو لے کر مسجد بنائے ہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ یہ امر تو ہمیں بخشیں، میں سب کو لے کر مسجد میں آؤں گا اور آپ وہاں تشریف لائیں گے ایک مجلس تشدد قلأ اور غیر معمولی فتنہ کو لے کر آئے گا مسلمان بنا کر میں بڑی خوشی محسوس کروں گا اور آپ مجھے اس سے محروم نہیں کریں گے۔“

سلطان ذرا سی دیر میں قائل ہو گیا۔ جواب دیا۔ ”یہ بے پوشاہ اور نڈی قوم نے ہمارے ساتھ کیا ہے اس کے لئے نگرانی تو

نہیں چاہتا کہ میں میرے گریہ میں آؤں لیکن پھر بھی میں تجویز پر غور کروں گا۔“

پادری نے دوسری دلیل دی۔ ”بیت المقدس کے کلیسا میں آپ کے خلیفہ دوم عمر بن خطاب نے قدم نہ توڑا تھا اور تاریخ کے دور میں دوسرے بڑے آدمی آپ کے جو میرے گریہ میں آکر ہم سے خطاب کریں گے۔“

سلطان نے جواب دیا۔ ”ٹھیک ہے، میں آپ کا کوکل مناجات سب کو دیں ہوا ہے۔ میں حیران نہیں تھا۔“

پادری نے زہیلا وار کیا۔ ”سلطان محترم اس بات کا مجھے اندازہ تھا کہ آپ کتنے ہی فتنی اھلب کیوں نہ ہوں میرا دل نہیں توڑیں گے۔“

سلطان کی جنتی پر تل پڑے گئے۔ ”تو کیلئے پہنچا ہے کہ میں فتنی اھلب کا مظاہرہ کروں۔“

پادری معافی چاہنے لگا۔ ”جنتی والا، فتنہ بھول چوک کا پتلا ہے، اس کو تکی سے مجھے اپنی زبان اور نچے پر اختیار نہیں رہا معافی چاہتا ہوں۔“

سلطان نے کہا۔ ”اب تو جاسکا ہے۔ کل تجھ کو کہنے اور بات کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی کیونکہ زبان اور نچے پر تیرا اختیار نہیں۔“

پادری چلا گیا اور سلطان کے خدمت اور مجلس اس پر حیران تھے کہ پادری نے سلطان کو کس طرح قائل کر لیا اور یہ کہ سلطان نے ”شقی اھلب“ کے ذہر کو کس طرح گورا کر لیا۔

سلطان کہہ رہا تھا۔ ”یہ کیسے لوگ ہیں جو خود کو مظلم کرتے ہیں اور اس کا جواب ملو اور درگزی میں پہنچتے ہیں۔“

خواجہ حسن نے پادری کی تجویز پر اپنے شبہ کا اظہار کیا۔ ”حضیر! یہ لوگ اقتدار کے قتل نہیں رہے۔ پتہ نہیں لب کوں یہ منصوبہ تیار کیا ہے۔“

سلطان نے جواب دیا۔ ”میں نے انہیں جہ و ہرید کر کے دیکھ دیا اب اس کے پاس رونے اور معافی چاہنے کے سوا پناہ بھی کیا ہے۔“

خواجہ حسن نے کہا۔ ”جنتی والا قلعے ساتھ جو ہر گزوش آلا ایک الزام کے مطابق اس میں ہر روز بھی شہر قتل ہوتا یا جا رہا ہے۔ کتنے ہیں یہ سب کچھ اسی کے منصوبے سے ہوا ہے۔“

سلطان چونک پڑا۔ ”یہ کس طرح ممکن ہے۔ ہر روز تو ہمارے پاس ہے اور قلعے خلاف سازش کل میں پوشاہ اور اس کے ہر جلسوں نے تیار کی تھی۔“

خواجہ حسن نے کہا۔ ”پوشاہ کے خلاف سے ہر روز لے لگ۔“

جا کر جو باتیں کہیں کما جاتا ہے کہ وہیں اس سڈش کی بات ہوئی تھی۔

سلطان چپ ہو گیا۔ کچھ دیر اس فک کے غلبہ پہلوئیں پر غور کرتا رہا۔ اس کے بعد پوچھا۔ ”اس شبیہ کی بنیاد کیا ہے؟ اور وہ کن لوگ ہیں جو اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں؟“
خواجه حسن نے جواب دیا۔ ”ہمیں وہ پہلا آدمی نہیں مل رہا جس نے ہروز سے یہ بات سنی تھی کہ لعل نل ولے مسلمانوں کو وہ سبکی دیں گے کہ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔“

سلطان نے کہا۔ ”بس پہلے اس آدمی کو تلاش کرو جس نے ہروز کی یہ باتیں خود سنی ہوں اس کے بعد اس مقدمہ پر غور کیا جاسکتا ہے۔“

لیکن ہروز کے خلاف سلطان کے دل میں شبہ ضرور پیدا ہو گیا تھا۔ سلطان نے اپنے پانچ ہزار مسلمانوں کو تلاش کیا۔ بھڑکی لاشیں مل گئیں۔ کچھ زندہ مل چکے تھے اور کچھ ایسے تھے جن کی نہ تو لاشیں ملی تھیں نہ ہی زندہ ہونے کی کوئی خبر تھی۔ وہ مذہبی پیشواؤں سے خطاب کرنے جلد ہاتھ اس کا دل صاف نہیں تھا۔ وہ اپنے مرنے بعد گم ہونے والوں کا غم شدت سے محسوس کر رہا تھا۔
کلمہ کے گرجا میں شر کے تمام مذہبی پیشوا اور تینیں ایک جا ہو گئیں۔ وہ اس خوفناک اور اپنی رافت میں خور غول قلع کو ایک نظر دیکھنا چاہتی تھیں۔

سلطان اس وقت تک اپنے خیمہ سے باہر بھی نہیں آیا جب تک کلمہ کے گرجے کا پاروی اس کو لینے نہیں آیا۔ یہ پاروی اپنے چند رفیقوں کے ساتھ سلطان کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے آیا۔

سلطان نے شزلوہ ملک شہ اور تین جان بازوں کو ساتھ لیا اور گرجے میں پہنچ گیا۔

پاروی نے داخلے سے پہلے سلطان سے درخواست کی۔
”جناب وھا! یہ گرجا ہے اس کے احرام میں اگر آپ لوگ ہتھیار پہنچی رکھ دیں تو کرم ہوگا۔“

سلطان نے صاف انکار کر دیا۔ ”محسوس کہ میں یہ فطری نہیں کر سکتا۔ مروت اور خوش منشی اپنی جگہ لیکن تم لوگوں نے اپنا حق مجروح کر دیا ہے۔“

پاروی لاخواب ہو گیا۔ سلطان، شزلوہ ملک شہ اور سلطان کے چند مخلص اسلمہ سمیت گرجے میں داخل ہو گئے اور بیتہ باہر ہوا رہتے رہے۔

سلطان کو کتب لدعا کی میر کے پاس لے جایا گیا۔ پاروی رہب اور تینیں آنکھیں پڑ پڑ کر سلطان کو دیکھ رہے تھے۔

سلطان کی دلوں میں اترنے والی نظرس انہیں خوفزدہ کر رہی تھیں۔ پاروی نے سلطان کو بولنے بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ وہ سلطان کی شان میں شری قصیدہ پڑھنے لگا۔

”حضرت اور سامعین کرام! اس وقت تہملے سامنے مسلمانوں کا وہ قلع ہے جو سلطان اور مسلمان مسلمان نہیں ہے۔ خلتہ بدوش ترک قوم کا یہ مسلمان قلع چند لسلوں سے مسلمان ہے۔ مسلمان عالم اور مبلغ ہم سے زیادہ چست اور ہوشیار تھے انہوں نے ترکوں کو مسلمان کر لیا اور انہیں اپنی کوششوں کے بدلے میں ترک فائین کی ایک نسل ہاتھ آگئی۔ اگر مسیحیت کا سبب ہو چلتا تو یہ لوگ آج سبکی ہوتے اور ہمارے لئے کام کر رہے ہوتے۔“

سلطان نے اسے ٹوک دیا۔ ”فصل باتیں مت کر کہ کام کی باتیں کر دلوہ ہمیں بولنے کا موقع دو۔“

پاروی نے اپنی تقریر جلدی رکھی۔ ”سلطان اپنی فوج کے ساتھ ہمارے درمیان آیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے ہتھیاروں نے ہمیں بھی ہتھیار بند کرنے پر مجبور کر دیا پھر جس طرح ہر انڈی اور شوقین طبع فسلن اپنے فن اور صلاحیتوں کا اظہار پڑی بے یمنی اور پھوٹن سے کرتا ہے ہم جیسائیوں نے بھی اپنے ہتھیاروں کے استعمال میں اس بے یمنی اور پھوٹن کا مظاہرہ اپنی جلد پتروں اور جہازوں کی شکل میں کیا۔ اہل بادشاہ ہوا حق اور جلد باز ہے مسلمانوں سے بد ممدی کا مجرم اور گناہ گار ہے۔ مسلمان اسے جو بھی سزا دیں گے اس میں حق بجانب ہی ہوں گے۔ آج ہم سب کی گردنیں شرم سے جھک چکی ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہوا شاید اس سے زیادہ ہمیں اس کی سزا دی جا چکی ہے۔ سلطان نے آبدی کو برہنہ اور ملاتوں کو نیست و بربود کر دیا۔ جو کچھ ہوا بہت برا ہوا اور ہم اس کے بخود یہ کہہ رہے ہیں اور اس برہنہ کے قتل ہمیں سلطان آپ لرسوین کا نیا حاصل ہو گیا اور آج ہم اسے بہت قریب سے دیکھ رہے ہیں۔ انہوں میں کھڑا دیکھ رہے ہیں۔“

شاید ہجوم نے پاروی کی باتیں پسند نہیں کیں۔ وہ بالکل خاموش تھے اور جوش و خروش کا مظاہرہ نہیں کر رہے تھے۔

پاروی کہتا رہا۔ ”میں نے بادشاہ کو کیا کرنے سے منع کیا تھا۔ میں بے بس تھا بادشاہ نے وہی کیا جو بادشاہ عمنہ کرتے ہیں۔ میں نے اس کی بد ممدی اور دعا بدی کا دکھ دل و دماغ پر یکساں محسوس کیا۔ اس وقت میرے دل سے یہ دعا نکل رہی تھی کہ خداوند کج مجھے ایک جیسا موقع رحمت فرمائیں کہ میں اس کا نالہ کر سکوں۔ میری بھوک پیاس لڑ گئی اور میں نیک تک سے

محروم ہو گیا۔ پھر خداوند مسکے نے میری دماغوں کی لہر مجھے ایک سوخ
مرحت فرما دیا۔ میں نے اس سوخ کو ہاتھ سے نہیں جھٹلے دیا۔
میرے پاس چند مسلمان قلعہ کے پھاٹک کا راستہ پرچھتے ہوئے
آئے۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کا پیچہ کیا جلا ہے اور اُن کو پھاٹک
کا راستہ بتا بھی دوں گا تب بھی وہ نکل نہیں سکیں گے اور اپنے
دوسرے ساتھیوں کی طرح آخر تک قتل کر دیئے جائیں گے۔ میں
نے انہیں پناہ دی اور ان کو قتل ہونے سے بچا لیا۔ یہ کوئی اتنا بڑا
کدبانہ تو نہیں ہے جو ہلکی اپنی بد قسمی اور دعا بڑی کے لڑائے
میں پیش کیا جائے لیکن میں نے مقدور ہر کچھ کیا ضرور ہے۔
اس کے بعد پادری جھڑے سے بدرالدین اور اس کے ساتھیوں
کو لے آیا۔ اور انہیں سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا۔
”آپ کی یہ لائق میرے پاس تھی اسے پیش کر رہا
ہوں۔“

سلطان اور اس کے ساتھی شزارا ملک شہ انہیں زندہ دیکھ کر
بست خوش ہوئے۔

بدرالدین اور اس کے ساتھیوں کی نظروں میں اٹھ رہی
تھیں سلطان نے تم نصہ اور خوشی کے لئے جٹے جذبے سے پوچھا۔
”بدرالدین! تو بھی زندہ ہے!“

بدرالدین سلطان کے سامنے بیٹھ گیا۔ ”زندہ بھی ہوں اور
شرمندہ بھی۔ میں اپنی غلطی پر مری طرح شرمندہ ہوں۔“
سلطان نے کہا۔ ”تمہ سے تو میں بعد میں بات کروں گا۔
اس وقت تو میں تمہ سے محسن سے مخاطب ہوں۔“

پادری نے کہا۔ ”اب میں سلطان کی ہر بات سننے کے لئے تیار
ہوں۔“

سلطان نے حوالی تقریر نہیں کی۔ صرف یہ کہا۔ ”پادری نے
اپنی منگی جس طرح پیش کی ہے اس کے بعد میرے پاس کئے کے
لئے کچھ بھی نہیں رہ گیا۔ وہ گئی یہ بات کہ اگر مجھ سے یہ پوچھا
جائے کہ میں نے قلعہ و ہوں اور شہریوں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے
کیا میں اس پر شرمندہ ہوں تو میرا یہی جواب ہو گا کہ نہیں۔ ان کے
ساتھ جو کچھ کیا کیا ان کے مستحق تھے۔“

ایک دوسرا پادری کھڑا ہو گیا اور سلطان سے پوچھا۔ ”یہ جو
کچھ آپ کر رہے ہیں اس سے تو یہ کیوں نہیں کر لیتے؟“

سلطان کو نصہ تو آگیا لیکن نصہ ہی لیا۔ ”تو میرے قریب
آجا۔ میں تمہ سے سول کا جواب ضرور دلاں گا۔“

لیکن پادری دھک گیا۔ وہ سلطان کے پاس نہیں گیا۔
سلطان نے کہا۔ ”اگر میرا کئی طرف نائب تو سہل کیوں
کیا؟“

ایک فن نے لڑتے ہوئے پوچھا۔ ”آپ نے ایک فن سے
شادی کر لی جو بدترین گنہ ہے۔ کیا آپ عداوت نہیں محسوس
کرتے؟“

سلطان نے جواب دیا۔ ”میں نے اس کو غلام خلی اور خوش
نمی سے نکل کر ثوب کا کام کیا ہے اور ثوب کے کاہن کو کون بلوم
ہوتا ہے؟“

حاضرین ہانک خاموش ہو گئے۔ لب کوئی سوال بھی نہیں کر رہا
تھا۔ سلطان نے کہا۔ ”میسٹی کا دین منسوخ ہوا۔ اس کی
شریعت مسترد کر دی گئی۔ دین اسلام عقیدہ کر لو۔ ہلدے منغ
تسلطے پاس آئیں گے ان کی باتیں غور سے سنو اور پھر راستہ عقیدہ
کر لو۔ میرے پاس تم کو راضی کرنے کے لئے اس سے زیادہ کچھ
نہیں ہے۔“

سلطان نے گرجے میں محکم ہار کر ہرجہ غور سے دیکھی۔ ان
لوگوں سے مختصری باتیں کیں اور انہیں نکتہ کی ہلت سمجائی۔
”عدم تشدد فضلی سارویہ ہے۔ اس سے انسان کمزور اور عاجز و
بے نور ہو جاتا ہے۔ اور کمزوری انسان کو سہارن اور وہ باری کی طرف
لے جاتی ہے۔ اس ایک مرض سے دوسرے کئی مرض پیدا ہو
جاتے ہیں۔ میری باتوں پر غور کرنا اور دنیا کی حقیقتوں کو سمجھنے کی
کوشش کرنا۔“

گرجے سے باہر نکل کر سلطان نے بدرالدین کو برا بھلا کہنا
شروع کر دیا۔

”دشمنوں کی دعوت قبول کرنا ان کی دہلی ہے۔ تو نے ذرا
سی غلطی سے میری قریح کا قیمتی حصہ ہر بار کر دیا۔“
بدرالدین نے عاجزی سے عرض کیا۔ ”مجھ سے غلطی ہوئی
میں شرمندہ ہوں۔“

سلطان نے کہا۔ ”شرمندہ تو میں ہوں۔ تو کیا شرمندہ ہو گا۔
میں نے تم کو ایک ہزوری سے پانچ ہزوری کر دیا۔ غلطی تو میں نے
کی تھی۔“

بدرالدین رونے لگا۔ ”مجھے کئی سزا بھی دیں مجھے سزا نہ
کریں۔“

سلطان نے کہا۔ ”میں کیا سزا دوں گا۔ سزا تو جو ملنا چھی مل
گئی۔“

سلطان نے خیمہ میں رہیں پہنچ کر پناہ کام یہ کیا کہ رنج میں
سلطان کر دیا کہ چلو کھڑی اور برہادی کا سلسلہ روک دیا جائے۔

سلطان نے یہیں اپنی پہلی شہزادی جلیسنا اور دوسروں کو بھی
ہلا لیا۔ ہسٹل کے بارے میں غور حسن نے عداوت کی تھی وہ اس
کے دل میں پھاس کی طرح چھپی رہ گئی تھی اور وہ لہجہ اس جیسے کی

تصدیق کرنا چاہتا تھا۔

ہر روز نے قلعہ اور شہر کی بربادی کا ہر منظر دکھا تھا اس سے اس کی روح کلب مٹی۔ سلطان نے اس کو حکم دیا: "تو جا اور بدھوں اور دعا بازوں کا انہجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔" ہر روز نے جواب دیا۔ "میں ان کا انہجام کیا رکھوں گا جو کیا تھا اس کی سزا پائی۔"

سلطان نے پوچھا۔ "کیوں کیا بت ہے؟ کیا تجھ کو اپنے ہم قلعہ کی بربادی پر دکھ ہو گا؟"

ہر روز اپنے دکھ کو چھپتا چاہتا تب بھی ناکام رہتا۔ جواب دیا۔ "محترم سلطان! میں عیسائیوں میں پلایا جا ہوں جس سے میرا ایک مزاج بڑھ گیا ہے اب اگر میں مسلمان بھی ہو جوں تب بھی میرا دل ایسے منظر پر ضرور کڑھے گا۔"

سلطان نے کہا۔ "ہر روز میں نے تجھ پر اعتبار کیا ہے۔ اب تو جا کر شہر کا دیکھ۔ ہم نے ان پر بھی اعتبار کیا تھا اور پھر اس اعتبار کو دھوکے سے ختم کر دیا۔ تیرے لئے شہر اور شہریوں کو عبرت کی نظر سے دیکھنا ضروری ہے۔ جاؤ شہر میں گھوم پھر لے۔" حکم حاکم مرگہ مناجات۔ ہر روز شہر اور شہریوں کو دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔

مائیکل جولی اس کا باہر انتظار کر رہا تھا۔ وہ تو مسلوں کے غیموں کے سرے پر کھڑا ہر روز کو آتے دیکھ رہا تھا۔ ہر روز اپنے خیالوں کو تھا اس نے مائیکل جولی کو نہیں دیکھا۔ مائیکل جولی نے پیچھے سے اس کے شلے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ہر روز نے کلب کر پیچھے دیکھا اور مائیکل جولی کو دیکھ کر اطمینان کی سانس لی۔ "میں تو اڑ گیا تھا؟"

مائیکل نے پوچھا۔ "کیا سلطان کے پاس سے آرہے ہو؟" اس نے جواب دیا۔ "ہاں وہ میں بہت پریشان ہوں۔" مائیکل جولی نے تسلی دی۔ "تم تو حوصلہ مند انسان ہو۔ پریشان کیوں ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "سلطان نے مجھ کو ایک عیب حکم دیا ہے؟"

مائیکل جولی نے پوچھا۔ "کیا؟ کیا حکم؟" اس نے جواب دیا۔ "سلطان نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں شہر اور شہریوں کی بربادی کو عبرت کی نگاہ سے دیکھوں۔ اس نے کہا بدھ اور دعا بازوں کو میں بھی سزا دتا ہوں۔"

مائیکل جولی کو لاف سوچا۔ "میں نے تمہارا کئی قصیدہ پڑھ کر لیا ہے کہ تو آج سلطان کی خدمت میں پیش کر دوں۔" ہر روز نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "اس قسم کی باتیں بھی

ما نے عبد اللہ بن ابن حنیفہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمایا: جب دسترخوان چٹا جائے تو کوئی شخص دسترخوان سے نہ اٹھے جب تک دسترخوان نہ اٹھا لیا جائے۔

سراچی۔ علی رضا خان

نہ کر۔ جب اس قصیدہ کی ضرورت ہوگی میں خود لے لوں گا۔"

مائیکل جولی نے اس کو سمجھایا۔ "ہر روز! ایسی باتیں نہ کرو شاید تم نے بھی اس کے انہجام پر نہیں غور کیا۔"

ہر روز نے جواب دیا۔ "دیکھ مائیکل! میں خوب جانتا ہوں کہ مجھے اس کی کیا سزا ملے گی۔ میں سب کچھ جانتے ہو جتنے تجھ سے تصدیق چاہتا ہوں۔"

شاہ نے جواب دیا۔ "قصیدہ تیار ہے جب چاہو لے لو۔ لیکن میں اس کے بعد یہاں نہیں نظر آؤں گا۔"

ہر روز نے خواہش ظاہر کی۔ "میں شریعتاً ہوں تو میرے ساتھ چل، دل بھل جائے گا۔"

مائیکل جولی نے اس کا ساتھ دیا اور اس کے ساتھ شہر اور شہریوں کا محل زلزلہ چشم عبرت سے دیکھنے روانہ ہو گیا۔

نہیں ہوس، یا جلی ہوئی لہلوں کے سلسلے وہ تک پھلے ہوئے تھے۔ ان میں انسانوں کے آسیب آباد تھے وہ نہ ہر طرف خاموشی تھی۔ ہر کام تھا۔ انسان یا تو ہلکے گئے تھے یا ہلکا دیئے گئے تھے۔ لاشیں مل رہی تھیں۔

دونوں ایک دوسرے کے ساتھ، لیکن ایک دوسرے کے وجود سے بے خبر دلوں پر غم کی لہر کا بوجھ لئے ہو پھل پھل چلے وہ بدھوں میں مل تو موجود تھا لیکن دل سے غم و غصہ کھلنے کی جڑیں نظر آئیں تو مائیکل جولی کا پیچھا کھلنے لہ لپچے گھر دھوں کے لئے لے جائے لیکن ہر روز نے یہاں نہیں کرنے دیا۔ اس کو سلطان اور سلطان کے تجویز کا خوف تھا جو ان دونوں کے آس پاس کسی بھی موجود ہوں گے۔

ٹیکل جولی نے اپنا خیل کلہاڑ کیا۔ ”یہ کڑوا اور بے کس لوگ
اگر اپنے بھتیجا روں سے کام لیتے تو شاید شر کا یہ حل نہ ہوتا۔
طاقت اور اس کا استعمال تو ضروری ہے۔“

ہر روز خاموش رہا۔ وہ اپنی رائے نہیں دیا چاہتا تھا۔ عملداریوں
اور محکموں کے اختتام پر ایک چوہدری ایسی بھی مل گئی جس کو کوئی
نقصان نہیں پہنچا تھا۔ لوہی دو لوہوں میں کیا تھا یہ جانتا کوئی دشمن نہ
تھا۔ ان لوگوں کی بستی جو دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے دور اور
بیگنے تھے۔ راہیں اور غلوں کی بستی ایسی پھانک کو لوہے سے بند
کر دیا گیا تھا۔ اور پھانک پر کوئی آدمی بھی نہیں تھا۔ دونوں نے
بدی بدی پھانک پر دستک دی مگر اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔
یہاں فسطی وجود کے آئندھے اور دونوں کا پیچھا تھا کہ ان سے
ٹپس اور باتیں کر کے دل کا بوجھ ہلکا کریں لیکن اندر سے کوئی جواب
نہ ملا۔

پھر انہیں ایک ایسا آدمی نظر آیا جو اپنے کاندھے پر کھلے کا
سلطان لادے چلا آ رہا تھا۔ جسم پر لباس معمولی اور میل تھا۔ جس
سے پتہ چلتا تھا کہ دنیا سے بیرون اور نفرت کرنے والا انسان ہے۔
ٹیکل جولی نے ذرا آگے بڑھ کر راستہ روک دیا۔ ”تو کھل
رہا ہے؟“

اس نے شاعر کے جسم پر لباس پہنوں جیسا نہ کھتا تو سکون ملا۔
پوچھا۔ ”کیا مسلمانوں نے تجھ کو معاف کر دیا؟“
شاعر نے جواب دیا۔ ”مجھ کو معاف نہیں کیا بلکہ میں تو مسلم
ہوں اور مسلمان کے ساتھ رہتا ہوں۔“

آدی نے کچھ دیر تو ٹیکل جولی کی شکل دیکھی پھر ہر روز کو بھی
دیکھا اور جواب دیئے بغیر ہی چلے گئے۔

ہر روز نے پوچھا۔ ”تو کھل رہا ہے؟ اس چوہدری میں؟“
اس نے جواب دیا۔ ”ہم نے دین کی خاطر دنیا چھوڑ دی اور
سلطان اور اس کے آدمیوں نے ہمیں بے ضرر اور دین دلروکھ کر
معاف کر دیا۔ تم چلے جاتے تم بھی یہی کرتے اور مسلمان ہو کر گناہ
مکھ نہ ہو۔“

ٹیکل جولی نے کہا۔ ”معتی کا قلعہ کڑو روں میں عام ہے مجھ
کو اس قلعہ سے کھن سی آنے لگی ہے۔“

ہر روز نے پوچھا۔ ”امد کیسے چلو گے؟“

آدی نے جواب دیا۔ ”اس پھانک کے علاوہ بھی ایک دروازہ
ہے۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔“

وہ دونوں کو چوہدری کی پشت پر لے گیا۔ یہاں چھوٹا سا ایک
دروازہ تھا جو کھلی ہوا تھا۔ دونوں اس آدمی کے ساتھ اندر داخل
ہو گئے۔

اس نے چلتے چلتے کہا۔ ”جب تک یہ شر آ رہا تھا ہمیں سلطان
کے لئے باہر نہیں جانا پڑتا تھا لوگ خود ہی پہنچا دیتے تھے۔“
اندر عادت بھی موجود تھی پتھروں کی بنی ہوئی۔ سیکڑوں مجروں
پر مشتمل۔

ہر روز نے کہا۔ ”لڈو کچھ سلطان مجھے دے دو۔ تم تک مجھے
ہو گئے۔“

اس نے ہر روز سے اپنا کب سول کیا۔ ”یہ تو بھی تو مسلم
ہے؟“

ہر روز نے جواب دیا۔ ”میں میں اب بھی مسیحی ہوں مگر
سلطان کے ساتھ ہی رہتا ہوں۔“

آدی چلتے چلتے ایک دم رک گیا۔ اس کو اپنے کاؤں پر یقین
نہیں آ رہا تھا۔ ”کیا تو اب بھی مسیحی ہے اور سلطان کے ساتھ رہتا
ہے؟“

ہر روز نے جواب دیا۔ ”ہاں میں نے جو کچھ کہا سچ کہا۔“
آدی نے پوچھا۔ ”اور سلطان بھی تجھ سے یہ نہیں کہنے کہ
تو مسلمان ہو جا؟“

ہر روز نے جواب دیا۔ ”تو تبلیغ تو کرتے ہیں لیکن ہر نہیں
کرتے اور تبلیغ کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔“

آدی کی دلچسپی ہر روز میں بڑھ گئی، کہنے لگا۔ ”تو اب بھی
مسیحی ہے، آ میرے ساتھ۔ تو تو بھڑا آدمی لگا ہے۔“

ٹیکل جولی احساس کٹری محسوس کر رہا تھا اس آدمی نے
اس کو نظر انداز کر دیا تھا۔

وہ ہر روز سے کہہ رہا تھا۔ ”مگر کچھ بتایا یہ جلد ہے کہ
مسلمان بیت پگٹے پر گولہ رکھ کے کہتے ہیں کہ مسلمان ہو جاؤ نہ
گنہ کر دیا جائے گا۔“

ہر روز نے جواب دیا۔ ”نہیں، وہ اس طرح نہیں کرتے۔
دونوں مجروں کے باہر کھڑے ہوئے راہب اور نہیں اپنے
آدی کے ساتھ دراجسوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر شاید پریشان
تھے۔ اس راہب میں ایک وہ بھی تھا جو راہبوں کے ساتھ دلد میں
شامل تھا۔ اس نے ہر روز کو پہچان لیا۔ اس کی قلعہ کے باہر سلطان
کی فوج میں اس سے بھی طاقت ہو چکی تھی۔ اس نے ہر روز کی
طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”میں اس سے واقف ہوں۔ یہ
پیسلی ہے اور ہلا دوست ہے۔“

راہب نے قریب آئے پر ہر روز کا خوش انونی سے مستقبل
کیا اور معنی خیر نظروں سے ٹیکل جولی کو دیکھا۔ ہر روز نے کہا۔
”یہ جلد جیا کا شاعر ہے۔ پہلے پیسلی قلعہ میں ہے جس کے
دور سے اس لئے اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

راہب افسردہ ہو رہا تھا، بولا۔ ”آؤ میرے ساتھ اندر آؤ یہاں تو قیامت ہی مگڑ گئی۔“

وہ من دونوں کو اپنے تجربے میں لے گیا۔ وہاں چٹائی پر تین بیٹھ گئے۔ قریبی دار کے خاقوں میں خود دن رکھے تھے اور من کے دھوئیں سے فضا معطر تھی۔ ایک طرف حضرت مریم اور حضرت سحیح کی تصویر آویزاں تھی۔ سحیح اپنی ماں کی گود میں تھے اور فضا ان کے نور سے منور اور ہی تھی۔ راہب نے کہا۔ ”ہمدی نسبت نے اہل اساتھ نہیں دیا اور نہ آج نقشہ ہی کچھ لود ہوتا۔“

ہرود نے کہا۔ ”قسمت کی خرابی اپنی جگہ اصل مسئلہ منصوبے کی خالی تھا۔ منصوبہ رندوں میں بننا اسی طرح اس پر عمل ہوا ہم سب ناکام ہو گئے۔“

راہب یہ بات مانتے کو تیار نہیں تھا۔ پوچھا ”باقی منصوبہ بنی کیسی؟“

ہرود نے سرد آواز بھری۔ ”اب من فضل ہوں کو بھلاؤ۔ اس سے ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا۔“

راہب نے کہا۔ ”نہیں یہ کیا بات ہوئی۔ ہمیں اس کا علم ہونا چاہیے۔“

ہرود نے جواب دیا۔ ”کھانے میں ذہری آمیزش صحیح طرح نہیں ہوئی، پہلی غلطی، دوسری غلطی یہ کہ بیج جانے والوں کو کرند یا قتل نہیں کیا جاسکا۔ تیسری غلطی یہ کہ اہل سے آدمیوں نے مسلمانوں کا لباس پہن لیا اس طرح ان کے ساتھ چند مسلمان بھی سلطان تک پہنچ گئے اور سلطان ہمدی منصوبہ بندی سے واقف ہو گیا پھر یہ کہ عیسائیوں کے ساتھ مسلمان بھی قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اس کے علاوہ عیسائی سپہ سالار کو اپنے لشکر جرار سے ہمدی لشکر پر حملہ آور ہونا تھا اس سے مسلمانوں کا لشکر سلطان سمیت جہنم نرس میں صاف کر دیا جاتا اس کا نتیجہ یہ ہوا ہر کام بے دل سے ہوا اور ہم نے اس کا فیصلہ جس طرح بھٹاتا ہے ہم سب کے سامنے ہے۔“

راہب نے کہا۔ ”ہم سلطان کو لانا غلام نہیں سمجھتے تھے۔“

ہرود نے سلطان کی طرف ہمدی کی۔ سلطان اور مسلمانوں کے ساتھ ہم نے جو کچھ کیا اس کا جواب بھی ہو سکتا تھا۔

راہب نے حیرت سے پوچھا۔ ”تم مسلمانوں کی طرف لڑی کر رہے ہو حالانکہ وہ خدا اور ہیں ہم نے تو جو کچھ کیا اپنے ہمت میں کیا تھا۔“

ہرود نے کہا۔ ”دنیا طاقتور کا ساتھ دیتی ہے۔ سبکی دنیا مرد ہے لود گزور کو کہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔“

راہب لڑاں ہو گیا۔ ”بہیں کیا ہے ہم شہری چھوڑ دیں

کے لود کسی ویرانے کو آباد کریں گے۔ بہت مسئلہ بادشاہوں اور شہریوں کا ہے وہی اس کا کوئی حل نکلیں گے۔“

ہرود نے کہا۔ ”یہ مسئلہ ہم سب کا ہے۔ آپ کا بھی بادشاہوں کا بھی لود شہریوں کا بھی لود اس کا حل یہ ہے کہ سبکی دنیا ایک ہو جائے متحد ہو کہ اس مصیبت کا مقابلہ کرے۔“

راہب نے جواب دیا۔ ”وہ ہوا ہے۔ ہمارا ایک وفد قطعاً یہ چلا گیا۔ اس کا کوئی نہ کوئی نتیجہ تو ملے گا۔“

ہرود نے سرکوشی میں کہا۔ ”میرے پاس وقت نہیں ہے۔ پتہ نہیں کب مل دیا جیوں۔ ویسے بھی سلطان لود خواہہ حسن مجھ پر شک کرنے لگے ہیں۔ میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ ہمیں متحد ہونے کی تلقین کروں، بس اس کے سوا کچھ نہیں۔ لب میں جلد ہوں۔“

راہب نے پوچھا۔ ”تمہارا یہ پیغام کس کے نام ہے؟“

ہرود کھڑا ہو گیا۔ ”پوری سبکی دنیا کے نام۔ آپ میرا پیغام دور دور تک پہنچا دیں۔“

راہب نے شہری طرف دیکھا۔ اس کو دوبارہ سبکی بھلاؤ۔ ہرود نے جواب دیا۔ ”میرے لئے یہی کافی ہے کہ یہ

آج بھی اہل اللہ سبکی دنیا کا ہمدو ہے؟“

مائیکل جولی شریک ہوا تھا۔ ”لب میں دوبارہ عیسائی ہونے کو تیار نہیں لود یہ بھی ملے ہے کہ میں کسی عیسائی کو نقصان بھی نہیں پہنچاؤں گا۔“

راہب من دونوں کو پیٹ چھوڑنے آیا۔ ”دوسرے

زمینوں لود تلوں نے من دونوں میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی۔“

خاتہ سے باہر نکل کر ہرود خود کو چٹکا محسوس کر رہا تھا۔ مائیکل جولی نے اسے مشورہ دیا۔ ”یہ جو تم ہر کسی سے دل کی باتیں کرنے لگتے ہو یہ بھی بات نہیں ہے۔“

ہرود نے برا سامانہ بنایا میا برا جیسے ملتی کے نیچے تلخ روا اندر رہا ہو۔ ”مائیکل جولی! تو میرے سینے میں برپا اس طوفان کا اندازہ نہیں لگا سکتا جو مجھے مستقل حرکت میں رکھے ہوئے ہے۔ میں سلطان لود مسلمانوں کو برہنہ کر کے رہوں گا۔“

مائیکل جولی نے جواب دیا۔ ”اگر یہ بات ہے تو میں تسلیم کرتا ہوں چھوڑ دوں گا کیوں کہ تم جس قسم کی باتیں کر رہے ہو ایک نہ ایک دن تسلیمے ساتھ مجھے بھی برہنہ کر سکتی ہیں لود میں جانتا ہوں کہ تم وہ سب نہیں کر سکتے جس کا اپنی باتیں میں ذکر کرتے رہے ہو۔“

ہرود نے کرب زد لود اختیار کیا۔ ”مجھے کوئی پردہ نہیں میں پیدا نشی تھا ہوں۔ پیدا ہوا تو میں نے رات کی سیٹی میں مجھے

کرنے کے دور پر چھوڑ دیا۔ پادریوں اور رہنماؤں نے میری پرورش کی اور پھر انہوں نے بھی مجھے چھوڑ دیا۔ میں نے اس عشق کے نور دونوں میں تکمیل رکھی۔ میں شہزادی و ملکہ ہیلمینا اور سلطان کو ہرگز معاف نہیں کروں گا۔ میں نہ کر دکھاؤں گا کہ اسے بڑی مائیکل جولی اس کا ساتھ چھوڑ کر ملک ہو گیا۔ "میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ تم مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔"

ہر روز نے بھی اس کو نہیں روکا اس نے اسے چلے جانے دیا۔ وہ دیر تک شہر کی بربادی کا نظارہ کرتا رہا۔ خانقاہ کے باہر عیسائیوں کا کہیں کوئی پتہ نہ تھا۔

وہ شہر کی بستی میں گیا جہاں ہنرمند رہتے تھے اور اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے بستی میں بڑی چل پھل دیکھی۔ اس بستی کا ایک مکان بھی دیرین یا برباد نہیں تھا۔ بستی کے بچے گلی کوچوں میں کھیل رہے تھے اور شور مچا رہے تھے۔

ہر روز من کے پاس کھڑا ہو گیا۔ بستی کے بوڑھوں نے اس کو اپنے درمیان میں لے لیا اور اس سے سلطان کی خیریت دریافت کی۔ یہ لوگ سلطان کے بڑے احسان مند اور شکر گزار تھے۔ اس نے پوچھا۔ "مسلمانوں نے تم کو کیوں معاف کر دیا؟"

انہوں نے جواب دیا۔ "وہ ہمارے ہنر کے بچے تھے اور وہ ہیں اور انہوں نے ہمیں یہ یقین دلایا ہے کہ ہم آزادی سے بڑا خوف و خطر رہیں ہمیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔" مسلمان من سے کام بھی لے رہے تھے اس نے اندازہ لگایا تھا کہ اس طرح مسلمان عیسائیوں میں پھوٹ ڈالتے جا رہے ہیں۔ عیسائیوں کا پھلا طبقہ مسلمانوں سے خوش تھا اور یہی مسلمان بھی ہو رہا تھا۔ اس انکشاف نے اس کا حوصلہ ختم کر دیا۔ وہ روہنسا ہو گیا اور شکستہ اور مایوس۔ مسلمان مسلح ہیں بھی اپنا کام انجام دے رہے تھے اور جو عیسائی مسلمان ہو رہے تھے وہ سلطان کی فوج میں شامل ہو رہے تھے اور یہ پھر ہنرمندوں میں جگہ پار ہے تھے۔

من حالات میں سلطان بدر الدین پر کوئی توجہ نہیں دے سکا۔ بدر الدین کو ایک خیمے میں نظر بند کر دیا تھا۔ بدر الدین بڑی سبے چاشنی سے اپنی سزا کا انتظار کر رہا تھا۔

سلطان کو جس قسم کی خبریں مل رہی تھیں وہ من کی روشنی میں غیر جذباتی لے کر رہا تھا۔ اس کو بتایا گیا کہ ہر روز خانقاہ میں کئی دیر رہا اس نے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔"

اس کو بتایا گیا کہ ہر روز کے ساتھ مائیکل جولی بھی تھا، سلطان نے

جواب دیا۔ "دو انسان ساتھ رہ سکتے ہیں یہ کوئی خاص بات نہیں۔"

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ سلطان نے من خبروں کا کوئی اثر واقعی نہیں لیا تھا۔ اس نے مائیکل جولی کو جلدی سے بلوا کر مچھ لیا کہ ہر روز نے خانقاہ میں کس کس سے ملاقات کی اور کس سے کیا بات ہوئی؟ مائیکل جولی نے جواب دیا۔ "راہب شکستہ رہے تھے کہ مسلمانوں نے شرابہ شریوں کو برباد کر دیا اس پر ہر روز نے یہ کہا کہ بادشاہ اس کی فوج اور شہریوں نے مسلمانوں سے جو دغا بازی کی تھی اس کا اور کیا جواب ہو سکتا ہے۔"

لیکن سلطان اس تفصیل اور سوائے جواب سے مطمئن نہیں ہوا۔ مائیکل جولی سلطان سے نظرس نہیں ملا رہا تھا۔

سلطان نے کہا۔ "خانقاہ میں وہ شاید کئی دیر رہا تو شاید خاموش رہا۔"

مائیکل جولی نے جواب دیا۔ "وہاں باتیں تو زیادہ ہوئیں لیکن حسب تفصیل اور غیر متعلق تھیں۔"

سلطان نے پوچھا۔ "تو نے اسلام تو قبول کر لیا لیکن ارمن اسلام پورے نہیں کر رہا آخر کیوں؟"

مائیکل جولی یہ سن کر بدحواس ہو گیا۔ "میں مذہب پر متاثر ہوں اگر؟ نہیں دیکھا کہ انکی صاحبِ منصب نہیں ہوں۔ آج کچھ کر کے اتار حیثیت نہیں، جہلو میں حدوں کا لیکن فی سہ گری سیکھ کر اور اس میں کچھ وقت لگ سکتا ہے۔"

شاعر کی باتوں سے سلطان نے اندازہ لگا لیا کہ وہ غیر معمولی ذہین ہے۔ اس نے شاعر کو دربار سے رخصت کر دیا۔ اس کے بعد اس نے بدر الدین کو طلب کر لیا۔

بدر الدین غلام و شرمندہ نظرس جھکائے سامنے آکر ابراہیم اس وقت خیمہ میں اور کوئی نہیں تھا۔

سلطان کچھ دیر بدر الدین کو دیکھتا رہا۔ پھر پوچھا۔ "میں نے تم پر کتنا احسان کیا تھا؟"

بدر الدین کو ہلکی سی جنبش ہوئی شاید وہ کہہ گیا تھا۔

سلطان نے کہا۔ "میں نے سنا ہے تمکی پادشاہ نے تم کو سلطان بنا دیا تھا۔"

بدر الدین پھر خاموش رہا۔

سلطان نے مزید کہا۔ "اس نے مجھ کو نہیں ایک سلطان ایک

قلعہ کو اپنے دستِ خون پر دم کیا تھا۔"

بدر الدین کے دونوں شانے پہلے اور پھر وہ ساکت ہو گیا۔

سلطان برائے کچھ کے نگرا تھا۔ "اور اس نے شاید یہ بھی کہا تھا

کہ ایک پادشاہ دوسرے پادشاہ کو اپنے قلعہ اور شہر کی سبیل دے

دے گا۔ شاید یہ بھی ہو گا تھا کہ لیس گاج سے لاس کا بڑا شلہ ہے۔
خمیری رعایا۔

بدردین نے عرض کیا۔ ”آپ جو بھی کہیں گے میں اس کی
ترویج نہیں کرتا گا یہ سب درست ہے۔“
سلطان نے سختی سے کہا۔ ”اس کے بعد کیا ہو یہ تو جانتے گا۔“

بدردین نے جواب دیا۔ ”اس کے بعد میرے سپاہیوں کو
زہر کھلا کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ زہر وہاں سلطان کو اپنی منگوس قتل
دکھانے کے لئے۔“

سلطان نے پوچھا۔ ”جواب تمہ کو کیا سزا دی جائے؟“
بدردین نے جواب دیا۔ ”مجھے قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ
میں ہزوریوں مسلمانوں کا قتل ہوں۔“

سلطان خاموش ہو گیا۔ ”کچھ سوچ رہا تھا شاید فیصلہ۔“
فیصلہ کرنا چاہتا تھا یہ فیصلہ جو دوستوں اور دشمنوں کو یکساں
پسند آئے۔

بدردین امید و بیم کے درمیان معلق تھا اس کے سامنے
لب کوئی مستقبل بھی نہیں تھا۔ لب صرف سزا کے بدلے میں
سوچ رہا تھا۔ سزائے موت یا پھر ملازمت اور خدمت سے
بیکدوشی۔

سلطان نے تاسف انگیز لہجے میں کہا۔ ”فحسوس کہ میرا خیال
تھا کہ توجہ ہزوری کا کل ہے لیکن تو اس کا کل نہیں ہے اور لب توجہ
ہزوری نہیں رہا، منصب یک ہزوری جس پر تو پہلے قہر تھا اس پر لب
بھی بر قہر قہر رہے گا۔“

بدردین کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ ”عظیم سلطان کا عظیم
فیصلہ۔“

سلطان نے کہا۔ ”غصی کون نہیں کرنا، ہم سب کرتے
ہیں۔ اسی غصیوں کی میز میزوں سے ہم لوہے لوہے ٹکڑے ٹکڑے
کٹتے جلتے ہیں۔ تو آئندہ قہار رہے گا اور خود کو توجہ ہزوری کا ستون
حلیت کر دے گا۔ میں اپنے آدمیوں کو ضائع نہیں کروں گا، ان
سے کام لوں گا، بلکہ بد کام لوں گا کیوں کہ میں ان سے پیسے نہیں
بروں۔“

بدردین رونے لگا، آنسوؤں سے لہ لہا ہوا۔
سلطان نے کہا۔ ”جاء لب تو آؤں ہے اپنے بکر حصی انہما
دے، روکنے سے کچھ حاصل نہیں۔“

بدردین سلطان سے چٹ جٹا چلتا تھا لیکن اتنی مدت نہ کر
سکا۔ اس نے ایک نظر سلطان پر ڈالی اور خیر سے نکل گیا۔
سلطان کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا، اس کے بعد خواجہ حسن کو

اپنے خیمہ میں طلب کیا۔ جب وہ آ گیا تو حرکت بدست کی۔ ”بدرد
الدین لب شیخ ہزوری نہیں رہا۔ لب وہ حسب سہو یک ہزوری ہے
اور بدستور بکر حصی انہما دے گا۔“

خواجہ حسن سخت ہنس دیا۔ ”تو جانتے ہو؟“
غصت، کوتاہی اور غلطی کا مقدمہ چلنے لگا تھا۔

سلطان نے جواب دیا۔ ”ہاں میں پر مقدمہ چلا تھا بھی کچھ
دیر پہلے اور اس پر کئی جرم ثابت نہیں ہو سکا اس کے سوا کہ وہ
منصب شیخ ہزوری کا کل نہیں تھا اور میں نے اس کو یہ منصب دے
دیا تھا گویا میں خود بھی غلطی پر تھا۔ سزا دی جائے تو دونوں کو دی
جائے اس لئے میں نے اس کو اس کے ساتھ منصب پر عمل
کر دیا۔“

خواجہ حسن نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ”لب وہ کئی ہے؟“
سلطان نے جواب دیا۔ ”ہاں کئی ہو گا لب وہ نظر بند
نہیں ہے۔“

خواجہ حسن کو سستہ سا ہو گیا۔ سلطان بڑا عظیم ہے۔
سلطان نے کہا۔ ”پھر جو کہ فرج کو میرے اس فیصلے کی خبر
کر دے۔“

سلطان شہزادی بیلینا کے پاس چلا گیا۔ وہ کسی جھلے میں
پریشان تھا اس نے شہزادی بیلینا سے پوچھا۔ ”تو بھی سہو سے
نہیں طرح واقف ہے، تانا کیسا انسان ہے؟“
شہزادی بیلینا ہم گئی کہ معلوم نہیں اس سول کاپٹن منظر کیا
ہے سلطان اس سے کیا معلوم کرنا چاہتا ہے؟

سلطان نے کہا۔ ”یوں بیلینا میں نے تجھ سے کچھ پوچھا
ہے؟“

شہزادی بیلینا نے جواب دیا۔ ”جس تک میرا جانی ہوا
وہ ایک ٹھکرایا ہوا محروم انسان ہے اور بلوائی میں کتا کچھ ہے اور کرنا
کچھ ہے۔“

”وہ کیا پکڑتا جب تجھ کو دوسرے خیمے میں منتقل کر دیا گیا تھا؟“
سلطان نے پوچھا۔

شہزادی بیلینا نے جواب دیا۔ ”میں اس سے زیادہ نہیں
جانتی کہ اس کو معلوم نہیں کس نے یہ خبر دی تھی کہ بیلینا مجھے
پر غصی بنا رہے ہیں اس لئے احتیاط دوسرے خیمے میں
منتقل کر دیا۔“

سلطان نے پوچھا۔ ”اس یا کچھ اور؟“
شہزادی بیلینا کہہ گئی۔ مگر پھر اسے احمد سے جواب دیا۔
”اس یا کچھ اور کا مجھے علم نہیں۔“

سلطان نے منتقلی نظریں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔

اہلیت نے سر جھکا لیا۔

سلطان نے کہا۔ ”ہر روز کے ہرے میں طرح طرح کی انہیں گشت کر رہی ہیں۔ میں انہیں میں ہوں کہ اس جون کو اپنے ساتھ رکھوں یا وہ کر دیں۔“

شہزادی بیہینا نے جواب دیا۔ ”آپ انہیں میں نہ پڑیں اس کو وہ کر دیں۔“

سلطان نے کہا۔ ”میں ظلم بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ شاید وہ مسلمان ہو جائے۔ بس اسی خیال سے اسی وجہ سے میں اس کو چھو نہیں کرنا چاہتا۔“

شہزادی بیہینا کی جان میں جان آئی۔ ”پھر آپ جو مناسب سمجھیں کریں، میں یا کوئی اور آپ کو کیا مشورہ دے گا۔“ سلطان نے اپنی پریشانی کی وضاحت کی۔ ”شہزادہ ملک شہزادہ خواجہ بزرگ ذاتی طور پر اس کو پسند نہیں کرتے۔ اب میں کیا کر دیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔“

شہزادہ کا بیٹا نے گھر سے جواب دیا۔ ”آپ کی رائے اور آپ کا فیصلہ ہر کسی پر مقدم اور افضل ہے جس میں کوئی کہہ سکتی ہوں۔“ سلطان نے پراہمینانہ لہجے میں کہا۔ ”لیجئے یہ تو درست مشورہ دے رہی ہے۔ میں خود فیصلہ کر دیں گا۔ میرا حکم میرا فیصلہ سب پر مقدم ہے۔“

اس کے بعد سلطان راہبوں اور پادریوں کی باتیں کرنے لگا۔ ”واللہ! یہ عجیب تعلق ہے، اس نے دنیا کو لٹی کر دیا۔ یہ خوش فہم اور خوش عقیدہ لوگ بھی خوب ہیں۔“

بیہینا کیا رائے دیتی۔ اس نے سلطان کو بولنے دیا، خود ظاہر ہو رہی۔

سلطان نے کہا۔ ”بہ رہے کب اگر چہری مسکی دنیا پادری اور راہب ہو جائے تو میرا حکم امت اسکا ہو جائے گا۔ میں تو بیسالیوں سے یہ کہتا چلتا ہوں کہ تم اپنی دنیا ہمیں دے دو اور خود آخرت کی فکر میں سرگرداں رہیں لیکن وہ شاید میری اس رائے کو نہیں سنیں گے کہ ان کے پاس بھی بارشہ ہیں، سپلی ہیں، دلیہ ہیں، امیر ہیں اور فقی ہیں۔“

بیہینا سلطان کی باتوں کا کیا جواب دیتی۔ سبکی دنیا نے خود اسے بھی دے دیا اور شرمندہ کیا تھا۔

سلطان کا اس قسم کا حکم ختم ہو گیا۔ اس نے یہاں اپنا لاکھ و چھوڑا اور خود آئی شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مغربی آریہینا کا اہم ترین شہر دریائے سندھ کے دوسری طرف۔ اور اس شہر تک پہنچنے کا خشکی سے کئی راستہ نہ تھا۔ یہاں پانچ سو کرے تھے اور گھڑوں سے متعلقہ اور بہت اتنی ہی غالی تھیں۔ جن میں ہزاروں

راہب اور نہیں خشک اور دیرین زمین کیل گزرا رہی تھیں۔ سلطان اور اس کی فوج کو دریائے سندھ کی طرف تک تو کسی نے بھی نہیں روکا۔ دریائے سندھ سے پہلے تو مسکی بہتیں تھیں جن میں ہندو بھی نہ تھا کہ یہ اسلامی فوج کا ٹکڑہ ہی کر لیتیں، وہ سلطان سے بے حد خوفزدہ تھیں، لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لئے اور اسلامی فوجوں کے گزرنے کا انتظار کرتے رہے۔

سلطان نے مسلمانوں کو تختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ آئی کی راہ میں آباد مسکی آبادیوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں۔

ہر روز کے چنے پر ساتھ لوٹ رہا تھا کہ اب مسلمان بیسالیوں کے شاہزادہ شہزادی کو روکا کر دیں گے۔ وہ سلطان کی بلندہ کو روک نہیں سکتا تھا، وہ نفسیاتی دہوکا شکار تھا کہ بیسالی اہتمام کو آخر ہو کیا گیا ہے۔ وہ مسکی دنیا کی سرور آوردہ طاقتوں کا اتحاد کیوں نہیں قائم کر تھیں۔ وہ تعلقیہ کو اپنا سرپرست کیوں نہیں بنا لیتیں اور اس کے پرچم کے تحت محاذ کیوں نہیں بناتیں۔

اس نے دریائے سندھ کے کنارے راہبوں کا ایک خیمہ دیکھا خیمے کے اوپر ایک بانس لٹا ہوا تھا اور اس بانس میں خیمہ صلیب کو لٹا ہوا تھا اور اسے دیکھا جاسکتا تھا ان راہبوں کو بھی شہزادی میں داخل ہونا تھا لیکن دریا میں کس کئی کشتی نہیں نظر آتی تھی اس لئے یہ راہب بھی دریا کے کنارے خیمہ نصب کر کے مقیم ہو گئے۔

سلطان نے بھی اس خیمے کو دیکھا اور خواجہ حسن کو حکم دیا۔ ”راہبوں سے کہیں کہ وہ اپنا خیمہ سب سے دور ہٹائے جائیں۔“ خواجہ حسن نے ہر روز کو بھی اپنے ساتھ لے لیا اور راہبوں کے خیمے کے در پر پہنچ گیا۔

راہبوں نے بھی انہیں باہمی طرف آتے دیکھ لیا تھا۔ کئی راہب خشک و شبہ اور دوسروں سے انہیں دیکھتے رہے اور خواجہ بزرگ کے سامنے آگئے وہ ان کو اپنے خیمے میں لے گئے اور پوچھا۔ ”کیا بات ہے؟“

خواجہ حسن نے جواب دیا۔ ”بات کچھ بھی نہیں، آپ لوگ اپنے خیمے کو یہاں سے کہیں اور لے جائیں تو کرم ہو گا۔“

لیک راہب نے خواجہ حسن کو ایک مریض کے سرہانے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ ”یہ آئی کا ایک حملہ لگس ہے، بیت المقدس کی زیارت کر کے آ رہا ہے۔ راستے میں چند بچہ گیا ہم سب اس سے بھی طرح وقت ہیں اور اس کی تندرستی میں مشغول ہیں۔“

خواجہ حسن مسکرایا۔ ”مجھ کو اس حملہ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو اپنا یہ خیمہ یہاں سے کہیں اور لے جائیں تو مناسب ہو گا۔“

راہب کو اس کی چہری بات نہ سننے کا دکھ ہوا، یہ دلی سے

پوچھا۔ ”مگر کیوں؟ ہم نے تو یہ سنا ہے کہ مسلمان نہ ہی پیشواؤں کا احترام کرتے ہیں تو ہم کو نہیں سنتے۔“

خواجہ حسن بند کو کن انکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس متول بند میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آ رہی تھی جو اس کی توجہ اپنی طرف متغیر کرتی۔

راہب کو خیرہ ہٹانے میں اس لئے تامل تھا کہ محلِ نور جو دھند سے علی لوگوں کا خیے کو دھندلے جلا لیک مسئلہ تھا۔ خواجہ حسن نے راہب کو سمجھایا۔ ”آپ کو میری بابت بری نہیں لگتا چاہئے۔ سلطان دلیک دن میں آتی دلوں کے خلاف جنگ شروع کر دے گا اور اس وقت تک ہمارا لشکر اور اور پھیل جائے گا اور اس میں آپ لوگوں کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔“

ہرود نے بھی راہب کو سمجھایا۔ ”میں بھی آپ کی طرح سکتی ہوں۔ خواجہ بزرگ کی بابت آپ لوگ من لیں۔“

راہب یہ بابت من کر ڈر گیا۔ خواجہ حسن نے کہا۔ ”آپ کا خیرہ ہمارے آدمی دوسری جگہ نصب کر دیں گے۔“

راہب خوش ہو گیا۔ ”یوں تب پھر میں بھی کوئی اعتراض نہیں۔“

خواجہ حسن نے اپنے آدمیوں کو خیے کی دھند سے دھندلے متولی پر لگا دیا اور ہرود سے کہا۔ ”یہ کام تو اپنی مگرانی میں مکمل کر لو۔“

اس کے بعد خواجہ حسن نے مریض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ ”آپ نے اس مریض کا ذکر کیا تھا۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں اس میں ہم بابت کیا ہے؟“

راہب نے جواب دیا۔ ”اس متول شخص نے چندی سے بہت پہلے اپنی جائیداد اور دولت آتی کے سب سے بڑے کیسا کی تذر کر دی۔ کیسا نے اس کے بدلے میں اس کو ایک تحریہ دے دی۔ اس تحریہ میں خداوند سبحان کو مطلب کیا گیا ہے کہ اس کا دوسری دنیا میں خاص خیل رکھا جائے۔ یہ تحریہ اس شخص کے پاس ہر وقت رہتی ہے۔“

خواجہ حسن نے حیرت سے پوچھا۔ ”یہ تحریہ اس کے کیا کام آئے گی؟“

راہب نے خواجہ حسن کو حیرت سے دیکھا۔ ”کیا کام آئے گی! بھلا یہ کیسا محفل سہل آپ کر رہے ہیں، کیا تحریہ اس کو جنت میں لے جائے گی۔“

خواجہ حسن نے جوشِ عقیدگی کا اس سے بڑا مشاہدہ پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔

”تو اب یہ مریض مر کے سیدھا جنت میں جائے گا؟“

راہب نے جواب دیا۔ ”بالکل بالکل۔ اس میں تو کسی کو کوئی شبہ ہونا ہی نہیں چاہئے۔“

ان کی باتیں ہرود نے بھی سن لیں، خواجہ حسن کے چلے جانے کے بعد اس نے مریض کی پیشوائی کو بوسہ دیا۔ ”آپ جب خداوند سبحان سے میں تو ان سے میری سفارش بھی کر دیں۔“

مریض کی طمانیت سے ہرود بھی متاثر تھا، مریض آنکھیں کھولے اپنے آس پاس موجود لوگوں کا نظارہ کر رہا تھا، وہ بے حد خوش اور مطمئن تھا کہ لوگ اس پر پوری توجہ دے رہے تھے۔

بند نے ہرود کو سمجھایا۔ ”میں نے کیا کام نہیں کیا۔ میں نے بیت المقدس میں بھی وہاں کے ہشپ اعظم سے ایک اسی قسم کی تحریہ لے لی ہے اب یہ دونوں تحریہیں نبوت میں میرے ساتھ ہوں گی۔“

ہرود نے راہب کو لگ لے جا کر پوچھا۔ ”اب آپ مجھے بتائیں کہ مسئلہ کیا ہے۔؟“

راہب نے جواب دیا۔ ”میں نے تم کو جو کچھ بتایا ہے سچ ہے۔ بس اس میں اتنا اضافہ کر لے کہ اب ہم شخصیتِ جاہل کے اور وہاں بیسائیوں کو حمد کرنے کی کوشش کریں گے۔“

ہرود نے کہا۔ ”میں نے آپ کو پہلی نظر میں پہچان لیا تھا، اور ڈرتا تھا کہ کہیں آپ یہ ظاہر نہ کر دیں کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے کبھی طرح واقف ہیں۔“

ایک خیرہ وہاں سے تین فرسخ دور نصب کیا جا چکا تھا۔ ہرود نے مریض کو بہت اذیت سے دوسرے خیرہ میں پہنچا دیا۔

ہرود نے راہب کو پہنچانا کہ کے بدلے میں بتایا۔ ”اب سلطان کی بیوی ہے اور یہاں کسی خیے میں موجود ہے۔“

راہب نے غصوں کیا۔ ”اس نے سلطان سے شادی کر کے بہت برا کیا، راہب راجہ راجہ تو اس کے عشق میں بھڑک ہی ہو گیا۔“

ہرود نے کہا۔ ”ایک راہب راجہ کی آپ بہت کر رہے ہیں اس لئے تو کئی دوسروں کو بھی بڑھ کر ڈالا۔“

راہب نے بڑے دھوکے سے خوش گوئی کی۔ ”تو سلطان کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا، اس نے ایک دن سے شادی کر کے اچھا نہیں کیا۔“

ہرود نے بیسی ظاہر کی۔ ”میں تک تو سلطان حیرے کر رہا ہے۔ سلطنت میں کب بڑھو گا یہ شخص جس کو سلطان آپ سلطان کہتے ہیں۔“

راہب نے ہرود کو سمجھایا۔ ”تو مسلمانوں کے ساتھ رہنا ہے۔ ان کی کامیابیوں خیرے سامنے ہیں اور شہیدانہ اپنے لشکر

سے زندگی میں میسائیوں کو شکست سے دوچار ہوتے دکھا ہے۔

پس انہی چیزوں نے تمہ کو ایمان سے لہو دل برداشتہ کر دیا۔

ہرود کو کسی کی کوئی بہت کوئی دلیل قابل نہیں کر سکتی تھی

اس کی نظر میں کامیابی ہی سب سے نمایاں دلیل ہوتی ہے۔

ان لوگوں نے وہ سے دیکھا کہ مسلمانوں میں بہت زیادہ

جوش و خروش پیدا ہو گیا ہے، ہرود نے معذرت کر لی۔ ”آپ

لوگ کسی بھی طرح اتحاد قائم کریں اور متحدہ قوت سے مسلمانوں کا

مقابلہ کریں اگر آپ لوگ میدانہ کر سکتے تو میں یہ پیش گوئی کر سکتا

ہوں کہ عیسائیت اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور یہ ایک نہ ایک

دن نیست و یومود ہو جائے گی مسیحیت دنیا سے جتنی رہے گی۔“

راجے میں ہرود نے مسلمانوں کو مستقل سرگرم عمل

دیکھا۔ وہ دریائے نرس کے کنارے ایک عینہ تعمیر کر رہے تھے اور

سلطان اس کام کی نگرانی کر رہا تھا، اس عینہ سے ذرا فاصلے پر

دوسرا عینہ تیار کیا جا رہا تھا، سلطان کبھی یہاں نظر آتا کبھی وہاں۔

خواجہ حسن کشمیریوں کا انتظام کر رہا تھا۔ فوجی اپنے

ہتھیاروں کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ کوئی ترکش میں تیر بھر رہا تھا

کوئی سان پرنگور، خنجر اور دوسرے وحلہ دار ہتھیاروں کو چھائے

من میں تیزی پیدا کر رہا تھا۔ کتلوں کی تانت دیکھی جا رہی تھی۔ کوئی

زور بکتری دیکھ بھال میں مشغول تھا اور کوئی جوش اور زنجیروں کو

پرکھ رہا تھا۔ نیزوں کی آلی زہر میں بجھائی جا رہی تھی، تیروں کے

پھل بھی مسوم ہو رہے تھے۔

ہرود یہ مناظر خود دیکھ رہا تھا اور آتی کے انجام پر دل ہی

دل میں آنسو بہا رہا تھا۔

دریا کے دوسرے کنارے پر آتی کی مستحکم فیصل ان کا منہ

چڑا رہی تھی۔ فیصل پر سبھی مسلمانوں کو دیکھ دیکھ کر آپس میں کچھ

پرہیزگوییاں کر رہے تھے۔

شہزادہ ملک شہہ منجیقوں کو زیر تعمیر عینوں کے بتدریج

لوہ چھوارا رہا تھا۔

سلطان نے اپنے سپہ سالاروں کو ہدایت کی۔ ”اپنے منتخب

جہازوں کو دریا کے دوسرے کنارے پہنچاؤ۔“

اب مسلمان فوجی دریا کے کنارے کنارے دور تک پھیل

گئے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ سب کسی نہ کسی سے دریا عبور

کر لیں گے لیکن اصل مسلمان سپہی جو دریا کو عبور کر رہے تھے وہ

اپنے لشکر سے دور خاموشی سے دوسرے کنارے پر پہنچ چکے تھے۔

انہوں نے میسائیوں کو سلطان اور اس کے آس پاس موجود فوج میں

لبھا کر وہ کے ساحل سے دریا کو پار کر کے خود کو فیصل کی جڑ میں

چھپا دیا تھا۔

سلطان نے کئی دن تک اپنا کام بند کر رکھا۔ ہرود اور فیصل

کی فوج کو یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ سلطان نے یہ عینہ کیوں تعمیر

کرائے تھے۔ حلاکتہ در پردہ شہزادہ ملک شہہ منجیقوں کو عینوں پر

چڑھا رہا تھا۔ جب عینہ تعمیر ہو گئے تو میسائیوں کی لوہ پر کی سطح پر

غصب کی جگہ لگی تھی۔

سلطان نے عینوں پر موجود عملے کو حکم دیا کہ وہ ایک ساتھ

پتھروں کی بدش شروع کر دیں۔ سلطان کا عملہ نیچے گڑیوں کے

آواز کے پاس کھڑا سلطان کے حکم کا مستحکم فرقہ

ہیلینا کا خیر عینوں سے ذرا فاصلے پر تھا اور ہیلینا جتنی دور

پردے کے پیچھے سے مسلمانوں کی مصروفیت دیکھ رہی تھی اس نے

اپنی خدمت گذر خواتین سے پوچھا۔ ”سلطان نے یہ عینہ کیوں

تعمیر کرائے ہیں؟“

ان خدمت گذر خواتین کی جتنی عقل تھی اتنی معقول جواب

تھا۔ انہوں نے کہا۔ ”سلطان پاکہ ہی ہے۔ وہ ان عینوں سے

لڑانہ دوائے گانا کہ دریا پار کے عیسائی اس آواز کو دن میں پانچ

بار سنیں اور اس کا اثر اپنے دل و دماغ پر محسوس کریں۔“

ساتویں دن جب کہ نماز کے بعد سلطان نے فوج کی گڑیوں میں

آگ لگوا دی۔ اس آگ کو دیکھتے ہی عینوں پر نصیحت عملے نے

منجیقوں کو حرکت دی اور ان کے منہ سے پتھر نکل نکل کر دریا پار

فیصل پر ضربیں لگنے لگے۔ ان کی خونخاک آوازوں نے زمین

نے عینوں کی بلندی کو برقی طرح ہلا کے رکھ دیا فیصل پر موجود

عیسائی سپاہ اپنے بچو کے لئے ادا ادا حرم منہ چھپانے لگی۔ ان کی

دہاں عدم موجودگی سے دریا پار چھپی بیٹھی مسلمان سپاہ نے قاتلہ

اٹھایا اور وہ فیصل میں نقب لگانے لگی۔

ہیلینا نے اس طوفانی منظر کو دیکھ کر خدمت گذر خواتین سے

طوریہ کہا۔ ”خون کی آوازیں تم بھی سنو یہ کیسی صراحت پرہ آوازیں

ہیں!“

خدمت گذر خواتین لب بھی اپنے موقف پر قائم تھیں۔ جواب

دیا۔ ”بی بی! یہ عینوں کی آواز ہے۔“

راہیل نے اپنے خیمے میں یہ گھن گرج سنی تو دہشت زدہ

ہو گئے۔ ان کا منہ خیل تھا کہ اس جگہ کو جلد تر بند پھوڑ دینا

چاہئے لیکن سولہ تو یہ تھا کہ اس خندوش فضا میں جاتیں کھلیں۔

سلطان کو ان راہیوں پر شہہ تھا یہ لوگ آتی کیوں جا رہے ہیں؟

خواجہ حسن کو ان پر کوئی شہہ نہ تھا ان کو محض راہب کہہ کر

نفرت ہو کر رہا تھا۔

سلطان نے اپنے چند آدمی بھیج کر راہیوں کو اپنے خیمے میں

طلب کر لیا۔ جب وہ آگئے تو سلطان نے انہیں حکم دیا کہ وہ یہاں

سے کسی دوسرے شرچے جائیں۔

راہبوں کو اس پر اعتراض ہوا، جواب دیا۔ ”ہم آئی کے لئے یہاں تک آئے ہیں کیونکہ آئی میں پانچ سو گیسوا ہیں جو طے سے ساتھ جو مریض ہے اس کو ریل کے کیسے اعظم میں لے جلاہڑی ذرہ داری ہے۔ ہم اس کو کسی دوسرے شرکس طرح لے جاسکتے ہیں۔“

سلطان نے کہا۔ ”ذرا صاف صاف بتیں کہ تم کتنا کیا چاہتے ہو؟“

لیک نے جواب دیا۔ ”آپ کے ہاتھ میں طاقت ہے۔ آپ اس کا استعمال کر رہے ہیں۔ میرا مشورہ یہ تھا کہ آپ رحم بھی کیا کریں۔ جانیں لیتے ہیں تو جانیں بخشا بھی کریں۔“

سلطان نے کہا۔ ”تم لوگ اپنے ظاہر اور باطن میں یکسانیت پیدا کرو کیونکہ تم کو یہ دورانی کسی حل میں بھی قصب نہیں دیتی۔“
راہبوں کو سلطان پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ ذرا عجلت اشتعال میں آ گئے۔ لیکن راہب نے کہا۔ ”ظہر ظہر و باطن یکساں ہے، لیکن جیسے آپ کو ظاہر دل نہیں دکھانا چاہئے۔“

سلطان نے کہا۔ ”لب تم جھوٹ بولنے کا کلمہ بھی کر رہے ہو۔“

راہب نے پوچھا۔ ”کس طرح، ہم جھوٹ کسی طرف بول رہے ہیں؟“

سلطان نے پوچھا۔ ”تم لوگ کہیں بند ہے ہو؟“
راہب نے جواب دیا۔ ”آئی، وہاں کے سب سے نیچے خمر جا میں ایک مریض کو پہنچانا ہے۔“

سلطان نے کہا۔ ”یہاں تم کو ایک یہ بھی دیکھ دینا ہے لیکن تم سب کا اصل مقصد یہ کچھ ہے۔“

تجربہ کاروں تک پتہ چلنے والے دلوں میں سے ایک کا پتہ چلا۔
نہروں میں عازتیں پر آ رہا۔ اس کا شے نے ایک برقعہ سنا پیدا کر دیا۔ لیکن سلطان نے اس طرف کو توجہ نہیں دی۔

راہب نے سلطان کو بتایا۔ ”آپ کی فوج میں کچھ ہو گیا ہے، جانیں اس کی خبر لیں۔“

سلطان نے جواب دیا۔ ”وہاں خیر لینے والے بہت ہیں۔ کیا تم لوگ تحقیق نہیں جانتے ہیں جیسوں میں اتنا پیدا کرنے؟“

راہب سننے میں آ گئے۔ یہ بات سلطان کو کس طرح معلوم ہو گئی؟ یہ سہل ہر راہب کے دل میں کتنے کی طرح کلنگ رہا تھا۔

سلطان نے کہا۔ ”جواب دی کیا تم لوگ ایک حصہ عیسائی قوت کو تلوے مقابلے پر فتنے کا جواب نہیں دیکھ رہے ہو؟“

ان سب کی طرف سے صرف ایک راہب نے جواب دیا۔

”یہ نہیں، سلطان کو یہ فضیلت خیر کس نے دی؟“

سلطان کو ان کے جھوٹ پر غصہ آ رہا تھا۔ ”میں پھر کی کس کا کہ تم لوگ منافقت سے بڑے آجوت، یہ جڑ تم کو ہرگز قصب نہیں دیتی۔“

راہب نے کہا۔ ”آپ اپنی فوج میں جائیں۔ ہمیں دلوے حل میں رہنے دیں اور کسی قسم کی اذیت تراشی نہ کریں۔“

سلطان مختل ہو گیا۔ ”میں تم جیسے منافقوں سے بات بھی نہیں کرنا چاہتا تم لوگ تحقیق جوتہ اور ان کی مدد سے پوری عیسائی دنیا کو میرے مقابلے پر لے آؤ۔ ورنہ میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔“

راہبوں نے سلطان سے پھینچ چھوڑ بند کر دی۔

سلطان نے ہر روز کا بطور خاص ذکر کیا۔ ”آپا تھا تم لوگوں سے بات کرنے۔ وہ ظاہر صغوں میں تمہارا تجربہ مگر میں اس کی بھی پروا نہیں کرتا۔“

راہبوں نے اپنے کالوں پر ہاتھ رکھا۔ ”ہم ہر روز کو اس سے زیادہ نہیں جانتے کہ وہ ایک مسکمی ہے اور مسلمانوں کی خدمت کر رہا ہے۔“

سلطان نے انہیں بتایا۔ ”یہ میرا آخری حملہ ہے۔ آئی میری بلانہ کافی ظاہر آخری شر ہے۔ میں یہاں سے واپس چلا جوں جوں تم تحقیق کروں کہ یہ دھوکہ پورے احمق سے بتا سکتے ہو۔“

راہبوں کو حیرت نہیں آئی۔ ”کیا یہ سچ ہے؟“

سلطان نے جواب دیا۔ ”بالکل سچ، یہاں سے میں واپس چلا جوں کا اور یہاں میں بھیجا آیا ہوں۔ اصل حل میں اس بدوشتہ مسلمان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے میں بدوشتہ کو اس کی سزا دینا چاہتا ہوں۔ بدوشتہ کو اور اس کے سپہ سالار مانگ رہا ہوں۔“

راہبوں نے ان معاملات سے لاشعری ظاہر کی۔ ”آپ جو چاہیں کریں۔ بدوشتہ کو پکڑیں، مانگ انہیں کو جکڑیں۔ ہم تو اس سے پہلے ہیں کہ ہمارے سامنے کسی جھوٹ نہ سنائے جائیں۔“

سلطان نے اس کی باتوں پر توجہ نہیں دی اور کہا۔ ”میں تم لوگوں کے پاس اس لئے آیا تھا کہ سچی دنیا کو تم ہی بتاؤ کہ لب میں ان کی متحدہ قوت کا انتقال کروں گا۔“

سلطان وہاں سے جانے لگا تو راہبوں نے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھا۔ یہ کچھ غلط ہے۔ کیسی بگلی باتیں کرتا ہے!

لیکن راہب کو سلطان پر رحم آ رہا تھا کہ میدان جنگلوں حلوں میں دوسروں کو ہلاک کرنے والا کسی دن خود بھی اسی طرح ہلاک ہو جائے گا کیونکہ اس راہب کا حضرت مسیح کے اس قبل پر ہتھ مقید

تھا کہ کلوہ سے ہلاک کرنے والا کلوہ ہی سے ہلاک کیا جائے گا۔
ہر روز نے سلطان کو راہیں میں چلتے ہوئے پھر وہیں سے دلہن
آتے دیکھا تو اس کے خوف اور تشویش میں اضافہ ہو گیا۔

سلطان نے ایک ہندے پر چڑھ کے سنگ بدری کا نتیجہ دیکھا
چلا پھر فصیل کی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر رہے تھے اور فصیل پر
عیسائیوں کا کہیں کوئی پتہ نہ تھا پھر اس نے دریائی رستہ پر ان بے شمار
مسلمانوں کو دریا کے دوسرے کنارے کی طرف بڑھتے دیکھا جو
فصیل پر عیسائیوں کی عدم موجودگی سے قاعدہ افکار پر تھے۔
یہ کام خواجہ حسن کی نگرانی میں انجام پاتا تھا۔

سلطان نے ہندے سے اتر کے خواجہ حسن کو حکم دیا کہ فرج کا بیشتر
حصہ جلد از جلد دوسرے کنارے پہنچا دیا جائے۔

خواجہ حسن نے غدر کا اعلان کیا۔ ”ہم پھر جو فصیل کے نیچے
گر رہے ہیں، ہمارے سپاہیوں کو بھی زخمی کر سکتے ہیں۔“

سلطان نے اپنی ضرورت قرار رکھی۔ ”فصیل کے مرنے والے
سے دور وہیں کئی ایسی جگہ موجود ہے جو مسلمانوں کو نقصان نہیں
پہنچنے دے گی۔“

خواجہ حسن لا جواب ہو گیا۔ ہندوں سے ہر ملنے چلتے دوڑے
پتھروں نے فصیل کو کھود کر دیا۔ یہاں تک کہ اس میں ایک جگہ
معمولی سا ٹکڑا ہو گیا۔ فصیل کے نیچے موجود مسلمانوں نے اس
ٹکڑے کو کشادہ کر کے کی کوشش شروع کر دی۔

سلطان بھی دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا اور فرج کی
کلن منبھل لی۔

ہر روز اس فصیل کو مضبوط سمجھ رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کو
آسانی سے فتح نہیں کیا جائے گا۔ لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ
فصیل میں ٹکڑے پڑ چکا ہے تو اسے بے حد دکھ پہنچا۔

مائیکل جولی کے دل سے نصیحت کا اثر کم ہوتا چلا رہا تھا۔ وہ
مسلمانوں کے وجود اور اسلامی تعلیمات کا دل سے ٹکڑا ہوتا چلا رہا
تھا۔ وہ ہر روز کو یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ زمانہ اسلام اور
مسلمانوں کا ہے اس لئے ان کے خلاف مزاحمت یا حملہ فضیل
ہیں، یہ یسینا کو بھی اسلام اور تبلیغ کے سرکوں سے ہٹا دینا
تھی اور جب بھی سلطان کو کامیابی حاصل ہوتی تو فریادی یسینا کو
ایک گرتے سکون ملتا کہ وہ سلطان سے شادی کر کے کسی خاندان
میں نہیں رہی۔

فصیل کا ٹکڑا کشادہ کر دیا گیا اور مسلمان اس میں داخل
ہونے لگے۔ عیسائیوں کو اس ٹکڑے کا علم ہو چکا تھا۔ وہ ٹکڑے
کے پاس موجود رہے اور جس مسلمان نے اس میں داخل ہونے کی
کوشش کی اس کو قتل کر دیا۔

سلطان نے اس ٹکڑے کو کلوہ زینہ پڑا کر دیا اور لب
مسلمان زینہ تھیلو میں اس میں داخل ہونے لگے۔ عیسائیوں کا
انہیں روکا نہ ہو گیا۔

سلطان نے خواجہ حسن کو دوسرے قیدی سرداروں کو قیدی
سے بدھیت کر دی تھی کہ بدھتہ اور ایک انجیلو کسی طرح بھی فرار
نہ ہونے دیا جائے۔

شہر میں داخل ہوتے ہی مسلمان بننے لگے کی طرف پیش
قدمی شروع کر دی، عیسائی جنت پھر مسلمانوں سے ہر روز ہر طرف
پھرتے تھے وہ حملہ آوروں کو ہر قیمت روک دینا چاہتے تھے۔

بدھتہ اور ایک انجیلو میں اس بات پر ٹکرا ہو گئی کہ لیل
لیل میں مسلمانوں کے ساتھ جس بڑے عسکری اور دفاعی کا سلوک کیا
گیا تھا یہ اس کا نتیجہ ہے کہ سلطان ان کا بچھا کر رہا ہے۔

مائیکل انجیلو نے کہا۔ ”میں نے بدھتہ کا حکم مان لیا تھا
وہ نہ ہر منصوبہ ہی ناکام تھا اور میں بدھتہ سے بحث نہیں
کر سکتا۔“

دوسرے حملے دلوں نے دونوں کو لڑنے بھڑکانے
دیکھا تو امت ہی ہلا بیٹھے اور ان کو اپنا بھیک انجام تک نہ آنے
لگا ان کے جذبے سرد پڑ گئے اور ان کا جوش بند ہو گیا۔

بدھتہ نے جب یہ دیکھا کہ فرار کے راستے بند ہو چکے ہیں
تو اس نے شہر کے سب سے بڑے کلیسا میں پناہ لے لی۔

مائیکل انجیلو نے بدھتہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس نے یہ
فیصلہ کیا کہ فرج کو مسلمانوں سے لڑنا چھوڑ کے دریا کو عبور کر جائے
گا اور پھر کسی مسیحی سلطنت میں گناہ کی زندگی گزار دے گا۔

مسلمانوں نے رفتہ رفتہ شہر میں پہلنا شروع کر دیا۔ وہ
عیسائیوں سے ان کے بدھتہ اور سپہ سالار کا پتہ پوچھتے پھر رہے
تھے۔ سلطان نے شہر میں ہر طرف گرجوں کے ہندوں پر
صلیبیں نصب دیکھیں۔ شہری اور پھلتی صلیبیں، سونے اور
چاندی کی صلیبیں۔

چند گھنٹوں کے متبادل کے بعد عیسائیوں نے ہتھیار اٹل
دیئے اور سلطان سے رخصت کی درخواست کی۔

سلطان نے انہیں حکم دیا۔ ”اپنے ہتھیار واپس
سپاہیوں کے حوالے کر دو اور غلطی پتہ میں آجوت۔“

انجیلو ڈالنے والوں نے جس جوش و خروش سے یہ کام
انجام دیا وہ بہت حیرت انگیز تھا۔ اس کام میں ہر کسی دوسرے پر
ستیت لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

شام سے پہلے وہ سب نئے ہو چکے تھے اور سلطان کے
سپاہی انہیں جانوروں کے دروازے کی طرح ہٹا کر ایک سیڑی کی طرف

لے جا رہے تھے۔ سلطان نے اپنے سپاہیوں کو سختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ کسی کو نقصان نہ پہنچائیں۔

بادشاہ اور ہائیک اگلو کی تہاش جلدی تھی۔

سلطان نے اپنا خیر ایک ٹیلے پر نصب کر دیا۔ یہ ٹیلہ شر کے سب سے بڑے کیسا کے سامنے تھا۔

خواجہ حسن نے سلطان کو مطلع کیا کہ بادشاہ اور ہائیک ابھلو کا پہلے نہیں چل رہا۔

سلطان نے جواب دیا۔ ”کوئی بات نہیں۔ فکر کی کوئی بات نہیں اگر وہ دونوں اسی شرم میں ہیں تو میں انہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔ وہ مجھ سے بچ نہیں سکتے۔“

خواجہ حسن نے سلطان کو یقین دلایا۔ ”وہ دونوں اسی شرم میں کسے رہاؤں ہیں کیوں کہ دریا کے ساحل کو دور تک ہم نے اپنی نگراںی میں لے رکھا ہے اور ہمیں تک وہاں سے کسی کو بھی اترنے نہیں کیا گیا۔“

سلطان نے شر کو نقصان نہیں پہنچنے دیا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی ٹکڑیوں میں قیام میں ڈال لیں۔

شہزادہ ملک شاہ کو حکم ملا کہ وہ حسینا شہر لے آئے۔ ہر روز وہ بھی بیس حسب کر لیا گیا اور اس کو حکم ملا کہ تا حکم ملنے وہ سلطان کے خیمے کے آس پاس موجود رہے۔

شر کے باہر دریا کے اس پار جو راہب ٹھہرے ہوئے تھے انہیں بھی یہ حکم دیا گیا کہ وہ اس وقت تک مسلمانوں کے چچ میں رہیں گے جب تک سلطان وہاں حکم نہ دے۔

خواجہ حسن سوچ رہا تھا کہ آخر اس طرح سلطان کیا کرنا چاہتا ہے؟

اس کے بعد سلطان نے یہ اعلان کر دیا کہ تمام کیسوں کے نوک گر بے خان کر دیں اور ایک میدان میں جمع ہو جائیں، سلطان ان سے خطاب کرے گا۔

سلطان کا یہ اعلان سوار اور فوج کی طرح پورے شرم میں پھرنے لگا، یہ اعلان کرنے والوں نے اس میں یہ اضافہ کر دیا کہ اگر جوں کو غل غل ہو جاتا ہے، اگر بعد میں کسی کو گرجا سے یہ آمد کیا گیا تو سلطان کے عتاب کا نشانہ بنے گا۔

اس امر میں نے پورے شرم میں شٹا خدای کر دیا۔ اگر جوں کو غل غل ہو گئی۔ پادریوں اور راہبوں کو سلطان حکم کی پابندی سے پھر تو لیگیں ان میں سرکاری کی جرات بھی نہ تھی۔

شر کے اس میدان میں جملہ مزدور ہوا کرتی تھی راہب رتی اور مس میٹ ہوئے تھیں۔ گر بے خان ہونے لگے۔ انوں نے رونا دھنا شروع کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ شاید اس طرح

سلطان مردوں کو قتل اور عورتوں اور لڑکیوں کو اپنے سپاہیوں میں تقسیم کرادے گا۔ وہ مردوں کو سلطان سے رحم کی درخواست کر رہی تھیں۔

سلطان کے پاس میں کی گریہ و زاری کا بھی ایک ہی جواب تھا۔ خاموشی خاموشی اور خاموشی۔

سلطان نے اپنے خیمے سے نکل کر ہر روز کو ساتھ چلتے کا حکم دیا۔ ہر روز پریشان تھا کہ سلطان اس سے اس طرح کیس پیش آ رہا ہے۔

سلطان اس کو کیسا والوں کے میدان میں لے گیا۔ خواجہ حسن سلطان سے دو قدم پیچھے چل رہا تھا۔

راہبوں اور پادریوں کو سلطان کی تشریف آوری سے خبردار کیا گیا۔ وہ سب بھی سلطان کو ایک نظر دیکھنا ضرور چاہتے تھے۔ انہوں نے ایک دروازہ ریش اور میز عمر انسان کو خود اٹھوڑی سے چھتے رکھا۔ یہاں سلطان نہایت بے تکلفی اور کھلے سے ایک لوٹے پتھر پر کھڑا ہو گیا۔ خواجہ حسن اور دوسرے بھی گراہی تھی مردروں نے سلطان کو اپنے درمیان میں لیتا چاہا لیکن سلطان نے انہیں دودھ رہنے کا حکم دیا۔

یہاں ہر روز کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا ”کیا تو ان کے بادشاہ کو پہچانتا ہے؟“

ہر روز نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ”نہیں میں اس کو نہیں پہچانتا۔“

سلطان نے کہا۔ ”اچھا تب پھر تو ان کے مذہبی لوگوں میں جا لو ان سے پوچھ کہ ان کا بادشاہ کون ہے؟“

ہر روز مذہبی پیشوؤں میں گیا اور ان سے سلطان کا سوال کر دیا۔ ”آپ کا بادشاہ کون ہے؟ سلطان معلوم کر رہا ہے۔“

تقریباً سبھی نے اٹھ کر دیا اور کہا۔ ”ہم نہیں جانتے؟“

سلطان نے ہر روزی کے ذریعہ معلوم کرایا ”وہ اس وقت تم میں تو موجود نہیں؟“

انہوں نے جواب دیا۔ ”نہیں وہ ہم میں بھی موجود نہیں۔“

سلطان نے ایک اور سی سوال دہرایا۔ ”پھر وہ کہاں چلا گیا ہے؟“

جواب ملا ”ہمیں یہ بھی نہیں معلوم۔“

سلطان نے دھمکی دی۔ ”یہ سوچ لو کہ تم میرے سوالوں کے جواب دے رہے ہو اس کے جھوٹ بچ کے ذمہ دار بھی تم ہی ہو گے اور میں جھوٹ نہیں برداشت کر سکتا۔“

دوسری طرف سے اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔

سلطان نے ہر روز کو حکم دیا۔ ”تو سب سے بڑے کلیسا کے پادری سے مل لو اور اس سے کہہ کہ وہ دوسروں سے پوچھے کہ ان کے گرجوں میں کوئی بلی تو نہیں رہا۔“

ہر روز جھوم میں کیا اور کچھ دیر بعد یہ جواب دیا کہ گرجہ بالکل خالی ہو چکے ہیں اور لب وہاں خداوند مسیح کے نام کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

سلطان نے ہر روز کو حکم دیا۔ ”اب تو پچاس ساٹھ مسلمانوں کو اپنے ساتھ شہر کے سب سے بڑے گرجا میں لے جا اس کے پادری کو بھی اپنے ساتھ لے جا۔ مسلمانوں کو گرجے کے باہر کھڑا رکھ اور پادری کے ساتھ اندر چلا جا وہاں کی تلاشی لے، وہاں جو بھی ملے اس کو میرے پاس لے آ۔“

جب ہر روز سب سے بڑے گرجے کے پادری سے ملا اور اس کو سلطان کا حکم سنایا تو اس نے اس کی تعمیل میں لیت و لعل سے کام لیا۔ ”اس کا مطلب ہوا کہ سلطان کو ہلری باتوں پر یقین نہیں آیا اور ہم سب اس کی نظر میں جموٹے ہیں۔“

ہر روز نے اسے سمجھایا۔ ”مقدس باپ! آپ بحث نہ کریں اور سلطان کے حکم کی آنکھ بند کر کے تعمیل کر دیں کیونکہ آخر کار ہو گا وہی جو سلطان چاہے گا۔“

پادری نے کہا۔ ”جب میں نے یہ کہہ دیا کہ لب وہاں کوئی بھی نہیں اور کلیسا بالکل خالی ہے تو سلطان کو اس پر یقین کرنا چاہیے۔“

ہر روز نے اسے یہ سمجھایا۔ ”مقدس باپ! آپ موقع دیکھیں اور بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں پھر آپ کو یقین دلانا ہوں کہ ہو گا وہی جو سلطان چاہے گا۔“

سلطان کے پچاس سپاہی ہر روز اور پادری کے انتقال میں کھڑے تھے۔

سلطان نے پادری کے پس رویش کو محسوس کر لیا اور ہر روز سے پوچھا۔ ”کیا بات ہے؟ یہ کیا کہہ رہا ہے؟“

ہر روز نے بات بتائی۔ ”یہ آپ کی تقریر پہلے سننا چاہتے ہیں۔“

سلطان نے جواب دیا۔ ”تم اس سے کہہ دو کہ جب یہ وہاں آجائے گا تب میں تقریر کروں گا۔ میں بھی تقریر نہیں کروں گا۔“

اب پادری بے بس ہو چکا تھا، وہ ہر روز نوہ پچاس مسلمان سپاہیوں کے ساتھ گرجے کی طرف روانہ ہو گیا جو قریب ہی واقع تھا۔ راستے میں پادری نے اس سے پوچھا۔ ”کیا تو میسکی

ہے؟“

ہر روز نے جواب دیا۔ ”خداوند مسیح میرے دل میں کو سلامت رکھیں، میں مسیحی تھا تو تو نے اس سے کچھ بھی نہیں سمجھا۔“

ہر روز نے جواب دیا۔ ”میں پھر وہی بات کہوں گا کہ میرے بچنے یا نہ بچنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا، سلطان کا حکم حکم ہے اس کی تعمیل ہمیں ہر حال میں کرنا ہوگی۔“

پادری نے پوچھا۔ ”کیا تو یہ پسند کرے گا کہ ایک مسیحی بادشاہ مسلمانوں کے قبضہ میں چلا جائے اور زمانے بھر کی ذلتوں سے دو چار ہو جائے؟“

ہر روز نے کن انگوٹوں سے سلطان سپاہیوں کی طرف دیکھا اور آہستہ سے پوچھا۔ ”اس طرح آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟“

پادری نے عاجز آگے جواب دیا۔ ”وہی جو تو سمجھنا نہیں چاہتا۔“

ہر روز نے پریشان لہجے میں کہا۔ ”مقدس باپ! آپ نے مجھے پریشانی میں ڈال دیا۔ وہ کہاں ہے؟“



بول خاں کی طرف سے

شادی سے خوار کی ترکیب بتائیے؟

یہ کچھ عجیب سمجھا آپ جیل میں داخل ہوئے بغیر جیل سے فرار ہو گئے ہیں؟

پتلا کہتے ہیں کہ انفر کے آگاہی اور گھوڑے کے پچاسی ست ہڈی

میں اگر انفر گھوڑے پر نعل آتے تو کیا کرنا چاہیے؟

اس کے نیچے سے گزر جانا چاہیے۔

کیا آئینہ بھی جھوٹ ہوتا ہے؟

جی ہاں۔ جب کلاں بھڑکاس کے ساتھ ہو۔

بڑا ہے کی سب سے بڑی لذت؟

آٹھلیاں کرتی ہوئی نئی نسل۔

منت کا پہل دنا ضرور ہے چاہے میرے لئے آپ کا کیا خیال ہے؟

جی ہاں، بسا اوقات اتنی دیر سے قیاس ہے کہ مڑ چکا ہو گا۔

غریبوں کے مقابلے میں امیر غلام پر زیادہ یقین رکھتے ہیں۔

کیونکہ غریبوں کو صلاحیت بہتر ہونے کی کوئی آہستہ نہیں ہوتی۔

ہمارے سیاست دانوں کی طویل عمریں کا راز کیا ہے؟

جو ہندو خدا کو پسند ہوتے ہیں، انہیں وہ اپنے پاس جلد دیتا ہے۔

پادری نے جواب دیا۔ "پریشانی میں صرف تو ہی نہیں ہم سب ہیں۔ وہ گرجے کے دھنسلے میں رہنا شروع ہے۔" ہرود نے کہا۔ "لیکن ہم تو اس کی تلاش میں جلد ہی ہیں۔"

پادری نے جواب دیا۔ "ہمیں اس کو چھپتا ہو گا اس کو مسلمانوں کے حوالے کسی محل میں بھی نہیں کرنا۔" ہرود نے پوچھا۔ "لیکن یہ کس طرح ممکن ہے۔ آپ لوگ مسلمان کو قیدیں جانتے۔"

پادری نے کہا۔ "ہم لوگ مسلمان کو نہیں سمجھتے تو جانتے ہیں تو گرجے میں تو چل ہی رہا ہے۔ وہیں تو لوہا ہر گھوم کر پھر آجائے گا اور مسلمان کے سامنے یہ بیان دے دے گا کہ گرجا بالکل خالی ہے وہیں ایک تنفس بھی نہیں۔" ہرود نے کہا۔ "آپ مجھے مشکل میں ڈال رہے ہیں۔"

میں نے دیکھا جھوٹ کس طرح یوں گا؟" پادری نے کہا۔ "یہ میں نہیں جانتا لیکن تم کو ایک مسیحی بادشاہ کی جان ہر محل میں پھلتا ہے۔"

یہ لوگ گرجے کے در پر پہنچ گئے۔ ہرود نے مسلمان سپاہیوں سے کہا۔ "تم لوگ یہی گھروں میں اندر جا کے دیکھ لو۔" ان مسلمان سپاہیوں کو مسلمان کا حکم بھی یہی تھا۔ ہرود نے پادری کو گرجے میں داخل ہو گئے۔

پادری نے کہا۔ "تو خیریت یہ ہوئی کہ مسلمان نے مسلمان سپاہیوں کو گرجے کی تلاشی لینے کا حکم نہیں دیا ورنہ اس وقت ہم سب مسلمان کے عکب کا شکار بن رہے ہوتے۔"

پادری ہرود کے ساتھ گرجے کی عمارت میں داخل ہو کر اس کو گرجے کے مختلف حصوں کی سرکھانا رہا۔ پھر سکرانے ہوئے پوچھا۔ "یہاں کس بادشاہ نے آج تم کو؟"

ہرود نے جواب دیا۔ "مجھ کو تو نہیں نظر آیا لیکن مسلمان کے آدمی اس کو ڈھونڈ نکالیں گے ویسے بادشاہ کو چھپایا کہاں ہے؟" پادری نے کہا۔ "وہ دھنسلے میں ہے اگر تو کے تو میری طاقت کر لینی چاہئے۔"

ہرود نے خوش ظاہری۔ "میں بادشاہ سے ضرور ملوں گا۔ مجھے اس کے پاس لے جائیں۔"

پادری نے گرجے کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا اور ایک چھترے کی پٹی سیرمی کو آگے کی طرف دھکیلا اپنی نوپری سیرمی کے اندر مل گئی اور نیچے جانے کا راستہ نمودار ہو گیا۔ یہاں تک کہ روشنی پوری پوری ہرود کو لے کر نیچے اتر گیا۔

روشنی سے ابھلک اندھیرے میں چلے جانے سے ہرود کی

نظر کھم نہیں کر رہی تھی۔ یہاں پادری نے آہستہ سے آواز دی۔ "بادشاہ سلامت! آپ کہاں ہیں؟"

ہرود کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھم کرنے لگیں۔ لب لباب ایک شخص کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ رہا تھا پادری بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ جب بالکل قریب آیا تو پادری نے ہرود کی طرف اشارہ کیا۔ "یہاں نہ پناہ سچی جیسی ہرود ہے جو مسلمان کے ساتھ رہتا ہے جو امدادی بملائی میں سرگرم عمل ہے۔"

لب بادشاہ ان دونوں کے درمیان کھڑا ہو گیا اور ہرود کو ہنوز دیکھ کر کہا۔ "تو بھی خوب ہے! ہم نے اہل اللہ میں تجربے ہی منصوبے پر عمل کیا تھا۔ غصوں کہ ہانک اچھلو اس منصوبے پر پوری طرح عمل نہیں کر سکا۔ ورنہ آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔" ہرود بادشاہ کو اپنے قریب دیکھ کر کچھ ہنسا محو ہوا کہ اس کو کورہ گیا۔

پادری نے بادشاہ کو بتایا۔ "جنت دانا! آج ہم نے خود اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ لیا کہ مسلمان ہمارے اس مسیحی بھائی پر کتنا اعتبار کرتا ہے۔ اس نے ہرود کو حکم دیا ہے کہ گرجے کی تلاشی لے کر مسلمان کو پھانسی دے دیں اور اس کو سزا دیں۔"

بادشاہ نے کہا۔ "نہ اس کو آپ میرے پاس لے آئے؟" پادری نے بادشاہ کو یقین دلایا۔ "آپ بالکل تہ ذریعہ۔ یہ دیکھا جیسی ہے کہ کوئی ایسا کھم نہیں کرے گا جس سے آپ کو گرجے کو مجھے یا کسی بھی مسیحی کو نقصان پہنچ سکے۔"

ہرود نے پادری کی تاکید کی۔ "میں بیٹ خداوند مسیح کے ماننے والوں کی مدد کرتا رہوں گا۔"

بادشاہ کی جان میں جان آئی۔ کہنے لگا۔ "جب تک میں نے ہرود کو دیکھا نہیں تھا اس کو جتنا دیدہ و مردید سمجھتا تھا لیکن یہ تو بالکل جوں تک تو جوں نکلا۔"

پادری نے بھی اس کی تعریف کی۔ "رائل معنی کوئی امر یہ سوقوف نہیں ہے یہ تو جوں اپنے بزرگوں کا امتداد ہے۔"

ہرود نے ہنسی سے کہا۔ "میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ جو کچھ مجھ میں نظر آ رہا ہے یہ حضرت مسیح کا کرم ہے۔"

پادری نے اس کے جذبات کو سراہا۔ "میں نے تم کو آج سے پہلے دیکھا نہیں تھا لیکن وہ سرون سے تیرا ذکر سنا تھا سچی یہ کہتے ہیں کہ تو مسیحیت کا خداوند ہے۔"

بادشاہ کو یہی غصوں تھا کہ وہ ہرود کی تہذیب سے قانع نہیں تھا ساتھ اس کا ذمہ دار ہانک اچھلو کو قرار دیا۔

ہرود نے کہا۔ "اب ہمیں چلنا چاہئے۔ پھر مسلمان سپہ سالار انتظار کر رہے ہیں۔"

ہوشلہ ڈرا ہوا تھا اس نے پوچھا۔ "تو ہلے ہلے میں
سلطان کو کیا بتائے گا؟"

پادری نے جواب دیا۔ "میں کہ آپ گرجے میں نہیں
ہیں۔"

ہروز نے اس کی اصلاح کی۔ "سلطان نے ہوشلہ کو تو پوچھا ہی
نہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ گرجا خالی ہے اب وہاں کوئی بھی
نہیں۔"

ہوشلہ کا چہرہ خوشی سے دھنکے لگا۔ "عائزہ دہانی اسے کہتے
ہیں۔"

دونوں دلہن آنے لگے تو ہوشلہ کا خطرہ اب دیکھنے سے قلیل
رکنا تھا وہ دونوں کو دور ہی سے کھڑا دیکھتا رہا۔

گرجے کے باہر مسلمان سپاہی دونوں کا بے چینی سے انتظار کر
رہے تھے۔ ہروز نے انہیں بتایا۔ "اندر جانے کی کوئی ضرورت
نہیں اب وہاں کوئی بھی نہیں۔"

لیک سپاہی نے پوچھا۔ "پھر اتنی دیر کہاں لگی؟"
ہروز نے برہنہ جواب دیا۔ "بڑے گرجے کی تلاش لینے
میں۔"

میدان میں سلطان گرجے والوں سے مخاطب تھا۔ "میں
تسلیم شدہ شر آتی میں چند عیسویوں کی تلاش میں آیا ہوں۔ تسلیم
ہوشلہ اور ایک انجیل کی تلاش میں۔ ان دونوں نے مجھے اور
مسلمانوں کو دھوکا دیا ہم سے بدھمدکی کی۔ میں ان دونوں سے
پوچھوں گا کہ انہوں نے ہمارے ساتھ یہ سب کچھ کیوں کیا؟
پادری راہب اور نیشنل سلطان کی پرہیزگار تقریر بڑے اٹھاک سے
سن رہے تھے۔

سلطان نے انہیں بتایا۔ "اسلام نے ہمیں کیا دیا یعنی مسلمانوں
کو کیا دیا؟ یہ تلوار اپنی ذمہ داری ہے کہ دنیا والوں کو بتائیں، ہمیں
یہ ذمہ داری اللہ کی طرف سے سنائی گئی ہے ہم نے دنیا کی کئی
قوموں تک اللہ کا پیغام پہنچایا اور ان کے خاطر خون و مالک حاصل
کئے۔ اپنی اپنی ذمہ داری ہم تسلیم شدہ شہر میں بھی پوری کرنا
چاہتے ہیں مگر تم مزاحمت کرتے ہو تمہارا ہوشلہ ہمیں روکنا چاہتا
ہے۔ تمہارے سپاہی آگہا پیکر رہتے ہیں۔ اب تم ہی ایسا نہ کریں
اس سے بڑھ کر ہم کیا کریں؟ مجھرا ہمیں بھی جنگ کرنا پڑتی
ہے۔ تم ہمارے مبلغوں کو اپنے شہروں میں بے روک ٹوک آنے
دے دو انہیں ان کا کام آراء سے کرتے دو۔ ہم بھی تمہارے خلاف
لشکر کشی نہیں کریں گے۔ انسان کو اس کے آہل و عیال پر قائم
رہنے پر مجبور نہ کرو اس کو آزادی دو کہ وہ جو دین چاہے اختیار
کرتے۔"

سلطان اپنی تقریر کرتا رہا اور ہروز کی دلہنی کا انتظار کرتا رہا۔
کچھ دیر بعد جب ہروز اور پادری دلہن آئے تو پادری نے
سلطان کو بتایا۔ "ہروز نے گرجے کا کوٹا کوٹا چھین لیا لیکن وہ
بالکل خالی ملا اور وہاں ایک بھی قنصل نہیں ملا۔"

سلطان نے ہروز کو اپنے پاس بلا یا اور پادری سے کہا۔ "میں
تم سے نہیں ہروز سے معلوم کروں گا تو کوئی بات پیسے میں کر چکا
ہے۔"

ہروز سلطان کے قدموں میں بیٹھ گیا اور پادری کا دل ڈوبنے
لگا۔ سلطان نے ہروز سے قہر سے جھک کر سوال کیا۔ "ہاں تو تم
تو نے گرجے میں کیا دیکھا؟"

ہروز نے جواب دیا۔ "آپ یہ سوال مجھ سے کر رہے ہیں۔
میں آپ سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔"

سلطان نے کہا۔ "میں بھی یہی چاہتا ہوں۔"

ہروز نے صاف صاف بتا دیا۔ "ہوشلہ گرجے کے دروازے
میں موجود ہے۔ میں اس سے مل کے آیا ہوں اور میں نے اس
سے باتیں بھی کی ہیں۔"

سلطان اس کے سچ سے بہت خوش ہوا۔ "تو یہ بات کسی اور
سے نہیں کے گا میرے سوا۔ دروازے کا راستہ کہاں سے ہے؟"

عصمہ کا ضمیر کی آواز لیلی

اردو زبان کی طویل ترین کہانی
لیکھنے والے ہندوستانی کے داستانے جیسویں کے انجیلوں سے
۵۵ سو سے زیادہ کوٹوں کا ہے اور لوگوں کو اپنی سے سوچ
کے اشارات سے پہچانا ہے

شاہی مکتی کے ماہر قہاد علی قیام کو کی داستان حیات
جو پچھلے لوہے سو سے پاکستانی سپینس ڈائریکٹ میں شائع ہوئی ہے



جس کو ایک دلچسپ بیان مسطور مسطور ہوتا ہے دھن میں

• رانی: قہاد علی قیام • نذر قلم: محسن الدین قیام
دیوانہ خانی حیات کی خیر طویل ترین کہانیوں کا ریکارڈ تیار کیا ہے
ڈائریکٹ سائز کے ہر ایک 8000 صفحات شائع ہونے پر ہر ماہ کتابی
سائز کے 32000 صفحات کے بل پر ہیں۔

بہار کے دروازے کے بائیس حصے شائع کر چکے ہیں۔
ہر وقت نئی نئی رانی، ہر ماہ ۲۵۰۰۰ بچے بچلے گزرتے ہیں ۲۵۰۰۰
انگو آپ نے اب تک دیکھا۔ ہمیں اپنا ہر دنیا کے بہترین کمروں سے
کام روگئے۔ باہر دیکھی ہے آپ صرف رانی کے ۱۵۰ صفحات پر
بیکر آپ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہر وقت سائز بائیں گے۔

کتاب والا

ہروڈ نے جواب دیا۔ "گر بے کی اصل عدالت کی آخری
نیزمی کو آگے دہانے سے تہ خلسے میں داخلے کا راستہ سامنے
آجائے گا۔"

گر بے کا پادری دونوں کی سرگوشیوں پر گہری نظر رکھے ہوئے
تھا اس نے اپنے برہمہ واسے پادری کے کھن میں کچھ کہا اور پھر
خاموشی سے بیٹھ گیا۔

سلطان نے ذرا گرج در آواز میں ہروڈ سے کہا۔ "میں کس
طرح یقین کر لوں کہ گر بے میں کوئی نہیں رہا میں گر بے کی تلاش
لوں گا۔ تو یہی ہے اس لئے تو ج نہیں بول رہا۔"

ہروڈ گڑ گڑانے لگا۔ "سلطان محترم! مجھ پر رحم فرمائیں۔ میں
نے وہیں کچھ بھی نہیں دیکھا وہیں کچھ تعاقب نہیں تو میں کیا
رہتا۔"

سلطان نے اس کو دھکے دے کر پادریوں کی طرف بھاگ دیا۔
"تو اپنے ہم مذہبوں میں جا۔ یہاں سے پاس کیا لینے آیا ہے۔
مجھے جب بھی چھکیں گے اپنے پیٹ کی طرف۔"

سلطان کے دھکے نے اسے منہ کے بل گرا دیا ایک چوڑی ٹھوڑی
میں چبھ گیا جس سے خون جلدی ہو گیا۔

پادریوں اور مذہبی پیشروں نے ہروڈ کو بڑی تندی کی نظروں
سے دیکھا اور سلطان پر غضب ناک ہو گئے۔

سب سے بڑے گر بے کا پادری بالکل خاموش تھا اس کو کسی
بت کا شبہ تھا۔

ہروڈ اس کے قدموں میں جھک گیا۔ "مقدس باپ! مجھے
اپنا ہاتھ میں لے لیں۔ سلطان مجھ سے ہنوش ہے۔"

پادری نے کہا۔ "تو مجھ سے کیوں ہنوش ہے؟ تو نے تو
سلطان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر وہ کام کیا ہے جو
تیرے خیر اور مذہبی حیات کے خلاف تھا۔"

ہروڈ نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ آپ کہہ رہے ہیں مقدس
باپ آپ؟"

پادری نے شاہوں سے بچنے کے اس کا چہرہ اپنے منہ کے مقابل
کر لیا۔ "جی تا کی تو نے سلطان سے ایسی باتیں نہیں کیں جو تجھ کو
نہیں کرنا چاہیے؟"

اس نے کہا۔ "یہ آپ کا شبہ ہے اللہ قسم ہے۔ آپ مجھ پر
اہم لگا رہے ہیں۔ نصرت لگا رہے ہیں۔"

پادری نے اسے اپنے پاس سے ہٹا دیا۔ "لب میں تجھ پر
قتل نہیں کروں گا۔"

ہروڈ دوسرے پادریوں کے پاس گیا اور من سے پتا چلتا تھا
من سے بھی کسی کہہ رہا تھا۔ "سلطان نے مجھے دھکے دے کر بھاگ

دیا، لب میں کئی جگہں؟"

کئی پادریوں کو اس پر ہرم کربا تھا۔ انہوں نے ہروڈ کو اپنے
پاس بٹھا لیا اور تسلیں دیں۔ "تو مت گھبرا اگر بے کے دوستوں نے
تجھ پر ہیشہ کھلے رہیں گے۔"

ہروڈ نے من کا شکریہ ادا کیا اور مسلمانوں کی فطرتیں فروغ کر
دیں۔ "یہ عجیب جنگ جو لوگ ہیں ہر وقت لڑتے مرنے رہتے
ہیں۔"

ایک پادری نے پوچھا۔ "پھر تو من کے ساتھ رہتا کیوں ہے؟
اس نے جواب دیا۔ "صرف اس لئے کہ میں من کو بھیا ستی
رہتا چاہتا ہوں جس کو یہ ہمیشہ ابد آلا بدو تک یاد رکھیں گے۔"

پادری نے اسے کھنچا۔ "تو بھیا نہیں کر سکتے گا۔ ہم جانتے
ہیں اس لئے مسلمانوں میں رہ کر اپنی زندگی مت بٹھ کرے۔
ہروڈ مت ٹھگن ہو رہا تھا۔ "میری زندگی تو برباد ہو چکی لب

نہ کیا برباد ہو گی۔"

پادری نے پھر کھنچا۔ "سلطان مسلمانوں کا بادشاہ ہے اور
مسلمانوں سے کر لینا حکومتوں کے بس کی بات نہیں تو تیری کیا
حیثیت؟"

کئی پادری اور راہب مل جل کر اس کو سمجھاتے رہے لیکن وہ
اپنی ضد پر قائم رہا اور یہی کہتا رہا کہ میں سلطان اور مسلمانوں کو
بالآخر وہ مزہ چکھوں گا کہ تلخ یاد رکھے گی۔"

انہی باتوں کے دوران اس نے کئی پادریوں کو ہجوم میں شامل
ہوتے دیکھا۔ وہ سب سے کھلی صف میں سر جھکا کر جتنے کئے
تھکے پیسے گر بے کا پادری ہروڈ کو برا بھلا کہے جا رہا تھا۔ "میں
تجھ پر یقین نہیں کر سکتا۔"

ایک پادری نے اسے کھنچا چلا۔ "اس نے آخر کیا کیا ہے؟
یہ بھی تو معلوم ہو۔"

بڑے پادری نے جواب دیا۔ "تو میں بھی کو بیٹوں کا کہ
اس نے کیا کیا ہے۔"

ہروڈ خاموش ہو کر بیٹھ گیا اور دوسرے لوگ آپس میں بحث
مباحثہ کرنے لگے۔

سلطان کہیں جا چکا تھا لیکن اس کے سپاہی وہیں لب بھی موجود
تھے اس نے آتے ہی سپاہیوں سے ہروڈ کے بارے میں پوچھا۔
"وہ کئی چلا گیا ہروڈ، اس پر نظر رکھو نہ جانے نہ پائے اس کو
بھاگتے نہ دیا جائے۔"

سپاہی ہروڈ کو پادریوں اور راہبوں کے درمیان سے اٹھا
لئے سلطان نے ہروڈ کو سخت ست کرنا شروع کر دیا۔ "لب میں
تجھ کو ٹھیک کروں گا۔ تو اپنے ہم مذہبوں سے مل کر ہمیں...

جناؤں کا رہا ہے اب ہم بے خوف نہیں بنیں گے۔"

سپاہیوں نے ہروڈ کو گھیر کر سلطان کے قدموں میں ڈال دیا۔ "ہروڈ حاضر ہے۔"

کئی پادریوں نے اس پر احتجاج کیا۔ "سلطان کو ایک دی پر یوں قلم نہیں کرنا چاہئے۔"

سلطان نے ہروڈ کو ڈانٹ کر سول کیا۔ "توڑ کتا تھا، گر سبج میں کوئی نہیں ہے۔"

اس نے جواب دیا۔ "میں اب بھی یہی کہتا ہوں وہاں کوئی نہیں ہے۔"

سلطان نے کہا۔ "لیکن جب میرے آدمی گرجے کی تلاش لے رہے تھے انہوں نے وہاں ۔۔۔"

ہروڈ نے چٹا کر بت کٹ دی۔ "آپ نے مجھ پر یقین نہیں کیا مگر میں یہی کہوں گا کہ گر جانتی تھا۔"

سلطان نے کہا۔ "میرے کئی آدمیوں نے وہاں سے کسی کو فرار ہوتے دیکھ لیا۔"

ہروڈ نے جواب دیا۔ "اگر کسی کو فرار ہوتے دیکھا ہے تو اس کو پکڑ لیتے اس کو جانے کیوں دیا؟"

سلطان نے جھوم کو حکم دیا۔ "یہاں سے کئی آدمی اس وقت تک نہ بچے جب تک میں حکم نہ دوں۔" اور اپنی سپاہ کو حکم دیا۔

"تم یہاں پر وارد کے لیے اگر کوئی کہیں جانے کی کوشش کرے تو اس کو فوجا قتل کر دو۔"

اگر کے بعد ہروڈ کو لپچ خیمے میں لے گیا۔ پوچھا۔ "ہاں لب تھا اس زمانہ میں کئی نیا آدمی شامل ہوا؟"

ہروڈ نے جواب دیا۔ "دو پادری، دونوں پگھلی منوں میں سو جہاں۔"

سلطان نے اس کی تعریف کی۔ "ہروڈ، میرے دل و دماغ حیرے بد سے تیری خلوک کے اسیر تھے لیکن اس وقت تو نے جس دقتداری کا ثبوت دیا ہے اس سے میرے سلسلے خلوک دور ہو گئے ہیں۔ یہ کام تو ہی کر سکتا تھا۔"

ہروڈ نے کہا۔ "میں آپ کا رفتار ہوں آپ نے مجھ پر بہت احسان کئے ہیں۔ میں انہیں بھول نہیں سکتا۔"

وہ ایک دم غمزدہ ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں پھر آئیں کھلے۔

"بڑے گرسے کا پادری مجھ پر یقین ظن کر رہا تھا، اس کو مجھ پر شب ہو گیا ہے۔"

سلطان نے جواب دیا موت کھرا میں جیسی خلعت کا جو صلہ دیاں گاہیں سے جیسی زندگی سدھ رہا ہے کہ اسے کاش اس سلطان ہوتا تو سلطان ہو گیا ہوتا۔"

ہوئے تو سلطان ہو گیا ہوتا۔"

اس نے کہا۔ "میں تقریباً مسلمان ہو چکا ہوں، مسیحی مجھے مسیحی نہیں سمجھتے اور مسلمانوں میں، میں مسلمان نہیں ہوں۔ میں تو کہیں کا بھی نہیں رہ گیا۔"

سلطان نے اس کی چٹھہ چٹھہ پائی اور کہا۔ "میں نے تجھ کو دھکا دیا جس سے تو زخمی ہو گیا مجھے اس کا غصہ ہے۔"

ہروڈ نے پیش کش کی۔ "آپ مجھ کو جہوم میں لے چلیں میں بادشاہ کو پہچانتا ہوں اس کو پادریوں کی صف سے الگ کر آپ کے حوالے کر دیاں گا۔"

سلطان نے کہا۔ "تیری خلعت پیش کش کا شکریہ، بادشاہ کو پہچانتے کے لئے اہلے پاس ایک دوسرا آدمی بھی موجود ہے۔"

بادشاہ کو اس سے زیادہ کوئی پہچانتے گا۔"

ہروڈ سوائے نظروں سے سلطان کو دیکھتا چلا کر بہت نہیں ہنسنے سلطان نے تلی بھائی ایک خدمت گزار داخل ہوا سلطان نے حکم دیا۔ "شہزادہ ملک شہ کو حاضر کیا جائے۔"

خدمت گزار گیا اور شہزادے کو بلا لایا۔

سلطان نے حکم دیا۔ "ہیک انجلس کو حاضر کیا جائے۔"

ہروڈ کو بڑی حیرت ہوئی، پوچھا۔ "کیا ہیک انجلس پکڑا گیا؟"

سلطان نے کہا۔ "بھاگ کے جا بھی کھل سکتا تھا۔"

کچھ دیر بعد خادم ہیک انجلس کے ساتھ خیمے میں داخل ہو گیا۔

ہیک انجلس اور ہروڈ ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے تھے سلطان نے دونوں کا تعارف بھی نہیں کرایا۔

اس نے ہیک انجلس سے کہا۔ "حیرا بادشاہ پادری کے لباس میں جہوم کی پگھلی صف میں موجود ہے۔ اب یہ حیرا کام ہے کہ اس کو وہاں سے الگ لائو میرے سامنے پیش کر دے۔"

ہیک انجلس کے چہرے کا رنگ سفید ہو رہا تھا۔ وہ موت سے خوفزدہ تھا کہنے لگا۔ "میں بادشاہ کو آپ کے حوالے کر دیاں گا لیکن مجھ کو صاف کر کے رہا کر دیا جائے تو یہ سلطان کی طرف سے میرے لئے ایک تحفہ ہو گا۔"

سلطان نے بہادری سے جواب دیا۔ "تم دونوں کا جرم عیا ہے کہ میں اسے صاف نہیں کر سکتا۔ میری فوج کے وہ سپاہی جن کے عزیز رشتہ دار وہاں مددے گئے وہ تم دونوں کو کس طرح صاف کر دیں گے۔ وہ تو تم دونوں کو پتھروں سے ہلاک کر رہا گئے۔"

ہیک انجلس نے باجی سے کہا۔ "چلیں، میں بادشاہ کو پکڑا دیاں گا ہاں کہ یہ خدمت کسی اور سے لینا چاہئے تھی۔"

شہزادہ ملک شہ، ہیک انجلس کو لے کر پھر نکل گیا۔ ہروڈ نے

شہزادہ ملک شہ، ہیک انجلس کو لے کر پھر نکل گیا۔ ہروڈ نے

سلطان سے درخواست کی۔ ”اگر بادشاہ سلامت مناسب سمجھیں تو ان دونوں کو معاف فرمادیں۔“

سلطان نے جواب دیا۔ ”تمہاری خدمت اور تمہاری وقور میں اپنی جگہ لیکن میں ان دونوں کو کیوں معاف کر دوں۔“

ہروڈ نے آہستہ سے کہا۔ ”یہ میری خواہش ہے۔ خیر کوئی ضروری بھی نہیں، کہ ہر خواہش پوری ہی ہو جائے۔“

سلطان نے خواجہ حسن بدردین کو بھی وہیں بلوایا۔

سلطان نے اعلان کیا۔ ”بادشاہ پادری کے لباس میں پھیلی صف میں موجود ہے اس سے کواہب ہروڈ بھرنا نسیل بلکہ حاصل ہے۔ وہ میرے پاس آجائے۔“

ہجوم میں کھلبلی مچ گئی۔ بڑے کرجے کے پادری نے کہا۔

”مخدوم ہروڈ کہیں چلا گیا؟“

بادشاہ نے پھیلی صف سے نکل بھاگنے کی کوشش کی لیکن اس سے پہلے ہی ہیک انجلو کی مضبوط کلائی نے بادشاہ کی ایک کلائی کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

بادشاہ نے حیرت سے ہیک انجلو کو دیکھا۔ ”کہے یہ تو ہے؟“

ہیک انجلو نے جواب دیا۔ ”ہاں یہ میں ہوں۔“

بادشاہ نے پوچھا۔ ”تو مجھ کو کیوں پکڑ رہا ہے۔ مٹی ہم دونوں زلزلہ ہو جائیں۔“

ہیک انجلو نے پوچھا۔ ”کہیں؟ مجھ کو تو سلطان نے آپ کی گرفتاری کے لئے یہاں بھیجا ہے۔“

بادشاہ نے حیرت سے پوچھا۔ ”تجھ کو سلطان نے بھیجا ہے؟“

پہلے سار نے جواب دیا۔ ”ہاں مجھے بادشاہ نے یہاں بھیجا ہے۔“

اتنی دیر میں خواجہ حسن، شہزادہ ملک شاہ اور ہر بدردین بھی وہاں پہنچ گئے۔

بادشاہ چپ چاپ شاہزادہ حسن کے ساتھ سلطان کے پاس آیا۔ سلطان نے اس کو اپنے برادر جگہ دی۔

بادشاہ کو متحیر ہاتھ اس نے پاس بیٹھنے سے انکار کیا اور پوچھا۔ ”ہروڈ کہیں ہے؟“

سلطان نے جواب دیا۔ ”وہ جھوٹ بولنے کی سزا ملک رہا ہے۔“

بادشاہ نے کہا۔ ”ہاں؟ جھوٹا ہے حدود جھوٹا۔ وہ ہم سے بھی جھوٹ بول چکا ہے۔“

سلطان نے پوچھا۔ ”اس نے تجھ سے کیا جھوٹ بولا؟“

بادشاہ نے جواب دیا۔ ”مجھے میں نے ہم سے جھوٹ کیا

تھا کہ وہ ہلا کر سلطان سے نہیں بکھرے گا لیکن اس نے ہلا کر سلطان سے کر دیا۔“

سلطان نے کہا۔ ”میں تم دونوں کی تلاش تھی۔ اب مل گئے ہو تو تم دونوں پر اسی رقت مقدمہ چلے گا اور آج ہی اپنی سزا کو پہنچو گے۔“

بادشاہ نے کہا۔ ”اس مقدمہ کا ایک فریق ہروڈ بھی ہے۔

برادر کرم اس کو بھی یہیں تھکے قریب ہونا چاہئے۔“

سلطان نے بے پروچھا۔ ”کس طرح؟“

بادشاہ نے جواب دیا۔ ”برادر ہدی اور دیگر بھائی بھی ہم نے

ہروڈ کی تجویز اور مشورے سے اہلیہ کی تھی۔ قلعے قلعہ کو یہ

مشورہ ہروڈ ہی نے دیا تھا۔“

سلطان نے پوچھا۔ ”لہذا تم نے اپنے دشمن کی تجویز پر عمل کر ڈالا۔“

بادشاہ نے جواب دیا۔ ”اس نے اہلے قلعہ کو سچی دوست ظاہر کیا تھا۔“

سلطان نے کہا۔ ”ہروڈ خود کو کچھ بھی ظاہر کرنا اس سے برادر ہدی اور رعایتی کا جو کس طرح حاصل ہو گیا۔“

اب بادشاہ کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

ہیک انجلو نے بادشاہ کو سزاوار شہزادہ اور بادشاہ نے ہیک

انجلو کے سر ڈالا۔ دونوں میں گرا گری ہو گئی۔ سلطان نے اس

دونوں کو ڈنکا۔ ”یہ مست بھولو کہ اس وقت تم دونوں ایک سلطنت

کے رہو اس کی عدالت میں کھڑے ہو۔ آپس میں بچی آؤرت میں

ہمت کرو۔“

دونوں خاموش ہو گئے۔ سلطان نے کہا۔ ”میں پہلی تو تم

دونوں کو قتل کر ادیں لیکن میں سلطان ہیں ان میں وہی کرنا گا

جس کی تھکے تھکے بے اہلیت دی ہے۔“

بادشاہ اور ہیک انجلو کی گرفتاری کی خبر پھیل گئی تھی۔

سلطان مختل تھے اور دہلیز کے خلاف اپنے غم و خسر کا اظہار

کر رہے تھے۔ انہوں نے سلطان کے غم کے چہروں طرف رخ

ہو کر مخاطب کیا کہ دونوں کو سپاہیوں کے حوالے کیا جائے وہ اسے

سزاوار گئے۔

سلطان نے غم سے لکل کر انہیں بتایا۔ ”سزاوار کام

ہے۔ تم سب اپنے اپنے غموں میں پلے جتو۔“

سلطان کا رعب کام کر گیا اور سپاہیوں سے چلے گئے۔

اس نے کہہ دیا بعد اپنی فوج کو میدان میں ایک جا کیا اور اسی جگہ

کئی کے شہر بھی آگئے۔ سلطان نے سب کے سامنے بادشاہ اور

ہیک انجلو کی لہجوں کا فیصلہ سنا چاہتا تھا۔

اس نے بادشاہ اور جنگ انجیل کو سب کے سامنے کھڑا کر دیا اور جہوم کو فن کے جرم سے آگاہ کیا۔

خواجہ حسن نے سلطان سے درخواست کی کہ اس کو فن دونوں کے خلاف جو فیصلہ سنا ہے سنا دیا جائے، کیونکہ اس جہوم سے نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہے۔ اپنی فوج آج فن دونوں کو دیکھ کر فن کی بد مصلحتی اور دغا بازی پر براہم ہے اور عیسائیوں کو اپنے دوسرے آدمیوں کی بے عزتی اور تادیبی کھڑدائی کا شرم ہے۔

سلطان نے کسی کی پردہ کئے بغیر اپنی کھڑدائی چلی رکھی۔ اس نے سب کو بتایا۔ ”یہ دونوں ایسے مجرم ہیں کہ انہیں دنیا کا کوئی بھی قانون معاف نہیں کر سکا۔ اس لئے میں انہیں جو بھی سزا دوں گا حق بجانب ہوں گا۔“

پھر سلطان نے سرود کو بھی طلب کر لیا اور اس کو بتایا کہ بادشاہ نے اس پر کیا الزام لگایا ہے۔

سرود نے جواب دیا۔ ”یہ مجھ پر الزام لگا کر باہمی اٹھو کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور میں اسے ایک سلاش کے سوا کچھ نہ کہوں گا۔ سلطان نے اس سے اتفاق کیا۔ بادشاہ کے جسم پر پادری کا لباس تھا۔

سلطان نے اس لباس کی طرف اشارہ کیا۔ ”بادشاہ! ایک خوش قسمت انسان ہے۔ میں نے بادشاہ کو پادری کے لباس میں گرفتار کیا ہے اور میرا مذہب مجھے اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں مذہبی پیشوا کو کوئی سزا دوں۔ کس نے بد مصلحتی کی اور کون دغا بازی کا مرتکب ہوا، میں نہیں جانتا اس لئے میں بادشاہ کو معاف کرتا ہوں۔ بادشاہ جب چاہے میدان جنگ میں میرے مقابلے میں؟ سکا ہے میں اس کا اہلستہ استقبال کروں گا۔ میں سلاش کو ذرا بھی پسند نہیں کرتا۔“

اس کے بعد سلطان نے جنگ انجیل کی طرف دیکھا۔ ”میں نے بادشاہ کی وجہ سے اس کو بھی معاف کر دیا۔ یہ بھی مجھ سے میدان جنگ میں مقابلہ کر سکا ہے۔“

بادشاہ نے کسی قسم کی پردہ کے بغیر سلطان کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے بوسہ دیا۔ ”سلطان! آپ بلاشبہ دنیا کے بہت بڑے انسان ہیں۔ میں آپ کو جانتا ہوں اور آپ سے ہم کمالی کا شرف ملا ہے میں آپ کا احسان کبھی بھی نہیں بھولوں گا۔“

کچھ اسی قسم کے جذبات کا اظہار جنگ انجیل نے بھی کیا۔ اور وہ یہ کھڑدائی چلی تھی۔ دوسری طرف ایک چھوٹے سے کمرے میں پادریوں اور راہبوں کی غلبہ مجلسی مشابہت جلی تھی۔ پانچ خندہ لکھتے بیچ رہے تھے۔ وہ اپنے دند کے آریہ لکھتے کے عکسوں کو یہ تھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ اگر

مسلمانوں کے پڑھتے ہوئے قدم ہمیں نہ روکے مگر تو پھر مسیحی دنیا کا خدا حافظ ہے۔

سلطان کے فیصلے سے بھی عیسائی بہت خوش تھے جن کا خیال تھا کہ مسلمان قاتل خونخوار اور مفاک ہیں۔

سلطان نے آئی شہر میں اس وقت تک قیام کیا جب تک کہ خواجہ حسن نے شہر کی مدد سے ایک فتح پلہ نہ تیار کر لیا۔ یہ فتح پلہ عہد ہی خلیفہ کو روکنے کر دیا گیا۔ خلیفہ نے سلطان کو فتح کی مبارکباد دی اور اس کے حق میں دعا دی۔

خیموں سے باہر یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ غصے کے اندر بیٹیا عیسائیوں کی شکست اور آئی کے مفتوح ہو جانے سے کسی قدر ملول ہو گئی تھی۔ اس کو سرود کی کھڑدائیں پر غصہ آیا اور جب اس کو یہ بتایا گیا کہ عیسائی بادشاہ کو سرود نے گرفتار کر دیا تو اور زیادہ دکھ ہوا۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان نے ایک بڑے جہوم کے سامنے بادشاہ اور اس کے سپہ سالار جنگ انجیل کو معاف کر دیا تو بیٹیا کو اس سے اتنی خوشی ہوئی کہ چہ خوش۔

جب یہ ساری کھڑدائی ختم ہو گئی اور سلطان بیٹیا کے پاس پہنچا تو بیٹیا نے مسکراہٹیں سے اس کا استقبال کیا۔ وہ عیسائیوں کی شکست اور آئی کی تسخیر سے جتنا ملول ہوئی تھی اتنی ہی بادشاہ اور سپہ سالار کی رہائی، آزادی اور معافی سے خوش ہوئی۔ وہ مسلمانوں کو کھینٹنے سے قاصر تھی، اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ

سلطان نے فن دونوں دغا بازوں کو معاف کس طرح کر دیا۔ فن کا جرم تو ناقابل معافی تھا۔

سلطان نے اسے فکر مند دیکھا تو سوال کیا۔ ”تو کیوں فکر مند ہے؟“

بیٹیا نے جواب دیا۔ ”میں فکر مند نہیں حیرت زدہ ہوں اور دل میں جو خیال آ رہا ہے میں فن کے جواب دہ ہوں۔“

سلطان نے پوچھا۔ ”دل میں کس قسم کے خیال آ رہے ہیں؟“

اس نے جواب دیا۔ ”یہ کہ سلطان نے فن دونوں کو کیوں معاف کر دیا جو مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کے قاتل تھے۔“

سلطان نے جواب دیا۔ ”فن کی سلاش سرود نے کی تھی اور پھر یہ کہ جس وقت بادشاہ کو گرفتار کیا تھا وہ پادریوں کے لباس میں تھا اور میں نے ہی پیشواؤں کی عزت کرنا ہوں۔ فن کو کسی قسم کی عزت نہیں دی جاسکتی۔“

بیٹیا کو اس منطوق فطرت کے حامل انسان کی باتوں پر حیرت تھی لیکن اس نے سرود کی عظمت کی اور سلطان کو مثلاً بتایا۔ ”سرود کے بارے میں آپ اگرچہ خوش قسم ہیں مگر میں

لور میری قوم اس سے مطمئن نہیں ہیں۔

سلطان نے کہا۔ ”میرے فیصلے میرے اپنے ہوتے ہیں۔ میری اپنی ایک رائے ہوتی ہے اس لئے مجھ کو تیری یا میرے قوم کی رائے سے کیا تعلق۔“

سینٹ نے مشورہ دیا۔ ”آپ کو دوسروں کی بات ضرور سنا چاہئے خو نہ آپ اسے نہ مانیں۔“

سلطان نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ ”ٹھیک ہے، تمھ کو جو کچھ کہنا سنا ہے کہہ من لے۔“

سینٹ نے کہا۔ ”ہر روز کا ذہن صاف نہیں، سوچنا کچھ ہے فیصلہ کچھ کرتا ہے لور عمل کچھ کرتا ہے۔ ایسے آدمی کا کیا بھروسہ اس کے ساتھ ہی نا تجربہ کار بھی ہے۔“

سلطان نے بے نیازی سے کہا۔ ”یہ ساری باتیں میں بھی جانتا ہوں۔“

سینٹ نے پوچھا۔ ”میں آپ سے ایک بات جانتا چاہتی ہوں ہر روز کے حوالے سے!“

سلطان نے پوچھا۔ ”پوچھ تو کیا جانتا چاہتی ہے؟“
سینٹ نے کہا۔ ”وہ کسی کے بدلے میں بھی کچھ کہہ سکتا ہے۔ دوسروں سے کہلا سکتا ہے اگر اس نے آپ کی باتوں کے ساتھ یہی کیا تو آپ کیا کریں گے؟“

سلطان نے جواب دیا۔ ”یہ تو وقت بتائے گا کہ میں کیا کروں گا۔ میں غیرت مند ضرور ہوں لیکن جذباتی نہیں۔ میرے جوش میں بھی ہوش شامل رہتا ہے۔“

سلطان سینٹ کو زیادہ وقت نہیں دے سکتا تھا لور و عورت کو اتنی حیثیت بھی نہیں دیتا تھا کہ اس کی باتیں سن لور اس سے مشورہ لے لور پھر مشوروں کے حسن دج پر بھی غور کرے۔ و عورت کو بس عورت ہی سمجھتا تھا، ایک ایسی جنس جس سے جسے نسل دہست ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

پادریوں، راہبوں لور عیسائیوں میں ہر روز کے لئے بڑی تقریں لپٹی جاتی تھیں۔ اس کو تھل لور دھوکے بڑ کہا جا رہا تھا۔ و آزادی سے گھوم پھر بھی نہیں سکتا تھا اس کو اپنی بات کا خطرہ لاحق ہو چکا تھا۔ ہر روز کا خیال تھا کہ سلطان، بادشاہ لور ہیک، انجیل کو قتل کرا دے گا لور اس طرح اس کی سڈش پر پردہ پڑ جائے گا لور و بادشاہ کے مینو لور دشمنی سے بھی محفوظ ہو جائے گا لیکن دونوں کی دشمنی نے ہر روز کو فکر مند کر دیا تھا اس کو سلطان کا فیصلہ لور کھینچ کر بھی نہیں لگی تھی۔

ہر روز کے کلون میں یہ اتفاق کب رہے تھے کہ ان کی لٹل کی

سڈش کا بنیادی مقصد ہر روز ہے لور بادشاہ نے جو کچھ بھی کیا اس میں ہر روز کی تجویز کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ملائکہ سلطان نے اس پر توجہ نہیں دی تھی لور اس پر کسی قسم کا اثر بھی نہیں دیا تھا مگر ات شب تھا کہ سلطان نے اس کا اثر ضرور لیا ہوگا۔

سلطان مبلغ اپنے کام میں مشغول تھے۔ و غریبوں لور ٹالروں کی بستیوں میں جلتے لور ان کے سامنے اسلام کی سادگی لور آسانی پیش کرتے۔ یہ چیزیں ان میں سے بیشتر کو پسند آ جاتیں لور و سلطان ہو جاتے۔

کچھ ایسے خاندان بھی تھے جو مسلمانوں کی خوش حالی سے متاثر تھے لور اس کا واحد سبب مسلمانوں کی عسکری خدمت کو سمجھتے تھے۔ ایسے لوگ اسلامی لشکر میں شامل ہونا ضروری سمجھتے تھے۔ و سلطان سے درخواست کر رہے تھے کہ انہیں مسلمانوں کی فوج میں شامل کیا جائے لیکن سلطان انہیں بھی فوجی تربیت نہیں دینا چاہتا تھا، فی ٹال و جنگوں کا سلسلہ بند کر دینا چاہتا تھا۔ و نو مسلموں کو فی ٹال اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے لئے، پھر انہیں رہے لے جا کر یا قندہ فوجی بیٹا چاہتا تھا۔

آنی میں ہر طرف سے ہر روز کے خلاف آوازیں اٹھ رہی تھیں۔ عیسائیوں نے اسے برطانوی لور دھوکے بڑ کہا شروع کر دیا تھا ہیکل جولی وہاں جس جس سے ملا اس نے یہی کہا کہ ہر روز جمونا لور تھل ہے۔ خواجہ حسن اور شہزادہ ملک شہ و دوسرے سرداروں کے ساتھ ان آوازوں سے کربیت محسوس کر رہے تھے۔ و ہر روز کے بدلے میں سلطان کو کوئی مشورہ بھی نہیں دے سکتے تھے۔

ہیکل جولی نے سلطان کی شان میں ایک قصیدہ لکھا۔ و سلطان کو بہت پسند آیا۔ پھر یہ قصیدہ آنی کے عیسائیوں کو دے دیا گیا لور اس طرح اس قصیدہ کو بڑی شہرت ملی۔

ہر روز کو یہ قصیدہ اچھا نہیں لگا۔ کیونکہ اس کو سلطان ہی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ سلطان نے بادشاہ لور ہیک، انجیل کو موقع کر کے ہر روز کے ساتھ بڑی زیادتی کی تھی۔

ہیکل جولی نے یہ قصیدہ ہر روز کو سنایا تو اس نے منہ بنا کر کہا۔ ”یہ قصیدہ لکھتے میں تو نے جلدی کی ہے۔“

ہیکل جولی نے جواب دیا۔ ”میرا خیال ہے میرا قصیدہ ہر وقت لکھا گیا ہے۔“

ہر روز نے کہا۔ ”یہی قصیدہ اگر رہے میں لکھا جاتا تو اس کو پورے گا چھٹائی میں شہرت لور مقبولیت حاصل ہوتی۔ لیکن آنی میں اس کو سنا کر دشمن ہی پڑھ سکیں گے۔“

آنی کا ایک رنیل بھی ہیکل جولی کو قصیدے کی دلدیجے آیا

وہیں ہروز بھی موجود تھا۔ رئیس نے ہروز کے بلے میں پھل چھلکا۔
”یہ کھتا ہے؟“

مائیکل جواب دے جواب دیا۔ ”ہروز سلطان کا سترہا، سترہا
ہروز اس کو کون نہیں جانتا۔“

رئیس نے آنکھیں کھول کر ہروز کو دکھا۔ ”تو یہ ہے ہروز خدرا!“
ہروز نے غصہ میں رئیس کو دیکھا اور پھل چھلکا۔ ”کیا میں پوچھ سکتا
ہوں کہ میں خدرا کیوں کر ہوں۔ میں سلطان اور مسلمانوں کا دھڑلہ
ہوں۔“

رئیس نے کہا۔ ”تو مسیحیت کا خدرا ہے تو نے اپنے مذہب
سے اپنے دین سے غداری کی ہے۔“

ہروز جو کچھ کہتا چاہتا تھا بر ملا بھی کہ نہیں سکتا تھا۔ ”تم
لوگ مجھے مجھے ہی نہیں۔ میں نے جو کچھ بھی کیا۔ مسیحیت اور
عیسائیوں کی بھٹائی کے لئے کیا ہے۔ اور میں جو کچھ کر رہا ہوں اس
کا نتیجہ چار سالوں بعد سامنے آئے گا۔“

رئیس نے جس کر پھریا۔ ”چھ سال کی ایک ری۔ اگر
سلطان، یوڈیٹ اور ہیکل، بخلو کو سوت نہ کرنا تو تیری ضرورت
اور غداری کا نتیجہ ظاہر ہو چکا ہوتا۔“

ہروز وہاں سے جانے لگا تو اس نے روک لیا۔ ”میں تو یہاں
آیا ہی تیری تلاش میں تھا۔ اگر تو یہاں مل نہ جاتا تو میں اس شاعر
سے تیرا پتہ پوچھتا۔“

مائیکل جلی نے دونوں کے درمیان کھڑے ہو کر چچ پھو کر ہا
چلا اور رئیس نے اس کو دھکا دے کر ایک طرف کر دیا۔ ”تو ج
ہے ہٹ جا۔“

مائیکل جلی پھر چچ میں آیا۔ ”بھئی! ہروز سے مت بھگتوں
دونوں یہ سلطان کا سترہا خاص ہو رہا ہے۔“

رئیس نے کہا۔ ”میں اس کو غداری کی حیثیت سے جانتا ہوں
جس کو کچھ نہیں۔“

ہروز بھی سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ ”تو یہاں کیوں آیا ہے اور
مجھ سے کیا چاہتا ہے؟“

رئیس نے ہروز کے گل پر ایک پتھر مید کر دیا۔ ”میں یہ
چاہتا ہوں کہ تیری جان لینا چاہتا ہوں۔“

چلانے کی شدید ضرب نے ہروز کو لڑکھڑا دیا۔
مائیکل جلی نے ہروز کو ہنگامہ دیا۔ ”تو یہاں سامنے سے ہٹ جا
اگر کچھ ہو گیا تو میں بدنام ہو جاؤں گا۔“

ہروز بیلوی طور پر لڑا اور بھگتا نہیں تھا لیکن ہاتھیں کے
درمیان وہ کر حوصلہ پیدا ہو گیا تھا، اس نے بھی رئیس کا گریبان پکڑ
لیا اور اس کو ہٹکے دینے لگا۔

مائیکل جلی خیمے سے کل کر مد لینے گیا اور جب چار ساتھیوں
کو لے کر آیا تو معلوم ہوا کہ رئیس نے خنجر لہ کر ہروز کو زخمی کر دیا
ہے۔ وہ بھانکا چاہتا تھا مگر شاعر کے ساتھیوں نے اس کو پکڑ لیا اور اس
کا خنجر بھی چھین لیا۔

ہروز کو زخمی حالت میں اس کے اپنے خیمے میں پہنچا کر سلطان
کو اس کی خبر کر دی گئی۔ سلطان نے اپنا طبیب خاص ہروز کے
علاج کے لئے اس کے خیمے میں بھیج دیا۔

سلطان نے رئیس کے لئے حکم دیا کہ اس کو فی الحال قید کر دیا
جائے اور ہروز کے صحت یاب ہو جانے پر اس کے ساتھ سلطان کی
خدمت میں پیش کیا جائے۔

مائیکل جلی کو ہروز سے امدادی تھی۔ وہ اس کے پاس ہی بیٹھ
گیا اور کہا۔ ”ہروز! میرے دوستہ جب تک تو صاحبِ غراش ہے
میں تیرے پاس ہی رہوں گا۔“

ہروز نے کر لہجے ہوئے پوچھا۔ ”وہ رئیس کہاں ہے؟“
شاعر نے جواب دیا۔ ”وہ قید کر دیا گیا ہے۔“

ہروز سے بولا نہیں جا رہا تھا، انک انک کر رہا تھا۔ ”اس
ساتھ کی خبر سلطان کو پہنچا دی گئی؟“

مائیکل جلی فکرس چار رہا تھا۔ ”ہاں! پہنچا دی گئی۔ سلطان کو
اس خبر سے بہت دکھ پہنچا، غصوں کر رہا تھا۔“

ہروز نے سولہ فکروں سے دیکھا۔ ”کیا تو جج کہ رہا
ہے؟“

مائیکل جلی نے جواب دیا۔ ”اگر میں نے سلطان کو تیرے
حالات کی خبر نہ کی ہوتی تو آج تیرے خانے کے لئے تیرے پاس
شعلی طبیب موجود نہ ہوتا، اسکے علاوہ تیرا دشمن، تیرا حسد اور قید
خانے میں نہ ہوتا۔“

ہروز نے لہجے سے منہ پھیر لیا۔ ”کچھ مجھ میں نہیں آتا تو
کہاں تک جی بول رہا ہے۔“

شاعر نے جواب دیا۔ ”میں بھوت کیوں بولوں گا۔ میں
نے جو کچھ بتایا اس میں ایک لفظ بھی بھوت نہیں۔“

ہروز نے کہا۔ ”اگر تو سچا ہے تو یہ سلطان میرے پاس کیوں
نہیں آیا؟“

مائیکل جلی کہنے لگا۔ ”تو کب سے سلطان کے پاس ہے؟“
اس نے جواب دیا۔ ”کئی سال سے۔“

مائیکل جلی نے کہا۔ ”پھر بھی یہ ذرا سی بات تیری کچھ
میں نہیں آتی کہ سلطان سلطان ہے اور تو اس کا ایک معمولی سا
خدمت مگر ہے۔ سلطان ایک معمولی خدمت مگر کو دیکھنے کیوں
آئے گا؟“

ہروز نے اپنی رمل اپنے احساس اور اپنے وجود پر جوتے سے پڑتے محسوس کئے۔ شاعر نے اس کو آئینہ دکھا دیا تھا اور اس آئینہ میں اس نے اپنا معمولی اور کمرہ چروا دیکھ لیا تھا۔
وہ رونے لگا اور آہستہ سے پوچھا۔ "مائیکل جولی تو بالکل ٹھیک کتا ہے۔ میں ایک معمولی سا خدمت نگار ہوں۔ لب یہ بتا کہ کیا میں ٹھیک ہو جاؤں گا؟"

مائیکل جولی نے جواب دیا۔ "ہاں، تو ٹھیک ہو جائے گا کم از کم طیب نے کیا بتایا ہے۔"

خواجہ حسن نے کئی دوسرے سردار بھی اس کی حراج چری کرنے آئے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ سلطان کی بدست پر اس کو دیکھنے آئے ہیں۔

خواجہ حسن نے پوچھا۔ "ہروز! آئی سیکھیں رئیس نے کیا کہیں کیا؟"

ہروز نے جواب دیا۔ "میں نے من کے بلا شکرہ سپہ سالار کو۔" اس سے بولا نہیں جلد ہوا تھا۔ "وہ مجھے غدار کہہ رہا تھا۔ مسیحت کا غدار۔"

ہروز نے منہ پھیر لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔
خواجہ حسن نے دوسرے اس کے پاس کچھ دیر رہے اس کے بعد چلے گئے۔ شاہزیادیں موجود تھیں۔

جب ہروز کو یہ اندازہ ہو گیا کہ آنے والے چلے گئے ہیں تو اس نے کر دھڑ بولی اور آنکھیں کھول دیں اور پوچھا۔ "کیا سب چلے گئے؟"

مائیکل جولی نے جواب دیا۔ "ہاں، وہ چلے گئے اور یہ جان کر خوشی ہوئی کہ انہیں سلطان نے بھیجا تھا۔"

ہروز معلوم نہیں کیا سوچ رہا تھا پھر اچانک سوال کیا۔ "مائیکل جولی! سچ بتا، کیا تو بھی یہی کہے گا کہ میں نے مسیحت سے غداری کی ہے؟"

شاعر نے جواب دیا۔ "ہاں، کتا تو یہی جلتے گا۔"
ہروز کا دم گھٹا جلد ہوا تھا کیونکہ وہ جو کچھ کتا چلتا تھا نہیں کہہ سکتا تھا۔ "میں نے کیا کہیں کیا؟ یہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتا۔ میں نے غداری نہیں کی جبکہ سلطان کا اہل و عیال حاصل کرنے کے لئے مینا کرنا میرے لئے ضروری تھا۔"

مائیکل جولی نے اس کا ساتھ دیا۔ "جب ہم مسلمانوں کے ساتھ رہیں گے تو ہمیں یہ بھی کرنا پڑے گا اور میں تو اب مسلمان ہوں۔"

شہزادہ ملک شہ بھی اس کو دیکھنے آیا اور اس کی تعریف کی۔ "ہروز! تو نے ہلکے لئے جو کچھ کیا اس کے ہم اسلحہ سے

ہیں۔ اس رئیس پنہیز کو وہی سزا دی جائے گی جس کی تو مستحق کرے گا۔"

ہروز کے دل پر اس نری اور خوش اخلاق نے مرہم کا کام کیا، وہ خواست کی۔ "میں رئیس سے لیک بدلتا چلتا ہوں۔"
شہزادے نے جواب دیا۔ "لو! دیا جائے گا۔"
شہزادہ بھی کچھ دیر بیٹھ کر چلا گیا اور ہروز کو طمانیت حاصل ہوئی۔

پانچویں دن سلطان بھی اس سے ملا۔ وہ کچھ دیر ہروز سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے ہروز کو یقین دلایا کہ اس کا شہزادہ علاج جلدی رہے گا اور یہ بھی بتایا کہ پانچویں وقت کی لمکڑوں میں اس کے لئے انتہائی دعائیں مانگی جا رہی ہیں۔

ہروز سلطان سے کئی شکایت کرنا چلتا تھا مگر صحت نہیں پڑ رہی تھی۔

اچانک سلطان نے سوال کیا۔ "تو رئیس سے کیوں ملنا چلتا ہے؟"

ہروز نے جواب دیا۔ "میں اس سے پوچھوں گا کہ تو نے کیا کہیں کیا۔ میں نے اپنا حق لیا کیا تھا۔"

سلطان نے کہا۔ "اس سے اس قسم کی باتیں مت کرنا کیونکہ اس سے حاصل کیا ہو گا؟"

ہروز نے جواب دیا۔ "اس سے باتیں کر کے میں اپنے دل کا بوجھ ہٹا کرنا چلتا ہوں۔"

سلطان نے کہا۔ "ہم جیڑی ہر خواہش پوری کریں گے کیونکہ تو غداری و غداری میں ڈلے ہو اسے۔"

ہروز نے عرض کیا۔ "کیا میں آج آپ سے آزادی اور بے تکلفی سے باتیں کر سکتا ہوں؟"

سلطان نے کہا۔ "میں نے ایلات دی لیکن بات فکری ہونا چاہئے کیونکہ میرے پاس زیادہ وقت ہے بھی نہیں۔"

ہروز نے کہا۔ "آپ مجھے پانچویں دن دیکھنے آئے جبکہ میرا خیل تھا کہ آپ خود اشراف لائیں گے۔"

سلطان نے جواب دیا۔ "لب تو اچھا ہو جائے گا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

ہروز نے پھر کئی سوال نہیں کیا۔ سلطان نے کہا۔ "رئیس کو میرے پاس بھیج دیا جائے گا۔ اور دیکھ، فضیلت باتیں مت سوچا کر۔"

سلطان نے پھر آنے کا وعدہ بھی نہیں کیا اور چلا گیا۔

شہر مائیکل جولی نے بہت زیادہ وقت دیا اور دونوں میں ۵۰ ہفتی باتیں ہوئیں۔

سلطان نے دہلی کی چوڑی کر دی ہے یہ بات بھی شام
نے ہی بہروز کو بتائی۔ رئیس بھی تک اس کے پاس نہیں بھیجا گیا
تھسا۔ بہروز کسی حد تک صحت یاب ہو گیا تھا۔ رئیس شہزادہ
لک شہ کے ساتھ دہلی سے دہلی کے ساتھ اس کے پاس آیا۔
بہروز بیٹھ گیا اور رئیس کو کچھ دیر رکھا رہا۔

شہزادہ لک شہ کچھ دیر کے لئے وہاں سے ہٹ گیا اور
کہا۔ ”تو اس سے آزادی سے باتیں کر لے۔ میں پھر آؤں گا۔“
شہزادے کے بہتے ہی رئیس نے کہا۔ ”فسوس کہ تو زہر
خا گیا حالانکہ میں نے کھری زخم لگایا تھا۔“

بہروز نے پوچھا۔ ”لیکن تو مجھے کیوں مارا چاہتا تھا؟“
رئیس نے جواب دیا۔ ”یعنی ابھی تک تو یہ بھی نہیں جانتا
کہ میں نے کیا کیوں کیا؟“

بہروز نے کہا۔ ”اگر اس سول کا جواب میرے پاس پہلے
سے موجود ہوتا تو میں سول کیوں کرتا؟“

رئیس نے کہا۔ ”تو نے مسیحیت سے غداری کی ہے، میں
یہ بات کبھی بھی نہیں بھولوں گا۔“

بہروز نے کہا۔ ”ایسا نہیں ہے۔ میں نے ایسا کیوں کیا
اس سول کا جواب مستقبل میں ملے گا۔ میں کیا جواب دوں اگر
میں مسیحیت اور ہندو شہ کے خلاف ہوتا تو آج وہ آزاد نہ ہوتا اس کو
میں نے آزادی دلائی۔ اب اگر میں چاہوں تو تجھ کو قتل کر دوں
لیکن میں یہ نہیں کرؤں گا۔ میں تجھ کو آزاد کر دوں گا۔ میں نے
سلطان کا حکم حاصل کر لیا اور اس کا جو قاتل مسیحیت کو پیچھے گا تو
اس کا بھی قصہ تک نہیں کر سکے گا۔“

رئیس کچھ کچھ تھل ہو رہا تھا۔ مائیکل جوبل نے سرے
دلوں سے کہا۔ ”اب تم دونوں اس کو یہاں سے لے جاؤ۔“
”پھرے دلوں نے جواب دیا۔ ”ہمیں شہزادے کا انتظار
ہے، ہم اس کا حکم نہیں لے سکتے۔“

کئی دیر بعد شہزادہ آزاد اور رئیس کے بارے میں پوچھا۔
”بہروز میرے دشمن کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟“

بہروز نے جواب دیا۔ ”یہ مجھے قتل نہیں کر سکا اس لئے
اس کو چھوڑ دیا جائے۔“

شہزادے نے پھر پوچھا۔ ”یہ فیصلہ اپنے ہوش و حواس
میں کر رہے ہو؟“

اس نے بواب دیا۔ بالکل میں اس پر احسان کرنا چاہتا ہوں۔
شہزادے نے اسی کو اس وقت چھوڑ دیا۔ ”جواب تو آزاد ہے۔“

رئیس کو یہ سب کچھ خوب و خیل جیسا لگ رہا تھا۔
پوچھا۔ ”کیا میں واقعی آزاد ہوں؟“

”بالکل آزاد اس کے لئے بہروز کا شکر یہ لیا کرتا۔“
رئیس نے اس کے گلن میں کہا۔ ”میں میرا بے حد شکر
مکمل ہوں اور آج میری پاکیزگی اور دیانت دہلی کا اعتراف کر رہا
ہوں۔“

شہزادے نے کہا۔ ”یہ شہزادہ ایک انجیلو بھی اسی کی
سفارش پر رہا جسے گلے لب تو چھوڑا جا رہا ہے۔“
رئیس کو رہائی مل گئی۔ وہ اپنے گھر چلا گیا۔

مسلمانوں نے آئی کو آسانی سے نہیں چھوڑا۔ پادریوں،
رہیوں اور شہزادوں نے اس شہر کو اپنی ملک کی طرح رکھا تھا۔
گر جاننا کا یہ عظیم الشان شہر کی آغوش کی طرح تھا۔ گھوڑوں
اور مویشیوں کا شائق سلطان خود بھی یہ محسوس کر رہا تھا کہ شہر
ان کے پاس پکڑا رہا ہے۔

آئی کو فرسخوں پیچھے چھوڑنے کے بعد انہیں سکون ملا
تھا۔ ”ہیلینا سلطان، خواجہ حسن، شہزادہ لک شہ بھی یوں محسوس
کر رہے تھے گویا کسی طلسمی شہر کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔“

سلطان نے یہ اعلان بھی کر دیا تھا کہ وہ فی الحال
جنگوں سے گریز کرے گا۔ کوئی میسلی شہزادہ سلطان کی توجہ کا
مرکز نہیں بنے گا۔ اس نے میسلیوں کو اپنے آئندہ کے منصوبوں
سے اس حد تک آگاہ بھی کر دیا تھا کہ اب میسلی اس سے محفوظ
رہیں گے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جب بھی چاہیں
سلطان اور مسلمانوں کو آواز دے کر بلائیں۔ اس نے میسلیوں کی
حقہ توت کو بھی لکھرا۔ اس نے انہیں یہ بھی بتا دیا کہ وہ میسلیوں
کی ان کوششوں اور لڑائیوں سے باخبر ہے جو وہ تسلطیہ اور دوسری
میسلی قوتوں کے اتحاد سے مسلمانوں کے خلاف کر رہے ہیں۔

اس نے واپسی میں لپٹک اپنے گھوڑوں کی لنگھیں مشرق کی
طرف موڑ دیں۔ اس طرف جہاں نہ رہے تھا نہ اصلان نہ
شیراز۔ اہل ہندی شہروں سے فگ تھلک مشرقی ترکستان کی طرف جہاں
دریائے آمو، ہستنا قندہ دریائے آمو جو دریائے جیو بھی کہلاتا ہے۔
فی الحال یہاں مسلمان کا جو کچھ بھی تھا۔ آہلی تھا۔ ترکوں کا آبائی
سکن۔ اسی خاک سے سلجوق بھی اٹھے تھے۔ اللہ کے اس فرمان
کے صدقہ کہ ہر شے اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ سلجوق
بھی اپنے آب و اجداد کی زمینوں کی طرف جلد ہے تھے۔ کیوں؟ اس
سول کا جواب کسی کے پاس بھی نہ تھا۔

دو دریاں یعنی شل میں دریائے نیلون اور جنوب میں دریائے نیلون کے درمیان پھر پھر تھا۔ دریائے نیلون کے قریب آمد کی جانب اس کا دارالحکومت جند واقع تھا۔ ترکان غز کا سرکاری دارالحکومت یہیں آل سلجوق آباد تھی اور یہیں سے اٹھ کر ہر طرف پھیل گئی تھی۔ ان کے قریب دریا نیلون کے دوسرے کنارے پر بھی آباد تھے اور وہاں کے غیر مسلم حکمران بیلو کے دربار سے وابستہ رہ چکے تھے۔ بیغو کوئی ایک فرس رہا نہیں تھا یہ فرس روٹوں کے خاندان کا نسلی لقب تھا۔ جس طرح مصر کے میں خاندانوں کے حکمران فرعون کہلاتے تھے اور بعد میں اسلامی دور کے بادشاہ خلیفہ مصر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ چین میں ہر حکمران خاقان کہلاتا تھا۔ ترکان غز کا فرس روا بیغو کہلاتا تھا اس بیغو کا الپ ارسلان کا پردادا سلجوق پہ سلاطین اعلیٰ ہوا کرتا تھا۔ بیغو کے دربار میں سلجوق کو بے عزت بھی کیا گیا تھا۔ پھر یہ لوگ مسلمان ہو گئے اور مسلمانوں کی طرف سے اپنے ہم وطن و ہم قوم ترکوں سے جنگیں لڑنے لگے۔ سلجوق جلد ہی مر گیا اور وہیں دفن ہوا۔ اس کی لولہ ملو انصر تک پھیل گئی اور ترک تازیوں کے سلسلے ایران سے عراق پہنچ گئی۔ اب سلجوق کا پرچا بہت بڑا فرما رہا تھا۔ اس قلعے نے اپنے بزرگوں سے ساتھ کہ سب خاندان نے اس کے پردادا کو دلیل کر کے دربار سے نکل دیا تھا۔ اب وہ اس حکمران خاندان سے ملاقات کرنے جا رہا تھا۔ اپنے پردادا سلجوق کی بے عزتی کا حساب کتاب کرنے۔ ملو انصر میں ہر جگہ اس کے آبدار ابداد کے نقش قدم موجود تھے اس کے قبیلے کو لڑنے مرنے اور موٹی پانے کا شوق تھا۔ ہزاروں بلک لاکھوں موٹی لومراوہ چراتے یا شکاتے پھرتے تھے۔ پھر یہ لوگ قوموں کے چرواہے بن گئے۔

الپ ارسلان نے ایک چراگاہ میں مویشیوں کے رہن دیکھے۔ ان کے قریب ہی ان رہنوں کے ملک قبائلی خیموں کی بہتی بنائے ہوئے تھے۔ الپ ارسلان نے یہیں پر تو کیا اور اپنے خیمے نصب کروائے۔ گد بان قبائلیوں نے اپنے قریب شکی لشکر کو دیکھا تو ریشہ بن ہو گئے اور اپنے مویشیوں کو ہٹا کر فرار ہونے کا سوچنے لگے۔ الپ ارسلان نے اپنے چہ آدمی ان کے پاس بھیجے اور ان سے کہلایا کہ ہذا اسطرح تہلے سردار سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔

خاندان بدوش کا سردار ذرا بھی نہیں گھبرا یا اور پانچ سو گدیوں کے ساتھ الپ ارسلان کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اس نے یہ کہہ دیں الپ ارسلان کو خاندان میں پیش کر دیں اور کہا "آپ تہلے مسلمان ہیں۔"

الپ ارسلان نے اس خاندان کو قبول کر لیا مگر پانچ سو گدیوں پر سردار کو نواز اور کہا "میں بھی قسبی میں سے ہوں اور اس پر مجھے غریب ہے۔" یہ خاندان بدوش بھی ترکان غز کی شل سے تعلق رکھتے تھے۔ الپ ارسلان کی شل و شوکت سے متاثر تھے۔ سلطان نے اپنے آبدار ابداد کا ذکر کیا تو خاندان بدوش کا سردار اس سے کبھی طرح اختلاف ہو گیا۔ اس نے سلطان سے کہا "آپ تو ہمارے رشتہ دار بھی ہیں۔ بیٹے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

سلطان نے خاندان شل سے کہا "اس وقت تو تو ہمارا مسلمان ہے اور یہ ہمارا علاقہ میرے زیر نگیں ہے۔ بول، تو مجھ سے کیا مانگتا ہے؟"

خاندان بدوش سردار احسان کسری کا شک ہو گیا جواب دیا۔ "آپ جو چاہیں کہیں، لیکن یہ نہ کہیں یہ آپ کا زیر نگیں علاقہ ہے۔ یہ سرزمین ہمدی ہے اور ہم جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ آپ ہم سے یہ حق نہ چھینیں اور اس پر اپنی ملکیت کا دعویٰ نہ کریں۔"

الپ ارسلان نے کہا "میں یہ دعویٰ نہیں کر رہا بلکہ ایک حقیقت تجھ پر واضح کر رہا ہوں اور تجھ کو یہ بھی یقین دلانا ہوں کہ تو یہاں بالکل آزاد ہے اور کوئی بھی تجھ سے مزاحمت نہیں کرے گا تو نہایت آزادی اور بے غمگی سے زندگی گزارے۔ سلطان نے محسوس کیا کہ خاندان بدوش سردار اس کی زبانی یقین دہانی سے مطمئن نہیں ہے۔ سلطان نے اس کی تشفی کی خاطر ایک پروانہ بھی مرحمت فرمایا۔ سلطان نے اس کو چٹکشی کی "تو اپنے نوجوانوں کو ہمدی فوج میں بھیج، ان کی زندگیوں میں جائیں گی؟ خاندان بدوش سردار نے پوچھا "آپ کی فوج سے ہمدی نوجوانوں کو آخر ملے گا کیا؟"

سلطان نے جواب دیا "ہمدی ملیں گے۔" خاندان بدوش سردار کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ہمدی سے آدمی کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ پوچھا "ہمدی کا فائدہ؟" سلطان نے سردار کے حراج کے مطابق بات کی "تیرے جہاں میری فوج کے ساتھ قلعے اور شہر کریں گے اور وہاں سے ہمیں جو ملتی فائدے حاصل ہوں گے تیرے جہاں اس کے حصے دار ہوں گے۔"

یہ بات خاندان بدوش سردار کی سمجھ میں آگئی "تب میرے جہاں آپ کی فوج میں ضرور شامل ہوں گے۔"

سلطان نے خاندان بدوش کی دعوت کو دی اور ان کی گدیوں کو نفع کر کے انہی کو کھلا دیا خاندان بدوش بہت خوش تھے کہ ان کی قوم

کانپڑی تاجہ کے دروازے پر کزائیعوں کے استقبال کا حکم ہے
اس کو یہاں خود آنا چاہئے۔"

خواجہ حسن نے اڑتے اڑتے پہنچا مسلمہ اگر وہ یہاں خود سے نہ آیا؟“

سلطان نے فورا جواب دیا "تب پھر میں اس کو معزول کر دوں گا اور اس کی جگہ دوسرا بیٹھونے لے گا، لالہ زیرک" سلطان کو چہرہ کھینے کا شوق تھا۔ وہ اپنے شہسواروں کے ساتھ چوگان کھینے لگا اس نے اپنی لمبی ہلکے غیر معمولی لمبی دھڑھی میں تین کرہیں لٹائی تھیں۔ وہ اپنے گھوڑے کو گیند کے تعاقب میں ادھر ادھر دوڑا رہا تھا اس مشقت اور جان فشانی کے دوران اس نے میدان کے باہر خواجہ حسن کے ساتھ ایک دفعہ کو کھڑے دیکھا۔ وہ سب سلطان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سلطان نے پہلی نظر میں معاملے کا اندازہ کر لیا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "اب کھیل ختم کر دیں خود خواجہ بزرگ کے ساتھ ہم سے ملاقات کرنے آیا ہے۔ میں اس کے پاس بیٹھوں گا۔"

خواجه حسن نے سلطان کو سمجھایا "آپ کھیتے رہیں۔ بیٹو
آپ کا انتقال کر لے گا۔ زحمت و انتظار سے بیٹو اپنی جگہ اور
آپ تسکین محسوس کریں گے۔ کیا یہ مناسب نہیں ہے؟
سلطان پھر کھیل میں مشغول گیا اور بیٹو اس کا انتقال کرنے لگا۔
کچھ دیر بعد سلطان نے کھٹی بو سے ردی سے اپنے چہرے کا پینہ
خسک کیا اور گھوڑے کو بیٹو کے پاس لے جا کر روک دیا۔
نے گھوڑے کی رکاب کو پوسہ دیا۔ اس وقت سلطان بے
حد خوشی اور غر محسوس کر رہا تھا اس نے خواجه حسن کو حکم دیا،
"اس کو میرے خیمہ میں لایا جائے" جب خواجه حسن بیٹو کے
ساتھ سلطان کے خیمہ کے پاس پہنچا تو کچھ سلطان سے بریلانی
کی اجازت پہنچی مگر بیٹو کو ایک بد پھر سلطان کے ہاتھ کو جھک
کر پوسہ دینا پڑا۔ یہی سلطان کو بتایا گیا کہ بیٹو نے غدارانہ
میں دو ہزار بکر ہیں اور اس علاقے کا اصلی شہر، دد من سونا اور
ہلد من چاندی بھی پیش کی ہے اس زمانے کا ایک من سونا دو سیر
کا ہوتا تھا۔

سلطان کو یقین تھا کہ بیغور کو اس کے پروردگار مخلوق کے دین کا نظم نہ ہو گا اور اسے اپنے پروردگار کی قبر تلاش کرنا پڑے گی۔ اور اس طرح وہ بیغور پر غم و اندھ آسانی سے اتر سکے گا۔

خواجه حسن نے بیوقوفی سے کہا "تو دریائے سکھت کے اس پار
اس پہیاب سے لے کر اس پار نہ لہر لنگے قرب و جوار کا فریب روا
ہے، ایک فریب روا کی حیثیت سے تو سلسلے کا مطالعہ بھی ذکر سکھ
تھا مگر تو نے میا نہیں کیا۔ کیا میں پوچھا سکھا ہوں کہ کیوں؟"

کام ایک شخص مسلمانوں کا بادشاہ بن گیا تھا سردار نے اپنے جوجوں کو بتایا کہ ہم کبھی کبھی قلعوں اور بکروٹوں پر غیر منظم ڈاکے ڈالتے ہیں انہیں مل دزر اور دوسری اشیاء تو مل جاتی ہیں لیکن انہیں عمدے اور مناسب نہیں ملتے، لیکن بادشاہ یا حکمران کی فوج میں شامل ہو کر جب شہروں اور قلعوں پر ڈاکے ڈالے جاتے ہیں تو وہاں سے مل دزر اور قیمتی اشیاء بھی ملتی ہیں اور عمدے و مناسب بھی اس لئے سلطان کی فوج میں شمولیت بڑے فائدے کی چیز ہے اس ترغیب سے کئی سو جوان سلطان کی ملازمت میں آگئے اور سلطان نے ان کی شاہدہ پر نذر لائی۔

یہاں سے سلطان جند کی طرف چل دیا۔ خواجہ حسن سلطان کے کرب اور بے چینی کو پوری طرح محسوس کر رہا تھا۔ اس نے ”سلطان محترم! اب آپ رہے واہیں چلیں یہاں آپ کے اہل و عیال کی محرومیوں نقش ہیں اور شاید انہی سے آپ لذت اور بے چینی محسوس کر رہے ہیں۔“

سلطان نے جواب دیا ”تمہیں خواجہ بزرگ یہ بات نہیں ہے! میں یہاں دو مقصد لے کر آیا ہوں۔ وہ خواجہ حسن نے سلطان سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ دو مقصد کیا ہیں لیکن جن نظروں سے اس نے سلطان کو دیکھا تھا ان میں یہ سوال ضرور موجود تھا۔

سلطان نے کہا "خواجہ بزرگ ! مجھے اپنی فوج میں اضافہ
مقصود ہے لہذا میں اس سلسلے میں عربوں پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔
میں ترکوں کو زیادہ سے زیادہ فوج میں لانا چاہتا ہوں۔ انہی ترکوں
کو مسلمان کر لوں گا لہذا انہیں آسودہ حمل بنادوں گا۔ دوسرا
مقصد یہاں آنے کا یہ ہے کہ میں اپنے پر دارا سلجوق کی قبر دیکھنا
چاہتا ہوں لہذا یمینو خانہ ان کے اس ٹکڑے سے بھی ملے گا جس
کے پر دارا نے میرے پر دارا کو اپنی بیوی یعنی لیک عورت کی
خواہش پر ذلیل کر دیا تھا۔ اب میں اس یمینو کے پڑپوتے سے
دارا سلجوق کے حشر پر جلدوب کشی کر دوں گا۔ اب وہ میرا حکوم
ہے لہذا میں اس سے خراج لیا کروں گا۔"

اب خواجه حسن سب کچھ سمجھ چکا تھا۔ اس نے بوا آمد حلقہ بدوش ترک جوہوں کی ایک نئی فوج قائم کر دی اور اس کی دیکھ بھل لوہ قریب و تہذیب کی آمد و بھری خود قہل کر لیا۔

جہ سے پانچ دن کی مسلات سے پہلے سلطان نے اپنے غیے
نصب کرادیئے۔ یہاں خواجہ بزرگ نے پوچھا کیا یہ سنو فرماں
روا کو سلطان کی تشریف آوری سے مطلع کر دیا جائے اس طرح
وہ استقبال کی خاطر یہیں آجائے گا۔"

سلطان نے جواب دیا "تمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں
کوئی عکروں کی حیثیت سے یہ معلوم ہو جانا چاہتے کہ دادا سلطانی

بیٹو نے نکل کر حکمت کے لئے بے جذبے سے جواب دیا۔ "سلطانوں کے لئے نے سلطان اور اس کے خاندان کو جو عزت دی ہے میں اس میں نہ تو کمی کر سکتا ہوں اور نہ اختلاف اور میں بھی سلطان ترک ہونے کی وجہ سے میرا بھی ہے۔"

اب سلطان نے کہا "بھئی مگر سلطان! اگر تو ہمیں اپنا بھئی سمجھتا ہے تو کیا ہمیں بتائے گا کہ اپنے پر دارا سلطنت کا بدن کمال ہے کس حل میں ہے؟"

بیٹو نے جواب دیا "جلدوں آئین کی قسم میں نے دارا سلطنت کے حزر کو اس طرح اپنی نگہداشت میں رکھا ہے جس طرح آپ خود رکھ سکتے تھے۔ آپ جب چاہیں میرے ساتھ حزر پر چلیں اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں۔"

سلطان کو بیٹو کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ اسی وقت بیٹو کے ساتھ اپنے پردنوا کے حزر کی طرف چل دیا۔ خواجہ حسن اور شہزادہ ملک شہد دوسرے کئی سلطنت سرداروں کے ساتھ سلطان سے چھ قدم پیچھے چل رہے تھے۔ بیٹو خواجہ حسن کے پیچھے اور بیٹو کے سرداروں کے پیچھے پیچھے تھے۔

بیٹو نے خواجہ حسن سے شکایت کی "سلطان ہمیں دلیل کیل کر رہا ہے؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا۔ "یہ دنیا دارانہ حکمت ہے یہاں داکٹر رکھا گیا ہے کہ عمل دہرا کرنا ہے اور پناہ گشت ہے۔ آپ کے دلوانے سبھی سلطنت کے ساتھ اپنی بیوی کے بترکالے سے جو سلوک کیا تھا آج آپ اسے بھگت رہے ہیں۔"

بیٹو نے دروازے پر بدھن سب کو اس کی خبر پر آٹھ دیا۔ حزر کو سب سرداروں کے حضور کر دیا کیا تھا اور۔ یہ نہ مت کہ اس کی دیکھ بھل کر رہے تھے ان سب کو نہ تو سنے اپنے شوق پر متوجہ کر رکھا تھا۔ یہاں سلطان اپنے گھوڑے سے اتر اور دھڑلے انداز میں دوڑاؤ بیٹھ گیا۔ حزر کے سر ہانے کی حالت میں لوہاں سنگ رہا تھا۔

سلطان اس انتظام سے بے حد خوش ہوا اور بیٹو سے کہا۔ "یہ تو نے یہاں جو کچھ کیا اس سے میں بے حد خوش ہوں۔" بیٹو نے جواب کبھی کا کام کرنا ہے؟

بیٹو نے حزر کے خدمت گزاروں کی طرف اشارہ کیا "ان میں سے کوئی بھی اور ان کے کاموں کی نگرانی میں خود کرتا ہوں۔"

حزر کے سر ہانے ایک چمر کا تھا اور اس پر کچھ کندہ تھا۔ سلطان نے اس مہلت کو چھانکھا تھا۔ راجہ کے بیٹے سلطنت کا

حزر۔ سبھی سلطنت اپنے باپ راجہ شریا لیل کا سپا جانشین تھا۔ سلطان کو یاد آیا کہ اس کے پر دارا سلطنت کا باپ شریا لیل (نخت کمان) کہلاتا تھا۔ اس کی بہادری اور محنت جسی مشہور تھی۔ بیٹو پیش ہی کے مشہوروں پر عمل کرتا تھا۔

بیٹو نے ذرا جھک کر سلطان کے کمان میں کچھ کہا "یہ مہلت میں نے ایک برتنی سنگ تراش سے کندہ کر لی تھی۔ اس طرح آپ کے پر دارا اور ان کے والد کا نام پیش کے لئے محفوظ اور یاد رکھ ہو گیا اور کوئی بھی شخص بہ آسانی یہاں تک پہنچ سکتا ہے۔" سلطان کو بیٹو کی باتیں بہت اچھی لگ رہی تھیں اور اس نے یہ جو کچھ کیا تھا وہ سلطان کے خیال میں ایک کد بند سے کم نہیں تھا۔ وہ وہاں کچھ دیر کھڑا رہنے دارا اور پردنوا کو یاد کرتا رہا اس کے بعد آہستہ سے کمانے میرے آجواہد لو کی لودھ! اگر تم مجھے دیکھ رہی ہو تو بسا امتزاف ضرور کرو گی کہ میں نے تمہارے پیٹ اور قبل کو کس زیادہ بلند کر دیا ہے۔ اب آلی سلطنت ایک قوت ایک حکمت کا نام ہے۔"

بیٹو نے سلطان سے پوچھا "میں نے اپنی رائے اور مرضی سے جو کچھ کیا وہ آپ کے سامنے ہے اب آپ جو حکم دیں گے اس کا امتداد کر دیا جائے گا۔"

سلطان نے جواب دیا "یہاں ایک چل دی لری سی کھڑی کر دی جائے اور کھڑک کے لئے کمروں کی تعمیر ہونی چاہئے اور دس مہلت دن رات قرآن پاک پڑھ کر پر دارا سلطنت کی روح کو خواب پہنچاتے رہیں۔"

بیٹو نے کہا "اس کا انتظام چھ سات دن کے اندر کر دیا جائے گا۔"

سلطان نے نہایت بے تکلفی سے بیٹو کو ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بولا "واللہ تو میرا بھائی ہے۔ جب میں آٹھیا سے چکا تھا تو میں نے فیصلہ کیا تھا کہ تم کو کسی نہ کسی طرح ذلیل کر کے تم سے میری حکومت چھین لوں گا لیکن تو نے اپنے خلاف زیادتی کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔"

بیٹو نے جواب دیا "میں نے یہ جو کچھ کیا۔ میرے غلوں کیا ہے۔ آپ میری قوم کے نامور فرزند ہیں۔ آپ کے لئے نے آپ کو یہ عزت دی ہے تو میں آپ کی عزت کیلئے نہ کروں۔"

سلطان چلن پھو کر فرش پر بیٹھ گیا اور بیٹو کو اپنے دلہنے ہاتھ پر بٹھا یا خواجہ حسن اور شہزادہ ملک شہد کو بائیں طرف بٹھایا گیا۔ سلطان نے اپنے منی حذر اور خواجہ حسن کو خطاب کیا "تم دونوں دیکھو اور غور کرو کہ میں بیٹو کو کیسی عزت دے رہا

کٹارے

ایک چور نے اپنے ایک ساتھی کو بتایا کہ ایک ایسی بات کی دہرے پچھا گیا جو اس نے کی ہی نہیں تھی۔ جب اس نے تجوری میں سے رقم چرائی تھی تو انگلیوں کے نشان تجوری پر سے مٹا دیے تھے۔

ایک لڑکی نے اپنی سہیلی کو بتایا: "میرا بھائی گھنٹا بھر تک چار بار کپڑے بدل رہا ہے۔"
سہیلی نے پوچھا: "کیا عمر ہے اس کی؟"
لڑکی نے جواب دیا: "آٹھ ماہ۔"

تعلیٰ میں ملنا چھٹا تھا۔ بیٹھو نے ہروز کے کتے میں چھٹی کا تشلیشی نشان لگا دیکھا تھا، دو متلی نشان جو ایک دوسرے کو دائیں بائیں اور اوپر نیچے کاٹ رہے تھے۔ بیٹھو نے چھٹی میں ہروز کو لپک ٹیلے پر بیٹھا دیکھا تو خود بھی دہس چکی گیا اور پوچھا "تو یہاں کیا کر رہا ہے؟"

ہروز نے جواب دیا "میں اٹکاپ زلتہ پر غور کر رہا ہوں۔ یہ زلتہ کس طرح ذیہ وزر کر کے رکھ رہا ہے؟"
بیٹھو اس کا مطلب نہیں سمجھا "اٹکاپ زلتہ یہ کیا ہوتا ہے؟"

ہروز جس ٹیلے پر بیٹھا تھا اس کا اشارہ کیا "یہ ٹیلا اپنے آس پاس کی زمین سے اونچا ہے کل اگر اسے زمین کے برابر کر کے کسی گڑھے پر بیٹھ کر اکر دیا جائے تو یہ اٹکاپ زلتہ کھلائے گا۔"
بیٹھو پھر بھی سمجھ نہ سکا "معلوم نہیں کیسی باتیں کر رہا ہے؟"

ہروز کو ہنسی آئی "تم اپنی قوم کے۔۔۔ بیٹھو ہر معنی سکھ رہے ہو تم کو یہ مقام دہنے میں ملا ہے۔ کل اگر تم سے یہ مقام چھین لیا جائے تو تمہارے کسی ملازم کو یہ بیٹھو بیٹھ کر نہیں رہے گا۔ تم آ کر دیکھو تو یہ اٹکاپ زلتہ کھلائے گا۔"

بیٹھو نے اپنے ذہن پر اند دیا اور کچھ دیر بعد ہروز کا مطلب بتائی سمجھ لیا اسے "تو بہت عقل مند ہے۔"

ہروز نے عقل سے کہا "سلطان سلطان مجھے ہیں ہی خواہ کون تو نہیں پہانتا۔"

بیٹھو نے پوچھا "میں نے آپ سلطان کو سلطان تسلیم کر لیا اور خود اسکا باج گزار بن گیا۔ کیا میں نے کوئی غلط کام کیا؟"

ہوں۔ اب تم دونوں پر یہ فرض ہو گیا کہ میرے بعد بھی بیٹھو کو عزت دیے۔"

دونوں نے بیٹھو کی بات دہرا دی "جس کو اللہ نے یہ عزت دی ہے اسے ہم کیسے چھین سکتے ہیں۔"

سلطان نے فرش پر اس فدا کا نقشہ بنایا جو سلطنت کے حوالہ پر تعمیر ہونی چاہی اور وعدہ کیا کہ اس کا خرچہ خود ہی لیا کرے گا۔ سلطان کی کامیابیوں ہروز کو آتش حسد میں جتا کر رہی تھیں اس نے دیکھا کہ جنگ و جدل کے بغیر ترکوں کا بیٹھو اس کا باج گزار بن گیا۔ یہ بھی جانتا تھا کہ سلطان کی طرح بیٹھو بھی ترک ہے اور اس کے پاس بھی وحشی ترکوں کی فوج موجود ہے۔ ان وحشیوں کو ترتیب اور تنظیم کی فوج میں بد کر آپ سلطان کے منتقل لایا جاسکتا ہے۔ بیٹھو اور اس کے حامیوں نے بھی تک اسلام نہیں قبول کیا تھا اس لئے ان کو سکی بنایا جاسکتا تھا۔ اور اگر وہ سکی ہو جائے تو اسے عیسائیوں کی تائید اور حمایت حاصل ہو جائے گی۔ وہ بیٹھو اور سلطان کو ایک ہی فرش پر بیٹھا دیکھ کر کڑوا ہوا تھا خواجه حسن نے ہروز کے چہرے پر حسد کی ہریمیں دیکھیں تو اسے مشورہ دیا "یہ اقبال معنی کے قتلے میں تو ناحق اپنا خون جلا رہا ہے۔"

ہروز نے کھیا کر جواب دیا "خواجه بزرگ یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں تو بے حد خوش ہوں۔"
خواجه بزرگ نے کہا "تو آگ سے کھیل رہا ہے۔ اللہ تجھ کو عقل سلیم عطا فرمائے۔"

اس دن بیٹھو نے سلطان کی دعوت کر دی اور اس میں اتنے اہتمام اور کثرت سے کام لیا کہ سلطان اس کا اور زیادہ ممنون ہو گیا۔ سلطان نے ہیلیٹا کو یہ علاقہ دکھایا اور کہا "اسی خاک پاک سے آل سلطنت کا خیر عہد ہوا تھا۔"

ہیلیٹا نے یہاں کے ترکوں کو دیکھا تو وہ سب سلطان کے بھائی بڑے ہی غرور آ رہے تھے۔ اس کو سب سے زیادہ حیرت اس خبر پر ہوئی کہ سلطان کے آباؤ اجداد بیٹھو کے آباؤ اجداد کے ملازم رہ چکے تھے اور اب بیٹھو سلطان کا لائق ملازم نظر آ رہا تھا۔

بیٹھو نے ہروز کو ان سب سے لگ تلک دکھا۔ یہ بھی مسلمانوں کی لڑائی میں بھی نہ نظر آیا۔ اس نے خوجہ حسن سے پوچھا "تم لوگوں کے ساتھ یہ کون ہے؟"

خواجه حسن نے جواب دیا "ایک غیر مسلم مسیحی۔۔۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ اپنے ہم قوسوں میں چلا جائے لیکن یہ مسلمانوں ہی میں رہنا چاہتا ہے۔"

بیٹھو کو ہروز میں کشش سی محسوس ہوئی کہ اس سے

ہر روز نے جواب دیا "میں یہ تو نہیں چاہتا کہ کیا غلط ہے کیا
 کچھ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ کسی باپ کی لائق لہو سعادت مند
 لہو دوی ہوئی ہے جو اس کے بعد خاندانی دولت عزت و قدر میں
 اضافہ کر دے نہ کہ اس میں کمی کر دینے کی مجرم شرے۔"
 بیٹو اس کی باتوں پر غور کرتا رہا لہو آخر کد اس کا
 منہ سوچا گیا "تیرا کیا خیال ہے میں نے سلطان کو عزت و احترام
 دے کر کوئی غلطی کی ہے؟"

ہر روز نے جواب دیا "آپ نے سلطان کو دوی دیا جو آپ
 اسے دے سکتے تھے۔ آپ حاضر ہوتے تو اسے کچھ اور دیتے۔
 سلطان طاقتور تھا اس نے آپ سے وہ سب وصول کر لیا جو چاہتا
 تھا۔ سلطان نے اپنے آباؤ اجداد کی عزت اور شان میں غیر معمولی
 اضافہ کر دیا جب کہ آپ نے اس میں غیر معمولی کمی کر دی۔"
 بیٹو کو اس کی باتوں میں حیرت آ رہا تھا۔ کہنے لگا "تو میرے
 ساتھ رہے گا؟"

ہر روز نے جواب دیا "میں جہاں ہوں وہیں ٹھیک ہوں۔"
 بیٹو نے کہا "تو کھنڈ ہے میں تم سے کچھ سیکھتا چاہتا
 ہوں۔"

ہر روز نے جواب دیا "میں سوچ کے جواب دوں گا۔"
 بیٹو اسے اپنے محل میں لے گیا۔ خواجہ حسن کے
 آدمیوں نے یہ خبر اسے پہنچادی لہو خواجہ حسن نے سلطان کو۔
 محل میں ہر روز بیٹو کو بھارہا تھا "آپ کا دین فرسودہ
 ہے لہو درحقیقت آپ کا دین دین ہی نہیں۔ سلجوقیوں نے اس
 وقت ترقی کی جب وہ مسلمان ہو گئے لہو میں نے آپ لوگوں کی
 محبت حاصل کی جب کہ میں نے مسیحی لوگوں۔ میں ہوش سنبھالا لہو
 ان کے لئے آپ سب کچھ قربان کر دیا۔"

بیٹو کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہر روز کتنا کیا چاہتا ہے۔
 "میں فضلی باتوں کا مطلب؟"

ہر روز نے غصے سے ظہر کیا "غصے سے آپ میری باتوں کو
 فضلی کہہ رہے ہیں۔"

بیٹو نے اسے سمجھایا "دیکھ میں نے تم کو محل مند کچھ
 کر چاہا لیکن تو معلوم نہیں کیا مطلب کیا ہنگ رہا ہے۔
 کچھ سے سیدھی سلی زبان لہو سیدھے سادے انداز میں باتیں کر کر
 کچھ میں بھی آؤں۔"

ہر روز نے اپنی بھیدی کلہر کی "میری باتیں اگر سلطان
 باپ اور سلطان تک پہنچ گئیں تو میں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا،
 بس یہی اندیشہ مجھے پریشان کرتا رہتا ہے۔"

بیٹو نے کہا "تو میری طرف سے بے فکر رہ میں تجری

ہر بات راز میں رکھوں گا۔"

ہر روز نے کسی قدر پس و پیش سے مشورہ دیا "سلطان لہو
 اس کا خاندان مسلمان ہو گیا اب آپ عیسائی ہو جائیں تو پوری سبکی
 دنیا آپ کا ساتھ دے گی۔"
 بیٹو نے پوچھا "کوئی لہو تجویز؟"

ہر روز نے مشورہ دیا "دوسری تجویز یہ ہے کہ آپ لہو اہل
 کے سلجوقی حکمرانوں کو سلطان باپ اور سلطان کے مقابلہ پر لاکھڑا
 کریں پھر جب یہ دونوں آپس میں لڑ کر کمزور ہو جائیں تو آپ دونوں
 دونوں کو اپنی آخری دم فوجوں سے لٹکانے لگائیں لیکن اس منصوبے
 پر اس وقت عمل کی سے عمل ہو سکے گا جب آپ دین سکھ میں داخل
 ہو جائیں گے۔"

بیٹو اس تجویز پر کچھ دیر غور کرتا رہا۔ پھر پوچھا "دین
 سکھ مجھے کیا دے گا؟"

ہر روز نے جواب دیا "روحانی سکون۔ اعلیٰ اخلاقی معیار،
 یہ انسان کو ہتھیاروں کے استعمال کے معرعات سے خبردار کرتا
 ہے، یہ عدم تشدد کی تلقین کرتا ہے، یہ ہمیں گناہوں سے بچاتا ہے
 لہو آسمانی بادشاہت کی خوش خبری سناتا ہے۔"

بیٹو کو زور کی جیسی آگئی "عدم تشدد لہو ہتھیاروں
 کے معرعات کی خبر یہ کیا باتیں ہوئیں ہم ہتھیاروں کے رسیا لہو
 اسلحہ جات کے دھنی لوگوں کو عدم تشدد کا درس، شیروں کو روکتی
 کی تعلیم! کیا تیرا دماغ چل گیا ہے۔ جادو ہو جا میرے سامنے
 ہے۔"

ہر روز ڈر گیا کہ کسی یہ سلی باتیں سلطان کے کانوں
 تک نہ پہنچ جائیں۔ نہایت لجاجت سے درخواست کی "آپ میری
 تجویزوں کو درخبر امتنا نہیں سمجھتے تو نہ سمجھیں۔ آپ کو میری باتیں
 کبھی نہیں گنتیں، چلئے کوئی بات نہیں، لیکن اب میری ایک
 درخواست ہے آپ سے۔ آپ اس ملاقات لہو باتیں کا ذکر سلطان
 سے نہ کیجئے۔"

بیٹو اس کا مذاق اڑا رہا تھا جیسے ہرے پوچھا "کیا تو ہمیں
 الحق سمجھتا ہے؟ کیا تجری کوئی ایک بات بھی ایسی ہے جس کا ذکر
 سلطان سے کیا جائے؟ تجری اس وقت کی باتیں من کر میں حیران
 ہوں کہ مسلمانوں نے اپنے درمیان تیرے وجود کو کیوں گوارا کیا
 ہوا ہے؟ بیٹو نے اسے اس کے محل پر چھوڑ دیا لہو ہنستا ہوا چلا
 گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد ہر روز کو اپنے لوہے پر بدھ خضر آیا کہ
 اس نے اتنی جلدی بیٹو پر بھروسہ کیا کہ لیا۔ وہ بیٹو کو نرا
 وحشی لہو لہو کچھ کر خود پر غرور کرنے لگا۔ لیکن بیٹو کا بے
 وقوف وحشی بالہذ بھی نہیں تھا۔ ہر روز کی سلی باتیں اس کی کچھ

میں آگئی تھیں اس ایک کے سوا کہ وہ دین مسیح اعتقاد کر لے اس کے خیل میں ترکوں کے حراج اور سرشت سے قریب اسلام ہی قتلہ کوئی دوسرا دین نہیں۔

سلطنت کی دوسری تولد ملکہ انیسویں کے بعض حصوں پر حکومت کر رہی تھی۔ بیٹھنے فیصلہ کر لیا کہ وہ انہیں آپس میں تقسیم گتھا کر کے دم لے گا اور خود کو عسکری اقتدار سے اتنا مضبوط اور توانا کرے گا کہ ایک ہی حملے میں دونوں قوتوں کو برباد کر دے گا۔

کوہرڈ کی اس بات نے بڑی غیرت والی تھی کہ تولد کو اپنے آبواجد کے وہ قدر اور شان و شوکت میں یا تو اٹھانے کرنا چاہتے یا پھر دنیا سے بیحد ہو جانا چاہتے۔ "طغرل" دہود چغری اور آپ اس سلطان نے اپنے دادا اور پردادا کے وہ قدر میں غیر معمولی اٹھانے کر دیا تھا جب کے بیٹھنے اپنے باپ دادا کی قدر و حرمت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا تھا وہ اپنے آپ پر اُخت بھیج رہا تھا سلطان جتنے دن بھی بیٹھنے کا مسلمان رہا اس کی مسلمان لڑکی سے شادی و فرماں رہا۔ اس نے بیٹھنے کو نہ صرف یہ کہ اس کی حکومت اور عاقبتوں کو برقرار رکھنے دیا بلکہ اس کی حکومت کرنے کی ہاتھ بندھ بند بھی عطا کر دی۔

یہاں سلطان کو اس کے واقع نویسوں نے یہ خبر پہنچائی کہ سلطان کے دوسرے بیٹوں کو ملک شہ کے خلاف وہ غلہ یا جلا ہے اور شہزادہ ملک شہ کے حامد اور بد خونا کو شش کر رہے ہیں کہ وہ بھائیوں کو آپس میں لڑا دیں اور پھر انہیں کٹھ چلیوں کی طرح استعمال کریں۔

سلطان نے یہ مسئلہ خواجہ حسن کے سامنے رکھ دیا اور پوچھا "اب مجھ کو کیا کرنا چاہئے؟"

خواجہ حسن نے عرض کیا "شہزادہ ملک شہ آپ کا سب سے بڑا بیٹا ہے اور اس نے مختلف سمات میں کامیابی سے حصہ لے کر حجت کر دیا ہے کہ وہی آپ کا واقعی اور باقی جانشین ہے۔ آپ اس کی جانشینی کا اعلان فرمادیں شہر میں برپا ہونے سے پہلے ہی دب جائیں گی۔"

سلطان نے پوچھا "اس سے ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا؟" خواجہ حسن نے جواب دیا "یہ کہ شہزادہ ملک شہ کی ولی عہدی سب پر عین اور واضح ہو جائے گی اور پھر کوئی دم بھی نہ مل سکے گا۔"

سلطان کی سمجھ میں یہ بات آئی اور اس نے اس وقت اپنے بیٹوں کے ہم ایک فرمان جاری کر دیا کہ وہ سب طوس کے نواح یعنی لنگن میں جمع ہو جائیں سلطان وہیں اس شب سے طاقت کرے گا۔

کوہرڈ کو صرف اتنی سی سن گئی کہ شہزادہ ملک شہ کی خاموشی میں مخالفت کی جلدی ہے۔ اس کے لئے یہ خبر مکن تھی اور اس میں جو کتنے پوشیدہ تھے ان سے وہ خوب واقف تھا۔ یہ انہیں ہوا دینے کی ضرورت تھی۔ بیٹھنے سلطان کی موجودگی میں اس کے پردادا سلطنت کے حراج کے چاروں طرف چل رہی تھی کا کام شروع کر دیا اور ان میں ایسے کمرے اور تجربے بیٹھے چلنے لگے جن میں حفاظت اور حراج کے خدمت گزار رہ سکیں۔ سلطان نے ملک شہ کو اور زیادہ قریب کر لیا۔ شہزادہ ملک شہ کو کچھ خبر نہ تھی کہ سلطان اس کو کسی محبت سے چھپ چھپ کر دیکھتا رہتا ہے۔ جب بیٹھنے نے سلطان سے کہا کہ وہ زیر تعمیر عمارت چلی کر دیکھ لے تو سلطان نے شہزادہ ملک شہ کو بغیر خاص اپنے ساتھ لے لیا۔

خواجہ حسن نے سلطان کی نظروں سے بچ کر سلطان ملک شہ کو مشورہ دیا "شہزادے ہو شہزادہ! یہی وہ لمحے ہیں جن میں آپ کے مستقبل کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ بادشاہ کا ادب و احترام اور معاملات میں ڈر فہمی کا مظاہرہ، بس یہی باتیں آپ کے درخشاں مستقبل کو محفوظ اور یقینی بنادیں گی۔"

شہزادے نے جواب دیا "خواجہ بزرگ! انیسویں کے میں اداکار نہیں بن سکتا۔ اداکاری، یعنی میں جو نہیں ہوں وہ بن چوں۔ میں جو کچھ ہوں ہر قدم پر اس کا بریل اٹھاتا ہوں گا۔ اس کے سوا کچھ نہیں، اب میرا مستقبل محفوظ ہو یا معدوم مجھے اس کی پروا نہیں۔"

بیٹھنے نے سلطان کو زیر تعمیر عمارت کے پاس کھڑا کر دیا سلطان نے شہزادے کو اشارہ کیا کہ پاس آجائے۔ شہزادہ سلطان کے پاس جا کھڑا ہوا۔ کوہرڈ کی بڑیک میں نظروں سے سب بڑی توجہ سے دیکھ رہی تھیں۔ سلطان نے بیٹھنے سے کہا "آئندہ تو ہمیں جو کچھ دکھانا ہے شہزادہ ملک شہ کو دکھانا کیوں کہ یہ ہمارا سب سے بڑا بیٹا اور ولی عہد ہے۔"

شہزادہ ملک شہ نے عاجزی سے کام لیا "لیکن جب تک آپ ہم میں موجود ہیں اور میری یہ دعا ہے کہ آپ ہمیشہ ہم میں موجود رہیں، میں ہر مسئلہ اور ہر چیز آپ کی رہنمائی اور آپ کی وساطت سے دیکھتا اور سمجھتا چاہتا ہوں۔"

بیٹھنے نے کسی قسم متاثر ہو کر شہزادہ ملک شہ کی تعریف کی۔ "لائق اور فاضل سلطان کا لائق اور فاضل ولی عہد۔ جلدوں آسمان کی قسم شہزادے نے طبیعت خوش کر دی۔"

شہزادے کی تعریف سے سلطان بھی متاثر ہوا تھا۔ کوہرڈ آگے بڑھا اور شہزادے کو مہلک ہڈیوں کی "شہزادے! مہلک ہو کہ آپ نفسی سلطان قرار پائے گا۔"

کہا "میسوس کہ میں سلطان کی ملکیت نہیں ہوں کہ جہاں میں آئے بھیج دیا جائے۔"

شہزادہ ملک شہ کو ہر روز پر غصہ آ رہا تھا اس نے کہا "تجھے ملکیت ملنے میں کتنی دیر لگے گی۔ یہی تو بکاہر ہمارے پاس آتے آتے تو ملکیت بن چکا ہو گا۔"

سلطان نے غیر جہلی آواز میں کہا "تو اس وقت تک بیٹھو کے پاس رہے گا جب تک میرا کوئی دوسرا آدمی نہ آجائے۔" بات ختم ہوئی سلطان کا حکم واضح تھا۔ اس میں اگر مگر کی غنچاؤ نہ تھی۔ ہر روز نے شاہر مائیک جہلی کو اپنے پاس روک لیا۔ سلطان کو اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا ویسے بھی ایک غیر مسلم یا نو مسلم شاہر سے اس کو کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ہر روز اب اپنا کام کرنا چاہتا تھا جس کی وہ پچھلے کئی دنوں سے منصوبہ بندی کر رہا تھا۔ مائیک جہلی بذات خود یہ کام نہیں کر سکتا تھا لیکن جب سے یہ بلور کر آیا گیا کہ اس سے وہ تمدن میں غیر معمولی شہرت بھی حاصل کر لے گا تو وہ شہرہ اس پر آمادہ ہو گیا۔ سلطان وہاں سے واپس ہوا اور طوس کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے رلوگن (طوس) میں اپنے رشتہ داروں کو جمع ہونے کا حکم دیا تھا۔ سلطان کے جاتے ہی ہر روز نے اپنا کام شروع کر دیا اور بیٹھو کو یہ یقین دلایا کہ سلطان اس طرح آہستہ آہستہ اس کی حکومت پر قبضہ کر لے گا۔ اس لئے اس کی تعمیر کو اتنا ہی ذہل دیا جائے۔ بیٹھو نے عذر پیش کیا "لیکن میں سلطان کو وہاں دے چکا ہوں۔ ہر روز نے کہا "تو میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ آپ اپنی زبان سے پھر جائیں، میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ اس کام کو فی الحال اتنا ہی ذہل دیں۔ ہر روز نے بیٹھو کو بتایا، "رلوگن میں سلطان نے مزید رشتہ داروں کو اس لئے بلایا ہے کہ وہاں سب کی موجودگی میں شہزادہ ملک شہ کی دلی عہدی کا اعلان کر دے گا اور اس موقع پر وہ ان چہروں کو بھیجے گا جو سلطان کے اس فیصلے سے متفق نہیں ہیں۔"

○ ○ ○ ○ ○

سلطان جہلی سے رلوگن پہنچا تو وہاں یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ اس کی ساری لڑائی اس کی لڑکی برادر نظر آرہی تھی۔ اس کے کئی ہمسو مزاح بھی پہنچ چکے تھے اور کئی ہمسو امراء بھی۔ سلطان نے خواجہ حسن سے مشورہ لیا۔ "خواجہ بزرگ! اب میں ان سب کی موجودگی میں ان کے سامنے شہزادہ ملک شہ کو اپنا دلی مددگار کرنا چاہتا ہوں، آپ کا کیا خیال ہے؟" خواجہ حسن نے اس کی ہلکے تابیہ کی "آپ اپنا ہر کام بروقت کرتے ہیں یہ کام بھی بروقت ہوتا ہے۔"

لیکن امراء حرم میں ہیلیٹا کو اس سے اختلاف تھا، اس کا خیال تھا کہ سلطان فی الحال کسی کو بھی اپنا جانشین مقرر نہ کرے، وقت آنے پر جو اس کا مستحق ہو گا خود ہی لوہر آجائے گا اور ہر عسکرانی ملاجہتوں اور لیاقتوں کے مطابق انجام دیا شروع کر دے گا۔ سلطان کو اچانک یہ احساس ہوا کہ ہیلیٹا اس سے قطعاً نہیں ہے پوچھا "یہ تیرا مشورہ ہے؟"

ہیلیٹا نے ارے کے انداز میں جواب دیا "ہاں یہ میرا مشورہ ہے۔"

سلطان نے کہا "پھر سوچ لے کہ یہ تیرا ہی مشورہ ہے یا اس کے پیچھے کوئی اور بھی ہے؟"

ہیلیٹا نے جواب دیا "یہ میرا اور خاندان میرا مشورہ ہے، اس میں کوئی اور شامل نہیں ہے۔"

سلطان نے کہا "تب پھر میں وہی کروں گا جو کرنا چاہتا ہوں۔"

رلوگن میں جشن کا سہل تھا۔ رنگ برنگے خیمے سوسم ہلکا کا مقرر پیش کر رہے تھے۔ شہزادے اپنے بہترین لباس میں متحرک نظر آ رہے تھے، امراء کا بھی یہی حال تھا۔ سلطان اپنے خیمے میں بند اپنے منصوبے کے ہر پہلو پر خوب غور کر رہا تھا۔ یہیں خواجہ حسن اور شہزادہ ملک شہ بھی موجود تھے۔ خواجہ حسن نے شہزادہ ملک شہ کی بھرپور حمایت کر کے اس کا دہر اور محبت حاصل کر لی تھی۔ شہزادہ ملک شہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہیلیٹا نے اس کی مخالفت کی ہے تو اسے میسوس ہوا اور وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ ہیلیٹا نے کیا کیوں کیا؟، سلطان کے بیٹے بھی تو مرتھے۔ شہزادہ ملک شہ کے عہدے شہزادہ تھیں تھا۔ شہزادہ نکش... اور شہزادہ ایتر تھے۔ شہزادہ ارسلان شہ اور شہزادہ ارسلان ارغون تھے، شہزادہ پوری برس اور شہزادہ علیاں تھے۔ یہ سب بھی بڑے عمر اور بعض کسین تھے۔ تین بیٹیاں بھی رلوگن کے مقررہ میں موجود تھیں۔ مغربی خاتون، عائشہ اور سدا۔ سلطان نے ان سب کو ہادی ہادی اپنے خیمے میں طلب کیا اور پوچھا "شہزادہ ملک شہ تم کو کیا لگتا ہے؟"

تقریباً سبھی نے ایک سا جواب دیا "وہ ہمیں اچھا لگتا ہے ویسے ہم سلطان کی محبت اور عزت کے پابند ہیں۔"

سلطان نے کہا "تو سنو میں یہاں کیوں آیا ہوں۔ میں تم کو یہ بھی بتاؤں گا کہ تم سب کیا ہو۔ تم میں شہزادہ ملک شہ کی حیثیت کیا ہے۔"

شہزادہ ایتر نے عرض کیا "ہماری جہلی کو بھی یہیں بلایا جائے تو مناسب ہو گا۔"

سلطان نے جواب دیا "حق کا یہاں کیا کام؟
 شہزادہ ایاز نے جواب دیا "ہماری ماں ہمیں یہ بتا سکتی
 ہیں اس لئے میری خواہش ہے کہ یہاں جو فیصلہ کیا جائے ہماری
 بہن کی موجودگی میں حق کے سامنے ہو، اس طرح وہ آئندہ دم
 بھی نہ مل سکیں گی۔"

سلطان نے کہا "میں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔" یہاں
 شہزادہ ملک شہ سلطان کے برابر بیٹھا تھا، باقی شہزادے سامنے ہوا
 برآمدن تھے۔ خواجہ حسن شہزادہ ملک شہ کے پاس کھڑا تھا۔
 سلطان نے کچھ دیر بعد خواجہ حسن کو حکم دیا کہ سلطان کا فرمان لود
 ہدایت پڑھ کر سنائے۔ خواجہ حسن نے گول کیا ہوا فرمان کھول کر
 دونوں ہاتھوں سے قلم لیا۔ یہاں خواجہ حسن نے یہ اعلان کر دیا
 کہ شہزادہ ملک شہ سلطان کا جہیز لود پہنچا رہا ہے، اس فیصلے
 سے جس کو اختلاف ہو گا وہ باقی لود بھرتی کر دیا جائے گا۔ دوسرا
 اعلان تھا "شہزادہ ملک شہ اپنے بھائیوں سے بھی طرح پیش آئے
 گا۔ ہر بلاؤں لود بے سبب کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ لود یہ کہ
 وہ اپنے فیصلے خود کرے گا اس میں کسی کی مداخلت یا مصلحت کا
 پابند نہیں ہو گا۔" اس کے بعد خواجہ حسن رک گیا۔ شہزادے بدی
 بدی اٹھے لود شہزادہ ملک شہ سے مصافحہ کرنے لگے۔ انہوں
 نے ملک شہ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر آنکھوں
 سے بھی لگا لیا لود سہ بھی دیا۔ سلطان کو یہ منظر بہت اچھا لگا رہا
 تھا۔ شہزادہ ایاز کے اندر میں گرم جوشی نہیں تھی۔ سلطان لود
 خواجہ حسن سے محسوس کر لیا۔ رسم بیعت کے بعد سلطان نے ملک
 دوسرا فرمان دیا لود خواجہ حسن سے کہا "اسے بھی پڑھ کر سنایا
 جائے۔" دوسرے خیمے میں سلطان کے برابر زلوے لود امراء بھی
 موجود تھے لود اس دوسرے فرمان میں حق کا ذکر بھی موجود تھا۔
 حق سب کو بلوا کر سامنے بٹھا دیا گیا۔ خواجہ حسن نے حق کے
 سامنے بھی پستار فرمان پڑھ کر سنایا لود حق سب نے بھی شہزادہ ملک
 شہ کے ہاتھ پر بیعت کی، سبھی کیلئے دو لود ہاتھوں کو لود دے کر
 آنکھوں سے لگا لیا۔

حق آنے والوں میں سلیمان بھی تھا، سلطان کا بھائی۔
 بعض منبر تھیں لود سلطان شہ کو بھی سلطان کا بھائی قرار دیتے ہیں لود
 اس قریب میں یہ بھی موجود تھا۔ خواجہ حسن نے کس شہزادوں
 کی طرف اشارہ کیا "لود شہزادے قس قس کش..... لودری برس
 لود ایاز بھی اتنے کس ہیں کہ عداوت کا علم و نس خود نہیں سمجھ
 سکتے، اس لئے یہ شہزادہ ملک شہ کی سرپرستی میں رہیں گے۔" پھر
 خواجہ حسن نے ایک ایک شہزادے لود امیر کا نام لینا شروع کیا۔
 "لو سلطان شہ کو خورزم دیا گیا ہے سلیمان شہ کو بلخ، لود سلطان

لورخون کو مرزا لود کو چنگیہ مسعود بن لوداس کو تھلستان، لود لود
 بن لوداس کو ولایت، لود لود اسیر، لود لود بن لود لود۔۔۔ کو
 لود لود۔"

شہزادہ ایاز کو لود رہا تھا کہ اسے بالکل ٹھکانہ کر دیا گیا
 تھا۔ اس نے گدگد کیا۔ کیا میں کسی لائق بھی نہیں۔"

سلطان نے جواب دیا "شہزادہ ملک شہ خود تجھ کو تیری
 لیاقت کے مطابق منصب دے گا۔" سلطان نے شہزادوں لود امراء
 کو اس کا پابند کر دیا کہ وہ شہزادہ ملک شہ کی اطاعت بر محل میں
 کریں گے، یہی نے اس کا اثر کیا۔ شہزادہ ایاز نے آہستہ سے
 کہا "مگر میں کس ہوں لیکن لود احساس لود شعور ضرور رکھتا ہوں
 کہ کس کے ساتھ کیا مصلحتی ہوئی ہے۔"

سلطان نے اس کو ولایت دیا "شہزادہ ایاز بھی تو کس ہے
 اس لئے ایسی باتیں مت کر جس سے اشتعال لود بد امنی کی نشانی پیدا
 ہو جائے۔"

خواجہ حسن نے شہزادہ ایاز کو سمجھایا "شہزادے! سلطان
 سے کوئی بھی حق لپٹا نہیں لگا سکا لود اس مناسب وقت کا
 منتظر کیا جاتا ہے جب سلطان اپنی مرضی سے حذر کرے اس کا حق
 دے دے۔ سلطان سے اپنا حق مانگنا سلطان کو غیر عادل قرار
 دینے کے مترادف ہوتا ہے۔"

شہزادہ ایاز کو ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی اسے کم سنی
 میں بس یہ احساس ستا رہا تھا کہ اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔
 سلطان، شہزادہ ایاز کے دلوں میں ہر اپنے فیصلے میں تبدیلی نہیں
 کرنا چاہتا تھا اس نے خواجہ حسن سے کہا "اس کو لود اس جیسوں کو
 ہماری طرف سے خیر دل کر دیا جائے کہ سلطان کا فیصلہ بد بد بد
 نہیں جاسکا، اس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔" شہزادہ ایاز خاموش
 ہو گیا۔

خواجہ حسن نے شر کو دبائے کی خاطر اپنی طرف سے سلطان
 کر دیا "میں اپنی طرف سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر شہزادہ ایاز
 امن و سکون سے رہا لود کسی قسم کے اشتعال لود بد امنی کا مرتکب نہ
 ٹھہرا تو میں سلطان سے اس کا حق ضرور دل دلاؤں گا۔"

سلطان نے اس اعلان کی مخالفت نہیں کی۔ دوسرے
 لوگوں نے بھی شہزادہ ایاز کو سمجھایا "شہزادے! تم بالکل گمراہ
 کرو، ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

سلطان کو شہزادہ ایاز کے اختلاف سے دکھ پہنچا تھا، وہ یہ
 کسی محل میں بھی نہیں چاہتا تھا کہ شہزادے ہوا لود لود دست و
 گریب ہو جائیں۔ جن کو اس نے کس سمجھا تھا کہ کوئی اللہ نظر
 انداز کر دیا تھا لود حق سے سلطان کو یہ امید نہیں تھی کہ وہ سلطان

کے کسی فیصلے کے خلاف دم بھی نہ کیوں لگے لیکن شہزادہ ایاز نے
 ایسا کیا تو اور یہ بہت بڑے دکھ کی تھی۔ شہزادہ ایاز کچھ دیر محسوس
 رہا، اس کے بعد اس نے سلطان کے آگے سر جھکا دیا اور مدد کر
 سوائے مانتے لگا۔ سلطان نے اس کو ٹک سے جا کر پوچھا "تو نے جو
 کچھ کہا وہ کس کا سکھایا ہوا تھا؟"

شہزادہ ایاز رو بہ لگا "میں نے خود کہا تھا مجھ کو کسی نے سکھایا
 نہیں تھا۔"

سلطان نے اسے نرمی سے سمجھایا "تو بھی ملتان ہے، کچھ ہے
 تو نے جو مطالبہ کیا ہے وہ تیری عقل اور تیری عمر سے زیادہ ہے۔
 تیری زمین کیا مکمل مفصل کو ایک آلہ کدہ ہاتھ آجائے گا۔ اب تو
 خاموش رہے گا۔ ہم خود غیر انجیل رکھیں گے" سلطان ایاز کے
 ساتھ پھر اس خیمے میں آگیا جہاں سب موجود تھے۔ یہاں
 سلطان نے ایاز کی تعریف کی "میں شہزادے سے یہ پوچھ رہا تھا کہ
 اس نے اپنی عمر کو کچھ سے زیادہ بات کس کے سکھانے پر کی تھی۔
 شہزادہ کہتا ہے کہ یہ اس کی اپنی سوچ اور احساس کا نتیجہ تھا۔ میں
 حیران ہوا ہوں یہ سوچ کر شہزادے کی بہت کاہنیں کر لیا کہ پھل کے
 بجوں کو تیرا کون سکھاتا ہے، شہزادہ ایاز میرا بیٹا ہے، اسے کون
 سکھائے گا؟ اس کے بعد سلطان نے دربار عالم متفقہ کیا اور شہزادہ
 ملک شہ کی ولی عہدی کا عام اعلان کر دیا۔ اس موقع پر بھی نے
 ملک شہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سلطان کے حکم پر ایک مرتبہ یہ جوبہر
 گھوڑا سامنے لایا گیا، سلطان نے شہزادہ ملک شہ سے کہا "یہ
 سلطان کا گھوڑا ہے۔ سلطان ملک شہ اس پر سواری فرمائیے۔"
 شہزادے کو تامل ہوا تو خواجہ حسن نے اس کی مدد کی اور اسے ہاتھوں کا
 سہارا دے کر گھوڑے پر بٹھادیا۔ سلطان نے شہزادے کی رکاب
 پکڑ لی۔ خواجہ حسن بھی شہزادے کے ساتھ پیدل چلے لگا۔ سلطان
 اب لڑ سلطان گھوڑے کی رکاب پکڑے ساتھ ساتھ پیدل چلا۔
 شہزادے کی جگہ لگا کے شہزادہ ملک شہ پھر شہزادے کے در پر
 آگیا۔ سلطان اور خواجہ حسن نے شہزادے کو نیچے اتار اور اس کو
 خیمے میں لے گئے۔ یہاں ایک مرتبہ تخت پہلے سے بچھا دیا گیا
 تھا۔ شہزادے کو اس پر اب و احرام سے بٹھا دیا گیا۔ سلطان نے
 تخت کے پاس کھڑے ہو کر نصیحتیں... اور بدلتیں دینا شروع
 کر دیں "تو سلطان ہے۔ تیری فکر میں سب برابر ہوں گے کیوں
 کہ سلطان تھا ہونا۔ ہر فور اس کے ملے لوگ رعایا ہوتے ہیں"
 شہزادہ ملک شہ کلف و احرام سے دوہرا ہوا جلد ہا تھا۔ سلطان
 نصیحتیں... کرتا رہا "جو لوگ تجھ پر احسان کریں انہیں بھی نہ
 بھولنا، جو غدر کریں، ان کو بھی سزا نہ کرنا" اس کے بعد
 سلطان نے حاضرین و دربار سے کہا "شہزادہ ملک شہ تیرا بڑا شہ
 ہے میرے بعد تم سب اس کی اطاعت کرو گے" یہی نے پرجوش
 نعروں میں یقین دہایا کہ وہ سب شہزادہ ملک شہ کے بیٹے و بھائی اور
 قلمیں رہیں گے۔ خواجہ حسن نے اس تقریب میں ۷۷ چڑھ کر
 حصہ لیا۔ سلطان نے سب سلطان کو کئی قیمتی تحفوں سے نوازا کچھ
 خطبے... دوسرے شہزادوں اور امیروں کو بھی دی گئیں۔ شام
 کو کھانے کا اہتمام کیا گیا اور ادا کوں نے خوب می می کر کے لذت کھانے

کھائے۔ یہیں مرغ و مرغیوں سے چاروں طرف فراہم...
 جلدی کے لئے کہ شہزادہ ملک شہ لڑ سلطان کا ولی عہد قرار دیا
 گیا اور لوگ اس کو میرا جانشین مانتے گئے۔ سلطان نے جملہ مساجد
 کے ہم یہ فریاد بھی جلدی کیا کہ جو کے خطبے میں شہزادہ ملک شہ کا
 ہم بھی شہزادہ کیا جائے۔ بغداد کے حلیف نے سلطان کو پہلے ہی
 اجازت دے دی تھی۔

آرمینیا اور جارجیا کی حکومتوں نے بھی دنیا کو لڑو براہم کر دیا
 تھا اور ایشیائے کوچک کے پادری اور رہب خطبہ کی طرف مت
 اٹھائے آ رہے تھے۔ ان کے وفد خطبہ کی طاقت
 مسیحی سلطنت کو سلطان اور اسلام کی بیعتی ہر آمادہ کر رہے تھے۔
 دوسری فرمایا روا کو یہ پادری کر رہے تھے کہ اگر اسلام اور مسلمانوں
 کی بدعتی ہوئی طاقت کے گرد و کھوش نہ کھڑی کی گئیں تو یہ پادری
 مسیحی دنیا کو ہزیم کر جائیں گے۔ وہ وہاں کے قیصر کو بلور کر رہے تھے
 کہ سلطان پیل ہر گزیر ہیں۔ ان کے سامنے جو بھی آتا ہے ہر
 جاتا ہے۔ اس سلسلے میں بیت المقدس کے پادریوں اور رہبوں نے
 یہ دہرایا کیا کہ ان کے مقامات مقدسہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں
 اس سے زیارت کو جانے والے عیسائیوں کے ساتھ مسلح ہوا
 زیادتیوں کرتے ہیں اور رشتوں کا میا پڑ کر کم رہتا ہے کہ بہت کم
 مسیحی مقامات مقدسہ کی زیارت کر پاتے ہیں۔

سلطان عیسائیوں کی کوششوں اور سازشوں سے بے خبر اپنے
 مسائل اور معاملات میں مصروف رہتا تھا۔ خواجہ حسن کی کوششوں کی
 سلطان کو غیر ضروری مسرت میں نہ آجھایا جسے اور انہیں وہ اپنے
 ذمہ لے لے۔ لیکن سلطان خود چھوٹے سے چھوٹے مسئلے
 سے بھی لاپرواہ نہیں رہتا چاہتا تھا۔

یہ دوسرے کرمان کے حکمران قرار سلطان نے سلطان کو عیسائیوں
 میں ابھار دیا کہ اس کا زور سائنہ بند کر دیا نظریوں سے سلطان کا نام
 بھی نکل دیا۔

سلطان شہزادہ ملک شہ کی ولی عہدی کی رسم سے بھی غافل ہی
 ہوا تھا کہ اسے یہ دوسرے کرمان کی بعثت سے آگاہ کیا گیا۔ سلطان
 نے ایک دن خلعت کیے بغیر کرمان کا رخ کیا اور سلطان مقابلے کے
 لئے تیار تھا۔ دونوں میں جگہ ہوئی اور قرآن سلطان شکست کھا کر
 بھاگ گزرا ہوا۔

یہی لمحہ ہے ابنا کوششوں میں منہمک تھے وہ سلطان کے
 دشمنوں سے ل کر خلیوں دے رہے تھے۔ ان کا سلطان کے
 مخالفوں کو بس ایک ہی مشورہ تھا کہ سلطان کو چند سال جکوں میں
 ابھائے رکھو اس دور میں ایرانی فنی قوت میں اضافہ کر لے گا
 کہ سلطان اور اس کی قوت سختی تند و تیز طوئیں میں خس و خاشاک کی
 طرح اڑ جائے گی۔ یہی قوتوں کو ان تمام عربوں کا علم تھا جنہیں
 سلطان کے خلاف استعمال کیا جاسکتا تھا۔ بلج کر لڑ رہا ہیں خاندان
 کے مدافعت و جوش لوگ اور مصر کی عالمی حکومت کی وہ لہجہ
 حکومتیں جو سوسل میں یاد دہرے ملائیں، کاہنیں جسے اور مہا
 خلافت کے بجائے مصر کی عالمی خلافت کی دھجی تھیں۔ ان سب کو
 نصرت ہر شہزادی اور مہا کی سے سلطان کے خلاف بڑا کیا جلد ہا تھا۔

میں کی مدد سے حرکت میں آچکے تھے۔ انہوں نے ہروز سے بھی رابطہ قائم کیا ان میں آئینا لود جلدیا کے نو مسلم سبکی بھی شامل تھے۔

بروسیر کا قرار سلطان بن سڈشوں کا ایک معمولی سرو تھا جو ہستعل میں لایا گیا۔

خواجہ حسن نے سلطان کو مشورہ دیا "سلطان محترم مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمیں سڈشوں کی جنگ میں ابھایا جلد ہے۔"

سلطان نے جواب دیا "میں یہ جنگ بھی لڑوں گا کیوں کہ ان سے منہ حاصل کرنے کا لود کوئی راستہ بھی تو نہیں۔"

خواجہ حسن نے بتایا "یہ بروسیر کی بخت اسی سڈش کا حصہ تھی جو دیا گیا۔"

سلطان نے کہا "ٹھیک ہے قرار ملاں بھاگ گیا اب یہاں کی حکومت کن کے سپرد کی جائے؟"

خواجہ حسن نے عجیب و غریب مشورہ دیا "آپ قرار ملاں کو معذرت فرما کر بروسیر دوبارہ اسے دے دیں۔"

سلطان نے طعنے کہا "تاکہ وہ دوبارہ بخت کرے۔"

خواجہ حسن نے کہا "میشہ لیا نہیں ہو گا بلکہ آپ کا یہ احسان اسے بندہ بے دلم بندے کا لود وہ میشہ کے لئے آپ کا غلام ہو جائے گا۔"

سلطان نے یہ کام شزاہ ملک شہ کے سپرد کر دیا "تیری صلاحیتوں کی آزمائش شروع ہو رہی ہے۔"

خواجہ حسن شزاہ کے کا بھی اٹلیش اور استاد تھا اس نے شزاہ کو مشورہ دیا "آپ ذرا تحمل ہتھکڑ کریں۔ معاملات جلد چھو میں آجائیں گے۔"

قرار ملاں کے مصاحب لود ملازم بے وقت ہتھکڑ کر کے خواجہ حسن کے پاس آئے۔ لود قرار ملاں کی برائیاں شروع کر دیں۔

خواجہ حسن بن کی باتیں توجہ سے سنتا رہا لود آخر میں ایک سے سوال کیا "نیرا ہم کیا ہے لود تو قرار ملاں کے پاس کیا کرتا رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا "میرا ہم فضل ہے میں قرار ملاں کا مشیر رہ چکا ہوں۔"

خواجہ حسن نے پوچھا "کیا تو نے ہی یہ مشورہ قرار ملاں کو دیا تھا کہ بخت کریں لود قرار ملاں خور و زار منہ چھپاتا پھر رہا ہے؟"

فضل نے جواب دیا "میں نے اس کو جو مشورہ دیا تھا اس پر قرار ملاں کھل کر مارتا تو آج وہ یہ دن نہ دیکھتا۔"

خواجہ حسن نے شزاہ ملک شہ کو بھی اس گفتگو میں شریک کر لیا لود فضل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ قرار ملاں کا مشیر لود مصاحب ہے لود لب امد سے پاس ملازمت حاصل کرنے آیا ہے۔"

شزاہ ملک شہ نے سرد صری غصہ کی۔ خواجہ حسن نے بھی یہی رویہ برقرار رکھا "یہاں شزاہ کے اپنے مشیر لود مصاحب ہیں تمہارے لئے یہاں کیا گنجائش؟"

فضل یہاں آگیا نہیں آیا تھا اس کے ساتھ دوسرے کئی لوگ تھے۔ اس نے خوشامد لود روش ہتھکڑ کی "ہلا لود کوئی آسرا نہیں ہم سلطان سے وقولری کی سزا بھگت رہے ہیں۔"

خواجہ حسن نے اسے ہتھکڑ دیا "قرار ملاں باقی تھا۔ تم سب اس کے ملازم لود مشیر رہ چکے ہو پھر سلطان سے وقولری کا یہ دعویٰ بھلا اس پر یقین کون کرے گا؟"

فضل نے خوشامد جلدی رکھی "خواجہ بزرگ! ہم بھی سردو گرم چشہ لوگ ہیں۔ آپ کے در پر اسیدیں لے کر آئے ہیں مہوس نہ کریں زور پٹل ہو جائیں گے لود اس پٹل پن میں ہم کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"

خواجہ حسن نے پھر ہتھکڑ دیا "تو اگر پٹل ہو جائے گا تو کیا اپنے آقا کو کاٹ لے، کسی پٹل کتے کی طرح، یہاں کیا لینے آیا ہے۔"

فضل سچوہ ہو گیا "خواجہ بزرگ! آپ نے ہمیں کتا کر دیا۔ یہ کھلی آپ کو بڑی مٹھی پڑے گی۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "اسرا کے خالوں پر لٹے دلوں کتے کی طرح دم ہلاتے پھرتے رہو۔ میں تمہاری کنگی مدد نہیں کر سکتا۔"

فضل نے دھمکی دی "خواجہ بزرگ! ابھی آپ ہم سے وقت نہیں ہیں ہم کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"

خواجہ حسن نے کہا "تو یا تمہارے ساتھی اب اس سے زیادہ کیا کریں گے کہ ملے سلطان کے خلاف بخت کی لود لب سلطان ہی سے ملازمت کے خواہاں ہیں۔ جو میں سلطان کی طرف سے تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ اس کے خلاف بخت کرو، پھر بخت کرو ہم تمہارا مقابلہ کریں گے۔"

فضل نے کہا "خواجہ حسن! تم نے جو مشورہ دیا ہے اسے یاد رکھنا کہ نہ جلا کیوں کہ ہم بہت زبردے لوگ ہیں تم نے ہمیں بھی چھو نہیں ہے۔"

خواجہ حسن نے اپنے خدمت گذاروں سے کہا "اس کو پیر فضل دو۔ یہ ہمیں کھم نہیں کرنے دے رہا۔"

خواجہ حسن کے آدمیوں نے فضل کو سر لود پچس سے پکڑ کر پھر پھینک دیا۔

شزاہ ملک شہ خاموش تماشائی بنا دیکھا رہا۔ خواجہ شزاہ کو دیکھ کر مسکرایا "اس کا اس سے بہتر علاج نہیں تھا۔"

شزاہ نے کہا "یہ ہمیں جو دھمکیاں دے رہا تھا۔ اس میں کوئی حقیقت بھی ہے یا؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "یہ در بڑی خوشامد لوگ سڈشوں کے ملازم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

خواجہ حسن اپنے کاموں میں مشغول ہو گیا۔ وہ سلطان کی توجہ مستغرق۔ کی طرف مبذول کرانا چاہتا تھا مصطفیٰ۔۔۔ کا کچھ جس شخص کے قبضے میں تھا وہ قدیم شاہان قدس کے خاندان سے تھی رکھتا تھا۔ سلطان کو خواجہ نے بتایا کہ مصطفیٰ۔۔۔ کا کچھ اس ہتھکڑ سے بہت دم ہے کہ یہاں جتنی نوادر موجود ہیں لود قلعہ دار کچھ لود ہی خواجہ دیکھ رہا ہے اگر یہ ہم میں نہ آیا تو مستحکم کی کسی ہتھکڑ

گھڑی میں بجلی گھونٹا ہلت ہو گا۔ فی الملک سلطان کی بڑی جنگ میں نہیں اٹھتا تھا اس لئے اس نے اصغرؒ... اور دوسرے کئی پہاڑی قلعوں کی تسخیر کا کام خواجہ حسن کے سپرد کر دیا۔ سلطان خود بعض داخلی مسائل میں اٹھتا ہوا تھا۔

ابھی خواجہ حسن اصغرؒ کی طرف بڑھا بھی نہیں تھا کہ سلطان نے اسے طلب کر لیا اور ایک بے پروائی اور حکمت انداز میں سلطان نے خواجہ سے پوچھا "کیا آپ کو کسی التلق یا استاد کی ضرورت ہے؟"

عجب سنی خیز یا فضول سا سوال کیا تھا سلطان نے۔ خواجہ حسن نے جواب دیا "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

سلطان نے برہمی سے کہا "میں پوچھ رہا ہوں کیا آپ کو کسی التلق یا استاد کی ضرورت ہے؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "اس کی ضرورت تو نہیں ہے ویسے ہر مہینہ زندگی کے آخری گھنٹہ تک طالب علم ہی رہتا ہے۔"

پھر سلطان نے نرم مگر زہر آلود لہجے میں سمجھایا "اللہ فہلن کو درجہات بلند عطا فرماتا ہے مگر اس لئے نہیں کہ وہ اپنے جیسے دوسرے کم تر فہلوں کو ذلیل و خوار کرے۔ واللہ یہ گناہ ہے بہت بڑا گناہ ہے۔ خواجہ بزرگ اس گناہ سے بچیں۔"

خواجہ حسن بہت پریشان تھا "میں لب بھی حیران ہوں پریشان ہوں کہ اس طرح سلطان کون سی تہذیب فرماتا چلتے ہیں؟"

سلطان نے اسے سمجھایا "اللہ نے آپ کو جو بلند مقام عطا کر رکھا ہے اس سے آپ میں قوتی آنا چاہیے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ طاقت کا نشہ آپ کو مفلوج کر رہا ہے اس کی وجہ سے آپ بے ہوش ہو گئے ہیں۔ آپ اپنے آپ کو بدلتے ہوئے آپ سے سب کچھ چھین جائے گا۔"

خواجہ حسن بے حد پریشان تھا "سلطان محترم اگر میں غلط کر رہا ہوں تو مجھے سزا ملنی چاہئے اور اگر گناہ گار ہوں تو عذاب سے دوچار کیجئے آخر میں ہوں کیا؟"

سلطان نے ایک درخواست خواجہ حسن کی طرف بڑھادی اور کہا اس کو پڑھیں اور مجھ کو بتائیں کیا کہیں ہوا؟

خواجہ حسن درخواست پڑھنے لگا۔ یہ فضل کی درخواست تھی، فضل اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے۔ ہزار ہزاروں خور و حاشیوں کی درخواست۔ اس میں ان لوگوں نے خواجہ حسن کی شکایت کی تھی۔

خواجہ حسن تائب لوگوں کو بہت کچھ یاد دلا رہا تھا۔ وہ کہتا ہے۔ تم تو بے کر کے اللہ سے پاس کیوں آئے ہو۔ جو لوگ بد بد سلطان کے خلاف بہت کثرت کرو۔ اس طرح تم با عزت کہلاؤ گے۔ خواجہ نے ہمیں کتاب بھی کہا۔ وہ کہتا ہے ہم سب کہتے ہیں۔ اس نے سلطان کے آدمیوں کو بھی کتاب کہا۔ ان معروضات کی روشنی میں سلطان سے درخواست کریں گے کہ سلطان خواجہ بزرگ کو طاقت کے نشے سے بیدار فرمائیں۔ تو یہ کہشہ بھی قبول فرماتا ہے پھر یہ کیا ذمہ ہے جو تائید کو بہت کثرت کی تائید کرتا ہے۔

خواجہ حسن نے کہا "جناب و ملا۔ میں اس معاملے میں چھ وضاحتیں..."

سلطان نے منہ پھیر لیا "میں صرف یہ جانتا چاہتا ہوں کہ یہ شخص تمھ سے ملا تھا؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "ہاں ملا تھا اور پھر اوقاتہ دراصل سلطان نے بہت کثرت دی "میں پھر اوقاتہ بعد میں سنوں گا میں صرف یہ جانتا چاہتا ہوں کہ تم نے اس کو دھککا دیا تھا اور بہت کثرت کی تھیں؟"

خواجہ حسن بے بس ہوا "میں سمجھتا تھا" یہ بھی درست ہے مگر میں نے..."

سلطان نے پھر بہت کثرت دی "میں اگر مگر نہیں جانتا اگر یہ بات درست ہے تو یہ بھی درست ہو گا کہ تم نے ان سب کو کتا کتا اور یہ بڑی ناشائستہ زبان ہے..."

خواجہ حسن نے جواب دیا "ہاں میں نے انہیں کتاب بھی کہا تھا مگر مجھ کو اپنی عقل کا موقع ضرور ملنا چاہئے..."

سلطان نے کہا "خواجہ بزرگ! میں آپ سے عقل نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنی اصلاح کر لیں۔ اس درخواست میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اگر درست ہے تو آپ اپنی اصلاح کریں پھر اگر یہ لفظ ہے اور آپ پر صرف تحت لگائی گئی ہے تو انہیں ملازمین دے کر من کا منہ بند کر دیں۔" کارستہ یہاں مناسب نہیں ہے "سلطان اتنی دہشت دے کر سامنے سے ہٹ گیا۔ خواجہ بزرگ نے اسی وقت فضل اور اس کے ساتھیوں کو تلاش کرایا وہ سب مل کر گئے مگر لب و خواجہ بزرگ سے کچھ بھی نہ چاہتے تھے۔

خواجہ حسن نے کہا "تم لوگوں نے میرے خلاف جو کچھ کیا میں اس کی شکایت اس لئے تم لوگوں سے نہیں کروں گا کہ تم جیسوں سے آئے دن واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ اس واقعہ ناگفتہ کے بعد اگر میں تم کو اپنے پاس رکھ بھی لوں تو دونوں کے دلوں کی کدورتیں کچھ دور ہی نہیں کھائیں گی اس لئے میں تم کو ایک مہینہ مشورہ دوں گا کہ جس سے تم سب کا مستقبل پہلے سے بھی زیادہ روشن اور تابناک ہو جائے گا۔"

فضل نے کہا "آپ مشورہ دیں ہم اس پر غور کریں گے۔"

خواجہ حسن نے پوچھا "کیا تم اپنے دل سے قرار سلطان پر احسن کرنا چاہتے ہو؟"

فضل نے حیرت سے پوچھا "میں یعنی ہم اس پر احسن کر سکتے ہیں؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "ہاں تم لوگ اس پر احسن کر سکتے ہو۔"

فضل کہنے لگا "آپ ہمیں بے وقوف تو نہیں بتا رہے؟"

خواجہ نے جواب دیا "نہیں میں بے وقوف نہیں ہوں۔"

فضل نے کہا "تائید ہمیں کیا کرنا ہے؟"

خواجہ حسن نے اس کو سمجھایا "تیرا آقا قرار سلطان باقی ہو چکا

ہے اور سلطان اس سے بہت غداض ہے۔ میں دلی عہد شہزادہ ملک شہ کا استاد اور امانت ہوں۔ تو اپنے آقا قرار سلطان کے پاس دلہن چاہو اس سے کہہ کہ میں تیری عقلی معاف کرادوں گا اور تجھ کو تیری حکومت ویدہ مل جائے گی۔

فضل نے ناچلی بیٹن اندر میں خواجہ حسن کو دکھا اور پوچھا "کیا ج؟ ایسا ممکن ہے؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "میں یقین دل رہا ہوں تو مجھ پر اعتبار کر سکتا ہے۔"

فضل نے پوچھا "اور اگر یہ کام نہیں ہوا تو؟"

خواجہ حسن نے طوا کا "پھر تو آزادی سے سلطان کے پاس میری شکایت لے کر پہنچ جائے گا۔"

فضل نے پوچھا "لیکن میں نے تو یہ سنا ہے آپ اسطغریٰ ہم پر جارہے ہیں جب تک میں آپس کا آپ جاچکے ہوں گے۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "میں میں دن تیرا انتقال کر سکتا ہوں۔ ایکسویں دن میں سر فرار چھوڑ دوں گا۔ فضل چلا گیا۔ خواجہ حسن نے دو دن بعد سلطان سے کہا "سلطان محترم! آپ پر یہ بات نہیں طرح واضح اور عین ہو گئی ہوگی کہ کوئی بھی انسان دنیا بھر کو خوش نہیں رکھ سکتا۔"

سلطان کو احساس ہو گیا کہ خواجہ حسن اس وقت کس قسم اور کس موضوع پر بات کرنے والا ہے۔ اس نے خواجہ حسن کو سمجھایا۔ "چیک۔ لیکن کوشش کی ہونا چاہیے کہ لوگوں کو غداض نہ کیا جائے۔"

خواجہ حسن نے عرض کیا "جسبیر دلا! میں نے آپ سے ایک بات سیکھی ہے۔ قتل، بربادی اور قلعوں کو نظر انداز کرنا۔"

سلطان نے کہا۔ "میری پیشہ کی کوشش رہتی ہے کہ اپنے ہوں یا بیگنے، ان کو ہمیں نہ کیا جائے۔"

خواجہ حسن نے عرض کیا "جسبیر دلا! آج ایک عقلی میں نے بھی کی ہے، امید ہے آپ میری اس ذرا سی عقلی کو نظر انداز کر دیں گے۔"

سلطان نے پوچھا "کون سی عقلی؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "میں نے قرار سلطان کے شیر فضل سے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ میں اسے معافی دلا دوں گا اور اس کی حکومت پر عمل کر دیا جائے گا۔"

سلطان کے ہونٹوں پر ہنس آئی "یہ آپ نے بہت جھکا کیا تو؟" سلطان میرا رشتہ دار ہے اور میں کوشش کرتا ہوں کہ میرے ہاتھوں

سے کسی عزیز یا رشتہ دار کو نقصان نہ پہنچے آپ نے قرار سلطان کو معافی اور حکومت دلوانے کا وعدہ کر کے میرے حاکمان اور میرے رشتہ داروں پر احسان کیا ہے۔"

خواجہ حسن شرمندہ ہو رہا تھا اور وہ سلطان سے نظروں تک نہیں ملتا تھا۔ اس کو شبہ تھا کہ سلطان یہ سب غلوں سے کہہ رہا تھا یا طوا "اس خالسد کو سلطان کے مزاج کا جس حد تک علم یا اندازہ ہے اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔"

سلطان نے خواجہ حسن کی تعریف و توصیف میں چند کلمات لہا کئے اور کہا "میں نے شہزادہ ملک شہ کو آپ کی تحویل میں دیا ہے۔ آپ اس کے معنوی باپ ہیں اور وہ فرزند۔ آپ کی عزت و تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا جائے گا۔"

خواجہ حسن قرار سلطان کا انتقال کر رہا۔ اس نے شہزادہ ملک شہ کو بھی اپنے نیپے سے آگے کیا اور سلطان نے جو کہا تھا اس سے بھی آگے کیا۔

چند دنوں بعد قرار سلطان فضل کے ساتھ شر کے اند میرے میں خواجہ حسن کے پاس آگیا۔ وہ زندگی سے باہر تھا اور اسے یقین نہیں تھا کہ اسے معافی مل جائے گی۔ اس نے اپنا چہرہ روم میں چھپا لیا تھا۔ وہ بولا "میں جانتا ہوں کہ لب اس زمین کے لو پر اور آسمان کے نیچے میرے لئے کس پتہ میں۔ لب میں آپ کے قہقہے میں ہوں چاہے معاف کر آئیں یا قتل کرادیں۔"

خواجہ حسن نے کہا "جب تو یہ سب جانتا تھا تو تو نے سلطان کے خلاف بغاوت کیوں کی؟"

قرار سلطان نے جواب دیا "اپنے جنرل وزیر کے مشورے پر۔"

خواجہ حسن نے اسے یقین دلایا "میں نے تیرے لئے سلطان اور شہزادہ ملک شہ سے بات کر لی ہے لیکن تجھ کو پہلے اپنے وزیر جیسے جنرل اور شہی افراد سے نجات حاصل کرنا ہوگی۔"

قرار سلطان نے وعدہ کیا "میں اپنے آدمیوں کی غرست آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا آپ جس کے سامنے دو آڑی تر بھی لکیری (x) بنا دیں گے میں اس کو اپنے دربار سے نکل دوں گا۔"

فضل اور اس کے ساتھی غصے کے بغیر قرار سلطان اور خواجہ کا انتقال کر رہے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں باہر نکلے اور فضل اور اس کے ساتھیوں کو حکم دیا "تم لوگ یہاں موجود رہو جب تک ہم دلہن نہ آئیں تم لوگ موجود رہنا۔" جاتے جاتے خواجہ حسن نے اپنے خدمت نگاروں کو چپکے سے یہ حکم دیا کہ ان کی نگرانی کی جائے اور انہیں کبیں جانے نہ دیا جائے۔ سلطان نے قرار سلطان کو نہایت ہانک

سے لیجھ خواجہ حسن کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے دونوں میں لپکا کر دیا تھا۔ سلطان نے اسے اس کی حکومت بھی واپس دے دی اور کئی لاکھ سطر اس کی بیڑوں کے ہم پر حاکم کر دیئے۔ قرار سلطان کو یہ جو کچھ بھی ملا تھا خواجہ حسن کی سرانجام سے ملا تھا۔ واپسی میں خواجہ حسن نے قرار سلطان کو مشورہ دیا "اب تو فضل اور اس کے ساتھیوں سے نیابت حاصل کر لے۔"

قرار سلطان نے حیرت سے کہا "لیکن فضل نے تو ہم پر یہ احسان کیا ہے۔"

خواجہ حسن نے درشت لہجہ میں کہا "اس نے تجھ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ اسے میں نے تیرے پاس بھیجا تھا۔"

قرار سلطان کو کیا اٹکل ہو سکتا تھا اس نے جلتے ہی فضل کو مطلع کر دیا "اب تو کسی اور دربار کا سرگرم ہو کر میرے پاس تیرے لئے کوئی جگہ نہیں۔"

فضل کی حالت خیر ہو گئی "میرے لئے کوئی جگہ نہیں لیکن میں نے تو۔"

قرار سلطان نے جواب دیا "جو کچھ بھی ہوا خواجہ حسن کی سرانجام سے ہوا تو تو محض پہنچ گیا۔"

فضل اپنی فریاد لے کر خواجہ حسن سے ملا اور نہایت دردمندانہ لہجہ میں کہا "میں نے قرار سلطان پر احسان کیا اور اس نے مجھے یہ صلہ دیا کہ۔"

خواجہ حسن نے سبب رنج سے جواب دیا "اس سلسلے میں، میں کیا کر سکا ہوں تو جانے اور قرار سلطان جانے۔"

فضل نے کہا "اس بات کی گوی تو آپ بھی دیں گے کہ قرار سلطان کو میں یہاں تک۔"

خواجہ حسن نے کہا "اس کو میں نے معافی دلوائی ہے اس معافی یا حکومت دلوانے کا تجھ سے کیا تعلق؟"

فضل نے دسکی دی "میں دوبارہ سلطان کے پاس جوں گا۔ مجھ پر آپ دونوں نے ظلم کیا ہے۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "تو شوق سے سلطان کے پاس جا۔ قرار سلطان نے سلطان کو بتا دیا ہے کہ اس نے جن مشیروں کے ایما پر حکومت کی تھی ان میں وزیر اور فضل پر فرست ہیں۔ اب سلطان تجھ سے بے حد ملال ہے۔"

فضل کی آنکھوں سے آنسو پھرا پھا کیا "خواجہ بزرگ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "تیرے محلے کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ مجھے خولہ کا لڑکھٹا پریشان کر۔"

فضل نے خوشگد سے کہہ لیا "آپ نہیں تو قرار سلطان مجھے

دوبارہ میں رکھ لے گا۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "فہمیں کہ میں جس سے وقف نہیں ہوا اس کی سفارش بھی نہیں کرتا اور میں تجھ سے وقف نہیں ہوا۔"

فضل نے اس پر کیا "آپ مجھ سے وقف ہیں بہت ہی طرح وقف ہیں۔"

خواجہ حسن نے کہا "ہاں میں تجھ سے وقف ہوں بس اس حد تک کہ تو احسان فراموش ہے اور ملال ہے کہ بعد سلطان کے پاس پہنچ جاتا ہے۔"

فضل نے کہا "میں دوبارہ سلطان کے پاس پہنچ جوں گا۔"

خواجہ حسن چہننے لگا "تو شوق سے جا سلطان کے پاس ویسے اب سلطان تجھ سے کوئی اور بات کرے گا۔"

فضل نے پوچھا "خواجہ بزرگ! یہ آپ نے کیا کیا؟"

خواجہ حسن نے کہا "اب تو جاسکتا ہے۔ میں نے تیرے ساتھ رہی کیا جو تو نے میرے ساتھ کیا تھا۔"

فضل نے قرار سلطان کی خوشگد کی لیکن اس نے جواب دیا۔ "میں خواجہ بزرگ کو ملال نہیں کر سکا۔"

فضل نے کہا "لیکن میں نے تو آپ کو سلطان سے ملانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔"

قرار سلطان نے جواب دیا "لیکن میں خواجہ بزرگ کو ملال نہیں کر سکا۔"

فضل کی خوشگد سے محک آ کر قرار سلطان نے خواجہ حسن کی سفارش کی۔ خواجہ حسن نے کہا "فضل کے ساتھیوں کو یہ مشورے دے دی جائیں مگر فضل کو نہیں اس کو دل سے پاس بھیج دیا جائے۔"

قرار سلطان نے وہی کیا اور فضل کے آدمیوں کو دوبارہ ملازم رکھ لیا اور فضل کو خواجہ حسن کے پاس بھیج دیا۔

اب فضل کا زہر بالکل لوٹ چکا تھا اور اس کے ساتھی بھی اس سے نظریں پھرتے تھے۔

فضل خواجہ حسن سے ملا اور حکایہ کہا "میرے ساتھیوں کو ملازم تھے دے دی گئیں لیکن میں بھی تک : ہم ہوں۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "میں نے تیرا شرعی طرف واپس کر دیا۔"

فضل نے کہا "میرے ساتھیوں نے بھی نظریں پھیر لیں اب میں کیا کروں؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "ہلت صرف اتنی سی ہے کہ میں تم کو بدلہ دے ہلت جتا رہا ہوں کہ خواجہ حسن لوہ فضل میں کیا فرق ہے۔"

فضل نے پوچھا "اب میں کہاں جاؤں؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "تو دس دن بعد دوبارہ ملے میں تیرے مسئلے پر غور کروں گا۔"

فضل نے کہا "دس دن تو بہت ہوتے ہیں۔"

خواجہ حسن نے کہا "دس دن مستقل ناگاہی کے نتائج میں کچھ بھی نہیں۔"

فضل چلا گیا۔ خواجہ حسن نے پانچویں دن ہی سرخوردہ کھانا کھانے کو چھوڑ دیا۔ پہلے سلطان نے اصطفیٰ کی مہم خواجہ حسن کے سپرد کی تھی لیکن اب اس میں تبدیلی کر دی تھی اور خود بھی خواجہ حسن کے ساتھ ہو گیا تھا۔

دسویں دن جب فضل خواجہ حسن سے ملنے گیا تو معلوم ہوا کہ خواجہ حسن سلطان کے ساتھ اصطفیٰ چلا گیا۔ اس کا دل بیٹھنے لگا۔ اس نے خواجہ حسن کو لکھا مکتبہ نہیں سمجھا تھا۔

○ ○ ○ ○ ○ ○ ○ ○

اصطفیٰ، قدیم ایرانی بادشاہوں کا در الحکومت تھا۔ اس کے ستواری و جگہ کے دوسرے کتارے پر بٹل ہوا کرتا تھا اور اس کے قریب مرقع میں بغداد کو آبلو کیا گیا تھا۔ اصطفیٰ پر جس کی حکومت تھی وہ قدیم ایرانی شاہی خاندان سے تعلق رکھنے کا دعویٰ کرتا تھا۔ یہاں سلطان اب اسلان کو زیادہ دشواری پیش آئی۔ اصطفیٰ نے زیادہ حرمت نہیں کی اور سلطان کے لئے قلعے کے دروازے کھول دیئے گئے۔ قلعہ دار نے سلطان کی خدمت میں چھ جیتی جڑیں بھی پیش کیں۔

حاکم قلعہ نے سلطان کی خدمت میں فیروزے کا ایک پیالہ پیش کیا جس پیالے سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ سلطان نے پوچھا "یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟"

حاکم قلعہ نے پیالے پر سے چھوٹی سی ٹشتری بنادی تو ماحول خوشبو سے مٹ گیا۔ یہ مشک ہے اور میں سلطان کے لئے دیا گو ہوں کہ اس کی فطرت اور سموری کی خوشبو سے ایک عالم معطر ہو جائے۔"

سلطان نے خوش ہو کر قلعے کی حکومت اسے دوبارہ بخش دی۔ حاکم قلعہ نے پیالے کے بدلے میں سلطان کو بتایا "اس پیالے کی ایک اور صیت بھی ہے۔"

سلطان نے پوچھا "کیا؟"

حاکم قلعہ نے کہا "آپ پیالے سے مشک کو نکالیں اس کی

دوسری خصوصیت پالے کی ہے۔"

سلطان نے پیالے کو نکلی کرایا۔ حاکم قلعہ نے پیالے کی دہ کی طرف اشارہ کیا "یہ پیالہ ایران کے ہم نشینوں رو جمشید کا ہے اور اس کی ہے میں اس کا ہم کندہ ہے۔"

سلطان نے جمشید کے ہم کو پڑا لیا اور خواجہ حسن کی طرف بڑھایا۔ خواجہ حسن نے بھی تصدیق کی کہ پیالے کی ہے پر جمشید کا ہم کندہ ہے۔

اصطفیٰ سے آگے بھی چند ایسے قلعے تھے جو بھی تغیر ہونے لگے تھے۔ سلطان نے خواجہ حسن سے کہا "میں یہاں آپ کا انتقال کروں گا آپ اس قلعے کو فتح کر لیں۔"

اس موقع پر خواجہ حسن نے ایک نئی تدبیر کی۔ اس نے سلطان سے کہا "اس مہم میں اپنے ساتھ میں نو مسلمانوں کی فوج لے جاؤں گا۔"

سلطان نے پوچھا "نو مسلمانوں کی فوج تو نا تجربہ کار اور نو آموز افراد پر مشتمل فوج ہے؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "جی ہاں لیکن میں اس دشوار مہم کو انہی نو آموز کاروں سے سر کرنا چاہتا ہوں۔"

سلطان نے شبہ ظاہر کیا "میں اس ہو کر واپس نہ آتا پڑ جائے۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "میں لوگوں کو جنگ کا بھی تک کوئی خاص موقع نہیں ملا یہ اس کی شکستیں کرتے ہیں۔"

سلطان کو اس پر بھروسہ نہیں تھا۔ بے دلی سے کہا "ہر حال میں آپ کی تائید نہیں کروں گا۔ لیکن ان کو بہت سی جنگوں میں حصہ لینا ہے۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "میں اپنے ساتھ تجربہ کار سپاہ کی معیاری تعداد بھی لے جاؤں گا لیکن میری فوج میں اکثریت انہی کی ہوگی" سلطان نے ضد نہیں کی اور خواجہ حسن کو اس کے مل پر چھوڑ دیا۔ خواجہ حسن نے نو مسلمانوں کو ایک کیلورن کے سامنے ایک چھوٹی سی تقریر کی "تم لوگ مجھ سے اندر سے ساتھ ذیلی بنے ہوئے ہو۔ ہم نے تمہاری ذمہ داریاں قبول کی ہیں اور وعدہ کیا تھا کہ تم کو انجام سے نوازا جائے گا اور تم بھی جان نروشی کے ذریعہ مقام حاصل کر سکو گے۔ تم ابھی تک اندر ہی تجربہ کار فوج کے سامنے میں حرکت کرتے رہے ہو۔ اب میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم کو اگلی مہم میں فوجی دلائل حیثیت میں لے جاؤں۔ ہم جس قلعے کی طرف بڑھ رہے ہیں اس کی تغیر میں منہ بنی نہیں بھی کام میں لائی جائیں گی۔ ان بنیادوں کو بھی تم ہی استعمال کرو گے اور یہ حجت کرو گے کہ تم ہر طرح سے اس کے قتل ہو کہ تم

پر بھروسہ کیا جائے تم ہر دم کام کر سکتے ہو جو ایک تجربہ کار سپاہی کرتی ہے۔ سلطان کو تم پر اچانک دیکھیں لیکن میں نے تمہاری ذمہ داری قبول کی ہے اور میری خوش ہمتی ہے کہ تم اس پر پورے اترو۔ جنگ اور اس کا انجام یا تو تمہیں نواز دے گا یا تم ہمیشہ کے لئے بدم و شرمسار ہو جاؤ گے۔ اگر تم سلطان کی نظروں میں کوئی مقام حاصل کر لو گے تو دشمن سے تم کو ملے بغیر لے گا اور اگر تم نے کوتاہی اور بزدلی سے کام لیا تو تم بزدل کہلاؤ گے اور سلطان تم کو فضول اور نکمہ قرار دے کر خدمت گاہوں میں شامل کر دے گا اس طرح تم کمانی میں چلے جاؤ گے۔

لو مسلمانوں میں جوش و خروش پیدا ہو گیا اور وہ پہلے آواز بلند خواجہ حسن کو یقین دلانے لگے "ہم سلطان کو اور آپ کو بائیس نہیں کریں گے اور کوشش کریں گے کہ انجام کار ہم تجربہ کار اور بہادر کہلائیں" سلطان نے یہ وقت روک لیا خواجہ حسن سے کہا "میں نے آپ کے تہ پر ہمیشہ بھروسہ کیا ہے لیکن اس بار میں شک و شبہ سے دوچار ہوں۔"

خواجہ حسن نے کہا "چنگ۔ میں جو کچھ کرنے جا رہا ہوں اس پر آپ کو شبہ ہونا چاہئے لیکن میں آپ کو بائیس نہیں کروں گا۔"

سلطان خواجہ حسن کے ساتھ ساتھ چلا رہا "میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کی نظریں ہمیشہ کام کے انجام پر رہی ہیں اس بار بھی ایسا ہی ہوا ہو گا لیکن اللہ ہی جانتے کہ کیا ہو گا اور کیا نہیں ہو گا۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "میں نے اپنا سب کچھ دیا ہے اور دیا ہے اور میں بالکل بائیس نہیں ہوں۔"

سلطان نے آہستہ سے کہا "اللہ آپ کو بھروسہ کرے میں دعا ہی کر سکتا ہوں۔"

سلطان واپس آگیا اور خواجہ حسن اپنی نو آموز اور نو مسلم فوج کے ساتھ آگے روانہ ہو گیا۔ یہ فوج پھیل رہی تھی۔ ایک دشوار گزار ریلوے پر۔ فوج کو اس کے تھکے داروں سے اندازہ سے باز کر لیا تھا۔ لوہی پٹی راہوں سے گزر کر جب خواجہ حسن یہاں پہنچا تو فیصلوں پر سے فوج والوں نے اس کا لہق لڑایا۔ وہ خواجہ حسن اور اس کی فوج کو دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ خواجہ حسن نے اپنی سپاہ سے کہا "تم ان کے لہق کی پروا نہ کرو، یہ ہنس کر ہمارے نہیں لہا لہق لڑا رہے ہیں۔"

سپاہیوں میں سے بعض نے پوچھا "جب ہم فوج میں داخل ہوئیں نہیں ہو سکیں گے تو پھر انہیں کے کس طرح؟ اور جب انہیں کے نہیں لہقے کو فوج کس طرح کریں گے؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا ہم فوج میں داخل بھی ہو جائیں گے

اور فوج کو فوج بھی کر لیں گے۔ ایک کمرچی بہشت کھانے کا "ہم تو یہ سوچ کر آپ کے پاس آئے تھے کہ فوج کے ساتھ رہیں گے تو عزت و دلا ہو جائے گی لیکن یہاں تو مسئلہ ہی کچھ اور ہے۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "فوجیوں کی عزت ان کے فتح ہونے سے کی جاتی ہے۔ تم بھی فتح پانے جتہ تمہاری بھی عزت کی جائے گی۔"

آرٹھی کاشتکار نے کہا "اور جو لوگ اس ریلوے میں مارے جاتے ہیں ان کا کیا ہوتا ہے؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "اب تم سلطان ہو اور ایک مسلمان اللہ کے لئے جہاد کرتا ہے اس ریلوے میں اگر وہ مارا جائے تو شہید کہلاتا ہے اور دوسری دنیا میں ایک بلند مقام حاصل کر لیتا ہے۔ اگر کامیاب ہوتا ہے تو فوجی کہلاتا ہے اور اس دنیا میں عزت حاصل کر لیتا ہے۔"

آرٹھی کاشتکار نے پوچھا "تو کیا ہم یہ جنگ اللہ کے لئے لڑ رہے ہیں؟"

خواجہ حسن نے کہا "تو کیا تمھ کو شبہ ہے؟" آرٹھی کاشتکار نے کہا "یہ جنگ اللہ کے لئے لڑی جا رہی ہے خوب۔ یہ تو میں جانتا ہی نہ تھا نہ مجھ کو تو کسی نے یہ بتایا تھا کہ فوج دار نے سلطان کے خلاف بغاوت کر دی ہے اور یہ جنگ ایک باغی کو مزا دینے کی خاطر لڑی جا رہی ہے۔"

خواجہ حسن نے آرٹھی کو مسلم کاشتکار منع کیا کہ وہ اس قسم کی باتیں نہ کرے۔ آرٹھی کاشتکار نے خواجہ حسن سے بحث شروع کر دی "جب میں نے اسلام قبول کیا تھا تو مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ اسلام مساوات کا مذہب ہے یہاں سب برابر ہیں، پھر آپ مجھ سے بولنے، بہت کرنے کی آزادی کس طرح دیتے سکتے ہیں۔"

خواجہ حسن اس بحث سے عاجز آگیا اور کہنے لگا "تمھ کو بولنے کا شوق ہے تو بولو میں تمھ کو بولنے بہت کرنے سے نہیں منع کروں گا۔"

خواجہ حسن نے متنبہ نہیں۔ نصب کرنا شروع کر دیں۔ آرٹھی کاشتکار اپنے ہم قوسوں کو بھاریا تھا "ہم نے اسلام کیوں قبول کیا تھا؟ کیا اس لئے کہ ہمیں فضول جگہوں میں جھونک دیا جائے۔"

ہم نے اسلام قبول کر کے وہ سب نہیں پایا جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا تھا اس لئے ہماری قوم کو میرا مشورہ ہے کہ اسلام کے ساتھ ہی کچھ سوجھ بوجھ رہیں دوسروں نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ خواجہ حسن کی بات مان رہے تھے۔ خواجہ حسن نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو لوگ متنبہ نہیں جھلائیں گے انہیں نی پھر کے صلیب سے لٹام دیا

جائے گا۔ منہ بقیہ میں چلانے والوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔
 اور خواجہ حسن ہر پتھر انہیں انعام دے رہا تھا۔ کبھی نیک کی شکل
 میں کبھی جیتی کپڑوں کی صورت میں۔ یہ لاپٹی لود حرمیں سپاہ بڑی
 تن دی سے فیصل پر پتھر ساری تھی۔ آسنی کاشت کد بھی ان
 لوگوں میں شامل ہو گیا اور پتھر اٹھا اٹھا کے تختی چلانے والوں کو دنا
 شروع کر دیئے۔ فیصل پر موجود سپاہ ابتدا میں تو ان کا مذاق اڑا رہی
 تھی لیکن جب ان کو یہ یقین ہو گیا کہ ان کی فیصل زیادہ دن ان کی
 حفاظت نہیں کر سکے گی تو وہ بہت زیادہ پریشان ہو گئے کیونکہ ان
 کے پاس منہ بقیہ کا کوئی علاج نہیں تھا۔ چھ دن کی سنگ بادی
 رنگ لائی اور فیصلوں میں دراڑیں پڑنے لگیں۔ خواجہ حسن نے
 پتھروں کی بدش میں تیزی پیدا کر دی۔ خواجہ حسن نے اپنی فوج کو
 آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ اس نے کہا
 ”فیصل کیس نہ کیس سے منہ م ضرر ہوگی اس لئے آگے بڑھو
 لود قلعے میں داخل ہونے کی کوشش کرو“ آسنی کاشت کد نے
 اپنے ہم قوم بھائیوں کو روکنا چاہا ”آگے بڑھو گے تو مارے جڑ گے
 اس لئے پہلے مسلوں کو آگے جانے دو۔“

خواجہ حسن سے آسنی کاشت کد کی شکایت کی گئی ”یہ ہمیں
 نقصان پہنچا دینے کا اس لئے اس کا بندوبست کر دیا جائے۔“

خواجہ حسن نے آسنی کاشت کد کی پروا کیے بغیر اپنا کام جاری
 رکھا اور اس طرح چودہ دن ہو گئے۔ فیصل جگہ جگہ سے چٹ رہی
 تھی۔ خواجہ حسن نے لب تک ہزاروں دینار لود بے شمار کپڑے
 منہ بقیہ چلانے والوں میں تقسیم کر دیئے تھے۔ وہ سب بے حد خوش
 تھے۔ خواجہ حسن نے آگے جانے والوں کا ایک دستہ تیار کیا اور
 اس کو لے کر خود آگے بڑھا، اس نے ان کے سامنے ایک چھوٹی
 سی تقریر بھی کی ”مسلو دیکھو تمہارے سامنے پن رڈ کا قلعہ ہے،
 آبلوی ہے۔ وہاں سے تم کو جتنی ہتھیار ملیں گی۔ آرام و آسائش
 سے کھانا پینا میسر آئے گا۔ شہرے ملے گی قلعہ کسلو گے۔“

آسنی کاشت کد نے پھر اعلیٰ کی ”لود جو قلعے میں داخل
 ہونے کی کوشش میں مارے جائیں گے ان کو کیا ملے گا؟“
 خواجہ حسن نے اس کو ٹھک لے جا کر پوچھا ”کی تا، یہ سب تو
 کس کے ہاتھ پر کر رہا ہے؟“

آسنی کاشت کد نے شہر کیا ”مجھ کو بہت کرنے دو لب میں
 مسلمان ہوں اور مجھے وہی حقوق حاصل ہیں جو آپ کو یا کسی اور
 مسلمان کو۔“

خواجہ حسن نے اس کو ایک خیمے میں قید کر دیا اور دوبارہ نو
 مسلوں سے مقابلہ ہوا ”یہ آسنی کاشت کد کیا چاہتا ہے۔
 میری تو کچھ میں آیا نہیں“ جب یہ باتیں ہو رہی تھیں، منہ بقیہ
 سے سنگ بادی کا سلسلہ جاری تھا۔ فیصل کپ رہی تھی یہی

تک کہ اس کا ایک حصہ زمین بوس ہو گیا۔ خواجہ حسن نے اپنے
 مرتبہ دھت کو حکم دیا ”آگے بڑھو لود قلعے میں داخل ہو جڑو
 تھادی پہلی شاہد ر کاسپٹی ہے۔“

نو مسلوں کا دستہ تیزی سے آگے بڑھا تو خواجہ حسن نے اس
 دستے کے عقب میں جانے والے سپاہیوں کا ایک سلسلہ قائم کر دیا۔
 یہ درانہ اور بے باک لڑائی فیصل سے اندر داخل ہو گئے۔ قلعے کی
 فوج بہت ہل چکی تھی۔ نو مسلوں نے انہیں اپنی ٹکڑوں کی دھند
 پر رکھ لیا۔ آخر خواجہ حسن بھی ان کے پیچھے ہٹ گیا۔ قلعہ کی سپاہ
 نے بعض جگہ مقابلہ بھی کیا مگر کمزور لڑائیوں کے ساتھ۔

یہ کامرے اور سنگ بادی کا سولہواں دن قلعہ اکم قلعہ نے
 اپنے دونوں ہاتھ مدد سے بندھوائے اور اس محل میں خواجہ
 حسن کے سامنے حاضر ہو گیا۔

خواجہ حسن نے کہا ”صرف ہاتھ بندھنے سے کام نہیں چلے گا۔
 اپنی فوج کو حکم دے کہ وہ مزاحمت بند کر کے ہتھیار ڈال دے۔“

قلعے دار نے کہا ”میں یہ حکم پہلے ہی دے چکا ہوں اب جو کئی
 مقابلہ کر رہا ہے اپنی مرضی اور میری حکم مدد سے کر رہا ہے۔“
 خواجہ حسن نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا ”جو سپاہی ہتھیار نہ
 ڈالیں انہیں قتل کر دیا جائے۔“ نو مسلم اپنی فتح پر پھولے نہ سارے
 تھے ان کا جوش و خروش قتل و دہ قلعہ مسلمانوں نے قلعے کی
 سرکش فوج کو دوڑا دوڑا کے قتل کرنا شروع کر دیا۔ سولہویں دن
 شام تک قلعے پر پر اتسلا حاصل ہو گیا۔ خواجہ حسن نے قلعے دار کو
 اپنے قہر میں لے لیا۔ وہ بہت شرمندہ تھا۔ خواجہ حسن نے اپنی
 فوج کو حکم دیا ”قلعے کی تدبیریں یاد رکھو ان کے سوا جو چاہو لوٹ
 لو۔“ قاتلین نے لوٹ مار شروع کر دی۔ قلعہ دار نے منظر بڑی
 لویت اور کرب سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے خواجہ حسن سے کہا ”یہ
 وحشی کیا جانیں کہ میں تدبیریں ختم کون سی ہے لود غیر تدبیریں کون
 سی۔ اس لئے مناسب ہو گا کہ انہیں لوٹ مار سے روک دیا
 جائے۔“

خواجہ حسن نے قلعے دار کی بات نہیں مانی اور کہا ”انہوں کو
 میں ان کے جوش و خروش کے سیلاب کو نہ روک سکوں گا۔“
 قلعے دار نے عرض کیا ”اگر آپ نے ایمانہ کیا تو ہم سب یوں
 ہی تمہارا دیکھتے رہ جائیں گے۔“

خواجہ حسن نے اعلان کیا ”جنگ روک دی جائے“ اس حکم
 سے حکم نے اپنا تدبیریں اڑا لیں کیا جنگ روک گئی۔ خواجہ حسن نے
 قلعے دار سے پوچھا ”اس قلعہ کے نوادہ کس ہیں تاکہ ان کی
 حفاظت کی جائے۔“

قلعے دار کو شہ ہوا کہ اس کے لود کس گٹ نہ جائیں۔ خواجہ

حسن نے اس کے شے کو محسوس کر لیا ”دیکھ اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ اس طرح تو نور کو ہم سے بچالے گا تو یہ تیری خوش فہمی ہوگی۔ میں نور میری سپاہ اپنی مرضی سے بھی نور کو حاصل کر سکتی ہے لیکن میں یہ نہیں چاہتا۔“

قلعہ دار نے قلعے کی چابیوں خواجہ حسن کے حوالے کر دیں ”میرزا سردار میرا نوشیرواں عادل کا تاج ہلدے لئے سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے اور اس کی بہترین جگہ بھی یہی قلعہ ہے۔ شاہان کسری کا یہ قلعہ بذلت خود نہایت نامنہجی ہے“

خواجہ حسن ان چابیوں کے ذریعے کسری کی یاد گاروں کو دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد قلعے دار نے کسری کی یاد گاروں کا دیوان غلہ کھل دیا اور خواجہ حسن کے ساتھ ساتھ رات دیکھنے اور دکھانے لگا۔ وہاں دیر پر ایک ابھرا ہوا منظر پیش کیا گیا تھا اور احرا (بروز) اپنے ہاتھوں میں تاج لئے خسرو اول، نوشیرواں کے سر کی طرف بڑھا رہا ہے اور احرا اور خسرو اول لمبے کرتوں اور شلوروں میں قتل کئے گئے تھے۔ لباس کی ٹکٹیں تک بڑی سلدت اور جاگ دستی سے اس تصویر میں محفوظ کر دی گئی تھیں۔ دشمن کے ہاتھوں میں کنگن اور پیر میں جوتیاں تھیں جو تھوس سے س دی گئی تھیں۔ دونوں کے گلوں میں گھونڈ تھے۔ خسرو اول کے صوب میں زرتشت کی تصویر تھی۔ اورانی چہرے دلا پڑی تھیں۔ زرتشت کے ہاتھ میں ٹینیوں کا گٹھا تھا اس سے مذہبی رسم ادا کی جاتی تھی۔ خواجہ حسن نے اس منظر کے بدلے میں قلعے دار سے پوچھا تو وہ ہل گیا اور کہا ”محسوس کہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ اور احرا خسرو اول کو تاج پیش کر رہا ہے اور خسرو اول کے پیچھے زرتشت کی شبیہ ہے۔“

خواجہ حسن نے پوچھا ”خسرو اول کا وہ تاج کہاں ہے اس کا کچھ دیر پہلے تو نے دیکھا تھا“ قلعہ دار نے یہ تاج بھی اس کے سامنے رکھ دیا۔ نہایت قیمتی شاہ نور یاد گار تاج۔ وہ قلعہ دار کے ساتھ دیر تک قلعے میں گھومتا پھرتا رہا شام ہوئی اور اس کی جگہ رات نے لے لی کہ رات بڑی آراں اور سونی سونی تھی۔ قلعہ میں چراغ بھی نہیں جلائے گئے تھے۔ بلیک اندھیر اور خوفناک سناٹا تھا۔ چابیوں کو یہاں سے داخل نہیں ملا تھا ہٹنے کی وہ سیدہ رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ انہیں ہر جگہ کی لوٹ مل سے روک بھی دیا گیا تھا۔ آرمی کاشت کد کو را کر دیا گیا مگر اس کو بک بک کرنے سے منع کر دیا گیا تھا خواجہ حسن نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ جنگ و جہل میں حصہ نہیں لے سکتا تو ملک جنگ سے بچا جائے ہیں واڑ کے قلعہ کی تعمیر نے آرمی کاشت کد کے جوش و خروش میں کسی حد تک کمی کر دی تھی اس کے محاسبوں نے یہاں سے کچھ حاصل بھی کر لیا تھا لیکن آرمی کاشت کد بالکل محروم رہا

تھیں اس کے ساتھ اس کا ذوق اڑا رہے تھے۔ آرمی کاشت کد سے پوچھ رہے تھے کہ جب اس کو جنگ اور لوٹ مل میں حصہ نہیں لینا تھا تو ان کے ساتھ آیا ہی کیوں تھا۔ آرمی کاشت کد نے جواب دیا ”ہم واڑ آتے ہوئے ایک جگہ کچھ عرصہ۔ جواب میں آگئے تھے۔ ہم سب سے مدافعت میں نوروں کچھ۔ پوچھ رہے تھے کہ ہم نے ان کا دامن کیوں چھوڑ دیا ہے۔ میں نے کچھ کو بتا دیا کہ ان کے دین میں جنگ و جہل اور مل نیست نہیں ہے جبکہ اسلام میں یہ سب ہے۔ اس پر کچھ نے مجھے تعجب کی کہ زخم لگانے سے زخموں پر مرہم رکھنا بہتر ہے۔ آرمی کاشت کد کی باتیں اپنا اثر دکھانے لگیں کئی لو مسلم آرمی کاشت کد کے آخری فقرے پر سر دھتے لگے ایک نے پوچھا ”لوہ کیا کا خداوند کچھ نے؟“

آرمی کاشت کد نے جواب دیا ”انہوں نے مجھ سے کہا کہ جو میرے بچوں سے کہہ دو کہ جنگ و جہل سے گریز کریں اور لوٹ مل سے باز آجائیں۔ کسی نے یہ خبر خواجہ حسن کو پہنچی۔ اس وقت خواجہ حسن کسی سے لین دین کی باتیں کر رہا تھا اس نے اس بات چیت کو اور حورا پھوڑا دیا اور چپ کر آرمی کاشت کد کی باتیں سننے لگا۔ آرمی کاشت کد کہہ رہا تھا ”تم میں سے جو بھی ہلدے ساتھ آنا چاہے آجائے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ دوبارہ سبکی ہو چوں۔“

چند سبکی متذہب سوچ رہے تھے لیکن کئی نے اس سے اختلاف کیا ”اب ہم دوبارہ مسیحیت نہیں اختیار کریں گے اس میں ہے ہی کیا ہلدے لئے؟“

آرمی کاشت کد نے جواب دیا اس میں ہلدے لئے بہت کچھ لکھ سب کچھ ہے۔“

ایک آرمی نو مسلم اس سے اٹھ گیا سہل کرنے لگا ”مسیحیت میں ہلدے لئے کچھ بھی نہیں، اس نے ہمیں جنگ و جہل سے روکا ہے جبکہ دوسرے مذاہب مسلمان کی اس جہالت کو نظر انداز نہیں کرتے“

آرمی کاشت کد نے مسیحیت کا دخل کیا ”مسیحیت اخلاقیات کا مذہب ہے اس سے دوسرے مذاہب کا کیا مقابلہ۔“

ایک مسلمان کو اس کی یہ باتیں بری لگیں ”اخلاقیات کیا ہوتی ہیں؟ اصول ہی تو زندگی کا سچا راستہ ہے جب کوئی پاگل لڑنے ہی پر مصر ہو تو وہیں اخلاقیات کیا کام آئیں گی۔“

آرمی کاشت کد۔ ”کہنا“ ہر مل میں لے تو یہ فیصلہ کیا ہے کہ دوبارہ سبکی ہو چوں۔“

خواجہ حسن نے ان کی باتوں میں مداخلت کی ”تو دوبارہ سبکی نہیں ہو سکتا کیونکہ اسلام لڑنے کے جرم میں تمہ کو قتل کر دے گا۔“

آرٹھی کاشت کھڑے سوئے نظروں سے دیکھنے اور کہنے لگا "یہ
 رتہ دیکھا ہوتا ہے؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "لیک بڑا سلام قیل کر کے اس
 سے مخرف ہو چلا۔"

اس کے بعد خواجہ حسن آرٹھی کاشت کھڑے اپنے ساتھ لے
 گیا۔ قلعہ دار سے اس کو جو رقم ملی تھی اس میں سے دو سو روپے
 آرٹھی کاشت کھڑے کو دے دیئے اور کہا "یہ تیرا حصہ ہے۔"
 آرٹھی کاشت کھڑے نے کہا "لیکن میں نے تو اس جنگ میں حصہ
 بھی نہیں لیا پھر یہ دو سو روپے کس ہمت کے؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "تو نے حصہ لیا ہے اس جنگ میں
 ادا ہے ساتھ سفر کیا ہے۔ یہاں تک آیا ہے۔ یہ بھی جنگ میں
 حصہ لینے کے مترادف ہے۔"

آرٹھی کاشت کھڑے سوچ رہا تھا۔ یہ کیا عجیب مذہب ہے جو اس
 جیسے منکر اور مخرف کو بھی حصہ دلا دیتا ہے۔

سلطان لہو لہو بھی اس دن قلعہ میں پہنچ گیا۔ اس کو
 یہ یقین نہیں آ رہا تھا کہ سولہ دنوں میں اس کو فتح کیا جاسکا ہے اور
 جب اس کو یہ بتایا گیا کہ یہ کھڑے نو سو روپے لے کر آیا ہے تو
 اور بھی حیرت ہوا۔ خواجہ حسن کی یہ تدبیر کہ چھتیس چارے لوگوں کو
 ہر ہفتہ ہفتہ دیا گیا سلطان کو بہت پسند آیا۔ اس نے کہا "خواجہ
 حسن! آپ واقعی منہنی نفس کی غیبت کو سمجھنے کے ماہر ہیں۔" خواجہ
 حسن نے سلطان کی تعریف کا شکریہ ادا کیا۔

قلعہ دار نے سلطان کو باتوں باتوں میں لیا اور اس کو اس نواز کے
 سامنے کھڑا کر دیا جن کی سامنا سلی ہر صوبوں سے حفاظت کی
 جلدی تھی۔ سلطان نے اس سے پوچھا "میں نے سنا ہے کہ کمانہ
 قلعہ ہے جہاں ایرمن کے بڑے لشکر موجود ہیں اس کی دلیہ کے ساتھ
 پردہ نش کے لئے بھیج دیا گیا تھا اور شہر میں نے اپنے باپ سمیت سترہ
 آدمیوں کو بے دردی سے قتل کر دیا تھا اور شیر دیہ کا باپ وہی
 قسمت لڑیں بکیر دھو تھا جس نے رسول اللہؐ کے چمڑے مہلک کو
 چمک کر دیا تھا؟"

قلعہ دار نے آہستہ سے جواب دیا "میں نے اپنے بزرگوں
 سے یہ وحشت سنے تو جیسا کیا واقعی ایسا ہوا تھا؟"

خواجہ حسن نے پورا قصہ سنا دیا "جب رسولؐ مقبولؐ نے
 ایران کے بادشاہ کو ایک کھوپ کی شکل میں اسلحہ کی دعوت دی تو
 سخت برہم ہو ہو اس نے آپؐ کے چمڑے مہلک کو چمک کر کے اپنی
 نشست پر پھینک دیا تھا اور میں نے اپنے گورنر کو حکم دیا تھا کہ عرب
 کے اس بدی نیت کو گرفتار کر کے اس کے پاس بھیج دیا جائے۔
 جب آپؐ کو یہ خبر دی گئی تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ میرے مقرب کی
 طرف اس کی حکومت بھی پلہ پلہ ہو جائے گی اور جس نے میری

گرفتاری کا حکم دیا تھا اس کو تو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے۔"
 قلعہ دار نے کہا "میں نے یہ قصہ سنا تھا لیکن اتنی تفصیل سے
 نہیں۔" پھر وہ قلعہ کے اس حصے میں لے گیا جہاں ایرمن کے
 آخری تانہ لڑ رہے تھے اپنی دلیہ کے ساتھ لیا پھینک کر دیا تھا۔
 یہاں پر دھڑکے پچھنے کی یاد گاریں تک موجود تھیں۔ اس کا لباس
 کھلنے چھوڑا سناج تھی سی گولہ لیک کر رہا تھا اور تیر کلن۔

قلعے کے وسط میں پہاڑی تھی اور اس کو قلعے دار نے بھی تک
 نہیں دکھایا تھا۔ سلطان نے قلعے دار کو حکم دیا "میں قلعہ کا یہ
 حصہ بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

قلعہ دار نے کہا "اس حصے میں کوئی خاص چیز نہیں ہے یہاں
 آرام کرنے کے لئے امراء اور حکام جلتے رہے ہیں۔"
 خواجہ حسن نے کہا "جب سلطان نے اس جنگ میں حصہ لینے کی خواہش
 ظاہر کر دی تو تو پہلے سے کام نہیں لے سکا۔"

قلعہ دار مجبور ہو گیا اور دوسرے دن صبح سلطان اور خواجہ حسن
 کو قلعہ کے وسطی خلعے میں لے گیا یہ پہاڑی پر واقع ایک خوبصورت
 جگہ تھی۔ قلعے دار انہیں تدریجاً بلند ہونے والی سڑک سے لوہے
 کیارہ میں جگہ جگہ مدتیں تھیں اور یہ سب خلی تھیں قلعہ دار نے
 بتایا کہ یہ اسی امراء اور حکام رکھتے تھے اور آرام کرتے ہوئے سڑک
 تھکتے۔ ایک عملت کو قلعہ دار نے قصداً چھوڑ دیا اور
 دونوں کو چٹان کی آگے لے جانے کی کوشش کی۔ سلطان نے
 اس عملت کی طرف اشارہ کیا "اس میں کیا ہے؟"

قلعہ دار نے جواب دیا "خالی ہے۔"

سلطان نے اسرار کیا "میں اس خالی عملت کو دیکھنا چاہتا
 ہوں۔"

قلعہ دار نے پوچھا "اس خالی عملت کو دیکھ کر آپ کیا کریں
 گے؟"

خواجہ حسن نے پھر وہی حکم دیا "تیری سمجھ میں یہ ہمت کیوں
 نہیں آتی کہ سلطان کی خواہش بھی حکم کا درجہ رکھتی ہے۔"
 قلعہ دار اس عملت میں نہیں لے جانا چاہتا تھا لیکن لب مجبور
 ہو گیا اس نے عملت کے بعض حصوں کو سلطان اور خواجہ حسن
 سے چھپا دیا۔ سلطان نے ایک منتقش زرد قوس پر ہاتھ رکھ
 دیا "اس کو کھول دے۔"

اس میں ایک بھاری قفل پڑا تھا

قلعہ دار نے جواب دیا "اس کی ہتھی میرے پاس نہیں ہے۔"
 سلطان نے پوچھا کہی کے پاس تو اس کی ہتھی ہوگی۔

قلعہ دار نے جواب دیا "میں عملتوں کا گراں منتقبے میں ملا
 کیا ہتھی بھی اس کے پاس رہتی تھی۔"

سلطان اور خواجہ حسن نے ایک ہی بات سمجھ لی۔ قلعے دار

جھوٹ بول رہا تھا۔ سلطان نے حکم دیا "قتل توڑ دیا جائے"۔
 قلعہ دار بھیر ہو گیا اور کہا "قتل توڑ دیں لیکن لب یس سے
 ملے گا کیا، کچھ بھی نہیں"۔
 سلطان نے درشت لہجے میں حکم دیا "قتل توڑ دیا جائے"۔
 چہرے دلوں کو قتل توڑنے کا حکم دیا گیا لیکن سلطان نے
 ان کا انتہائی نہیں کیا اور ہتھوڑے کی ایک ضرب سے قتل توڑ
 دیا۔ قلعہ دار دروں کے پیچھے ہو گیا۔ سلطان نے اندر داخل
 ہوتے ہوئے کہا "مجھ کو شہ ہے کہ اس میں کوئی موجود ہے"۔
 خواجہ حسن نے کہا "شاید"۔

سلطان کو قلعہ دار پر غصہ آ رہا تھا "شاید نہیں یعنی۔ یہ مجھ سے
 کچھ چھپا رہا ہے۔"

قلعہ دار نے خونخوار لہجہ میں کہا "میں آپ سے کچھ نہیں
 چھپا رہا، میں نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے۔"

سلطان اور خواجہ حسن اس عجلت کے کئی کمروں میں کچھ
 تلاش کرتے رہے۔ آخر وہ ایک کمرے سے کمرے میں داخل
 ہو گئے۔ اس کمرے سے عورتوں کے رونے کی آوازیں سنائی دے
 رہی تھیں۔

سلطان نے قلعہ دار سے پوچھا کیا یہ آوازیں تو سن رہا
 ہے؟

قلعہ دار نے بھر دی جواب دیا "میں نہیں جانتا کیونکہ اس
 عجلت کا گراں مسلمانوں سے جنگ کرنا ہوا لہذا کیا۔"
 پھر اچانک چار پانچ عورتیں ان کو دھکے دیتی ہوئی نکل کر
 بھاگیں اور قلعہ دار بے اختیار چیخا مچا "پکڑ لو ان کو جانے نہ دے گا
 قاضی ہیں۔"

سلطان اور خواجہ حسن نے ان عورتوں کو روک لیا اور اپنے
 محافظوں سے کہا "ان کو اپنے قید میں رکھو۔ میں دیکھا ہوں یہاں
 تو کون کون قید ہے؟"

قلعہ دار گھبراہٹ اور خوف میں بس ایک ہی بات کہہ رہا تھا۔
 "میں نہیں جانتا یہاں کون رہتا ہے۔ اس کا گراں تو مسلمانوں سے
 جنگ کرتے ہوئے قتل ہو گیا۔"

سلطان نے کہا "تو جیسا ہے کیونکہ تو نے ان عورتوں کو قتل
 کیا ہے۔"

قلعہ دار بہت پریشان تھا "میں ان عورتوں سے بس اتنی ہی
 وقفہ ہوں کہ اس عجلت میں کسی عورت کا عورت کی موجودگی کا
 یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ وہ قتل ہوئی ہو گی اور انہیں بدکاریوں کی سزا
 دی جائے گی۔ ان عورتوں کو پکڑ لیا پانچ تھیں۔ وہ سلطان اور
 خواجہ حسن کی درخواست کرتے گئیں "آپ دونوں ہمیں چھوڑ
 دے قلعہ دار ہمیں ہلاک کر دے گا۔"

سلطان وہیں بیٹھ گیا اور قلعہ دار سے پوچھا "کی جاتی عورتیں

کون ہیں اور مجھ سے جان کی لٹا کیوں چاہ رہی ہیں۔"
 قلعہ دار نے بے بسی سے جواب دیا "اگر آپ یہ وہاں کریں
 کہ مجھے معاف کر دیں گے تو میں ان کے ہارے میں جی جی ہندوں گا
 سلطان نے ان عورتوں کو تسلی دی "تم مت پریشان ہو اب تم
 بالکل محفوظ ہو" پھر قلعہ دار سے کہا "تو اب تو جی جی ہارے کہ
 یہ معاملہ کیا ہے؟"

قلعہ دار نے جواب دیا "یہ اہلی ہستی کی بدکار عورتیں ہیں
 اور ہارے ہیں یہ قانون رائج ہے کہ بدکار عورتوں پر مقدمہ چلا کر
 ایک کنوئیں میں اُل دیا جاتا ہے۔ یہ عورتیں وہاں سے کسی طرح
 بھی نہیں نکل سکتیں وہیں مر جاتی ہیں۔"

سلطان کو قلعہ دار پر بہت غصہ آیا لیکن وہ اسے لٹا دے چکا
 تھا پوچھا "وہ کنوئیں کہاں ہے جس میں ان بھی عورتوں کو قید
 کر دیا جاتا ہے؟"

قلعہ دار نے جواب دیا "پہاڑی کے لوہے۔ جہاں آپ میرے
 ساتھ جا رہے ہیں۔"

خواجہ حسن نے سلطان کو مشورہ دیا "میرا خیال ہے اب ہمیں
 لوہے کی چٹا پہننے اور اگر کنوئیں میں ذبح عورتیں مل جائیں تو ان کو
 پھینکا جائے۔"

سلطان نے اس عجلت کی بھی طرح تلاش کی اور مگر بڑا ب
 عورتوں کے ساتھ لوہے پر روانہ ہو گیا۔ قلعہ دار خوشامد میں مصروف
 رہا "جنت دلا! یہاں کا روجہ قانون صدیوں سے بلحاظ العمل
 ہے اور ایک میں کیا جتنے بھی قلعہ دار آئے اس پر عمل کرتے
 رہے۔"

عورتیں بدستور ادنیٰ ہوئی تھیں۔ وہ سلطان یا خواجہ حسن سے
 وقفہ نہیں تھیں لیکن یہ اندازہ لگایا تھا کہ یہ مسلما ہیں اور قلعہ دار
 ان کا قبضہ ہو چکا ہے۔ ان کی پریشانی کے پیش نظر خواجہ حسن نے
 کہا "تم بہت گھبر لا اب تم کو سزا نہیں دی جائے گی۔"

یہ لوگ قلعہ دار کے ساتھ لوہے پہاڑی پر چلے گئے۔ یہاں بھی
 ایک عجلت موجود تھی اور اس عجلت کے سامنے ایک کنوئیں تھا،
 سلطان اور خواجہ حسن نے اس کے قتل کا اندازہ لگایا جو چہرہ گزشتہ
 اور گہری سوزھی قلعہ دار ان دونوں سے کچھ کٹا کٹا رہا تھا۔
 خواجہ حسن نے کنوئیں میں بھاگ کر دکھا تو اسے خوف محسوس ہوا۔
 عورتیں کنوئیں سے دور کھڑی ہو گئیں۔ سلطان نے خواجہ سے
 پوچھا "اور عورتیں نظر آرہی ہیں؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "نہیں اندازہ میرا ہے اور
 اندھیرے میں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا۔"

قلعہ دار نے تالا "اندھ کئی عورت نہیں۔ ہیں اگر آپ لوگ
 نہ آجائے تو ان عورتوں کو سزا دے کر یہاں قید کر دیا جاتا ہے قلعہ

دو دروں کو وہیں لے گیا جس سے مہرتوں کو کٹوتی میں ڈالا جاتا تھا۔ کٹوتی میں جلنے کا راستہ پیچھے سے تھا۔ وہیں ایک دروازہ تھا۔ دروازہ چند ذریعوں کے ذریعہ نہ تک پہنچتا تھا، یہ دروازہ جیسے ہی کھلا، بدبو کا بھیا دماغوں میں چڑھ گیا۔ سلطان نے کٹوتی سے نکل کر مہرتوں سے پوچھا "تم کو کھل سے لود کس نے کرتا کیا؟"

سلطان کو مہرتوں پر رحم آ رہا تھا جو اس کٹوتی میں ڈال کر ہلاک کر دی گئی تھیں۔ اس نے کھلے دل سے پوچھا "وہ کتوں کھل ہے جس پر کھڑے مردوں کو ڈالا جاتا تھا۔"

قلم دار نے جواب دیا۔ "میا کئی کتوں نہیں ہے۔" سلطان نے کہا "کیا بد بھڑی میں صرف مہرتیں ہی کھلے کھڑے خطا کھ ہوتی ہیں؟ مرد نہیں؟"

قلم دار نے جواب دیا "لیکن ہتھوں میں نے نہیں بتایا، صدیوں سے رائج چلا آ رہا ہے۔"

سلطان نے مہرتوں سے پوچھا "تم نے میا کھ کیوں کیا لود؟ مرد کون لود کھل ہیں جو اس برے کھ میں تھلے شریک تھے؟"

تین مہرتوں نے اس مگر میں کا ہم لیا جو مسلمانوں سے جنگ کرتا ہوا لایا گیا لود دو نے قلم دار کا ہم لیا۔ قلم دار دونوں کو کلیں دینے لگا "دونوں دشمن ہیں۔ میرا ہم لے رہی ہیں مجھے تو ان کے بدلے میں قلم دار کے بعض معززین نے بتایا تھا کہ یہ مردوں کو خراب کر رہی ہیں۔"

سلطان نے پوچھا "وہ بعض معززین کھل ہیں؟" قلم دار نے جواب دیا "جنگ میں بدلے گئے۔"

خواب حسن نے سلطان کو سکھایا "ان مہرتوں کو موت کر دیا جائے۔ ان مردوں کا لانا مشکل ہے جو ان کے ساتھ شریک کھڑے" سلطان نے قلم دار کو ملامت کی "اب اس ہتھوں کو دفن کر دے لود اس کٹوتی کو بند کر دے جس میں صرف لود ہاں مہرتوں ہی کو قید کر دیا جاتا ہے۔"

قلم دار نے اعتراض کیا "جب آپ نے قلم دار فتح کر لیا، ہم نے آپ کو ہر شے سے لود لیا، اب دوزخ دے دیا، آپ ہلے غضب لود ہتھوں میں دخل نہ دیں۔"

سلطان نے جواب دیا "میں اس کٹوتی کو بند کر کے جوں کا لود آئندہ میں یہ نہیں سنوں گا کہ کٹوتی دوبارہ کھل دیا گیا" سلطان کے حکم سے خواب حسن نے دروازہ بجایا کے کتوں بند کر دیا۔ پانچوں مہرتوں نے کھلے میں رہنے سے انکڑ کر دیا۔ ان کا خیل تھا کہ مسلمانوں کے جلنے ہی قلم دار میں کو سزا ضرور دے گا۔ خواب حسن نے پوچھا "تم ہلے ساتھ کس طرح رہو گی؟"

ہندی فوج میں تو ایک بھی پڑی نہیں۔

پانچوں نے اسلام قبول کر لیا اور پانچ نو مسلم آرتی من سے شادی کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ سلطان نے ایک ہفتہ قلم دار میں قیام کیا اور قلم دار کو سکھایا تیسری میل کئی یاد رکھتے ہیں لود تھرا یہ فرض ہے کہ ان کی حفاظت کرتا رہا، لیکن یہی یہ لکھ کر بھی لکھو یا جلے کہ یہی وہ جگہ ہے جس میں رسول مقبولؐ کے محبوب پڑشا خسرو پوری کو اس کے بیٹے شہریدہ نے قتل کر کے بزدل جوشن کو پرورش کے لئے بھیج دیا تھا۔

قلم دار نے یہ کھم فہم کیا۔ اس قلم دار میں سلطان نے نو مسلم آرتی چل دیں کو نعام و اکرام سے نوازا اور ان سے وعدہ کیا کہ آئندہ ان کا لود زیادہ خیل رکھا جائے گا۔ خواب حسن نے سلطان کو آرتی کشت کھ کے بدلے میں تسلی سے بتایا تھا۔ سلطان کا خیل تھا کسی نو مسلم کو اتنی آزادی تو ہوتی ہی چاہئے کہ وہ اپنے آبائی دین کو یاد کرے لود نئے دین سے بیڑی کا ٹھکڑا کرے۔ سلطان نے بھی آرتی کشت کھ کی تالیف قلب کر دی لود نعام و اکرام سے نوازا اور ان کے اپنے خیالات لود احساسات پر شرم لود غم نھر آئے لگا۔ یہیں سلطان کو سلاٹ کرتا ہوا آذر بھنگ سے ایک وفد آیا اس وفد میں سلطان کے دو تجربہ بھی تھے ان تجربوں نے سلطان کو بتایا کہ تختیہ میں سلطان اور مسلمانوں کے خلاف بے اشتغال پایا جاتا ہے اور وہیں کا حکمران دوج جس اپنی عقیم ایمان فوج کے علاوہ دوسرے ملکوں کی فوجیں بھی جمع کر رہا ہے اس کا بعد دست ضرور کیا جائے۔ سلطان نے اس کا کوئی جواب تو نہیں دیا لیکن وہ بیڑی کی طرف سے غم نہ ضرور ہو گیا۔ اس وقت اس کے سامنے شام لود چڑ کے مسلمان حکمران تھے جو خود کو عالمی خلافت کے زیر اثر رکھے ہوئے تھے۔ ان کا حکمران محمود بن ملک بھی ابھی تک خود کو مصر کی عالمی خلافت کا تابع سمجھ رہا تھا۔ سلطان نے جب سے قلم دار سنبھالا تھا، ابھی تک عباسی خلیفہ سے نہیں مل سکا تھا۔ اس کے پاس بغداد جانے کے لئے وقت ہی نہیں تھا۔ یہی خواب حسن نے سلطان کو مشیر دیا کہ سلطان کی مسلمی مصروفیت اپنی جگہ لیکن بغداد کے خلیفہ سے کسی نہ کسی طرح رابطہ ضرور قائم ہونا چاہئے۔

لیکن وڑ سے سلطان نے رے کا رخ کیا۔ وہ کئی عرصہ بعد دلا لکھنا آیا تھا۔ شاید وہ عالم حالات میں یہی نہ آتا لیکن وہ خلافت عباسیہ سے رابطہ و تعلق برقرار رکھنے کے لئے رے آیا تھا۔ یہی خلیفہ قائم ہر لکھ کی بیڑی لود سلطان کی بہن خدیجہ ارسلان خاتون ابھی تک اپنے شوہر سے وہ خازمی گزار رہی تھی۔ خواب حسن نے سلطان کو مشیر دیا کہ اب اس کو خلیفہ کے پاس بھیج دنا چاہئے، اس طرح سلطان کا بغداد سے رابطہ عمل

ہو جائے گا۔ جب خدیجہ کو یہ بتایا گیا کہ اسے بغداد جانا پڑے گا تو اسے دکھ ہوا۔ بغداد میں اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا گیا تھا اس لئے وہ وہیں جلنے میں جگ محسوس کر رہی تھی۔ اس نے اپنے بھائی سے کہا ”بھائی! کیا میں رہے میں خوش نہیں ہوں؟“

سلطان نے جواب دیا ”تو یہاں بے حد خوش ہے لیکن تو امیر المومنین کی بیوی بھی ہے اور تجھ کو اپنے شوہر کے پاس ضرور جانا چاہئے۔“

خدیجہ امیر المومنین خاتون بغداد جلنے پر مجبور ہو گئی اور سلطان نے اسے بغداد اور واپس کر دیا اور خلیفہ کو لکھا کہ میں جہاد میں مشغول ہوں ورنہ میں خود بھی حاضر رہتا، آپ کی لائق واپس کی جلتی ہے۔ اسے قبول فرمائیں اور میرے حق میں دعائیں دیں۔ میں عباسی خلافت کی وسعت اور استحکام میں شب و روز کوشاں ہوں۔

نو مہینوں نے گزرے کو دکھا اور بہت پسند کیا۔ سلطان نے من سے کہا ”جو جہاد میں حصہ لینا چاہے میرے ساتھ رہے اور جو حضری زندگی کا خواہاں ہو وہ رہے میں رہ جائے۔ آج بھی نو مہینوں کی بڑی تعداد رہے میں رہ گئی اور یہاں انہوں نے مختلف چٹے اپنائے۔ یہاں شہزادہ ملک شلو کی نکل کی خواتین نے پزیرائی کی اور اس کی شاندار دعوتیں کی گئیں۔ شہزادہ ایاز ابھی تک کبیدہ خاطر تھا کیونکہ ابھی تک اس کو کچھ بھی نہیں دیا گیا تھا۔ یہاں سلطان کو

کا پیغام بھی ملا، یہ پیغام نے ہر روز کی شکایت کی تھی کہ وہ چند دن وہاں رہ کر کہیں چلا گیا، اس کو سلطان کا سپرد کیا ہوا کام پسند نہیں آیا تھا۔ ہر روز، بیخود کے پاس سے کہل گیا تھا کسی کو بھی نہیں معلوم تھا۔ رہے میں آؤر بلبلان سے ایک دوسرا قصہ آیا۔ وہ یہ خبر لایا تھا کہ مسیحی ایک وسیع تر اتحاد قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور مغربی اسلامی علاقوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں اس لئے ان کا تذکرہ بہت ضروری ہے۔ یہاں رہے میں طلب کے سکران محمود بن صالح کا وفد بھی آیا۔ محمود بن صالح نے سلطان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے خطبوں میں عباسی خلیفہ اور سلطان کے ہم داخل کروے گا۔

سلطان نے اس وفد سے پوچھا ”کیا تم لوگ یہ بتا سکتے ہو کہ محمود بن صالح ادنیٰ طرف دوستی کا ہاتھ کیوں بڑھا رہا ہے؟“

وفد کے امیر نے جواب دیا ”اسے عیسائیوں کی طرف سے خطرہ ہے اس لئے وہ آپ کی پٹہ میں آنا چاہتا ہے۔“

سلطان نے وفد سے صاف صاف کہہ دیا ”اپنے آقا سے کہنا کہ ہمارے ہمارے ہمارے کو داخل خطبات کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اس کے پاس قرآن ہی وہی جلتی ہیں جو قلمی خلافت میں عام ہیں۔ میں اس مخالفت کو پسند نہیں کرتا۔“

خواجہ حسن فکر مند تھا کہ صدق خبروں کے مطابق اگر عیسائیوں نے اسلامی علاقوں کی تباہی و تاراج شروع کر دی تو اس کا نتیجہ کیا نکلیے گا۔ طلب سے آئے ہوئے وفد نے خواجہ حسن پر دہن ڈالا کہ وہ سلطان کو محمود بن صالح کی دوستی پر آمادہ کر لے کیونکہ بیرونی خطرات کا تقاضا بھی یہی ہے۔

خواجہ حسن نے عقیدت کر لی۔ ”انہوں نے میں سلطان کو اس کا فیصلہ بدلنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔“

وفد واپس ہو کر چلا گیا وفد کے پیچھے پیچھے سلطان بھی طلب کی طرف بڑھا اور شہر کے باہر خیرہ زن ہو گیا۔ یہ سہ پہر کا وقت تھا اور سلطان نے اپنے طہر پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ دوسرے دن علی الصبح طلب پر حملہ کر دے گا لیکن اسی دن رات کو طلب کے حکمران محمود بن صالح نے اپنی ماں کے ساتھ سلطان سے ملاقات کی۔ محمود بن صالح کی ماں نے محمود بن صالح کا ہاتھ سلطان کے ہاتھ میں دے دیا ”سلطان محترم! میرا بیٹا آپ کا مجرم ہے۔ میں اس مجرم کو آپ کے پاس اس لئے لائی ہوں کہ آپ اس کو سزا دیں۔“

سلطان کو اپنے کسی مختلف کام طرح سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ محمود بن صالح کے دونوں ہاتھ سونے کی زنجیر سے بندھے ہوئے تھے۔ سلطان نے جواب دیا ”مادر محترم! آپ کے بیٹے کو میں نے پابند زنجیر نہیں کیا۔“

محمود کی ماں نے کہا ”اس کو میں نے پابند زنجیر کیا ہے کیونکہ ایک خونریز مقابلہ کے بعد اس کا کام تھا کہ انہیں زندہ رہا۔“

سلطان نے کہا ”آپ نے اس کو سونے کی زنجیر سے بندھ دیا ہے جبکہ میں اس کو ریشمی رسی سے بندھ رہا لیکن میں اس کو یوں معاف نہ کرتا۔“

ماں نے سلطان کی طرف ایک ریشمی ادنیٰ بڑھادی ”میں اس کی ماں ہوں اس لئے اس کے ہاتھوں میں سونے کی زنجیر ڈال دی تو ریشمی ادنیٰ سے بندھ سکتا ہے۔“

سلطان اپنے آپ میں اپنی ہمت نہیں پڑا تھا کہ محمود کے ہاتھوں سے سونے کی زنجیر کھول کر ریشمی ادنیٰ سے ان کو جکڑ دے۔ ماں نے پوچھا ”دیسے جیسے کیا میں یہ معلوم کر سکتی ہوں کہ تو میرے بیٹے سے بد امنی کیوں ہے؟“

سلطان نے جواب دیا ”آپ کا بیٹا طلب کا حکمران ہے وہ یہ خوب جانتا ہے کہ میں وہ دور تک عباسی خلافت کا پرچم سر رہا ہے مگر تیرے بیٹے نے مصر کی قلمی خلافت کا چکر چلا رکھا ہے یہ اہل باہن ہے۔“

ماں نے اپنے بیٹے سے پوچھا ”یہ میں کیا سن رہی ہوں؟“ محمود نے اپنا سر جھکا کر کہا ”آپ نے جو کچھ سنا وہ سنا تھا۔“

لیکن لب تو میری حکومت کی حدود میں بھی عباسی خلیفہ کا ہم خطیوں میں شامل کر دیا گیا ہے اور لب تو قاطعی خلیفہ کا ہم کسی بھی نہیں لیا جلا ہے۔

سلطان نے خیمہ میں سوال کیا "تیری مساجد میں تو ان کس کی دی جڑی ہے؟ تیری یا میرے کے قاطعی خلیفہ کی؟"

محمود نے جواب دیا "آپ کے عباسی خلیفہ کی۔ وہ تو ان جو اکثر مسلم ملکوں میں دی جاتی ہے۔"

سلطان نے کہا "اس کا یہ مطلب ہوا کہ تو نے اپنی اصلاح کر لی ہے۔"

محمود نے جواب دیا "میں نے اسی وقت اپنی اصلاح کر لی تھی جب آپ نے میرے وفد کو یوں ہی دلایا کر دیا تھا۔"

اب کا یہ خیال تھا کہ اب سلطان اپنے ہاتھوں سے اس کے بیٹے کی زنجیر کھول دے گا لیکن سلطان نے غم دیا "یہ دونوں میں بیٹے میرے مسلمان ہیں لیکن کو عزت و احترام سے کسی خیمہ میں ٹھہرا دیا جائے۔" یہ کہہ کر سلطان اپنے خیمہ سے نکل گیا۔ اب اس سے یہ پوچھا جاتی تھی کہ کیا اب محمود کو رہا کر دیا جائے لیکن سلطان نے اس کو لٹا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ کچھ دیر بعد خواجہ حسن نے ان دونوں کو ایک خیمہ میں منتقل کر دیا۔ اس موقع پر اب اس نے خواجہ حسن سے کہا "کیا محمود کے ہاتھوں کی زنجیر کھول دی جائے؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "آپ کے اس سوال کا جواب تو سلطان ہی دے سکتا ہے۔"

اب اس نے درخواست کی "میں وقت سلطان تو یہاں کس ہے نہیں میں نے آپ زحمت کریں اور میرے اس سوال کا جواب حاصل کریں۔"

سلطان کے دوسرے امراء کو عورت پر زحم آ رہا تھا ایک نے خواجہ حسن سے ان دونوں کی سفارش کی "جب سلطان ان دونوں کو اپنے معزز مسلمان کی طرح ایک خیمہ بھی عزت و احترام سے اس کا یہی مطلب لیا جاسکتا ہے کہ سلطان نے محمود کو صاف کر دیا اس لئے اب محمود کے ہاتھوں سے زنجیر کھول دیا جائے۔"

خواجہ حسن نے اس امیر کو ڈانٹ دیا "تو کب سے سلطان کا راجہ شاہ ہو گیا ہے، یاد رکھو حکم بیٹہ واضح ہے۔ صاف کیا جاتا ہے، ہم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ سلطان کے ہندو و ملولہ اور قرآن سے اس کا قصد یہ جان لیں اور عمل شروع کر دیں۔"

اب اس امیر کی طرف دہری کی "خواجہ بزرگ اپنے اس امیر کی دلیل پر بھی غور کریں میرا خیال ہے یہ کچھ دہری کی ہمت کر رہا ہے۔"

خواجہ حسن نے پی پی بے مرادی سے جواب دیا "لی بی بی، میں اندھوں سے ہم نہیں لیا جاتا، ہمیں واضح حکم دے گا کہ ہے۔ اب اس کو

اس پر غصہ کر رہا تھا جو خولہ غزلہ مسلطے کو ابھار رہا تھا۔

خواجہ حسن اب اس کے ہاتھ سے ہٹ گیا۔ وہ ان سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے کے بعد عسکری قلعہ پرچہ کے سلطان اپنے خیمہ میں واپس پہنچا۔ اس سے بتایا گیا کہ محمود بن سلجوق اور اس کی ماں کو ایک ملک خیمہ دے دیا گیا ہے۔ سلطان ان دونوں کے پاس خود گیا اور اس سے کہا "محمود کے ہاتھوں میں پڑی ہوئی زنجیر کھول دیجئے۔"

اب اس کی آنکھوں میں فرط خوشی سے آنسو آ گئے اور اس نے کہتے ہاتھوں سے زنجیر کھول دی اور کپکپی آنسو میں کہا۔ "سلطان تو نے ایک بڑی عورت کی ہمت رکھ لی۔ میں تیرا کس زمین سے شکریہ ادا کروں۔"

سلطان نے جواب دیا "میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آپ کے بیٹے نے قاطعی تو ان پر قرار رکھی ہے یا اس میں تبدیلی کر دی، اور اس سے مطمئن ہونے کے بعد میں آپ کی سفارش پر اس کو صاف کرنا ہوں۔" محمود بھی بہت جلدی ہو رہا تھا اس نے بھی سلطان کا بے حد شکریہ ادا کیا۔

سلطان نے اب کو بتایا "عباسی خلیفہ نے آپ کے بیٹے کی سفارش کی تھی۔ میں نے اس سفارش کو بھی رد کر دیا تھا لیکن آپ نے میری ضد اور میرے پھر کو شکست دے دی۔ میں آپ کے بیٹے کے دوشے پن سے نفرت کرتا تھا۔ اس نے میری طرف اس وقت مخالفت کا ہاتھ لیا تھا جب اس کو عیسائیوں کی طرف سے خطرہ لاحق ہو گیا۔"

محمود سلطان کو اپنے نکل میں لے گیا اور اس کی آنسو کے لشکر سمیت دعوتیں کیں۔ وہ دے ہی میں تھا کہ عباسی خلیفہ نے سلطان کو ہدایت کی کہ محمود بن سلجوق سے اچھا سلوک کیا جائے۔ سلطان نے خلیفہ کو جواب دیا "میں نے اس وقت تک اسے صاف نہیں کیا جب تک اس نے اپنی زبانوں میں تہدیی نہیں کر دی۔ میں اس کے اس عمل سے مطمئن نہیں تھا کہ اس نے خطیوں میں امیر آرمینین کا اور میرا ہم شامل کر دیا تھا۔ بلکہ امیر آرمینین نے اس کو نیست جان لیا تھا۔"

یہ زور سلطان کی خوش بختی اور اقبل سعدی کا تھا قسمت ہوا، کا ساتھ دے رہی تھی۔ المستنصر قاطعی بڑے ہندو تھا۔ وہاں زمانے نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ملک ایک ایسے قلعہ سے دو چار ہو گیا کہ قلعہ خوب و ذیل بن گیا جس کے پاس قلعہ اسے کسی قیمت پر بھی فروخت کرنے کو تیار نہ تھا۔ جس طرح قلعہ میں تمام انسان گر قلعہ تھے اسی طرح شہادت امراء امراء اور وزراء بھی اس کے قلعہ تھے۔ قاطعی خلیفہ المستنصر۔۔۔۔۔ بھی اپنے اور اپنے حامیوں کے لئے قلعہ چھوڑا تھا لیکن اس کو حاصل نہیں کر پا رہا

تھا۔ فاطمی خلیفہ کو اس کے امراء نے مشورہ دیا کہ وہ اپنے حریف عباسی خلیفہ کے پاس جانا چاہئے اور مسلمان بن کر خود کو اور اہل خاندان کو فاقوں مرنے سے بچالے۔ امراء اور وزراء کا یہ جواب مشورہ فاطمی خلیفہ نے قبول کر لیا۔ لیکن اس میں اتنی تہدیلی کر دی کہ خود تو بغداد نہیں گیا لیکن اپنی عورتوں کو بغداد روانہ کر دیا۔ مصری خزانے سے نوادرات اور یادگاریں تاجروں کو غلے کے عوض دے دی گئیں۔ اور یہ تاجروں نوادرات کو بغداد لے گئے اور فروخت کر دیا۔ ماضی میں عباسی خلیفہ المصلح عباسی کو مدد شیوں نے کر دیا کہ مصری فاطمی خلافت کے حوالے کر دیا تھا۔ اس وقت عباسی خلیفہ کے محل اور خزانے سے بہت ساری چیزیں لے کر مصر پہنچادی گئی تھیں۔ اب وہ ساری چیزیں دوبارہ بغداد چلائی گئیں۔ فاطمی شہزادیں اور دوسری خواتین انہیں اپنے ساتھ لے کر چلائی گئیں۔ یہ ساری چیزیں خواجہ حسن اور سلطان کو بھیجی گئی تھیں اور دونوں ہی لشکر اور قسمت کے فیصلوں پر دم بخود تھے۔ خواجہ حسن کے خیال میں یہ سب تائید ایزدی سے اس لئے ہو رہا تھا کہ مقترب سلطان کا مقابلہ میساجیوں سے ہونے والا تھا اور اس بڑے مقابلے کے لئے سلطان کو فاطمی خلافت کی طرف سے لکھنہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔

مصر کا فاطمی خلیفہ محل چھوڑنے پر مجبور ہو گیا اس وقت اس کے ساتھ ایک چہرہ دار بھی تھا اس چہرہ دار نے ایک کھوڑا مستعار لیا فاطمی خلیفہ کے ساتھ چلنے لگا۔ فاطمی خلیفہ کا اپنے وزیر ناصر الدولہ سے جھگڑا ہو گیا۔ ناصر الدولہ نے بخیرہ پر قبضہ کر کے مصر چلنے والے لٹے کی ترسیل روک دی جس سے وہ قلعہ سے دوچار ہو گیا۔ جن تاجروں کے پاس قلعہ تھا انہوں نے بیچنے سے انکار کر دیا۔ سلطان اور خواجہ حسن ان خبروں سے خوش ہو رہے تھے کہ حاکم محمد بن ابی ہاشم بھی تک خود کو فاطمی خلافت کے تابع سمجھتا تھا لیکن مصری دیگر گروں حالت نے اس کا رخ بغداد کی طرف کر دیا۔ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ بغداد گیا اور وہ کو عباسی خلیفہ کا تبعہ قرار دیا۔ عباسی خلیفہ نے ان دونوں کو سلطان ابی المسلان کے پاس بھیج دیا سلطان نے ان کا شاندار استقبال کیا اور اس خوشخبری پر کہ اب اس کے ماتحت حصوں میں خلیفہ بغداد اور سلطان کے تمام خطبوں میں پڑھے جاتے ہیں سلطان نے ان کو تیس ہزار دینار نقد دے کر اور کئی محلاتیں عطا کیں۔

فاطمیوں کی ہوا پر طرف انگریزی تھی۔ ایک نابہ نے سلطان کو یہ دلچسپ واقعہ سنایا کہ وہ مصر کے درالکھانے کے ایک حمام میں غسل کر رہے کیا تو حمام کے مالک نے اس سے پوچھا کہ اس سے کتنا پسند کر دے؟ سعد الدولہ نے فرمودہ کیا کہ یہ وہاں خلافت کے ہم ترین میر تھے جو درویشوں کی خاطر حمام میں

ملازم ہو گئے تھے۔ غلہ ٹالپ تھا تاجروں کے پاس تھا وہ بیچنے کو تیار نہ تھے۔ انہوں نے بڑے بڑے امراء کو درویشوں کے عوض ملازم رکھ لیا تھا۔ اس دلچسپ اور عبرت ناک واقعہ نے خواجہ حسن کو ملال کر دیا۔ سلطان کو بھی عبرت ہوئی لیکن اسے حیرت تھی کہ فاطمی خلیفہ کتنا کمزور ہے کہ تاجروں کو غلہ بیچنے پر مجبور نہ کر سکا۔ ان دنوں مصر سے جو قیمتی مسلمان بغداد کے درویشوں میں فروخت ہوا اس کی مختصر قیمت یہ تھی بلور کے اتنی ہزار ٹکڑے۔ وہاں قدیم کے پچتر ہزار قلعے، گیلہ ہزار دریں اور تیس ہزار حرم نکلیں۔

عباسی خلیفہ نے مصری سوتلوں کو عزت و تکریم سے قبول کیا۔ خواجہ نے سلطان کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے قیمتی سرداروں کو ان علاقوں کی تعمیر کے لئے بھیج دے جو شلب اور قسطنطنیہ میں مصری خلافت کے زیر اثر ہیں۔ سلطان نے خواجہ کا مشورہ قبول کر لیا اور ایک خورزمی سردار کو وہاں بھیج دیا اس نے وہ دونوں علاقے فتح کر لئے مگر ایسی ریاستیں جو فاطمی خلافت کے زیر اثر تھیں خود اپنی مرضی سے سلطان کی دنگر ہو گئیں اور اپنی مساجد میں قائم ہر لشکر اور سلطان کے نام خطبات میں شامل کر دے۔ خواجہ حسن سلطان کو براہ راست مشورہ دے رہا تھا کہ وہ صرف میساجیوں کے بدلے میں سوچے کیونکہ سبکی دنیا سے جو خیریں آ رہی ہیں وہ یہی ہیں کہ میساجی احمد یلغی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ حالت سلطان کا ساتھ دے رہے تھے۔ سلطان اپنی تشویش کا کسی پر بھروسہ نہیں کر رہا تھا لیکن وہ ذہنی طور پر پریشان ضرور تھا۔ عباسی خلیفہ اس کی مدد کیا کرتا اس کی دعائیں سلطان کے ساتھ تھیں لیکن اس پریشانی میں اگر کوئی سکون حاصل تھا تو یہ کہ آس پاس کی کوئی بھی فاطمی ریاست اس کو پریشان نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اپنی سبکی پہلی سلیسٹا کو روہیوں اور میساجیوں کی طرف سے لاحق خطرات سے مطلع نہیں کرتا چاہتا تھا

حالانکہ اس نے کئی بار اس بارے میں سلطان سے بات بھی کرنا چاہا۔ مشرقی شہروں کے کھسار اور خلیفہیں سیاسی کردار ادا کر رہی تھیں اور مشرق میں جو کچھ ہو رہا تھا اس کی ذرا ذرا سی خبریں تقصیرہ بھیجی جلدی تھیں۔ وہ سب ایک سوچے بچے منصوبے پر کام کر رہے تھے۔ راہب اور شناسی نہایت خوش اخلاق سے مسلمانوں سے مل رہے تھے اور انہیں جنگ سے باز رہنے کی تلقین کر رہے تھے۔ وہ نو مسلم آرمی اور جلد جینی باشندوں سے خاص کر ملاقاتیں کر رہے تھے۔ وہ اپنے ان کم کرداروں بھائیوں سے کہہ رہے تھے کہ وہ مذہبی جنگوں میں حصہ نہ لیں اور شہروں میں میں بس جائیں ان کو ترغیب بھی دی گئی اور قریب بھی۔ ان سے کہا گیا کہ اگر وہ اس جنگ سے لاشعور رہنے کا وعدہ کریں تو انہیں سونے ہاندی سے نواز دیا جائے گا۔ اس سے یہ بھی کہا گیا کہ اگر وہ اپنے بھائیوں سے

جنگ کرنے پر مجبور ہی ہو جائیں تو یمن جنگ کے دوران مسلمانوں کو دھوکا دیں۔ اور مسلمانوں کی طرف سے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیں۔ چند عہدوں نے، ہیلیٹا سے بھی طاقت کی۔ بلکہ توفیق ہیلیٹا سے اس لئے ملی تھی کہ وہ ہیلیٹا کے ساتھ خانہ میں رہ چکی تھیں۔ اور اس پرانے تعلق نے انہیں ہیلیٹا کے پاس پہنچا دیا تھا۔ سلطان کو اس کی طاقت پر کوئی اعتراض بھی نہیں تھا۔ یہ وہ نہیں ہے شہزادہ جولینہ تھیں۔ ان دونوں نے ہیلیٹا کو سداک بھی دی کہ وہ اس عہد کے سب سے بڑے علاقے کی بیوی ہے۔ وہ سلطان کی تعریف کرتی رہیں۔ انہوں نے سلطان کی غیر متعصبانہ طبیعت کا ذکر بھی بڑی عزت اور خصوص سے کیا۔ اس وقت ہیلیٹا کے پاس جو کئی تھیں وہ ان عہدوں سے خاصی متاثر ہوئیں۔ کئیوں کو ان دونوں پر حیرت تھی کہ وہ عربی کے لئے کٹوری کیوں رہیں گی!

ہیلیٹا نے ان دونوں کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور کہا "تم دونوں کو میرے پاس نہیں آنا چاہئے تھا۔"

جولینہ نے پوچھا "وہ کیوں کیا یہاں آئے پر پابندی لگی ہوئی ہے؟"

ہیلیٹا نے جواب دیا "میں یہ بات نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اب میں آپ لڑائی کی بیوی ہوں اس لئے ماضی سے رشتہ ہی کٹ گیا۔"

میرینہ نے کہا "شہزادی صاحبہ آپ جو چاہیں کہیں جہن میں یہ نہیں مانا گی کہ سلطان کی بیوی بن جانے سے آپ کا ہم سے کوئی تعلق نہیں رہا۔"

ہیلیٹا نے کہا "کیا تعلق ہے میرا ماضی سے؟"

جولینہ نے جواب دیا "ہم سب اس پر نظر کرتے ہیں کہ ہمارے وطن کی ایک شہزادی مشرق کے سب سے بڑے سلطان اور علاقے کی بیوی ہے۔"

ہیلیٹا نے مستعجباً "ملاں کہ میں نے یہ سنا ہے کہ کیسا اور خانہ محلہ سے غرض ہیں کیونکہ میں ایک نئے ہونے کے بلکہ اور سلطان کی بیوی بن گئی۔"

جولینہ نے کہا "ہم لوگ آپ کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں۔"

ہیلیٹا نے بے بسی غلامی کی "میں خود کر بھی کیا سکتی تھی۔"

میرینہ نے میرا ہاتھ سلطان کے ہاتھ میں دے دیا اور میں سلطان کی بیوی بن گئی۔"

میرینہ نے راز داری سے کہا "ہیلیٹا اگر آپ کو اس پر ذرا بھی شرمندگی ہے اور آپ اس پر چین ہیں تو اس کی شہزادہ جانی ممکن ہے۔"

ہیلیٹا نے پوچھا "وہ کس طرح سے؟"

میرینہ نے جواب دیا "آپ سلطان کو اپنے عشق میں جتا کریں اور کسی بھی ہاتھ سلطان کو دو تین سال تک آرمینیا اور آذربائیجان سے دور رکھیں۔"

ہیلیٹا نے پوچھا "اس سے کسی کو کیا فائدہ پہنچے گا؟"

میرینہ نے جواب دیا "جو فائدہ پہنچے گا وہ سب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔"

ہیلیٹا نے کہا "سلطان کو میں کیا کوئی بھی اپنی مرضی پر نہیں چلا سکتا۔"

جولینہ نے اصرار کیا "آپ کو شش کریں۔"

عہدوں کے آنے جانے پر خواجہ حسن کو تشویش ہو گئی تھی۔ اس نے کئی کئیوں کو بخبری پر لگا دیا لیکن ان سے اس اتنی ہی معلوم ہو سکا کہ وہ مذہبی یا ملکیت کی کوئی بات نہیں کرتیں۔ ہاں ایک دن ایک کئی نے خواجہ حسن کو یہ خبر دی کہ جولینہ ہم کی بہن ہیلیٹا کے سامنے جنگ کی مذمت کر رہی تھی اور یہ کہ اس نے ہیلیٹا کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ سلطان کو جہن سے بدر ہونے پر مجبور کیا جائے۔ خواجہ حسن نے بے چینی سے پوچھا "پھر ہیلیٹا نے کیا کہا؟"

کئی نے جواب دیا "ہیلیٹا نے کہا کہ سلطان اس معاملے میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرے گا۔"

خواجہ حسن نے اس کو شبائش دی اور کہا "اور توجہ سے ان کی باتیں سن۔ میں ان عہدوں پر پابندی لگاؤں چاہتا ہوں۔"

سلطان بھی عہدوں کی آمد سے ناخوش تھا۔ اس نے ہیلیٹا سے پوچھا "یہ حیرے پاس کیوں آئے جانے لگی ہیں؟"

ہیلیٹا نے جواب دیا "ان کے آنے جانے سے میں بھی خوش نہیں ہوں۔ آپ ان کو خود بھی منع کر دیں۔"

سلطان نے پوچھا "یہ کتنی کیا ہیں؟"

ہیلیٹا نے جواب دیا "میں جنگ سے نفرت ہے۔ کہ ہر

بد جنگ کی مذمت کر کے چلی ہوتی ہیں۔"

سلطان نے کہا "تو ان کو منع کر دے کہ یہاں اس قسم کی باتیں نہ کیا کریں۔"

ہیلیٹا نے جواب دیا "میں نے انہیں منع کیا لیکن وہ نہیں بدلتیں۔"

سلطان نے اس مسئلے میں خواجہ حسن سے مشورہ کیا کہ اس کے لئے کیا کرنا چاہئے خواجہ حسن نے جواب دیا "آپ یہ سوال بدلتی

کی شہزادی سے کریں۔"

سلطان نے کہا "اس نے کہا کہ انہیں روک دیا جائے۔"

خواجہ حسن نے مشورہ دیا "لیکن اس کے بلکہ اس میں ہمت

سے کام نہ لیا جائے تو بہتر ہے ہر سکا ہے ہمیں من سے کوئی اہم خبر مل جائے۔“

یہ بات سلطان کی سمجھ میں بھی نہ رہی تھی اس نے کہا ”میرا بھی کیا خیال ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے من پر نظر رکھی جائے۔“

لیک دن خواجہ حسن کو کینز نے یہ خبر پہنچی کہ دونوں نہیں ہیلیکاپٹر سے کسی راہب رابرٹ کا ہسروڈ لود آپ کا ذکر کر رہی تھیں۔“ یہ کہتے کہتے کینز شرم سے خاموش ہو گئی وہ خواجہ حسن سے نظریں چڑا رہی تھی۔

خواجہ حسن نے بے چینی سے پوچھا ”انہوں نے میرا ذکر بھی کیا؟“ کیا کہہ رہی تھیں۔“

کینز نے جواب دیا ”وہ جو کچھ بھی کہہ رہی تھیں اس کو میں اپنی زبان سے لڑا کر کے قفا کھر نہیں بنا چاہتی۔“

خواجہ حسن نے اس کو ڈلاسا دیا ”تو ذرا بھی نہ گھبرا۔ میں تجھ کو ماما کر دوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں جو باتیں کی جا رہی ہیں ان کا علم میرے سوا کسی کو نہ ہو۔“

کینز نے کہا ”وہ ہیلیکاپٹر سے اس کے عاشقوں کے بارے میں کچھ پوچھ رہی تھیں ان عاشقوں میں آپ کا نام بھی لیا گیا تھا۔“ خواجہ حسن نے گھبرا کے اوپر اوپر دیکھا ”وہ کیا کہہ رہی تھیں؟“

کینز نے جواب دیا ”وہ پوچھ رہی تھیں آپ کے پرانے عاشقوں میں سے کون کون شادی کے بعد ملا اور اس سے کیا باتیں ہوئیں۔“

خواجہ حسن یہ سن کر بیسنہ بیسنہ ہو گیا ”پھر اس نے کیا جواب دیا؟“

کینز نے جواب دیا ”ہیلیکاپٹر نے انہیں جواب دیا ”شادی کے بعد تین بار خواجہ حسن سے ملاقات ہوئی اب بھی مجھ سے محبت کرتا ہے۔“

خواجہ حسن نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے ”واشے یہ جھوٹ ہے۔ شادی کے بعد میں اس سے ایک بار بھی نہیں ملا پھر بات چیت کا کیا ذکر۔“

کینز نے کہا ”میں نے تو کچھ سنا آپ کو بتا دیا۔ ہیلیکاپٹر نے یہ بھی بتایا کہ آپ اس سے اتنی شدید محبت کرتے ہیں کہ اگر ہیلیکاپٹر ساتھ دینے کا وعدہ کرے تو آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔“

خواجہ حسن لود زبان پر شکن ہو گیا ”یہ میرے خلاف کیا سازش ہو رہی ہے؟“

کینز نے کہا ”امیر تو اس قسم کی باتیں ہو رہی ہیں۔“

خواجہ حسن نے غصے میں کہا ”میں من دونوں کی آمد و رفت پر

پابندی تو اوروں گا۔ یہ تینوں مجھے براہ کرم نہ چاہتی ہیں۔“

کینز نے اجازت چاہی۔ ”اب میں جا سکتی ہوں؟“

خواجہ حسن نے پھر اوپر اوپر دیکھا ”تو بدستور من کی باتیں سنتی رہو لود اس بات کا میرے سوا کسی کو علم بھی نہیں ہونا چاہئے۔“

کینز چلی گئی لیکن خواجہ حسن کے وجود میں مل نہ سکی۔ وہ شب و روز سوچتا رہتا کہ اس کے خلاف امیر ہی امیر جو سازش ہو رہی ہے اس کا تذکرہ کیا ہو؟ وہ خوب جانتا تھا کہ اگر یہ باتیں سلطان کے کان تک پہنچ گئیں تو ایک قیامت اٹھ کھڑی ہوگی لود

شاید وہ خواجہ کی زندگی کا آخری دن ہو گا۔ سلطان نے خواجہ حسن کو پریشان پریشان خاموش لود فکر مند جو دیکھا تو اس کو یہ فکر لاحق ہو گئی کہ خواجہ حسن اس سے کوئی اہم بات چمپا رہا ہے۔ خواجہ

حسن نے انتہائی غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا کہ وہ اس سلسلہ میں کسی طرح ہیلیکاپٹر اور دونوں عموں سے ضرورت پت کرے گا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ ایک خطرناک لود ہڑک مرحلہ ہو گا مگر اس کے علاوہ

کوئی پہلو بھی تو نہ تھا۔

سلطان کو بتایا گیا کہ مقامی خاندان میں چند پراسرار آہنی گھسے ہوئے ہیں لود اس میں کوئی کرائے کا قاتل بھی ہے یہ قاتل جلد جیہاکی حکومت نے بھیجا ہے جو کسی بھی وقت دھوکے سے سلطان کو قتل کر سکتا ہے۔ سلطان نے اس الزام کو پوری دلچسپی سے لود خواجہ

حسن سے پوچھا ”کیا اس خبر میں صداقت ہو سکتی ہے؟“

خواجہ حسن نے غصے میں کہا ”خبروں کے جج جھوٹ پر کھنے کا یہ طریقہ ہے کہ پہلے اس خبر کے خدو و خدائش کر لیا جائے جب مل جائے تو یہ دیکھا جائے کہ اس الزام کے پیچھے

کس کا منہ کھڑا ہے؟ اور جب اس کا ہتا چل جائے تو اس کی نجات پھرتی لود سنگی سے جج کئی کر دن جائے۔“

سلطان نے کہا ”غصے میں خاندان کی سلامتی لینے پر بھروسہ ہوں۔“

خواجہ حسن نے عرض کیا ”آپ مجھ سے جس قسم کا تعاون چاہتے ہیں۔ میں حاضر ہوں۔“

سلطان نے خاندان کی سلامتی خود نہیں لی اپنے ایک مستر اسماعیل کو بھیج دیا اور اس کو یہ ہدایت کر دی کہ وہ خاندان کے مستقل رہنے والوں سے کچھ بھی نہ کہے البتہ ممبروں کو سلطان کے پاس سے

آئے۔ خواجہ حسن پہلے تھا، خاندان میں خود چہ جائے لود ہیلیکاپٹر سے کسی طرح چند باتیں کر لے وہ ہیلیکاپٹر سے چھٹ پھٹا تھا کہ وہ

الٹا واپس جھوٹ گھس بولی۔ لیکن سلطان خاندان میں نہیں گیا۔ خواجہ حسن اپنے غصے کے سامنے بیٹھا آنے والوں کو دیکھ رہا تھا۔

یہاں اس کو کل اہلیان پریشان کرنے لگے۔ وہ اپنے اپنے مسائل خواجہ حسن کے پاس لائے تھے۔ سلطان کا خیر بھی کچھ نہ بڑا دور

نہیں تھے۔ اس کی تقریریں بد بد سلطان کے خیمے کی طرف جاری تھیں۔ ایک سپاہی نے وزیر سے شکایت کی کہ اس کا بزرگ منشی امیر اس کو خلوہ خلوہ پریشان کر رہا ہے اور اس کو جو کچھ بھی فراہم و اگر ہم میں ملتا ہے اس کا امیر اس میں حصہ لگاتا ہے۔
خواجه حسن نے اس کو سمجھایا "ایسی باتیں یوں سب کے سامنے نہیں کرتے، پھر کس وقت آجیٹا۔"

اس وقت خواجه حسن کے سامنے چودہ آدمی اور موجود تھے اور یہ سب کوئی نہ کوئی مسئلہ یا شکایت اپنے ساتھ لائے تھے۔ سپاہی نے امیر کو کہا "آپ کو جو کچھ کہنا سنتا یا کرتا ہے اس وقت کہہ سکتے ہیں۔"

خواجه حسن نے سلطان کی خیمے کی طرف دیکھا وہیں بالکل سنا تھا۔ اس کو یاد آیا کہ ہر کی فائدہ ان اسی نوع کے واقعات کی وجہ سے حسد کا شکار ہو گیا تھا۔ سلطان کی موجودگی میں نظام لشکر کے در پر لوگوں کا جھوم سلطان کو حسد میں مبتلا کر سکتا تھا اس نے جھوم کو روکا تھا۔ یہ کہہ کر چٹا کر دیا کہ وہ انہیں پھر کسی وقت بلوالے گا یا پھر یہ کہ وہ اپنی شکستیں اور مسائل لکھ کر دے جائیں۔ اس نے اپنے خدمت گار کو حکم دیا کہ اگر دونوں نہیں اس کو آتی جتنی تقریریں آجائیں تو انہیں خواجه کے پاس لایا جائے۔ جب وہ اپنے خیمے میں داخل ہو رہا تھا تو اس نے سلطان کی جھلک دیکھ لی تھی۔ شاید خواجه حسن کے در پر ہونے والی رونق کا تماشا دیکھ رہا تھا خواجه حسن کہہ گیا۔ کتنی دیر بعد دونوں نہیں اس کے خیمے میں داخل ہوئیں وہ پریشان اور دشت زدہ ہو رہی تھیں۔ خواجه نے دونوں کو ایک چٹائی پر بٹھا دیا۔ پھر چلا۔ "تم دونوں ہیلیٹا کے پاس بدلیں گی جتنی ہو؟"

جولیت نے جواب دیا "سلطان نے تو ہم سے یہ سوال کیا نہیں۔ پھر آپ کیسے کر رہے ہیں؟"
خواجه حسن نے کہا "میں نے یہ سوال سلطان کے اہل پارسی کیا ہے۔"

جولیت نے کہا "ہیلیٹا ہم دونوں کے ساتھ رہ چکی ہیں اس وقت سے ہم دونوں میں سے مل لیتے ہیں۔"
خواجه حسن نے دشت لبرہ اقلید کیا "وہیں کیا باتیں ہوئی ہیں، میں جانتا ہوں اس لئے تم دونوں پر پابندی لگاتا ہوں اب تم میری اہمیت کے بغیر وہیں نہیں جاؤ گی۔"

میر نے کہا "آپ شہزادی ہیلیٹا سے تین بد سلطان کی خدمت میں ملاقات کریں اور اسے معصوب نہ سمجھیں اور ہم دونوں سلطان کی اہمیت سے فتنے جائیں تو اس پر آپ کو اعتراض ہو، خوب خواجه حسن کہہ گیا یہ جھوٹ ہے میں ہیلیٹا سے ایک بد بھی نہیں ملتا۔"

جولیت نے بھی بے پروائی سے کہا۔ "میں نہیں معلوم کہ اس میں کیا جھوٹ ہے اور کیا سچ ہم نے تو بات بتائی ہے جو ہمیں شہزادی ہیلیٹا سے معلوم ہوئی تھی۔"
خواجه حسن ایک دم نرم پڑ گیا "پاک اور محترم ہو! تم ہیلیٹا سے میری طرف سے پہنچو کہ وہ مجھ پر کیوں حسد لگا رہی ہیں۔"

میر نے کہا "حسرت نہیں دقت ہے۔ شہزادی ہیلیٹا جھوٹ نہیں بولتیں۔"

خواجه حسن نے دونوں سے کہا "خسوس کہ میں ہیلیٹا سے پہنچ بھی نہیں سکتا کہ انہوں نے مجھ پر یہ الزام کیوں لگا دیا، کیا وہ مجھ کو بد ویرانہ کرنا چاہتی ہیں۔"

میر نے جواب دیا "میں آپ کے محنت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ آپ وزیر کی حیثیت سے کوئی حکم دے سکتے ہیں لیکن آپ شہزادی ہیلیٹا کے معاملے میں نہ بولیں تو بہتر ہے۔"

جولیت نے اپنی طرف سے تجویز پیش کی "اگر آپ چاہیں تو میں خود شہزادی ہیلیٹا سے بات کروں۔ آپ دونوں آئے سامنے بیٹھ کر بات کر لیں۔ میں یہ کر سکتی ہوں۔"

خواجه حسن اس کے لئے تیار ہو گیا "میں بھی کی پہنچتا ہوں اور ہیلیٹا مجھ سے کس طرح ملیں گی؟ سلطان اس کی اہمیت ہی نہیں دے گا۔"

جولیت نے جواب دیا "سلطان کو اس ملاقات کا علم ہی کیوں پڑے؟ خواجه حسن نے متعجب لبے میں کہا۔ "اگر یہ ممکن ہو تو مدد میں کامیاب نہیں ہے۔"

دونوں نے وعدہ کیا "ہم آپ کی شکل حل کر دیں گے۔"

خواجه حسن نے اپنی طاقت کا رد یہ برقرار رکھا "تم دونوں اس میں کامیاب ہو یا ناکام لیکن آئندہ تم ہیلیٹا سے ملاقاتیں کم کر دینا چاہئے۔"

سلطان نے خواجه حسن کو اپنے خیمے میں طلب کر لیا۔ وہ اس وقت حکما پریشان تھا۔ سلطان کے خیمے میں تین سے چوبیس بھی تھے۔ اس میں ایک چہرہ اس کا بھلا بچھا تھا یہ روبرو تھا اس نے خواجه حسن کو دیکھتے ہی سکرانے ہوئے لشکر سے سلام کیا۔ سلطان بے چینی سے خیمے میں داخل رہا تھا۔ روبرو وہ خواجه حسن کے سوال جواب پر سلطان رک گیا اور دونوں کو سوجھ بوجھ سے دیکھا "آپ اس کو پہنچاتے ہیں؟"

خواجه حسن نے جواب دیا "خوب نہیں طرح۔ یہ ایک خانہ میں رہا ہے قلعہ یہ کسی کے حلق میں جھکا ہوا گیا اپنی مہارت اور مہارت کو جنگ میں لگا دیا۔"

سلطان نے پوچھا "کسی سے عشق کرتا تھا؟"

خواجہ حسن کوئی جواب نہ دے سکا راہب راہب نے جواب دیا "کسی کے ذاتی معاملات میں سلطان کو دلچسپی نہیں لینی چاہیے۔"

سلطان نے ان تینوں سے ایک ہی سوال کیا "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

راہب راہب نے کہا "ہم خانقاہ نشین لوگ اکثر حالت سفر میں رہتے ہیں سلطان کو ہم پر اگر کوئی شبہ ہو تو صاف صاف بتا دیں۔"

سلطان نے ان کے مخصوص اور مشتبہ ساتھی سے پوچھا "کیا تو بھی راہب ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں راہب نہیں ہوں بلکہ خانقاہ میں کچھ کام کرنے آیا ہوں۔"

سلطان نے کہا "اسکی خانقاہوں میں میرے خلاف سازش کی جارہی ہیں۔ مجھ کو غصہ آیا تو میں خانقاہوں پر پہلی بخاراؤں گا اور خانقاہ والوں کے ہاتھ پر پابندی نافذ کر دوں گا۔"

راہب راہب نے کہا "سلطان کو بخاراؤں گھریں میں نہیں لگنا چاہیے۔ وہ زہریلا سمیرا ہو جائے گی۔"

خواجہ حسن نے بھی تینوں کی سازش کر دی میرا خیال ہے سلطان کو کسی بے نیلہ اتلو پر لٹا بیچن نہیں کرنا چاہیے۔"

سلطان نے کہا "میرے خلاف جس قسم کی سازشیں کر رہی ہے وہ میرے لئے ناقابل برداشت ہیں۔ تم ان کو سمجھو کہ میرے میرے چلنے کو لبریز نہ کر دیں۔"

راہب راہب نے کہا "سلطان کھڑم! میں کس کس کو سمجھوں گا۔ اس لئے آپ کو کس بھی چڑھائی منانے میں زیادہ حساس یا زیادہ چوکی نہیں ہونا چاہیے۔"

سلطان نے نبل کو روک لیا اور دو گورہا کر دیا اور ان پر پابندی لگائی کہ جب وہ یہاں سے جائیں تو سلطان کو ضرور مطلع کر دیں۔

سلطان کے سر میں وہ شروع ہو گیا۔ وہ اپنا سر پکڑے ہوئے تھا۔

خواجہ حسن نے طریب کو بلوایا اور اس نے ہنس دیکھ کر سلطان کو مسخہ دیا کہ راہبوں نے یہ سنا ہے وہ وہ ہیں کہ یہ کہ سر کا درد کوئی بھاری ہی نہیں اس کی وجہ وہ وہ کر دیں درد پھلا جائے گا۔"

سلطان نے اپنی جھٹکی پکڑ لی "میں اس پریشانی کو کس طرح بردہ کروں؟"

خواجہ حسن نے اڑتے اڑتے کہا "اگر آپ کو درد سر کا سبب معلوم ہو تو اس سبب کا علاج کریں اور اس کو درد کر دیں۔"

سلطان نے وہاں صیانتوں کو حکم دیا "جدا ہے تم دونوں بڑے۔ وہ میرے سر پر کڑے ہو کر مجھے پریشان نہ کرو۔"

راہب راہب نے جاتے جاتے خواجہ حسن سے کہا "میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھ کو وقت دیں۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "میرے پاس وقت نہیں ہے ویسے جہیں میں بتا دوں گا کہ تم مجھ سے کب ملو۔"

سلطان نے نبل کو قید کر دیا اور اس سے طرح طرح سے سوال کر کے پوچھتا رہا کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے۔"

خواجہ حسن کی پریشانیوں میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ سلطان نے نبل کو خواجہ حسن کے سپرد کر دیا اور کہا "اب آپ ہی اس سے معلوم کریں میرا خیال ہے کہ یہ نبل ہے ہی نہیں۔"

خواجہ حسن اس کو اپنے خیمے میں لے آیا اور اس کو کھڑی کانٹیک کام دیا اور کہا "اسے کر دے پھر میں تجھ سے بات کروں گا۔"

نبل نے جواب دیا "میرے پاس نوزاری نہیں پھر کام کس طرح کروں گا۔"

خواجہ حسن نے خاموشی سے ایک آدمی خانقاہ بھیج دیا کہ وہ بڑھتی کے نوزار لے آئے۔ وہاں سے یہ جواب ملا کہ "یہاں کسی کے کوئی نوزار نہیں۔"

خواجہ حسن سلطان کی فراموشی کا ہنسنے لگا۔ اس نے نبل کو دھکی دی "دیکھ تو بڑھتی نہیں ہے پھر تو یہاں کیا لینے آیا ہے؟"

خواجہ حسن نے سلطان کو بتا دیا کہ وہ بڑھتی نہیں ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ سلطان کو قتل کرنے نہیں آیا۔ سلطان نے

بھنبلاہٹ سے کہا "وہ مجھ کو قتل کرنے نہیں آیا، وہ بڑھتی بھی نہیں ہے پھر وہ یہاں کیوں آیا یہ تو معلوم ہو۔"

بڑھتی نے علیٰ رسم الخط میں سلطان کو اس کا نام لکھ کر دیا اور کہا "میں ایک خط لکھ رہی ہوں اور میں اس خط کیلئے کے ذریعہ اپنی روزی

کمانا چاہتا ہوں۔ راہب نے مجھ کو بتایا تھا کہ وہ خواجہ حسن کو دلچسپی طرح جانتا ہے اور وہ مجھے سفارش کر کے کام دلوا دے گا لیکن

یہاں آکر میں مصیبت میں پھنس گیا۔ مجھ کو میرے حامد ہم

پیشے نے سلطان کا چہل مشہور کر دیا یعنی میں اس کے بہتر سلطان کو گت کر لے آیا ہوں۔ میری بکھ میں نہیں آتا کہ میں خود کو کس طرح اس الزام سے بری کر دوں۔"

سلطان نے خواجہ حسن سے کہا "یہ عجیب بکلی باتیں کر رہا ہے۔ یہ سچ لکھا بھی ہے یا نہیں؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "یہ خط تو ہے مگر یہ سچ لکھا بھی ہے یہ میں نہیں کہہ سکتا۔"

سلطان کے سر درد میں وہ زیادہ اضافہ ہو گیا اور خواجہ حسن بھی پریشانی میں اپنے سر میں بھاری پنا محسوس کر رہا تھا۔ راہب

راہب راہب نے خواجہ حسن سے ملاقات کرنے آیا اور اس نے

خطا کی مقدس کی وہ نجل نہیں ہے اس نے خود کو نزل کیوں کہا تھا
میں نہیں جانتا لیکن اس کو خطا کی حیثیت سے ضرور جانتا
ہوں۔

خواجہ حسن اس کو اپنے خیمے میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا "تم کو
یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

راہب رابرٹ نے جواب دیا "میں یہاں خوشی سے نہیں
آیا۔ میں کیا کروں؟"

خواجہ حسن نے اس کو بھایا "سلطان مجھ سے کئی بار اس
عورت کا ہم پر چڑھا ہے جس نے تیرے زہد و تقویٰ کو
خاک میں ملا دیا میں اس کو کیا جواب دوں۔ اس لئے تو یہاں سے
چلا جا!"

راہب رابرٹ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا "آپ چاہیں
تو ہیلیٹنا کا ہم لے لیں۔ میں موت سے نہیں ڈرتا۔"
خواجہ حسن نے کہا "فضل باتیں مت کر، میں کتابوں تو
یہاں سے چلا جا۔"

راہب رابرٹ نے جواب دیا "میں یہاں رہنے نہیں آیا،
میں ہیلیٹنا کو ایک نظر دیکھنے اور اس سے چند باتیں کرنے آیا
ہوں۔ آپ میرا یہ کام کر دیں میں چلا جوں گا۔"

خواجہ حسن نے حیرت سے پوچھا "یہ کام میں کرا دوں؟ یعنی
میں؟"

راہب رابرٹ نے جواب دیا "ہاں یہ کام آپ کرا دیں یا پھر
اس شخص سے طوا دیں جو میرا یہ کام کر سکا ہو۔"

خواجہ حسن کو اپنا سر بھلی بھلی محسوس ہو رہا تھا۔ راہب
رابرٹ نے کہا "ویسے میرے اور جولیٹ نے مجھ کو بتایا ہے کہ میرا
یہ کام آپ کر سکتے ہیں اور آپ خود بھی ہیلیٹنا سے تین بار چوری
چوری مل چکے ہیں۔"

خواجہ حسن نے اپنا سر پکڑ لیا "تم سب مل کر مجھے چند کر دو
گے۔ یہ میں کس طرح یقین دلانوں کہ میں سلطان سے شادی کے
بعد ہیلیٹنا سے ایک بار بھی نہیں ملا۔"

راہب رابرٹ نے خوش اخلاقی سے اس کی بات مان لی "چلئے
میں نے آپ کی بات کا یقین کر لیا آپ ہیلیٹنا سے ایک بار بھی
نہیں ملے۔ اور آپ اس کو جانتے بھی نہیں۔ آپ نے اس سے
مشق بھی نہیں کیا میں آپ کی ہر بات مان لوں گا مگر اس وقت جب
آپ مجھ کو ہیلیٹنا سے کم از کم ایک بار طوا دیں گے۔"

خواجہ حسن پھل ہوا جلا رہا تھا "کیس تو پھل وٹھیں ہو گی۔ میں
نہ نہ جو دیا کہ میں یہ کام نہیں کر سکا۔"

راہب رابرٹ نے نرم لہجہ میں کہا "آپ یہ کام ضرور کریں
گے۔ میں جانتا ہوں۔"

خواجہ حسن نے اپنے خدمت نگار کو آواز دی جب وہ آگیا تو

اس کو حکم دیا "دو تین آدمی اور لے لو پھر اس احقر کو زبردستی
اٹھا کر اس کی خانقاہ میں ڈال دو۔"

خدمت نگار نے بالکل اسی طرح کیا اور خانقاہ آدمیوں کی مدد
سے راہب رابرٹ کو اٹھا کے خانقاہ میں پھینکا دیا۔ اب راہب رابرٹ کھل
رہا تھا۔ اس نے خواجہ کے آدمیوں سے کہا "اپنے آگے سے کہہ دو
کہ اس نے میرے ساتھ جو کچھ کیا اچھا نہیں کیا۔ اس کو اس کی سزا
ملے گی۔ خطرناک سزا۔"

جب خواجہ حسن کو راہب کا پیغام ملا تو اس نے اس وقت خانقاہ
سے آنے والے راہبوں پر اپنے آدمی بٹھا دیئے اور انہیں حکم دیا کہ
راہب رابرٹ کو ہرگز اور نہ آنے دیا جائے۔ "خواجہ حسن کا سر
میری طرح درد کر رہا تھا۔ اس نے رومل سے سر ہٹا لیا۔

سلطان اپنے گھوڑے پر گھوم پھر رہا تھا لیکن سر سے رومل بھی
بندھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے چند ساتھی بھی تھے۔ جب
خواجہ حسن کے خیمے کے سامنے سے گزر رہا تھا تو اس نے گھوڑے
کی لگم کھینچ لی اور اپنے ایک امیر کو حکم دیا "دیکھو یہاں کیا ہے؟
ایک خدمت نگار نے اس کو بتایا کہ خواجہ حسن موجود ہے۔
سلطان نے کہا "اس کو بتایا جائے کہ میں آیا ہوں۔"

خواجہ حسن نے سلطان کو اپنے خیمے کے در پر دیکھا تو اس کا
خون خشک ہو گیا۔ سلطان نے خواجہ حسن کے سر سے بندھے
رومل کی طرف اشارہ کیا "رومل تو گھج ہے؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "سر میں شدید درد ہے پتہ نہیں
کیوں؟"

سلطان نے پوچھا "یہ راہب رابرٹ کیوں آیا تھا اور اس کو
خانقاہ میں کیوں پھینکا پڑ گیا؟"

خواجہ حسن اور زیادہ پریشان ہو گیا جواب دیا "مجھ کو اپنی
فضل باتوں سے پریشان کر رہا تھا۔"

سلطان نے پوچھا "ہاں کیا کہہ رہا تھا؟"
خواجہ حسن کی کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سلطان کو اس کے
سواہوں کے کیا جواب دے۔

سلطان نے کہا "خواجہ بزرگ! اب میں آپ سے یہ نہیں
پوچھوں گا کہ وہ آپ سے کس قسم کی پریشان کن باتیں کرتا ہے۔
اب نہ کہ وہ آپ سے ملے تو اس سے یہ ضرور پوچھے گا کہ وہ عورت
کون اور کہاں ہے جس سے اس نے مشق کیا تھا پتا سب کچھ خاک
میں ملا دیا۔"

خواجہ حسن کے درد میں اور اضافہ ہو گیا پریشان کن لہجے میں
آہستہ سے جواب دیا "میں ضرور معلوم کروں گا۔"

سلطان سکرانے گا "میرا خیال ہے کہ آپ کے سر کا درد کچھ
اور بڑھ گیا ہے!"

خواجہ حسن نے آہستہ سے جواب دیا "جی ہاں ہنسی

سلطان چلا گیا اور خواجہ حسن اپنے خیمے میں جا کر رونے لگا
”اے اللہ! میں کیا کروں تو میری مشکل آسان کر۔“

○ _ ○ _ ○ _ ○ _

سلطان سیدھا ہیلیٹا کے پاس گیا۔ ہیلیٹا نے سلطان
کے سر سے بندھے ہوئے دوہل کے بندے میں پوچھا ”یہ کیا ہے؟“
سلطان نے جواب دیا ”میں ذرا پریشان ہوں، تیری قوم نے
مجھے پریشان کر رکھا ہے!“

ہیلیٹا نے کہا ”میری قوم نے نہیں آپ کے شوقِ کشتہ
کشتی نے آپ کو پریشان کر رکھا ہے۔ آپ اس شوق میں کی کر
ویں آرام ہو جائے گا۔“

سلطان نے پوچھا ”میں اس میں کس طرح کی کروں؟“
ہیلیٹا نے جواب دیا ”معلوم نہیں آپ میری بات مانیں گے
یا نہیں۔“

سلطان نے کہا ”تو مشورہ تو دے، شاید میں مان جاؤں۔“
ہیلیٹا نے مشورہ دیا ”میں نے آپ کے شرعی حصے نہیں
دیکھے اگر آپ میری باتیں تو چند سال شرعی حصوں میں گزروں
اس سے آپ کے سر کا درد بھی جاتا رہے گا۔“

سلطان نے ہیلیٹا کو کچھ عجیب سی نظروں سے دیکھا ”مشورہ
تو خوب ہے میں اس پر غور کروں گا۔“

سلطان ہیلیٹا کے پاس بھی زیادہ دیر نہیں رکھا۔ اس کے
پہلوں سے آگ سی جی لہو وہ اس آگ کی وجہ سے کسی ایک جگہ
نہیں رک رہا تھا۔

دونوں تین تین ہیلیٹا سے ملتی رہیں لہو اس پر وجہ ڈالتی رہیں کہ
وہ کم از کم ایک بار خواجہ حسن سے ضرور مل لے۔ بڑی مشکل سے
وہ ملاقات پر تیار ہو گئی۔ خواجہ حسن نے اس ملاقات سے انکار
کر دیا کیونکہ یہ جانتا تھا اس کی اطلاع سلطان کو تو ہو ہی جائے گی پھر
وہ عیا خطرہ کیوں منہ لے لے۔ جب خواجہ حسن نے ہیلیٹا سے
ملنے سے انکار کر دیا تو دونوں تین تین خواجہ سے بد امن ہو گئیں۔

شہزادہ ملک شہ نے اپنے طور پر محلوں کو اندہ جانے سے روک
دیا، اس نے کہا ”میں وہاں عد ہونے کی حیثیت سے تم دونوں کو
آزاد کر نہیں دے سکتا۔“

عموں نے شہزادہ کو دھمکی دی کہ ہمیں سلطان نے اندہ جانے سے
نہیں روکا، وزیر خواجہ حسن کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ کیا
آپ ان دونوں سے بڑے ہیں؟“

شہزادہ ملک شہ نے جواب دیا ”میں نے جو کہہ دیا سو کہہ
دیا۔ اب تم دونوں بھی بھی اندہ نہیں جھوکی نہ نہیں مجھ لہو ہے
بس ہو گئیں۔ لہو انہوں نے ہیلیٹا کے پاس پہنچا پھوڑ دیا۔

اس دن سلطان کو ایک گہم ملا موصول ہوا اس میں لکھا تھا

”سلطان محترم! میں اس خط میں جو کچھ لکھ رہا ہوں اس کو غور سے
پڑھو اور اس پر غور کرو۔ یہ دنیا جس میں ہم سب رہتے ہیں، بڑی
عجیب جگہ ہے۔ تم ہیلیٹا کی عزت کرو کیونکہ اس نے تمہاری
خطر اپنے چار عاشقوں کو بھلا دیا۔ تمہارا شہزادہ ملک شہ، تمہارا
وزیر خواجہ حسن، بہرہ لہو راہب رابرٹ یہ سب ہسلٹا کے
عاشق رہ چکے ہیں۔ شاید ان میں کے چند ہیلیٹا سے اب بھی ملتے
رہتے ہیں۔ تم کو ادھر سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ تم دنیا کو فتح کرنا
چاہتے ہو مگر ہیلیٹا کو پوری طرح سمجھ نہیں کر سکے۔ آہیٹا لہو جلد جیا
کا فح عاشقوں کی فوج رکھنے والی ہیلیٹا کی گرو کیر زلف کا اسیر
ہے۔۔۔۔۔“

اس کے بعد کا منی عاتب تھا شاید اس کو پھڑ کر پھینک دیا گیا
تھا۔ سلطان کو یہ خط خیمے میں اس جگہ سے ملا تھا جہاں وہ کمر
سیدھی کیا کرتا تھا۔ اس نے خط زمین سے اٹھایا تھا اور اس کو کسی حد
تک خواجہ حسن سے منسوب کیا جاسکتا تھا۔ سلطان کا خیال تھا کہ یہ
خط سلطان کو بھیجا گیا تھا لیکن خواجہ حسن نے کسی وجہ سے اس کو
سلطان کے پاس نہیں جانے دیا لہو جو حصہ عاتب ہے اس میں بھی
اس سے خاص باتیں منسوب ہوں گی اور اس نے اس حصہ کو پھڑ کر
پھینک دیا ہو گا۔ سلطان نے خواجہ حسن کو تھکے میں طلب کیا اور
پوچھا ”آپ چند دنوں سے بڑے پریشان نظر آ رہے ہیں۔“

خواجہ حسن نے جواب دیا ”آپ کو کسی وجہ سے شبہ ہوا ہو گا
وہ نہ واقعے اور حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔“

سلطان نے خواجہ حسن کو قدرے خوشگین نظروں سے دیکھا
لہو دریافت کیا ”میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ راہب رابرٹ نے
آخر کس عورت کے عشق میں۔۔۔۔۔“

خواجہ حسن نے جواب دیا ”اس سوال کا میں کیا جواب دوں گا
راہب رابرٹ ہی کو بلا کر ہم چھ لیا جائے۔“

سلطان نے فہم اور سراسر سوال کر دیا، ”آپ بھی تو کسی عورت
کے چکر میں خلعے پریشان رہے ہیں۔“

اس بار خواجہ حسن بدحواس سا ہو گیا ”آپ فرماتے ہیں تو میں
مان لوں گا۔“

سلطان نے کہا۔ ”خواجہ بزرگ! کیا عشق کرنا کہہ ہے؟ اگر
نہیں تو آپ میرے سوالوں سے پریشان کیوں ہو جاتے ہیں؟“

خواجہ حسن نے عرض کیا ”قبلہ و کعبہ! اگر آپ مجھ کو مزاحی
دنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے خطائیں نہ تلاش کریں میں یہی جو سزا
دنا چاہیں دیدیں۔“

سلطان نے جواب دیا ”خواجہ بزرگ! میں خود بھی کچھ عرصہ
سے بہت پریشان ہوں۔ میں کسی سائبان کی تلاش میں ہوں جہاں
میں رخصتی و سبکی آفات سے محفوظ رہوں۔ میری عزت کو میری
فیرت کو میری نام فروخت کیا جا رہا ہے۔ آہیٹا لہو جلد جیا کے مسلم

معلوم کس قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ چہ بیگونیوں اور سرگوشیوں آخر یہ سب کیا ہے؟

اب خواجه حسن میں بھی بد اس کے ضبط نہ رہا۔ وہ سلطان کو سب کچھ سچ سچ بتاتا تھا، مگر بہت سے اس کا ساتھ نہیں دیا۔

سلطان نے آہستہ سے کہا ”خواجه بزرگ! سچ بولنا مشکل ترین کام ہے۔ میں خود بھی یہ دیکھ رہا ہوں کہ میں نہ نہیں کہہ پاؤں جو کہنا چاہتا ہوں۔“

خواجه حسن نے موضوع ہی بدل دیا تھا ”جب سے بیسائیں کی ریشہ در ریشہ سامنے آئی ہیں آپ کو کچھ زیادہ پریشانی کن خبریں سننا پڑ رہی ہیں۔ میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ ہمارا دشمن شاید قصداً ایسا کر رہا ہے تاکہ آپ اس کے خلاف یکسوئی سے سوچ نہ سکیں۔“

سلطان اٹھ کر بیٹھ گیا ”چنگ میں بھی تو یہی محسوس کر رہا ہوں آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگتا ہے! اب خواجه حسن کی بہت عود کر آئی تھی۔ سلطان نے اپنے ہاتھ میں دیا کھنڈ کا پرزہ خواجه حسن کی طرف بڑھایا اور دوبارہ لٹ کر منہ دوسری طرف کر لیا ”آپ اس پرزے کو پڑھ کر سوچیں کہ ایسا کون کر رہا ہے؟“

خواجه حسن نے کھنڈ کا پرزہ لے لیا اور وہیں پڑھنے لگا۔ وہ یہ پرزہ پڑھتا رہا اور پریشان ہوتا رہا۔ سلطان نے کہا ”خواجه بزرگ! میں نہیں چاہتا کہ آپ خولہ کھول پریشان ہوں۔ آپ جائیں اور یہ سوچیں کہ ایسا کون کر رہا ہے، کیوں کر رہا ہے؟“

خواجه حسن نے اس اجازت کو نفیست جتا اور خیمے سے باہر نکل کر سکون کی سانس لی۔ جب وہ سلطان کے خیموں کے پاس سے گزر رہا تھا، اس نے ایکس خیمے پر ایک کھنڈ چسپاں دیکھا۔ وہ ٹھٹھک کر وہیں کھڑا ہو گیا اور اسے پڑھنے لگا۔ یہ رسوائیوں کا اشتہار تھا۔

یہ منکوم کلام سلطان کی شان میں قصیدہ تھا۔ ہلوڈ بے پتہ قوت پر داشت کا محل و ملک سلطان اب لڑ سکتے تھے تو نے اس منکات کا منہ بہ زندگی کے ہر لمحہ پر کیا ہے۔ جب تیرا بچا طغرل زندہ تھا اس وقت بھی تو شیر تھرتھرتے اپنے مخالفوں اور دشمنوں کو یوں زیر کر لیا جس طرح شیر مردار کو بکریوں کو زیر کر لیتا ہے۔ حکومت تیرے بچائے تیرے ناطق بھٹی کو دے دی گئی تو نے ہنس خوشی اسے براشت کر لیا پھر تیرا حق تجھ کو مل گیا یعنی تو سلطان بنا دیا گیا۔

تو نے کھنڈی سزائیں اور مٹھڑوں پر ہڈی بڑی ہر ایک کو قسمت دے دی اور خود اسلام کی خدمت اور مملکت کی وسعت کی خاطر آدر بچھل، ہندوستان اور مینیا چھ مہلتہ بھٹلی کی انھیں کی طرح مختلف مٹھڑوں پر پھیل گیا تو نے شہر اور حد سے فتح کے اور وہی اسلام پیسہ دیا تو نے جن کو فتح کیا ان کو فراخ دلی سے سزا بھی کر دیا حالانکہ تدبیر رواجیت میں تھی تو دشمنوں کو ہلاک اور آہوں کو ہلاک

کر دیا کرتے ہیں۔ آج وہ لوگ جن کو تو نے زیر کیا ہے تیرا قصیدہ پڑھ رہے ہیں۔ پھر تو نے جلد جیانی شہزادی، ہیلیٹا کو قبول کر لیا اور تیری بیوی بن گئی۔ ہیلیٹا پاک بڑا پاک باطن شہزادی جو نہ تھی جس نے زندگی بھر کنواری رہنے کا عہد کیا تھا لیکن جب اس کو تیرا جیسا کامل اور صاف مرد مل گیا تو اس نے اپنے کنوارے پن کو تجھ پر قربان کر دیا۔ اسے حوصلہ مند سلطان تو نہیں جانتا کہ شہزادی ہیلیٹا اپنے پیچھے عاشقوں کی ایک فوج رکھتی تھی۔ اس سے ملی کر انی مردوں اور ایک بچے نے عشق کیا لیکن اس نے صرف تجھ سے عشق کیا۔ کیا تو جتنا چاہے گا کہ پاکیزہ ہیلیٹا سے کس کس نے عشق کیا ہے تو نہیں جانتا لیکن میں بتاؤں گا ایک ایک کا قذف کر لوں گا جنہوں سے میں واقف ہوں۔ جب وہ صرف شہزادی تھی تو اس سے ایک در بدری امیر زادے نے عشق کیا وہ تو عشق کرتا رہا۔ امیر زادے کا عشق مشہور ہوا تو اس کو در بدر سے نکلی دیا گیا۔ پھر اس کو کسی شہزادے نے چاہا۔ یہ شہزادہ اس کے بچا کے دشمن کا بیٹا تھا یہ بھی ناگوار رہا۔ پھر کیا ہوا میں نہیں جانتا لیکن لوگ کہتے ہیں کہ ہیلیٹا سے جس نے بھی محبت کی وہ پریشان اور ناگوار رہا۔ آخر حالت اور باد سبوں سے بچ آکر ہیلیٹا تنہا بن گئی اور ایک خانقاہ میں جا رہی۔ اس خانقاہ میں بھی اہل بچ گئی۔ راہب رابرت نے اپنی محبت اور ریاضت اور مذہبی ساکھ سب کچھ ہیلیٹا پر قربان کر دیا۔ اس دور میں ایک ہر روز غامی نوجوان نے اس سے محبت کی یہ نوجوان ناسلوم ولدین کا بیٹا تھا۔ پھر یہ بھی سننے میں آیا کہ کس شہزادہ ملک شہ نے اس سے عشق شروع کر دیا اور وہ زیر خواجه حسن بھی ہیلیٹا کے عشق کی آگ میں چپکے چپکے جلا رہا۔ اس جہوم عاشقان میں گھڑی ہوئی ہیلیٹا پریشان تھی کہ وہ ان کی محبتوں کا جواب کس طرح دے کیونکہ وہ نہ تھی اور عمر بھر کنواری رہنے کا عہد کیا تھا۔ پاکیزہ ہیلیٹا اسی کشمکش میں جلتا تھی کہ سلطان ہب لڑ سکتے، شیروں کا شیر سلطان تلخ کی حیثیت سے جلدی بھی کیا، اور کس شہزادے نے معلوم نہیں کیوں اپنے باپ کو اس کے لئے چن لیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب جلد جیائے بلاشتو کے سامنے یہ تجویز گئی تو اس نے اس رشتے کو بے نال قبول کر لیا اور کنواری اور پاکیزہ ہیلیٹا کو سلطان ہب لڑ سلطان سے واپس کر دیا گیا، وہ سلطان کی بیوی بن گئی ہیلیٹا کی شادی میں کس کس نے دلچسپی لی کوئی نہیں جانتا لیکن کس کس کے لڑکوں کا خون اس شادی سے ہوا خون میں سے چند برسوں سے میں بھی واقف ہوں۔ شہزادہ ملک شہ راہب رابرت، ہر روز، اور وزیر خواجه حسن میں سب کے لڑکوں کا خون ہوا لیکن شہنشاہ و آفرین سلطان کو کہ اس نے ایسی باتوں اور محبتوں کی دلس پکی۔ سلطان کے حوصلے اور براشت میں اتنے اضافہ کرے کہ اس نے اس پاکیزہ شہزادی کو گولا کر دیا۔ آفرین و حسین سلطان کو کہ اسے ایسی بیوی ملی جو کسی کو نہ تو اس آئی اور نہ

حاصل ہوئی۔ سلطان سندھ کی طرح ہے جس کے دامن سے چھوٹے بڑے لہو اچھے بُرے ہر قسم کے جانور وابستہ ہوتے ہیں وہ سب کو برداشت کرتا ہے۔ اے سلطان! میں تجھ کو سلام کرتا ہوں اے سلطان میں تمہارا احترام کرتا ہوں۔ میں اسماعیل ایک بے لوث خطا لود ہے کھر نبلہ تمہارے پاس کس کس جتن لود کوشش سے آیا۔ نہ تو میں تیرا لود نہ خطا ر میں صرف شاعر ہوں۔ بد قسمت شاعر، کیونکہ میرے ہم عصر شاعر اپنی شاعری کو درپردہ کا وسیلہ بناتے ہیں لود میں بد قسمت لود ہمارا شاعر اگر سلطان سے ملاقات کا وسیلہ شاعری کو بناتا تو میں شاید قتل کر دیا جاتا کیونکہ میں سلطان کی خدمت میں لپٹا یہ قصیدہ پیش کرنا چاہتا تھا یہ قصیدہ میں نے اپنے دل کی گہرائیوں سے لکھا ہے شاید سلطان اس کو برا مانتا یا پڑھنا پسند نہ کرے۔ لود مجھ میں لود حوصلہ نہیں کہ میں اپنے اس قصیدے کو خود سناتا یا خود پیش کرتا، میں نے خود کو نبلہ کہا، خود کو خطا لود کہا اور مشتہر فنکار بن کر سلطان کی خدمت میں آگیا۔ فہوس کہ میں اے خود نہ پیش کر سکا اور خواتین کے خیمے پر چسپاں کر کے چار ہا ہوں۔ ہا شخص جو اسے پہلی بار پڑھے سلطان تک پہنچا دے۔ لب مجھے نہ تلاش کیا جائے کیونکہ میں اس قصیدے کی سلطان تک نہ سکی سے پہلے ہی اتنی دھوا چکا ہوں گا کہ میری خاک سفر بھی شاید سلطان نہ پاسکے۔

خواجہ حسن نے اس قصیدے کو اپنے قبضے میں لیا لود خاموشی سے اپنے خیمے میں پڑا گیا۔ لب ہا اس شخص میں تھا کہ اس قصیدے کا ذکر کرے کیا۔ دوسری طرف یہ شور بلند ہوا کہ اسماعیل خطا لود لڑ رہا گیا، سلطان کو اس کے ہرے دہرے غصے آ رہا تھا۔ کسی بزم یا محرم کا یوں سلطانی ہرے دہری سے فرار ہو جانا شرمناک بات تھی۔

خواجہ حسن سے سلطان نے پوچھا "اسماعیل کس طرح لڑ رہا۔ اس کی تحقیقات کریں لود انہیں سزائیں دی جائیں جو فطرت کے مرتکب تھیں۔"

ہرے دہروں کو خواجہ حسن نے اپنے خیمے میں بلوایا۔ ہرے دہروں کا سردار علاؤ الدین سب سے آگے تھا۔ خواجہ حسن نے اس سے کہا "یہ جو کہہ ہوا اس کی دستہ دہری تمہارے سردار دی بائے گی۔ لب تو ہی تاکہ میں کیا کروں سلطان تجھ سے جواب طلب کرے گا۔"

علاؤ الدین نے جواب دیا "خواجہ بزرگ! جو ہوا تھا تو ہو گیا۔ اب آپ سزا سے بچنے کی کوئی تدبیر بتائیں۔"

خواجہ حسن اس کے اطمینان لود بے خوں پر حیران ہوا "میں قید بندوں؟ یعنی میں، میں اس سلسلے میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

علاؤ الدین نے کہا "اس کو بھانکنا تھا بھانک گیا۔ ہا بے خوف

شاعر تھا میں سلطان کو بھانک کر لٹا ہے اس کے بعد شاید ہلا جرم فطرت لٹا سکیں نہیں رہے گا۔"

خواجہ حسن چونک گیا "شاعر تھا؟ کون شاعر تھا؟" علاؤ الدین نے جواب دیا "اسماعیل شاعر تھا نہ تو نبلہ تو لود نہ خطا لود صرف شاعر تھا لود کچھ نہیں۔"

خواجہ حسن کو گری سی محسوس ہوئی علاؤ الدین کی باتیں اس کے ہوش و حواس اڑائے دے رہی تھیں۔ "یہ تو کس طرح کہہ سکتا ہے کہ ہا شاعر تھا، صرف شاعر۔"

علاؤ الدین نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا "آپ کیا چاہتے ہیں؟ رات لود تنگی کی باتیں بھی من سب کے ملتے کر دی جائیں؟"

خواجہ حسن نے حکم دیا "تمام ہرے دہرے چلے جائیں انہیں بدی بدی طلب کیا جائے گا۔"

علاؤ الدین کے چہرے کی طمانیت خواجہ حسن کو پریشان کر رہی تھی۔ خواجہ حسن نے اس پر سرسری نظر ڈال کر بت کچھ سمجھ لیا تھا۔ خواجہ حسن نے کہا "لب بتا تو کیا کتنا چاہتا ہے؟"

علاؤ الدین نے جواب دیا "اس شاعر نے ایک قصیدہ لکھا تھا۔ اس قصیدے کو میں نے بھی پڑھا ہے لود آپ نے بھی۔ میں غلا نہیں کہہ رہا؟"

خواجہ حسن نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی "تو کس قصیدے کی بات کر رہا ہے؟"

علاؤ الدین نے جواب دیا "اس قصیدے کی بات، جو میں پڑھ چکا ہوں آپ پڑھ چکے ہیں لود ہم دونوں کے علاوہ بھی ایک شخص پڑھ چکا ہے۔"

خواجہ حسن اس سے نظریں نہیں ملا رہا تھا "یہ قیصر کون ہے؟"

علاؤ الدین نے جواب دیا "ضرورت پیش آنے پر ہا خود سامنے آ جائے گا۔"

خواجہ حسن کی پریشانیوں میں برآمد اضافہ ہوتا جا رہا تھا "ہا قصیدہ مکمل ہے؟"

علاؤ الدین نے جواب دیا "ہا جلد یا جس کے پاس ہے ہم تینوں جانتے ہیں۔"

خواجہ حسن نے سخت لہجہ اختیار کیا "ہا کس کے پاس ہے بتانا کہیں نہیں!"

علاؤ الدین نے جواب دیا "کم از کم یہ سہل آپ تو نہ کریں۔"

خواجہ حسن نے پوچھ لیا اس سے میں یہ کچھ لوں کہ اسماعیل کو تم سب نے لڑ کر کیا ہے؟"

علاؤ الدین نے جواب دیا "آپ ہر چاہیں کچھ لیں لیکن سب

تک وہ قصیدہ سننے نہیں آئے گا فیصلہ میں ہو گا۔
 خواجہ حسن نے متذہب لہجہ میں کہا ”وہ قصیدہ کمال ہے؟“
 نور میں بھی تو دیکھوں کہ اس میں کیا لکھا ہے۔“
 علاؤ الدین نے جواب دیا ”خواجہ بزرگ! ہم سب آپ کا
 احترام کرتے ہیں، آپ اس احترام کا بھرم رکھیں۔“
 خواجہ حسن خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اس کو یہ معلوم
 ہو چکا تھا کہ اس قصیدے سے خواجہ حسن کے علاوہ بھی وہ آدمی
 واقف ہیں۔

علاؤ الدین نے پوچھا ”پھر آپ کیا کہتے ہیں؟ ہم
 جائیں۔؟“
 خواجہ حسن نے نرمی سے جواب دیا ”میں اس معاملے کو دبانے
 کی کوشش کروں گا۔“

علاؤ الدین نے جواب دیا ”ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔“
 خواجہ حسن نے کہا ”اب تو جاسکتا ہے۔ اپنے ساتھ اپنے
 آدمیوں کو بھی لے جا۔“

علاؤ الدین نے چلتے چلتے مڑ کر خواجہ حسن کو دیکھا اور کہا۔
 ”بس اس کا آپ خیال رکھیں گے کہ یہ معاملہ دبا ہی دیا جائے تو ستر
 ہے ورنہ اس سے کئی لوگ رہا ہو جائیں گے۔“

خواجہ حسن نے وعدہ کیا ”میں کوشش کروں گا لیکن تو بار بار
 جس وعدے کا ذکر کر رہا ہے وہ اب نہیں سوا چاہئے۔“
 علاؤ الدین خوشامد کرنے لگا ”میں نے اس کا ذکر بوجہ بھاری
 کیا ہے۔ یہ کون پسند کرے گا کہ اس کے گلے میں ماحق موت کا
 پھندا ڈال دیا جائے۔“

علاؤ الدین چلا گیا۔ خواجہ حسن نے کچھ دیر بعد خیمے سے
 صاف نکل کر باہر نکل دیکھا علاؤ الدین اپنے ساتھیوں کو لے جا رہا
 تھا۔ وہ ایک ایسی پریشانی میں پھنس گیا تھا جس کا تجربہ کوئی حل نظر
 نہیں آ رہا تھا۔ وہ بستر پر دراز ہو گیا اور آنکھیں بند کر کے یہ
 سوچنے لگا کہ علاؤ الدین نور اس کے ساتھیوں کو کس طرح بچا
 جائے گا اس دن کو انھوں نے قتل کر دیا تھا جب وہ پہلی بار سیلیٹا
 سے ملتا تھا اور اس میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ وہ
 سیلیٹا سے پسے شادی کر لیتا تو آج اس کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ پھر
 اسے ملک شہ کا خیال آیا جو سیلیٹا اور اس کے ارمین خواہ مخواہ
 تھا۔ اس پریشانی کے عالم میں دونوں نہیں اس کے خیمے میں
 آئیں۔ خواجہ حسن جس طرح ایٹ تھا تیار ہوا اس دونوں سے بیچھا
 چمڑائے کی کوشش کی ”کیا بات ہے؟ تم دونوں اس وقت میرے
 پاس کیوں آئی ہو؟ کوئی خاص بات ہے؟“

میر نے جواب دیا ”ہم دونوں نے سیلیٹا سے ملاقات اور
 ہمت کی۔ وہ بدلہ بھی کر رہی ہے کہ آپ اس سے کئی بدل چکے
 ہیں اور اس سلسلے میں وہ آپ سے دور و بات کرنے کو تیار

ہے۔“
 خواجہ حسن اٹھ کر بیٹھ گیا ”یقیناً۔ بات شنزادی سیلیٹا سے
 ضرور ہوگی۔ وہ کسی غلط فہمی میں نہ رہے میں اس کے نیچے اور جڑ کر
 رکھ دوں گا وہ خود کو آخر سمجھتی کیا ہے، سڈھی کیس کی۔“
 جولین نے مشورہ دیا ”لیکن میں یہ مشورہ دوں گی کہ فی الحال
 لڑائی جھگڑے سے بچیں آگے بھی دیکھا جائے گا“

میر نے کہا ”لیکن سیلیٹا اس پر اصرار کر رہی ہے کہ آپ
 اس سے کئی بدل چکے ہیں ورنہ یہ بات وقت آنے پر سلطان کے
 سامنے بھی کہہ سکتی ہیں۔“

خواجہ حسن نے گھست خورہ انسان کی طرح چیخ چیخ کر کہا۔ یہ
 جھوٹ ہے۔ شاعر اسماعیل سیلیٹا کو سچا اور پاک باز کہتا ہے ماما کہ
 وہ جھوٹ بول رہی ہیں۔“

دونوں نے ایک ساتھ پوچھا۔ ”شاعر اسماعیل کون؟ وہی تو
 نہیں جو پسے نجد بنا پھر خطا ہو گیا؟“

خواجہ حسن کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ فہر آ کر برا اختیار کیا۔
 ”میں سچ کہتا ہوں کہ میں اس سے شادی کے بعد ایک بار بھی نہیں
 ملا۔ شاید اس طرح میرے خلاف سڈھی جیڑ کی گئی ہے۔“ خواجہ
 حسن نے سر جھکا لیا وہ اس سڈھی کو سمجھنا چاہتا تھا جو کسی ایک کی
 نہیں کئی کی نظر آ رہی تھی۔ اس میں سیلیٹا شامل تھی، دونوں
 خلیں ملوث تھیں، شاعر اسماعیل، راہب رابرٹ، علاؤ الدین اس
 کے خلاف تھے اور بھی جس سے وہ واقف نہیں تھا۔ یہ ایک لمبی
 ساری تھی۔

جولین نے کہا ”ہم شنزادی سے کہ دیں گے کہ فی الحال آپ
 ان سے نہیں ملیں گے لیکن ملیں گے ضرور۔ پچھلی ملاقاتوں کی
 طرح اس ملاقات کو بھی راز میں رکھنا چاہئے گا۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔“
 سیلیٹا کا وعدہ ہے آپ کے لئے آپ کے اعزاز کی خاطر۔“
 خواجہ حسن نے سخت لہجہ میں کہا ”اب تم دونوں یہاں سے
 چلی جاؤ اور سیلیٹا سے کہ دو کہ میں اس سے نہیں ملوں گا اس
 طرح جس طرح پہلے بھی نہیں ملا۔“

میر نے پوچھا۔ ”آپ نے شاعر اسماعیل کی بات کی تھی، وہ
 کہاں ہے؟ سنا ہے وہ قتل ہو گیا۔“

خواجہ حسن نے کہا ”میں نے کہہ چورہا کہ اب تم دونوں جا
 سکتی ہو۔“

جولین نے جاتے جاتے کہا ”آپ ہمیں اس طرح رخصت نہ
 کریں کہ آئندہ اگر ہمدی ضرورت پیش آئے تو ہم دونوں کسی
 قیمت پر نہ آئیں۔“

خواجہ حسن نے سوچتے ہوئے کہا ”تم دونوں جہاں اب میں تم
 دونوں کو اپنے خیمے میں نہیں آئے دوں گا۔ مجھ کو تم دونوں کی
 موجودگی سے وحشت سی ہو رہی ہے۔“

جولینہ اور میرینہ جلی گئیں وہ خواجہ حسن پرہس رہی تھیں۔ وہ
خواجہ کو پریشان دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں۔ خواجہ حسن نے باہر نکل
کر پہرے دار کو قسم دیا ”لب کسی کو بھی اندر نہ آنے دیا جائے۔“
وہ ایک بار پھر بستر پر دراز ہو گیا اور مذکورہ سادش پر غور کرنے لگا۔
اس میں کون کون شامل ہے۔ کیوں تیار کی گئی ہے؟ اور اس کے
نتیجے کیا نکلیں گے؟ اس نے سلطان کے گرد و پیش لوگوں پر غور
کیا۔ کیا کوئی اور بھی وزارت کے منصب کا امیدوار ہے؟ اس کے
بعد شاعر اسماعیل کا خیال آیا اس نے سوچا جب دُزیروں نے بھی
اس قصبے کو پڑھ لیا تھا تو اسے وہ اپنے ساتھ کیوں نہیں لے گئے
تھے چہل کیوں رہنے دیا۔ شاعر اسماعیل کون تھا؟ اس کو یہاں
کس نے بھیجا تھا اس غور و فکر میں اس کو ہر روز یاد آیا اور آخری شاعر
ماہکل جہلی بھی۔ کیا یہ ان دونوں کی سادش ہو سکتی ہے۔ سوچتے
چلتے وہ تھک گیا اور کسی ایک سول کا جواب اسے نہیں مل سکا۔
پھر اہنگ وہ قصبہ یاد آ گیا جو اس کے پاس تھا۔ خطرناک قصبہ! اگر
اسے سلطان کے سامنے پیش کر دیا جائے تو معلوم نہیں اس کے
ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اس کو اس قصبے کے ساتھ ہی...
ملاؤ لیرنا اور پہرے دار یاد آنے لگے۔ ملاؤ لیرنا اس قصبے کو
سلطان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ آخر اس نے یہ فیصلہ کر
لیا کہ وہ اس قصبے کو جلا دے گا اور اس کے وجود ہی سے مخرب
ہو جائے گا۔ پھر اہنگ یہ خیال بھی آیا کہ شاعر اسماعیل نے اس کی
لیک نقل اپنے پاس بھی تو رکھی ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس
کی نقل کسی اور کو بھی دے گیا ہو۔ اتنے دوسروں اور خدشوں کے
بلوچوں اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ اس قصبے کو جلا ڈالے گا۔
وہ ایک بار پھر خیمے سے باہر گیا اور پہرے دار کو سختی سے ہدایت کی۔
”کسی کو خیمے کے پاس بھی نہ آنے دیا جائے“ وہ اپنے کپڑوں میں
چھپے قصبے کو نشانے لگا۔ یہ قصبہ سیلہ عمار کے بیچ میں رکھ دیا گیا
تھا لیکن اب وہاں نہیں تھا۔ خواجہ حسن نے پہلے تو اسے سرسری
طور پر دیکھ کر ٹھٹھا مٹھا تھا لیکن جب وہ اپنی جگہ پر نہیں ملا تو اس
نے دوسرے کپڑوں میں تلاش کیا اور پھر سبب سمجھ لیا اور بے قراری
میں ایک ایک کپڑے کو ٹھٹھا کر فرش پر ڈال دیا۔ قصبہ کیس بھی
نہ تھا۔ کسی بھی کپڑے کی نہ میں یہاں کے درمیان قصبے کا
کسی پتا نہیں تھا۔ خواجہ حسن کو اپنی دھڑکی جلتی ہوئی محسوس ہوئی۔
آنکھوں سے اندھیرا چھا گیا۔ خواجہ حسن تیزی سے باہر گیا اور
پہرے دار سے دریافت کیا ”یہاں میری مدم موجود کی میں کون
آتا تھا؟“

پہرے دار نے جواب دیا ”میری موجودگی میں یہاں کوئی
نہیں آتا۔“

خواجہ نے پوچھا ”تو یہاں کتنی دور سے ہے؟“

اس نے جواب دیا ”تقریباً دو ساتوں سے۔“

دہلی کا واقعہ

محمد اعظم نے ۲۰۷ خرید جس کی عمر نئی ایک
سال کی تھی۔ جب بھی ۲۰۷ بگڑا محمد اعظم نے کہیں کہیں
کیا ملینگ کیا اور درست کر لیا۔

ایک سال بعد خراب ہوا تو اپنے ملاقاتی کے ملینگ
سے رجوع کرنا پڑا۔ ملینگ نے نہیں روپے نہیں بیچ
کرائی، شام کو آیا ۲۰۷ دیکھا، ایٹنا گھمایا اور چھڑا گیا۔
۲۰۷ کام کرتے لگا۔ ہر چہینے میں ایک دو بار ایسا ہوتا
رہا ایک دفعہ محمد اعظم نے ایک دوکان پر ۲۰۷ کو بیڈ
نہی کتابدہ کی دیکھی دوس روپے میں خرید لی۔ بڑھا تو
معلوم ہوا کہ ۲۰۷ 75 کی خرابی صحت اسٹیت کی خرابی
سے ہوتی ہے۔ آخر میں کتاب والا کا چھاپہ ہوا کہ ۲۰۷
گائیڈ کا بھی اشتہار دیکھا، محمد اعظم نے ۲۰۷ کو بیڈ
بھی نہیں روپے میں خرید لیا اور اسے پوری توجہ سے
کئی کئی بار پڑھا۔ بہت سی باتیں معلوم ہوئیں تو محمد اعظم
نے ہمت کر کے صحت کا سامان جو ۲۰۷ کو چمک کرنے
میں مدد دیتا ہے ستر روپے میں خرید لیا۔ اپنے ۲۰۷
پر ہی پہلا کام کیا اور کامیاب رہا۔ ہمت بڑھی، پڑوس
کے لوگوں کے ۲۰۷ بھی درست کئے اور زمین جینیں
خود پر بھر دسہ کرنے لگا۔ ایک دن دیکھا محمد اعظم کے
گھر پر بورڈ لگا تھا:

کلر و بلیک اینڈ وائٹ ۲۰۷ ریسیر باؤس
ملنے کا دلت صبح ۸ سے ۹ بجے تک شام چوبیس بجے کے بعد
اس طرح محمد اعظم نے اپنے لیے پارٹ ٹائم ورک
حاصل کر کے اپنی ”مسنی“ بھی بڑھائی اور اپنے ۲۰۷ کی
مرمت نہیں سے بھی نہ گئی۔ ہر وہ انسان جو اردو پڑھنا
جانتا ہو اور ۲۰۷ سے دلچسپی رکھتا ہو۔ ۲۰۷ گائیڈ اور
کلرٹی وی گائیڈ پڑھ کر اچھا ملینگ ہی سکتا ہے۔
رام کرشن اگر وال

خواجہ نے پوچھا "تجھ سے پہلے یہاں کون تھا؟"
اس نے جواب دیا "ملاؤ قلعہ میں کے آدمی وہی جو سلطان کے
پیرے در بھی ہیں؟"

خواجہ نے حکم دیا "میں کو خدا میرے پاس لاؤ، نہ جہاں
کس بھی ہیں، اگر میں نہ آؤں تو زبردستی لے آؤ۔"
پیرے در چلا گیا کہ خواجہ حسن اپنے کپڑوں میں قصیدے کو
دوبارہ تلاش کر لے گا۔ پھر خیمے میں کئی داخل ہوا ایک خواجہ
نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو سانسے شزاوہ ملک شہ کو کھڑا ہوا تھا۔ خواجہ
احزانہ کھڑا ہو گیا اور خیمے کے در تک پہنچ کر شزاوہ کے استقبال کیا۔
شزاوہ نے پہلے ہوئے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا "مستاد
محترم! یہ کیا ہے؟ آپ کچھ تلاش کر رہے ہیں؟"
خواجہ حسن نے اپنی پریشانی پر چہرہ پانے کی کوشش کی۔ "ہاں"
میں اپنے کپڑے خود سلیقہ سے رکھنے جا رہا تھا کہ آپ آگئے۔"
شزاوہ ملک شہ خواجہ حسن سے ہنس کر آہوا کپڑوں تک
پہنچ گیا۔

خواجہ حسن کو اس کے آنے سے بھی خوف محسوس ہو رہا تھا۔
پوچھا "شزاوہ محترم! خیریت تو ہے؟ یہ آپ بے وقت میرے
پاس کس طرح آگئے؟"

شزاوہ نے جواب دیا "ہم سب اس وقت رست پریشان ہیں
اور میں آپ کو مطمئن دیکھ کر یہ سوچ رہا ہوں کہ آخر آپ پریشان
کیوں نہیں ہیں؟"

خواجہ حسن کی جان نکل رہی تھی "آخر کیوں؟ آپ سب
کیوں پریشان ہیں اور مجھے کیوں پریشان ہونا چاہیے تھا؟"

شزاوہ ملک شہ نے جواب دیا "سلطان کو بلاذوق ذرائع سے
معموم ہوا ہے کہ وہ سب سے عیسائی افواج ہندی طرف "ری" میں اور
کئی ہندی طاقتیں مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکی ہیں۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "لیکن حرس سلطان تک پہنچے پہنچے
میں بعد میں مجھے معذور ہوتا ہے؟ اب میں لیکن تک ہے
خیر ہوتا۔"

شزاوہ نے دوسری خبر سنائی "دوسری خبر یہ ہے کہ اسماعیل
نہج یا غلام فرار ہو گیا اور اس کے بدلے میں یہ عیب و غریب خبر
معموم ہوئی کہ وہ نہ تو نہج تھا اور نہ ہی غلام۔ وہ صرف شاعر تھا۔
بہ پایہ شعر۔"

خواجہ حسن نے مردہ سی آواز میں پوچھا "اس کے شعر ہونے
کا انکشاف کس نے کیا؟"

شزاوہ نے جواب دیا "مجھ میں یہ نہیں کہہ سکتا لیکن یہ بتایا جا
رہا ہے کہ وہ واقعی شاعر تھا اور سلطان کے اوصاف اور صفت کا
دل سے قائل کچھ معترف تھا۔"

خواجہ حسن نے کہا "حیرت ہے کہ یہ سدا ہی باتیں میں کیوں
نہیں چلتا۔"

شزاوہ کچھ دیر خواجہ حسن کی شکل دیکھا رہا، اس کے بعد
حیرت سے پوچھا "آپ کو اسماعیل کی شاعری کے بدلے میں واقعی
کچھ نہیں معلوم؟"

اس نے جواب دیا "میں کہہ جو رہا ہوں، میں بھوت کیوں
بولوں گا۔"

شزاوہ نے آہستہ سے کہا "میں حیرت زدہ ہوں کہ آپ
کیسے نہیں جانتے۔ پھر نکلے لوگوں سے لئے اور پھر دیکھئے کہ لوگ
کیا کہہ رہے ہیں۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "میں پھر بھی نکلوں گا اور لوگوں
سے مدقت بھی کروں گا لیکن میں یہ نہیں مانوں گا کہ اسماعیل شاعر
بھی تھا۔"

شزاوہ ملک شہ نے خواجہ کو خطرات سے آگاہ کیا "آپ
اگر یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی عزت اور وقار میں اختلاف ہو تو آپ
اس وقت بھوت نہ بولنے کا، اپنی باتیں میں اپنی طرف سے سنبھلی
ہوں گا۔"

اسی وقت پیرے در دوسرے دو پیرے دروں کے ساتھ
آگیا۔ خواجہ حسن نے اپنے دوسرے دو پیرے دروں سے پوچھا
"میری عدم موجودگی میں یہاں کئی آیا تھا؟"

دونوں نے جواب دیا "ہی سلطان بذلت خود تشریف لائے۔
تھے بھٹک آدمی سامت یہاں گھرے ہوں گے اور اس کے بعد
واپس چلے گئے۔"

خواجہ حسن کو چکر آگیا۔ اس نے آہستہ سے کہا "شزاوہ ملک
شہ! مجھے سنبھالنے گا۔"

شزاوہ نے خواجہ حسن کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ وہ لا کھڑا
رہا تھا۔

خیمے کے پیر سلطان کے دو آدمی کھڑے ہوئے یہ سلطان کر
رہے تھے کہ سلطان نے آپ کو یاد فرایا ہے؟ آپ اسی وقت ان
سے جا کر مل لیں۔ خواجہ حسن نے شزاوہ حسن کو شاہوں سے پکڑ
لیا "شزاوہ، میرے ساتھ آپ بھی نہیں شاید یہ میں آخری بار
سلطان سے مدقت کروں گا۔"

شزاوہ نے کہا "مجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ خواجہ حسن ہلکی ہلکی باتیں
کہتے کر رہا ہے؟"

خواجہ حسن کو کسی ضعیف کی طرح سدا دے کر سلطان کی
طرف روانہ ہو گیا۔



”کیا اس سیدھا پن نے میری کرنی بد تمیزی کر دی ہے“

خواجہ حسن چاہتا تو شہزادہ اور ملک شہ کو بھی اپنے ساتھ لے لیتا لیکن شاہر اسماعیل کا قصد و جو طعن کڑا کر نے والا تھا اس کو وہ شہزادے کے سامنے پر پاہوئے سے بچا رہا تھا۔ خواجہ حسن کو اپنی عزت و تہذیب کا بھی پاس تھا لیکن کوہا کی طرح پچائے ہاتھل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے شہزادے سے معذرت کر لی ”آپ جانتے ہیں سلطان سے ٹھیکہ میں لٹا چاہتا ہوں۔“

شہزادے نے السوس کیا ”میں آپ کے انہام سے خوف زدہ ہوں“ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔“

لیکن خواجہ حسن خود کو بے گناہ سمجھتا تھا اور کسی کی بد روی کا خواہش نہیں تھا۔ باہر ہر طرف اداسی پھیلی ہوئی تھی راستے میں سپاہی اور محافظ اس کو سلام کر رہے تھے اور وہ ان کے سلاموں میں غرور اور استغزا محسوس کر رہا تھا۔ ایک ساتھی نے خواجہ حسن کو گھوڑے کی پیش کش کی لیکن وہ بیداری چلا گیا۔ سلطان الہا اور سلطان کے خیمے سے پہلے اس کے خدمت گاروں کا غیر قلم خدمت گاروں میں سے جو بھی سامنے آتا خواجہ حسن کو احترام سے سلام کیا۔ وہ خواجہ حسن کو نگہ و خمیلیدل جلتے دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ انہی میں ملاؤ الدین شامل تھا۔ اس نے خواجہ حسن سے پوچھا ”خواجہ بزرگ خیر تو ہے؟ اس وقت کہلاتا خواجہ حسن نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے سنا ”کوئی کہہ رہا تھا“ شاہر اسماعیل ایک سازشی قلم ساز فیروز کے خلاف کی گئی ہے۔“

سلطان کے خیمے کے باہر محافظ اس کا انکار کر رہے تھے وہ بے اختیار خواجہ کی طرف بڑھے اور طرف ارد گرد میں گھبراہٹ سے گھبراہٹ کر رہے تھے۔

خواجہ حسن نے کہا ”میں آپ کی جگہ میں پوچھا“ سلطان کے پاس اور کون ہے؟“

ایک لحظہ نے جواب دیا ”دونوں نہیں موجود ہیں“ وہ اندر خواتین سے لٹا چلتی تھیں لیکن سلطان نے انہیں پس بٹلے دیا

اور پوچھ چمک کے لئے اپنے خیمے میں بلوا ہوا۔“
آج پہلی بار خواجہ حسن کی تلاش بھی ل گئی۔ تلاش لینے والے نے معذرت کر لی ”خواجہ بزرگ“ آپ زیر ہیں۔ ہم نے آپ کی تلاش لے کر سلطان کے اس حکم کی تعمیل کی ہے کہ کسی کو بھی تلاش لے لیں اگر اندر نہ جلتے دیا جائے۔“ خواجہ کی کمر سے ایک بیٹھ قبت بھرا ڈسا ہوا تھا۔ محافظ نے اسے اپنے قبضے میں لے لیا اور کہا ”آپ برا نہ مانیں تو یہ ہمارے پاس آپ کی اہمیت ہے“ وہاں ہی میں لے لیتے گا۔“ خواجہ حسن کھول ڈوتا ہوا ہاتھ دل پر ایک چمکا کا سا ہوا جیسے جلتے انکار سے پرانی کی بوند پڑ گئی ہو۔ ایک لحظہ نے خیمے کا پردہ اٹھایا اور اندر موجود دو خدمت گاروں نے خواجہ حسن کو بازوؤں سے پکڑ لیا اور اس کو کھینچے ہوئے سلطان کے سامنے لے آئے۔ سلطان اپنے وسیع درمیان خیمے میں ایک تخت پر دو ڈالو بیٹھا تھا اس کے سامنے دو لوہے کی سیڑی پر بیٹھی تھیں۔ سلطان نے خواجہ حسن کو دیکھ کر نظر اٹھا کر دیا۔ وہ عجل سے کہہ رہا تھا ”راہب راہب راہب کو کیس جلتے دیا جائے۔“ خاندان الوں سے کہہ دیا کہ راہب راہب راہب میرا کرم ہے۔ اگر وہ قرار ہو گیا تو میں خاندان کے ہر شخص کو تہہ کر کے تختہ کو خاک میں ملا دوں گا۔“

دونوں نہیں بدحواس تھیں ”آپ گھرنہ کریں سلطان محترم“ وہ کہیں نہیں جلتے گا۔“

سلطان نے پوچھا ”تم دونوں سرور سے بھی واقف ہو یا نہیں؟“ دونوں نے جواب دیا ”ہم تو سب سے پہلے صورت آشنا نہیں ہیں۔“ سلطان نے کہا ”یہ شخص اکی میرے لئے خدمت فرمادی ہے۔“ مجھے یہ بھی جانت ہے وہ کار ہے۔“

دونوں عجل سے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ سلطان کی آخری باتوں کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ سلطان نے اس دونوں سے کہا ”تم دونوں اکی باہر رکنیں بعد میں بلواؤں گا۔“ پھر اپنے خدمت گار کو حکم دیا ”ان دونوں کو اکی روکا جائے۔ میں ذرا

خواجه بزرگ سے باتیں کر لوں۔" دونوں عموں کو خدمت کاروں نے اپنے جیسے میں لے لیا۔ سلطان اپنے تخت سے نیچے آگیا اور آہستہ سے کہا "انسان کس پر بھروسہ کرے۔"

خواجه حسن نے عرض کیا "کسی پر بھی نہیں۔ بھروسے کے لائق بس ایک ہی ذات ہے اور وہ ذات ہے اللہ تعالیٰ کی۔"

سلطان نے بڑے کرب سے پوچھا "خواجه بزرگ! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میں نے آپ پر کبھی زیادتی کی ہے؟"

خواجه حسن نے جواب دیا "کبھی بھی نہیں ایک بار بھی نہیں۔" سلطان نے پوچھا "پھر آپ نے یہ کیا کیا؟"

خواجه حسن خوب کچھ رہا تھا کہ سلطان کیا کہہ رہا ہے لیکن اس نے عافیت اسی میں کبھی کہہ دی حتیٰ الامکان توجہ عارفانہ سے کلام لے۔ اس نے کہا "یہ ناچھو آپ پر قربان اگر اس عاجز و خاکسار کے کسی مل یا کسی بہت سے آپ کو شکایت کا موقع مل ہو گا تو وہ لٹلی اور سو کلید کر دوں گا یہ ناچھو دانستہ آپ کو دکھ نہیں پہنچا سکتا۔"

سلطان نے خواجه حسن کو شکایت آمیز نظروں سے دیکھا کہ تمہارے شاہر اسماعیل کا قصیدہ پڑھ لیا؟"

خواجه حسن نے ہنس ہو گیا۔ غلگ مل میں بہت پسینے لگی "ہاں" وہ قصیدہ میں نے پڑھ لیا۔"

سلطان نے پوچھا "اس کو میرے پاس لانے کے بجائے اپنے پاس کیوں رکھ لیا تھا؟ وہ تو میری امانت تھی۔"

خواجه حسن نے اپنی مغالطہ پیش کی "اس امانت کو میں اپنے پاس تکبر نہیں رکھتا" ایمان داری کی بہت توجہ ہے کہ وہ قصیدہ جھوٹ کا پتہ ہے اور اس کے بارے میں میں یہ سوچنے لگا تھا کہ اس کو میں کس طرح آپ کے دربار میں کر دوں۔ فوراً تو نہیں پہنچے فشرے میں اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔"

سلطان "شاہر اسماعیل پر یہ ہم تھا" شاہر اسماعیل بد معاش تھا۔ اس نے میری تعریف نہیں کی بلکہ مجھے ذلیل اور رسوا کرنے کی کوشش کی ہے۔"

خواجه حسن کوئی رائے دیتے ہوئے کھبردار رہا تھا۔ سلطان نے ہیلین کی تعریف کی "ہیلینا بہت اچھی عورت ہے اس عورت کو بدنام کرنے والے ایسے نہیں ہو سکتے۔"

خواجه حسن کی زبان سے نکلا "چنگ! اس اچھی عورت کو میرے آدمی ہی بدنام کر سکتے ہیں۔" سلطان کا غم کیا ستم ڈھلے گا خواجه حسن اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔

سلطان کی برہمن کاہر ہونے لگی "سرور! اگر میرے سامنے ہوتا تو میں اس کو قتل کر دیتا۔ راہب راہت کو کیا کہوں اس نے بعد اپنی زندگی بسر کی کٹلی ہیلینا پر قربان کر دی اس کو تو

اللہ نے سزا دی۔ اب میں اسے مملکت اسلامیہ سے نکال دوں گا۔ وہ گیا شہزادہ ملک شہزادہ اس پر شاہر اسماعیل نے تسمت لگائی ہے۔ اس نے ہیلینا کو میرے لئے پسند کیا تھا۔"

سلطان نے خواجه حسن کا ذکر نہیں کیا تھا لیکن خواجه حسن نے فی الحال یہ سمجھ لیا تھا کہ ہیلینا اس کے زوال اور برہادی کا جبینہ شکی ہے۔ سلطان کہہ رہا تھا "آپ نے بھی ہیلینا سے عشق کیا مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن اعتراض اس پر ہے کہ آپ شادی کے بعد بھی ہیلینا سے کئی بار ملے۔ میں پوچھتا ہوں کیوں؟ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔" سلطان اپنے غیصے میں تیز تیز قدموں سے شل رہا تھا۔

خواجه حسن نے جواب دیا "سلطان محترم! یہ مجھ پر الزام لگایا گیا ہے۔ میں نے شادی کے بعد اس سے ایک بار بھی ملاقات نہیں کی۔" سلطان نے جذباتی لہجے اور اونچی آواز میں کہا "جھوٹ مت بولیں مجھے جھوٹ سے نفرت ہے۔"

خواجه حسن نے بھی مضبوط لہجے میں پھر انکار کیا "میں جھوٹ نہیں بول رہا جھوٹ سے میں خود بھی نفرت کرتا ہوں۔"

سلطان نے خواجه حسن کو منع کیا کہ وہ فضول بحث یا تردید نہ کرے "خواجه حسن نے کہا "اس وقت میں اپنا سر ہتھیلی پر لے کر آیا ہوں اس لئے میں جی بولا رہوں گا۔ میں شادی کے بعد ایک بار بھی نہیں ملا۔"

سلطان نے بھی اصرار کیا "میرے پاس اس کے گواہ موجود ہیں" خواجه حسن نے جواب دیا "وہ جھوٹے ہوں گے۔"

سلطان نے دونوں عموں کا غم لیا "وہ کتنی ہیں! ہیلینا نے بتایا ہے کہ آپ اس سے کئی بار مل چکے ہیں۔"

خواجه حسن نے جواب دیا "جار جیا کی شہزادی جھوٹ میں بول سکتی۔ آپ اس سے بہت کریں اور اگر وہیں سے یہ ثابت ہو جائے کہ میں شادی کے بعد ملا ہوں تو آپ مجھے قتل کر دیجئے گا۔"

سلطان نے علاؤ الدین کا ذکر کیا "اس قصیدے کو علاؤ الدین کے علاوہ بھی چند سپاہیوں نے پڑھا ہے میں ان کے ہم چاہتا ہوں۔"

خواجه حسن نے کوئی جواب نہیں دیا سلطان نے حکم دیا "علاؤ الدین اور اس کے سپاہیوں کو نیز کے پاس بھیج دے وہ نا حکم ماننے والے ہیں اور ان کے ہاتھ بیڑ کو یہ لکھ دیا جائے کہ اگر یہ لوگ سلطان ہوس پر کوئی بہت کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ یہ کٹلی ہے۔"

خواجه حسن نے دریافت کیا "بیڑ کو یہ خطائیں لکھوں گا؟" سلطان نے جواب دیا "ہاں! یہ خط آپ لکھیں گے کہ فی الحال آپ ہی وزیر اعظم ہیں۔"

خواجہ حسن نے کچھ دیر بعد دریافت کیا "میرے لئے کیا حکم ہے سلطان نے جواب دیا "آپ ہاتھ پائے میں جھولوں سے نمٹ لوں اس وقت میں غصا پریشان ہوں لیکن آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ کو صاف کر دیا گیا۔"

خواجہ حسن نے عرض کیا "میں معافی چاہتا بھی نہیں اور میں بھانکوں گا بھی نہیں۔" سلطان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خواجہ حسن نے قدموں پر ہاتھیں ہوا جیسے کوئی ارادت میرا اپنے پیرو مرشد کی طرف پشت کیے بغیر واپس جاتا ہے۔

سلطان سے کھانا بھی نہیں کھایا گیا اور اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ ہمیں سے دے واپس چلا جائے گا مگر کے بعد آرمینیا سے چند مسلمانوں کا ایک وفد آیا یہ سلطان سے دو لینے آیا قلمس نے بتایا کہ آرمینیا اور جارجیا کے مسلمانوں پر مسیحی سکوتیں علم کر رہی ہیں اور انہیں اس معاملے میں روم کی تائید اور حمایت حاصل ہو گئی ہے۔ سلطان نے وفد کو روک کر کہا مگر اس سے قتل بخش کوئی ہمت نہیں کر سکا "سلطان نے ایک دوسرے امیر صولت غز کو طلب کیا یہ ترک امیر بہترین جنگجو اور محملہ فہم مشہور تھا۔ سلطان اس سے کبھی کبھی مشورے لے لیا مگر اتحاد اس نے صولت غز کو بلوا تو لیا لیکن اس سے ہمت نہیں کر سکا اور صولت غز سے ہمت کرتے ہوئے ہنگامہ اٹھا۔

شہزادہ ملک شہ کو خواجہ حسن کی نگرانی۔ کچھ دیر بعد اس نے خواجہ حسن سے ملنا چاہا مگر خواجہ حسن نہیں ملے وہ بھی پریشان تھا اور اس پریشانی میں کسی اور کو شریک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ صولت غز ایک طرف موزوں کھڑا ہو گیا وہ مباحثہ کرنے میں پل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس عالم میں سلطان کو مطلع کیا گیا۔ "شہزادہ ملک شہ با رہائی کے خواہش مند ہیں۔"

سلطان نے بے دردی سے جواب دیا "اسے اندر بھیج دیا جائے۔" شہزادے نے اندر داخل ہوتے ہی شہزادہ اور کھینچا کھینچا تو صولت غز کے پاس کھڑا ہو گیا۔ سلطان خیمے کے ایک کونل سردار سے باہر کچھ دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ہی سلطان کو بتایا گیا کہ اس کے محافظوں کو بتا کر ان کی جگہ سے حفاظت ختم کر دیے گئے ہیں۔ شہزادہ ملک اور امیر صولت غز کو اس پر حیرت ہوئی۔ پھر معلوم ہوا کہ ملاؤ الدین سہتہ محافظوں کا گراں اور سردار سلطان کے پاس کوئی حکایت لے کر آیا ہے۔ سلطان نے وقت دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے صاف صاف کہہ دیا "وہ میرے لئے کچھ کیا ہے" میرے حکم سے کیا ہے اس لئے فیصلہ بنا نہیں ہاں کہ اس جواب سے شہزادے نے یہ اندازہ لگایا کہ خواجہ حسن اب بھی وزارت کے منصب پر فائز ہے۔

سلطان نے امیر صولت غز سے یہ چاہا کہ وہ مزاحمت نہ کرے۔ کچھ روزات کا منصب سنبھال سکتا ہے؟

صولت غز نے معذرت کر لی "میں خواجہ بزرگ کی ہمسری کھڑی نہیں کر سکتا۔"

سلطان نے شہزادے سے پوچھا "خواجہ بزرگ حیرت زبیت کس طرح کر رہا ہے؟"

شہزادے نے جواب دیا "خواجہ بزرگ کا بدل ٹکنی نہیں اور وہ کیسے استو با اتلنی ہیں آپ کو مجھ سے زیادہ علم اور تجربہ ہے۔ سلطان نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا "المسوس کہ جس طرح ایک مٹی اور پوریز گار ساتھ ستر سل تک جھلوت کرنے کے بعد ایک ذرا سی لٹزٹ سے اپنا سب کچھ برباد کر دیتا ہے اس طرح خواجہ بزرگ کا مسئلہ ہے میں سوچا ہوں لب میں کس پر اعتبار کروں؟ شہزادے نے جرات سے حکم لیا "میں خواجہ بزرگ کے بارے میں یہ وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اس قسم کی لٹلٹی نہیں کر سکتے۔"

سلطان نے پیش میں کہا "خواجہ بزرگ نے ایسی لٹلٹی کی ہے کہ امیر صولت غز اصل واقعے سے لاعلم تھا اس لئے اس نے اس کھٹو میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی اور سلطان کی توجہ دوسری طرف منتقل کرنا چاہی۔" آرمینیا سے آنے والوں نے ہمیں یہ بات بتائی ہے کہ تھقفیہ میں راہبوں اور پادروں نے جمع ہو کر عیسائیوں کو سلطان اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تحریک دی ہے۔ سلطان نے ہزاروں سے جواب دیا "مجھے عیسائیوں کی کوئی پروا نہیں میں دے واپس ہوں گا۔"

شہزادے نے عرض کیا "جنتہ والہ اس مسئلے پر سلجھ گئی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔"

سلطان نے چڑ کر جواب دیا "میں اسے ضروری نہیں سمجھتا میں سخت داخلی الجھن میں ہوں اور جب تک کہ میں کسی سے دیر کو ملاش نہیں کر لیتا کسی بھی مسئلے میں کوئی دلچسپی نہیں لوں گا۔"

شہزادے نے جب یہ محسوس کر لیا کہ اس وقت سلطان سے کوئی متحولیت نہیں کی جاسکتی۔ وہ اجازت لے کر واپس آئے۔ سلطان نے اس سے کہا "کیا یہ ممکن ہے کہ شاعر اسماعیل کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کر دیا جائے؟"

شہزادے نے جواب دیا "میرے علم کے مطابق خواجہ بزرگ نے اس کی تلاش میں آدمی دوڑا دیا ہے۔"

سلطان نے شہزادے کی ہمت پر تعجب نہیں کیا اور کہا۔

شہزادے "جو کچھ سنو اس پر چوری طرح تعجب نہ کرو۔ ہم سب روزانہ کی طرح ہیں۔ کیا وہ لوگوں میں سب کچھ کا عذر بنانا امیر صولت غز نے کچھ کچھ اندازہ لگایا تھا کہ سلطان خواجہ بزرگ سے کسی ہمت پر غار افی ہو گیا ہے۔ اس نے سلطان

مشورہ دیا "ہم انار کو اس کے دو ہار کے سڑے دانوں کی وجہ سے
بیسٹک نہیں دیتے۔"

سلطان ناراض ہو گیا "میں تم دونوں سے مشورے نہیں مانگ
رہا ہوں۔ تم دونوں جتو اور مجھے تھلا ہو رہو۔"

دونوں ایک ساتھ خیمے سے نکلے "یہاں علاؤ الدین ابھی تک
موجود تھا اس نے شہزادے کا اس پر پکڑ لیا "شہزادے آپ کی
دہلی پہنچنے پر بڑا غم ہوا ہے۔"

شہزادے نے پوچھا "تو پر کیا غم ہوا ہے اور جو غم ہوا وہ
کس نے کیا ہے؟"

علاؤ الدین نے خواجہ حسن کی شکایت کی "خواجہ بزرگ سے
سلطان نے کس قسم کی باتیں کیں یہ میں نہیں جانتا لیکن خواجہ
حسن نے اپنا قصہ ہم سب پر اتار دیا۔"

شہزادے نے پوچھا "یعنی؟"

علاؤ الدین نے جواب دیا "یعنی یہ کہ خواجہ بزرگ نے ہم
سب کو سلطان کے خیمے پر سے ہٹوایا اور غم دیا کہ ہم سب
بدر راہ انحر کے ترک حکمران بنو کے پاس چلے جائیں اور ناظم
ملی وہیں رہیں۔"

شہزادے نے یہ سمجھ لیا تھا کہ سلطان "خواجہ حسن اور علاؤ الدین
کے درمیان جو کشیدگی پائے جانی جا رہی ہے اس کا امیر
صوت خزا کو کوئی علم نہیں اس نے علاؤ الدین کو حکم دیا کہ تیرے
خیمے میں آکر ٹھہر دو وہیں اس معاملے پر بات ہوگی۔"

علاؤ الدین نے کہا "اگر میں بیٹے کے پاس جوں جوں آؤں تو
انصاف سلطان کو پہلے مجھ کو میرے بیوی بچوں میں بھیجنا چاہئے
اس کے بعد کہیں اور۔"

شہزادے نے اس کو منع کیا کہ وہ اس قسم کی باتیں نہ
کرے کیونکہ سلطان اور زیادہ ناخوش ہو جائے گا۔ علاؤ الدین
روہ ہاتھ شہزادے ہاتھ کو ایک بار سلطان سے ملوادیں۔ میں
سلطان کو کیور کروں گا کہ وہ میرے معاملے میں نظر نہ
دریں۔"

امیر صولت خزانے اس کو منع کیا تو ضرور مستجاب نہ کیے جو
حکم دے دیا گیا پہلے اس کی قبیل کر اس کے بعد کوئی دوسری
بات ہوگی۔"

شہزادہ اس کو اپنے خیمے میں لے گیا اور اس سے اصل واقعہ
معلوم کیا۔ اور آخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ علاؤ الدین جرم
رسوالی کی سزا میں بیٹے کے پاس بھیجا جا رہا ہے۔

شہزادے نے کہا "تو نے جس قصیدے کو کہہ کر کیا ہے اس کو تو
نے اور تیرے بعض سپاہیوں نے بھی پڑھا اور غریب اور امیر آدمی
اس کا ذکر بھی کر دیا میں نے جرم قائم لوگوں تک اب سلطان اس
وقت تک تم سب کو اپنے پاس سے دور رکھے گا جب تک اس کو

یہ نہیں نہیں ہو جائے گا کہ بہت اتنی پرانی ہو چکی ہے کہ لوگ
اسے بھول بھل گئے۔ اس کے علاوہ تم کو سبک کرنے کی کوئی
صورت نہیں۔"

علاؤ الدین نے خواجہ حسن پر اپنا شبہ ظاہر کیا "سلطان نے ہمیں
جو سزا دی ہے اس کا ترک اور شیر کی خواجہ حسن ہے۔"

شہزادے نے جواب دیا "خواجہ بزرگ نے جو کچھ بھی کیا تو
اس میں سلطان کی مرضی ضرور شامل ہے۔"

علاؤ الدین نے شہزادے کی بات بھی نہیں مانی اور اصرار کیا
کہ ایک بار تو سلطان سے ضرور ملوایا جائے۔ شہزادے نے
جواب دیا "تو بحث کر کے اپنی موت کو دعوت دے رہا ہے۔
سلطان تجھ سے نہیں مل سکے گا۔"

سلطان کو علاؤ الدین کے اصرار اور ضد بحث کی خبر ہو گئی
اس لئے علاؤ الدین کو موت کی سزا کا حکم سنوایا۔ سلطان نے کہا۔
"میں نہیں چاہتا کہ ملاستی قصیدہ خواں میرے آں پاس موجود ہوتے
علاؤ الدین کو قید کر دیا گیا۔"

سلطان نے اپنے خیمے سے نکل کر اپنی سپاہ میں گھوم پھر کر اپنی
رسوالی کا اندازہ لگنے کی کوشش کی۔ فوج کا ہر سپاہی سلطان پر قربان
ہونے کو تیار تھا وہیں پر سلطان کا حرام ہمام قتل ہر طرف اپنے گھروں
میں معروف ہو گیا سلطان کو دیکھتے تو اپنے گھروں میں اور زیادہ
معروف ہو جاتے۔ پھر وہ ہنرمندوں کی طرف گیا۔ آہن گروں
تھ ادوں اور خیر سازوں کی طرف جگہ جگہ بھٹکی روشن تھیں۔
ملن کر حرکت میں تھے اور ہتھیاروں پر دھار کی بہری تھی۔ جموں
کے بھل پیر کے چارے تھے۔ نندوں کی آئیں، ہر میں بھٹکی بہری
تھیں گڑی کے کام کرنے والے اور دھڑلہ کر رہے اور گھر بنا رہے تھے
جو پیتوں پر پلٹے تھے اور سپاہی ان پر بیٹھ کر بیڑ میوں کے ذریعے
تھوں کی فیصلوں پر چڑھ جایا کرتے تھے۔ سلطان ان لوگوں میں بھل
پیر کر اپنا غم بھول گیا۔ اس عجم میں ایک بھی آدمی ایسا نہیں ملتا جو
سلطان کو سنی خیر نظروں سے دیکھتا۔ سلطان وہاں ہی خواجہ حسن
کے کمرے میں گیا۔ خواجہ حسن کو سلطان کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ دروازہ
باز نہیں کرے بلکہ اور خیمے کے دروازے تک سلطان کے استقبال کو آیا۔
سلطان نے خواجہ حسن سے آگے تک نہیں لائی اور پوچھا "کیسے تھے
آدمی ہیں جو ملاستی قصیدے کو پڑھ چکے ہیں؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "ملاکتوں کے علاوہ ایک بھی آدمی ایسا
نہیں جس پر ہم شبہ کریں۔"

سلطان نے سوچتے ہوئے کہا "آپ میرے ساتھ آئیں۔ میں اس
ذلیل شاعر کو خود تلاش کروں گا۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "میں نے بلوچیا، آرمینیا اور دوسرے
مشہور شہروں کی طرف اپنے آدمی روانہ کر دیئے ہیں اور ان کے
حکمرانوں کو حکم دیا ہے کہ اسماعیل بنی شاعر کو ہر جگہ تلاش کیا جائے
اور جیسے ہی وہ ملے اسے گرفتار کر کے سلطان کی خدمت میں پہنچائیں

سچ دیا جلتے۔ ان لوہے و سلی جی دی کی ہے کہ انہوں نے سم
بدالی کی اور ہمیں اس کے بارے میں معلوم ہو گیا تو اس شر اور اس
ملائے کو بند کر دیا جائے گا جہاں یہ منوس شام موجود ہو کہ "سلطان کو
ایسا لگا جیسے خواجه حسن سر قیست سلطان کے دل میں اپنا احمد بھل کر
پہتا ہے اور یہ ساری کوششیں اسی طے کی کڑی ہیں۔

سلطان نے حکم دیا "اور باہر نہیں اور میرے ساتھ نہیں۔"
خواجه حسن ایک تاجدار کی طرح اسی وقت سلطان کے ساتھ ہوا۔
سلطان نے اپنے لفظ دے کر اپنے ساتھ لیا اور آبادی کے باہر روانہ
ہو گیا۔ وہ بالکل خاموش تھا۔ کسی سے کوئی بات نہیں کر رہا تھا۔ خواجه
حسن کے دل پر بڑا بوجھ تھا وہ سلطان سے یہ بھی نہیں پوچھ سکتا تھا کہ وہ
آبادی سے باہر کمال جا رہا ہے؟ سو سے اور اندیشے انگ خواجه حسن کو
پریشان کر رہے تھے چہرے کا تھکاؤ اور چٹائی کی شانیں اس کے اندر کی
گھٹن اور غصے کو ظاہر کر رہی تھیں۔

خواجه حسن نے ہمت کر کے پوچھ لیا "ہم اس وقت کمال جا رہے ہیں؟
سلطان نے جواب دیا "میں جہاں جا رہا ہوں میں خوب جانتا ہوں۔ کیا
یہ فنی نہیں ہے؟"

خواجه حسن نے پوچھا "یہ سب اے امن ہے یا اے تہذیب ہے؟"
سلطان نے جواب دیا "یہ اے تہذیب میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔"
خواجه حسن نے عرض کیا "اس کے لئے آبادی سے باہر جانے کی کیا
ضرورت ہے؟"

سلطان نے درشت لہجے میں کہا ضرورت ہے۔ میں جانتا ہوں کیا
ضرورت ہے۔"

خواجه حسن خاموش ہو گیا لیکن کچھ دیر بعد وہ "آپ کو چاہیں کریں۔
میں بے گناہ ہوں اور شاہوں کی خرافات سے میں غلط نہیں سمجھتا۔"

سلطان نے بدستور درشت لہجے میں کہا "اگر آپ یہ کہتے ہیں تو
اپنی جملہ ملا جلی اس خرافاتی شہر کی گرفتاری پر صرف کروں گا جسے
خواجه حسن نے کہا "کوششیں دوپہار دن میں تو بند آور نہیں ہوتیں"
ان کے لئے وقت درکار ہوتا ہے۔"

سلطان نے کہا "اس نے جوڑ لیا ہے وہ بہ مشکل ہی منہ نہ ہو کہ
کچھ دیر بعد یہ لوگ ایک گرجا کے سامنے پہنچ گئے۔ اس گرجے میں
وہ خانقاہ تھی جس کے راہب اور نہیں آبادی میں اکثر نظر آتی تھیں۔
میرینہ اور جولیاند بھی یہیں رہتے تھے۔ سلطان گرجا کے پناہ میں
داخل ہو گیا۔ ان کے گھوڑے بہت گھٹ کی حالت کی نیز میوں کے
پس رک گئے۔ گھوڑوں کی جھجکیں گرے اور خانقاہ کے کتوں کو اندر
سے باہر لائیں۔ گرجے کے پادری نے فطرت خوش املاقی سے ٹپکی
نیر می تک آکر سلطان کا استقبال کیا۔ کراہب اور پادری ابھی تک
ادب کی نیز می پر کمرے ہوئے آئے دونوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھ
رہے تھے۔ سلطان گھوڑے سے اتر چلا تو خواجه حسن اور محافظ بھی

اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر چکے۔

پادری نے سلطان سے پوچھا "خوش آمدید معزز سلطان میں آپ
کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

سلطان نے پیچھے تڑکھانوں سے کہا "تم لوگ یہیں ٹھہرو۔ اس
کے بعد خواجه حسن سے کہا "آپ صبر سے ساتھ آئیں۔ گاؤں پادری
سے کہا "اور چلیں وہیں بات ہوگی۔ پادری ان دونوں کو اندر لے گیا
اور دونوں صباؤں کو کرسیاں پیش کیں۔

سلطان نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا "میرینہ اور جولیاند کمال ہیں؟
انہیں بھی جولاہا جلتے پادری نے ایک لہجہ ان راہب کو اشارہ کیا کہ
دونوں کو بلانے۔ ان کے ہاتھوں طرف کچھ پادری اور راہب کھڑے
ہو گئے تھے۔ سلطان نے ان سب کو سرسری نظر سے دیکھا اور پادری
سے کہا "ان کو بلوایا جائے۔"

پادری نے ان کو حکم دیا "تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔"
کچھ دیر بعد جولیاند اور میرینہ دونوں آگئے۔ سلطان نے پوچھا
راہب رابرٹ بھی اس گرجے میں موجود ہے؟"

پادری نے جواب دیا "وہ ابھی یہیں موجود ہے لیکن اس وقت
کسی گیا ہوا ہے۔ وہ ان بعد میں سے بلایا جائے گا۔"

سلطان نے حکم دیا "اس کو روکا جائے دھڑا کر مہر میں اس
سے پوچھوں گا کہ وہ پہتا کیا ہے؟"

پادری نے کہا "میں نہیں جانتا کہ وہ ایک تذکارہ راہب آپ کا
محرّم کیسے ہو گیا؟"

سلطان نے اٹل لہجے میں کہا "یہ بات طے شدہ ہے کہ حبش نے
کسی کو محرم کس دیا تو کچھ لوگ دھڑا کر رہے۔"

پادری نے منہ ہلایا "لیکن میں آپ کا ہم خیال نہیں ہو سکتا۔ میں
راہب رابرٹ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔"

سلطان نے دونوں کی طرف دیکھا اور پوچھا "تم دونوں کو شہر
اسامیل کا پتا تو معلوم ہو گا؟"

دونوں نے انکار کر دیا "میں نہیں معلوم نہیں۔"

سلطان نے دہرایا "شہر اسامیل نے جو حرکت کی ہے اس سے

میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس کی سازش میں تم سب شریک ہو۔"

پادری نے خواہش دیا "سلطان ہمیں کسی سازش میں شریک نہ کریں"

ہم دنیا سے بے زار ہیں اور غور بھی۔ ہم ملاحس سازش میں حصہ نہیں

لے گے۔"

سلطان نے خواہش دیا "تم سب اپنی اپنی جگہیں پر رہو۔ شہر

اسامیل کو تم لوگوں نے جہر کھل دیا اور آؤ گھر و شہر لٹ

اور سازش کر کے چلا گیا۔"

پادری نے انکار کیا "وہ ایک سبکی کی حیثیت سے بلدا اسلم ہوا

تھا اس سے زیادہ ہم نہیں جانتے۔"

سلطان ایک دم مختل ہو گیا "میں پہلے ہی اس گرجا اور اس خانقاہ

کو گھونڈ کر پھینک دوں میں ان ضرور مسل اور دلاؤ کو آجہاد میں

برہم کر سکیں۔

پوری نے کہا "سلطان عمران ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم لوگ کوئی سازش کیوں کریں گے۔"

سلطان نے پوری کی گڑبگڑی "ادھر دیکھو طبری طرف۔ تم لوگ ہم میں اٹھو اور اخوانیہ پر کرنا چاہتے ہو۔ تم سب نے کوشش کی کہ خواجہ حسن اور مجھ میں آنکھیں ہو جائیں۔ ہم دونوں آپس میں لڑنے لگیں۔ تم نے مبینہ کی زندگی برباد کر دی صرف اس لئے کہ ایک سکی عورت ایک سلطان کے گل میں کیوں ہے۔ وہاں کیوں رہتی ہے مبینہ؟ کیا جاننے والا دار مجھ پر بھی اثر انداز ہو گا اور جب ہم انجنوں کا لہر ہو کر آپس میں لڑنا شروع ہوئے تو تمہارے حمہ ہلا کا ستارہ کون کرے گا ایک بڑی جنگ سے پہلے تم لوگ اپنی حکمت عملی سے بچے کزور کرنا چاہتے ہو۔ جب سلطان یہ سب سمجھ کر رہا تھا خواجہ حسن نے پوری کے چہرے پر ہوائیں اڑتے دیکھیں۔ وہ سلطان سے نظر میں بچا رہا تھا۔

پوری نے پوچھا "اسمائل جیلر جو قتل آپ کے شہر تھا" اس نے کیا کیا؟

خواجہ حسن کی ہمت بڑھ گئی اس نے جواب دیا "اس نے ایک ایسا کام کیا ہے کہ سلطان کی جگہ کوئی اور ہو گیا ہے چاہے اس کا نام تمام کر چکے ہوں۔"

سلطان نے پوری کو خبردار کیا "ہم اس گر جاو اور خاندان کی تلاش لیں گے کیونکہ ہمیں شبہ ہے کہ ہمارے مطلوب آدمی ہمیں کیس موجود ہیں۔ پوری نے بے چینی سے ہلکا ہلکا "یہ زیادتی ہوگی۔"

سلطان نے خواجہ حسن سے کہا "خواجہ بزرگ۔ آپ ہمارے محفکوں کو بھی ہمیں بلوائیں۔ ہم ہمارے چپے چپے کی تلاش لیں گے۔ میرے سلطان نے درخواست کی "آپ ایسا نہ کریں کیونکہ آخر کار آپ کو شرم کی ہوگی۔"

سلطان نے جواب دیا "تو بھی جھوٹی ہے تو چھوڑو۔" ہوائیں نے خوشامد کی "آپ یہ نہ کریں۔ خدا اور میرے آپ سے بدافش ہوں گے۔"

سلطان نے اسے بھی ڈانٹ دیا "تو بھی جھوٹی ہے۔ تم دونوں نے مجھے یہ بددعا کر دیا تھا کہ خواجہ بزرگ مبینہ سے شادی کے بعد کی ہمارے بچے ہیں۔ جب کہ مبینہ نے اس بات سے انکار کر دیا ہے اور اس نے تم دونوں کو گندہ اختر کی بتلیں قرار دیا ہے۔ خواجہ حسن کو سلطان کی یہ باتیں جانتے تو غش رہی تھیں۔ وہ شکر گزار نظروں سے سلطان کو دیکھ رہا تھا۔ خواجہ حسن پھر سے محفکوں کو بھی لے آیا اور سلطان ان کی مدد سے گرجا کی تلاش لینے لگا۔ جب کہ بات سمجھیں طاہرہ خاتون میں چلے گئے خاتون مبینہ کی ہستی آباد تھی۔ وہ اندرون اور عوں کے حجرے ایک ایک تھے۔ خواجہ حسن اور سلطان کی آنکھیں کھل گئیں۔ انہیں یہ بھی یقین ہو گیا کہ ان کے مطلوب آدمی ہمیں سے برآمد ہوں

گئے۔ راتوں اور عوں کو دو قلعوں میں کھڑا کر دیا گیا سلطان اور خواجہ حسن دونوں نے دونوں قلعوں میں شہر اسمائل اور راہب راہب کو پھانسی کرنا شروع کر دیا۔

ایک نوجوان راہب ان دونوں سے نظر میں بچا رہا تھا سلطان نے اسے قلعہ سے نکل لیا۔ پوری نے آگے بڑھ کر راہب کا ہاتھ پکڑ لیا اور سلطان سے کہا "یہ نہ تو شہر اسمائل ہے اور نہ راہب راہب راہب راہب آپ نے اسے قلعہ سے باہر کیوں نکل لیا؟"

سلطان نے اس کا ہاتھ نہیں پھوڑا بلکہ پوری کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "ان کھوں میں آپ غلط بند ہیں۔ پھر سلطان نے خاتون سے کہا "جاو تمام جہروں میں جھانک کر دیکھو وہ غلط ہیں یا ان میں کوئی تمہارا ہے؟" تمام جہروں میں جھانکنا اور اور پھر درست میں کسی ایک آدمی انہیں نہیں تھا چنانچہ سلطان کا ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھوں کو بھی ساتھ لے گیا اور کچھ دیر بعد میں دیا کہ تمام جہرے نکل چکے ہیں۔

سلطان نے پوری سے پوچھا "ان جہروں کے کچھ بھی کوئی اور ہے؟" ہے جی تم لوگ نہ جانتے ہو؟

پوری نے جواب دیا "نہیں اس کے علاوہ کوئی جگہ نہیں۔"

سلطان نوجوان راہب کو وہاں سے الگ لے گیا پوری اور انہیں اس کے ساتھ ساتھ چلیں۔ سلطان نے انہیں روک دیا اور کہا "تم لوگ میرا پیچھا نہ کرو۔"

پوری نے کہا "آپ ہمارے خاتون سلطان میں غلط بند ہیں۔" سلطان نے نوجوان راہب کو پیچھے ملے جا کر پوچھا "آپ کو کیا کہنا چاہتا ہے؟"

نوجوان راہب نے جواب دیا "یہ لوگ بھولے ہیں۔" سلطان نے پوچھا "کیا بھولے ہیں؟ کیونکہ وہ تو ہمیں درگاہ میں بلوا رہے ہیں؟"

راہب نے جواب دیا "میں ان دونوں کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ اور کہتا ہوں۔"

سلطان نے پوچھا "مگر یہ بتائیے کہ وہ کسے ہوئے کسے ہوئے؟" پوری نے مستبے مکت اور بے قرار تھا اس نے خواجہ حسن سے کہا "تو ہی ستر ہے۔ آپ سلطان کو روکیں۔ وہ ہمارے کسی آدمی کو پریشان نہ کریں ورنہ اس کے حیا کی بات نکلیں گے۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "میں سلطان کے سلطان میں کس طرح دخل دے سکیں۔"

دونوں عوں نے بھی خواجہ حسن کی خوشامد کی "آپ سلطان سے کہہ دیں کہ وہ اس طرح ہم پر فتنہ کریں ورنہ طبری زمین سے بددعا نکل جائے گی۔" انہی دو میں سلطان نے اس نوجوان راہب سے دو سب کچھ معلوم کر لیا تھا جس کی نہ اسے فتنہ تھی اور نہ ہی یہ سب جاننے کے لئے وہاں آیا تھا۔ سلطان نوجوان راہب کے ساتھ واپس گیا اور پوری سے پوچھا "خاتون کی بیٹے نہ خاتون تک پہنچنے کا راستہ کون ہے؟" پوری نے آگے بڑھ کر نوجوان راہب کے آگے نکل کر ایک طمانچہ

رسید کر دیا اور دیا " یہ تو نے کیا کر دیا؟ "

سلطان نے لہو ان راہب کو اپنے پیچھے کر لیا اور پلاری سے کہہ
پلاری آجہا تو اس قسم کا تو قدم بھی اٹھائے گا تو حرم کی طرح تیرے
حساب میں لکھا جائے گا۔ "

پلاری بولا " ارے میں کئی ایسا آدمی ہے تو اس لہو ان راہب کا
کام تمام کر دے؟ "

خواجہ حسن نے ایک پلاری کو لہو ان راہب کی طرف بڑھتے دیکھا
مگر اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہ تھا۔ وہ جیسے ہی
سلطان کی طرف پہنچا سلطان نے ایک ٹھوکر اس کے پیٹ میں رسید کی
جس کی سبب لڑکھو پلاری لاش پر پڑ کر ہلکا ہوا۔ سلطان نے خواجہ
حسن سے کہا " خواجہ بزرگ۔ آپ پلاری سے تہ خلع کا راستہ
معلوم کریں۔ "

اس بار پلاری نے بھاگنے کی کوشش کی اور خواجہ حسن کے ہاتھوں
پکڑا گیا۔ خواجہ حسن نے پوچھا " تہ خلع کا راستہ کدھر سے جانتا ہے؟ "
پلاری نے جواب دیا " میں نے کدھر دیکھا میں جانتا۔ "

سلطان نے اپنے محافظوں سے کہا " پلاری کو بے بس کر دیا جائے۔ "
محافظوں نے حکم کی تعمیل اس طرح کی کہ پلاری کے ہاتھ اور پاؤں ہانک
الگ ہانک دیے۔ خواجہ حسن نے لہو ان راہب سے کہا " اگر تو خلیہ
تہ خلعوں کا راستہ جانتا ہے تو ہمیں بتا دے۔ "

لہو ان راہب نے جواب دیا " آپ گر جائیں چلیں وہاں جس پیر
کلبہ کی ہے اسی پیر کے پیچھے سے تہ خلع کا راستہ جانتا ہے۔ "
خواجہ حسن نے پوچھا " وہاں کیلے؟ "

لہو ان راہب نے جواب دیا " آپ لوگ وہاں چل کر سب کچھ
اپنے آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اب میں کیا کہوں آپ لوگوں کو۔ "
سلطان نے حکم دیا " اب تم سب لوگ گر جائیں چلو میں وہاں سے
خلیہ تہ خلعوں میں جوں تک۔ "

پلاری نے صاف اعلان کیا کہ اس کا کہنا تھا " سلطان آپ وہاں
تہ ہائیں اس کے بدلے میں آپ سے یہ وعدہ کرنا ہوں کہ شہر
اسرائیل سے آپ دونوں کو ملوا دوں گا۔ "

سلطان نے خواجہ حسن سے پوچھا " آپ کیا کہیں گے؟ "
خواجہ حسن نے جواب دیا " میری حقیر رائے تو یہ ہے کہ ہمیں
وہاں ضرور جانا چاہیے اور جب پلاری خود ہی وعدہ کر رہا ہے کہ شہر
اسرائیل سے ہمیں ملے گا تو ہم وہاں جا کے بھی اس سے شہر اسرائیل
کا پیسہ مل سکتے ہیں۔ "

سلطان نے لہو ان راہب سے کہا " تو ہمیں وہاں لے جانا
سے ہم خلیہ تہ خلعوں میں پہنچ جائیں۔ " سلطان نے خواجہ حسن کے ساتھ
ہو سنبھری اور دونوں خوں کے ساتھ گرے جس سے آسمان سا در
خوں کو خمروں میں تبدیل کر دیا گیا۔ کتبہ تہ خلع الی میز کے نیچے فرش کا ہم
رنگ تختہ ہٹا دیا تو اس کے نیچے اندر اترنے کے ذریعے نظر آئے۔
سلطان اور خواجہ حسن چھ محافظوں کے ساتھ نیچے اتر گئے اور دروازہ

تک شعلیں روشن تھیں اور ان شعلوں کی روشنی میں ہر لوگ ادھر
ادھر چلتے پھرتے نظر آئے۔ خلع کے لوگ بھی سلطان اور اس کے
تواریخوں کے آگے سے حیران ہوا۔ سلطان نے ہونے " یہاں کون پھرتا
جس کی خبر داری ہو رہی تھی۔ " لہو ان راہب سے سلطان نے پوچھا
" یہ کون لوگ ہیں؟ "

لہو ان راہب نے جواب دیا " آپ نے گرجے اور خانقہ میں جو کچھ
دیکھا اس کی تہ خلع وہاں ہے۔ "
سلطان نے پوچھا " یعنی یہ کون لوگ ہیں؟ "

لہو ان راہب نے بتایا " راتوں اور پلاریوں کے طیب بھی ہیں
اور بزرگ بھی۔ خوں میں ملو دار بھی ہیں اور دائیں بھی۔ نفس کشی
کے دوران جب ان کے نفس کا تہ زور ٹھوڑا ہے تو وہ جانتے ہیں تو وہ
دہی کچھ برتے ہیں جو ہر انسان کرتا ہے۔ خانقہ میں ترکیب بھی ہیں۔
خمر بھی ہیں اور لہو ان راہب اور ادریس عمر مرد بھی۔ ان کا کتبہ
ہونا گھاس پھوس اور آگ کا کتبہ ہوتا ہے۔ ان میں ایک دوسرے کے
لئے کشتی اور لذت ہے۔ جو لوگ جیتے ہیں اور جن کے گزرتے ہیں
کچھ ہم پہنچو جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں اور ہم لوگ ان کے تہ خلع اور
ذریعہ فرما رہے ہیں۔ "

خواجہ حسن نے ایک مرد کو روک لیا اور پوچھا " یہاں کیلے ہو رہا ہے؟ "
اس شخص نے رک کر ایک لمبے کے لئے خواجہ حسن کی طرف
دیکھا اور کہا " اچھا تو یہ تم ہو پلاری نہیں ہو مگر تم کون ہو؟ اس شخص
سلطان اور محافظ بھی مل بیٹھ گئے۔ "

لہو ان راہب نے سلطان کو اس شخص کے بارے میں بتایا " یہ اس
نن کا سہیل ہے جو مجھ سے محبت کرتی ہے اور میں اس سے محبت کرتا
ہوں لیکن گرجے کے پلاری نے اس کو ایک بچے کی شکل بنا دیا۔ وہاں
اس تہ خلع میں موجود ہوگی کیونکہ میں نے اسے ایک مادے میں
دیکھا۔ سلطان نے اپنے محافظوں کو حکم دیا کہ وہاں جوں تک ہو رہے
اسے راستہ میں لے لیا جائے۔ کچھ دیر بعد ایک چارتن اور دو چار
داروں کو راستہ میں لے لیا گیا۔ ایک نو مردوں میں دو تہ خلع پہلے ہی
خواجہ حسن کے قہقہوں میں تھا ہر مرد اور تہ خلع جو میل کا حکم ہوتا ہے۔
لہو ان راہب نن کو دیکھ کر بے قرار ہو گیا تھا جس توختہ کو ایک مادے
کھانسی کر رہا ہوں۔ "

نن آنکھوں سے رو رہی تھی۔ اس نے گزردہ آواز سے کہا " تم
بڑھتے آگے دو۔ یہ لوگ میرے بچے اور زندگی سے ہمیں ہر گز
ہلاک کر دیں گے۔ "

لہو ان راہب نے پوچھا " تیرا بچہ کیلے ہے؟ "
نن نے کہا " کہہ دے کہ میں نہیں جانتی۔ وہ تو ہمارا بچہ تھا اسے
لہو ان راہب نے اس کی طرح کسی گرجے کے دروازے پر پھونکا دیا کہ
سلطان سے زیادہ خواجہ حسن سہیل کی تہ خلع پہنچ گیا۔ اسے ہر روز
یاد آتا ہے۔ وہ بھی تو کسی گرجے کے دروازے سے اٹھا اور ساتھ لیا گیا۔
لہو ان راہب دروازہ ہٹا دیا جب سہیل نے حکم ہونا ہے تو اس کے

ہوئے میں نے کٹھکے جلتے ہیں۔ یہ ایک ترین گند۔
 سلطان نے خواجہ حسن سے کہا "خواجہ بزرگ! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "عجب غلٹ زمرہ گیلہ سر کرنے والوں کا تھل میں مذہب بیوی کی رائیں کتا لیکن یہ ان کی اس خام خیالی کو کہ رہا ہوں جس کا نچلے طبقے سے ملتا ہے۔"

کمزور اور پلٹن نوجوان راہب سے کہہ رہی تھی "مجھ کو باہر لے جائیں پھر میں میں رہا ہوں کی۔"

خواجہ حسن نے کہا میں اس سے غلے کو اچھی طرح گھوم کر دیکھ چکا ہوں۔ خواجہ حسن نے اپنے لٹکوں کو گھم دیا "ان سب کو اور بے جوتہ اور راہب طیب سے پوچھا اس پلٹن کا تھرا ہے پاس ملتا ہے؟"

راہب طیب نے جواب دیا "میں تو بے گھر۔"

سلطان نے پوچھا کھڑکی؟

راہب طیب نے کہا "کہاؤ پر آئیں قریب کروں۔" خواجہ اور سلطان گھوم کر کہہ غلے کا پتہ پانے لگے یہاں بہت کے سوراخوں سے لٹکی لٹکی ہوئی آری تھی اور خوشبو بھی۔

"سورج کی روشنی اور صحر ہوا آگئی! یہ کیہ پکڑا ہے اور یہ کھلے آ رہی ہیں! سلطان نے خواجہ حسن سے پوچھا۔

خواجہ حسن نے جواب دیا "بسم اللہ غلے کی بہت دراصل گرہ جس کے اگلے کی زمین ہے اور اس غلے زمین پر پھولوں کا نقشہ ہو گا اور اس میں بے شمار پھولوں کی خوشبو ہواؤں میں شامل ہو کر ہم تک پہنچ رہی ہے۔ زمین میں سوراخ غلے کی بہت میں ہیں اور یہ اس متعدد رنگ کے گلے ہیں کہ ہوا اور روشنی اندر آسکے۔"

سلطان حیران ہو رہا تھا کہ یہ کیسی ہونیا ہے؟ خواجہ حسن سلطان کو سمجھا رہا تھا جس طرح دوسرے ادیان اپنے خدائوں کی خواہش اور مرضی سے کہ کٹھن سے ہرج ہو گئے ہیں اسی طرح مسیحائیوں نے بھی اپنے دیوں میں خرابی شامل کر دی ہیں۔ میں تو یہی کہتا ہوں۔

کوئی ان سے پوچھے کہ جب تم فلس پر چڑھ کر کھائے تو پائیز کی اور روایت کا ذکر کیا کیوں رہا رکھا ہے؟ خواجہ حسن نے غلے میں دو افس کا پیر دیکھا۔ جڑی بوٹیوں کا پیر ان میں چھ ایسی گرم تاثیر رکھنے والی جڑی بوٹیوں میں جن کے کھانے سے اس مرد کے صحت کو کی یا عورت میں حمل نہیں آتا تھا۔ خواجہ حسن نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے "اللہ میری توجہ آہل روئی کا پیر بھی تھا۔ پالے جن میں پانی یا جانا تھا یا دوائی دی جاتی تھی۔ یہ کیوں بھی موجود تھی یہاں پلٹن غلے کی تھل پلٹن کی تھل پلٹن کی تھل پلٹن۔

لہاؤں کا پیر بھی۔ نوزائیدہ بچوں کے کپڑے بھی موجود تھے۔ سرچوں میں سرکہ اور ہلکوں میں مرچیں تھیں ان کے سروں پر کپڑا رکھ کر مسیحا ملی سے ہر دیکھا کہ ان غلے میں غلے کی سراب بھی موجود تھی۔ سلطان کی حیرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

خواجہ بزرگ نے سب کیا ہے؟ یہ سب میں کیا دیکھ رہا ہوں؟
 خواجہ حسن نے جواب دیا "مجھ کو معلوم تو ہوا تھا کہ میں یہ سب دیکھ رہا ہوں؟"

سلطان نے خوش میں کہا میں ان کو زمین بوسی کر دوں گا اور یہ غم جلدی کر دوں گا کہ کوئی ایسی طاقت اور نہ طاقت نہ ہوئے۔

خواجہ حسن نے منع کیا "آپ ایسا نہیں کریں گے ورنہ سبھی دنیا اس کو اپنے دیں میں داخلت قرار دے گی اور ہر طرف بھگت پھوٹ پڑے گی۔"

سلطان نے کہا میں اپنی حدود میں یہ سب کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ خواجہ حسن نے مشورہ دیا "آپ تو ایسے جانتے ہیں جیسے کچھ دیکھیں نہیں کچھ جانتے ہی نہیں۔ آپ کے سامنے بڑے کام ہیں کیا آپ انہیں نظر انداز کریں گے؟"

سلطان خاموش ہو گیا۔ خواجہ حسن نے سوچا کہ اگر کچھ اور بد وقت گزارا گیا تو سلطان کے ارادوں میں معلوم نہیں کیا کیا شامل ہو جائے۔ اسی لئے وہ غلے سے واپس آیا۔

نوجوان راہب نے سلطان سے درخواست کی "آپ پلٹن کو اپنے ساتھ لے جائیں میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

پلٹن نے احتجاج کیا "آپ پلٹن سے وہی معاملوں میں دخل بند ہیں؟"

سلطان نے شطہ پر نظروں سے دیکھا "یہ وہی معاملہ نہیں ہے کچھ کو غلے میں جو کچھ نظر آیا اور اس گرہ کے نوجوان راہب نے بتایا وہ بے حد شرمناک اور غلطی غیر دینی ہے۔"

نوجوان راہب نے پھر درخواست کی "میرے دونوں کو آپ اپنے ساتھ لے جائیں۔"

خواجہ حسن نے بھی یہی مشورہ دیا "اب آپ واپس جائیں۔ پلٹن پلٹن پلٹن سے کہا "تم اس لائق تو نہیں کہ تمہیں یوں ہی چھوڑ دیا جائے۔ تم سب کو یہی مشورہ دوں گا کہ اگر فلس لکھ پر تم چڑھ کر کھائے تو روایت کو چھوڑ دو اور شلوں کر کے خوش حال زندگی گزارو۔"

دونوں نہیں مریں گے۔ میں نہیں چھوڑے غلے کے راہب طیب نے بتایا "دینے اس پلٹن کی کے ہارے میں میرے ساتھی نوجوان راہب نے آپ کو جو کچھ بتایا ہے وہ درست نہیں ہے بہت صرف اتنی سی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

ہلکے گرہ کی بات تھیں کہ ان دونوں کو جو ان کو روایات چاہی اس پلٹن کو غلے میں بھیجا گیا اور غلے کی تھل غلے میں کن پلٹن دیا جس اصل واقعہ انکا ہے۔"

نوجوان راہب نے فلس میں راہب طیب پر حملہ کر دیا تو بھڑا ہے یہ کہ اس ہے۔"

خواجہ حسن نے اس کو پکڑ لیا تو نوجوان غلے کو ان دونوں میں تلخ نہ کر۔ ہم تمہارے دونوں کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

سلطان نے پلٹن اور دوسروں کو گھلوا دیا اور پلٹن سے کہا۔ راہب راہب اور شکر اسٹائل کچھ کور کچھ چلی یہ تیری ذمہ داری

ہے انہی کیس سے بھی تروپ کر۔
 پوری نے ہر ہر اور کہا "سلطان کرم آپ اس نوجوان کو بہت
 اپنے ساتھ لے جائیں لیکن اس نوجوان کو طرے حوالے کر دیجیے
 طری آہستہ کرتے ہیں۔"

نوجوان راہب چلا آپ اس شخص کی بات ہر گز نہ لے گا بہت
 ن کو اپنے ساتھ لے چکی۔

خواجه حسن نے بہت ن سے یہ چاہا کہ کیا کئی ہے؟ طرے ساتھ
 چلنے لگا یہاں تک کہ دور دور ہو گیا۔

سینائی نے پوری نوجوان راہب طلبہ راہب اور پورے
 گرجا پوری پوری سرسری نظر والی دور خواجه حسن سے کہا "یہ لوگ
 میری پوری کے ہاں سے ہیں وہ کچھ دیر ہیں وہ جوٹ ہے میرے
 ساتھ کچھ ہیں آپ میرے نوجوان صاحبی سے دور مستطیل ہیں کیا اس
 وجہ سے اس کے گھٹن ہونے لگیں؟"

سلطان کو اس کی حد بڑھ گئی پر خستہ آگیا لوگ یہ کسی استقل
 بات کر رہی ہے کہ۔ طرے ساتھ چل۔

بہت ن نے نوجوان راہب سے کہا "مہم دونوں کے لئے کیلیہ تر
 نہیں ہے کہ ہم دونوں اس گرجا کو ذکر کسی دور سے گرجا میں چلے
 جائیں اس طرح مہم دونوں کو یہ توقع ہونے لگی۔"

نوجوان راہب ہر چہ "نہیں آپ ہم کسی گرجا میں نہیں جائیں
 گے۔ ہر گرجے میں دور سے سوہ ہیں اور بھیل ہیں اکی ہونے کی
 سوزی ہونے کی۔"

بہت ن اپنے نوجوان کی طرف سے فکر نہ کر رہا تھا وہی گایا
 ہو گا۔

خواجه حسن نے اس کو سمجھایا کہ یہاں سے نکلیں گرجا میں
 رہتے ہیں۔ آخری شخصوں کے باہر بھی تو یہی آ رہی ہیں۔

نوجوان راہب نے کہا "میں بھی رہیں" لیکن کر رہیں گے
 پوری نے بہت دور دور سوال فرمایا "نہیں وہاں بہت گنج کئی ہے
 مہم دونوں شخصوں کو اس وقت چاہو کہ جب مسئلوں سے دور کسی
 گرجا میں رہیں گے۔"

سلطان نے اپنے چلے سلطنت میں مہم دونوں کو اپنے ساتھ لے جائیں گے
 گرجے کی حالت کے باہر آخری اہل کے قریب ان کے گھوڑے
 بڑے سے گھوڑے بن کر رہتے تھے۔ سلطان خواجه حسن اور مہم
 باہر نکلے بہت دور نوجوان راہب ان کے ساتھ تھے۔ سلطان نے مہم
 "دونوں کو ایک گھوڑا دیا جائے اور تم میں کوئی وہ ایک ہی گھوڑے پر
 بیٹھ چلو۔"

پوری نے اوپر کی نسبت سے کہا "سلطان کرم آپ بہت کون لے
 جائیں اس طرح ہم گرجا میں رہیں اور یہی چاہیے۔" وہاں ہم
 سلطان اور اس کے گھوڑوں سے پوری کی طرف دیکھا کہ نہیں
 اور اپنے اپنے گھوڑوں پر بیٹھ کر گرجے کے اگلے سے باہر آ گئے۔

بہت ن کو جس طرح دیکھا گیا سلطان اس سے اور زیادہ پریشان
 ہو گیا۔

نہ اس نے بہت کچھ بیٹا کے حوالے کر دیا اور کہا "میں اس کو ایک
 شخص سے نکال کر لیا ہوں یہ اکی مریم طرے کی طرح زندگی بھر کواری
 رہنا چاہتی تھی بالکل حیرت کی طرح۔"

بہت ن نے اس نوجوان کی کوئی بہت سے اپنے پاس بٹھایا اور پورے
 "کیا یہ نوجوان ہے؟ مجھ کو تو خبر تھی ہے۔"

سلطان نے راہب کو "یہ جو کچھ اکی ہے اس سے پوچھ لو میں کیا
 جانتا ہوں۔"

سلطان اس کو بہت کے پاس بٹھو کر اپنے نیچے میں چلا گیا وہاں
 نوجوان راہب کو لگا کر پوچھا "آپ تم کب ہو گے میں تم کو اپنے پاس
 نہیں رکھوں گا۔"

نوجوان راہب نے راہب کو "میں بہت کو صحت مند رکھنا
 چاہتا ہوں۔"

سلطان نے کہا "مہم دونوں ہم سے دور ہم اور نوجوان کیس
 چلے چکو۔"

نوجوان راہب نے پوچھا "دوسرا نوجوان فتن سلطان وہ ہیں آئیں
 لیجی اور فضل ایرونی گرجے میں لیجی قہارہ کبھی نظر نہیں آگے۔"
 سلطان نے راہب کو "میرے دوری دیکھو یہ ہر اہم لگائیں گے
 بہت کے ہاں میں معلوم نہیں کیا کچھ نہیں سنیں گے۔"

نوجوان راہب نے درخواست کی "بہت کے طرے تک آپ میں
 اپنے پاس رکھیں اس کے بعد مہم دونوں نہیں چلے جائیں گے۔"

سلطان سو گوار ہو رہا تھا "نوجوان نوجوانی بیٹا کی نئی سی تھی۔
 ایک شاعر نے طرے ہاں سے اپنے اشعار میں جو کچھ کہا اس کا گھوڑا
 اکی تک رہا ہے۔ حیرت کے حمل نے گھوڑے اور لوگوں پریشان کر دیا۔"

نوجوان راہب نے اپنی ہی بات کی "میری حیرت سی اور طرے
 شاعر کو بہت حاصل کر لے لی قہارہ کائنات آپ کا صلہ نہ رہے۔"

سلطان نے اپنے ایک حکم کو بگا کر نوجوان راہب کو اس کے
 حوالے کر دیا "اس کو خواجه بزرگ کے پاس لے جا اور ان سے کہہ"

جب تک بہت نوجوان راہب کی ہے نوجوان خواجه بزرگ کے پاس رہے گا
 خواجه حسن کو گرجا میں اور وہاں کچھ پیش آگیا "اب ذرا سکون
 ملا تھا۔ سلطان کے روئے میں خلا فرق آچکا تھا اس نے نوجوان
 راہب کو اپنے ساتھ ہی رکھ لیا۔"

سلطان کے طرے نے لڑکی بہت کا طرے کیا جس سے وہ صحت یاب
 ہوئی رہی گی۔ بہت نوجوان اس کے اصل حالت معلوم ہوئے تو وہ پورے
 سی ہی گیا اور اس کو اور اور گیا کہ سلطان کے لیے جس کئی اور کث
 کیوں تھی۔ اب بیٹا نے سلطان کے روئے میں فرق محسوس کیا
 اب سلطان اس سے بہت کہا "میں کرنا تھا۔ بیٹا کو سلطان کی کم الکالی
 سے اکتاہٹ تھی تھی۔ اس دور ان خواجه حسن نے سلطان کو مشورہ
 دیا کہ سلطنت کی حدود میں اختلاف ہو گا پھر ہاں سے لے کر اپنے مائلوں
 اور والوں سے باخبر رہنے کے لئے یہ چاہیے اور وہ کئی لوگوں مقرر

کے جائیں۔ دفعوں میں جاؤں بھیج دیتے جائیں۔ سلطان نے اس
تہذیب پر ہنسنے اور کہا کہ وہ اس کا حق نہیں سمجھتا کہ اس
بھیج دیتے جائیں۔

خواجه حسن نے پوچھا کہ حق نہیں کیوں نہیں؟

سلطان نے جواب دیا "خواجه بزرگ باپ کو یاد ہے بچپن میں کسی
نے آپ کی خدمت کی تھی اور میں نے وہ خدمت دیکھی آپ کے
حوالے کرتے ہوئے کہتا کہ اگر خدمت درست ہیں تو اس کا دار کا
ہونا چاہئے اور آپ اپنی اصلاح کریں اور اگر درست نہیں ہیں تو
خدمت کرنے والوں کو نوازیں دے کر کہہ دیجئے کہ آپ کے خلاف سازش نہ
کریں؟"

خواجه حسن نے جواب دیا "مجھ کو سب کچھ رازدارائی ہوتی ہے
سلطان نے کہا "یہ تو حق نہیں جو ہماری طرف سے مقرر کئے جائیں
کے چل خروں کے لئے ان کی نوازیں دیں گے۔ میں تم کو اور ہمدون
اور چل خروں کی فوج کیوں بلادہ رکھوں۔"

خواجه حسن نے سلطان سے اخلاق نہیں کہا۔ سلطان اس کے حیرے
کے اندر چڑھتا ہے خواجه کے دل کی ہلت پٹا گیا اور ہمارا کیا تو آپ
میری باتوں سے متفق نہیں ہیں آپ کو ہونا بھی نہیں چاہئے لیکن میں
ان سے لوگوں کو اپنی ملازمت میں نہیں رکھ سکے۔"

سلطان کو اندر مستورات میں ہمارے بہتے کے بارے میں بتایا گیا اور
صحت مند ہو چکی ہے سلطان نے اس کو خود بھی فوراً سے دیکھا اور بیٹا
سے پوچھا کیا یہ واقعی صحت مند ہو چکی ہے میں کیا کہوں؟

: بیٹا نے جواب دیا "آپ ہی سمجھیں جو آپ کو بتایا جا رہا ہے۔"
سلطان نے بہتے کو اپنے سامنے کھڑا کیا۔ اس کے سر پر سفید
رخسار اس کی صحت مندی کی گواہی دے رہے تھے۔ سلطان کی
خبروں کی تابعدار اس نے سر جھٹکایا۔ سلطان نے پوچھا اب تو
کل جائے گی؟

اس نے جواب دیا "یہ فیصلہ میں تمنا نہیں کروں گی۔ پھر جس کو
آپ نوک نوجوان راہب کہتے ہیں ہم دونوں مل جل کر فیصلہ کریں
گے۔"

سلطان نے کہا "آج میں اس کو بیس تیرے پاس ہم دونوں مل جل کر اس
سے مل کر اپنا فیصلہ کر لیں۔"

بیٹے نے اس کی سفارش کی "یہ دونوں ہمارے ساتھ یعنی مسلمانوں
کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔"

سلطان بیٹا کو غیصے کے درمیان کھڑے ہوئے کہا "بیٹا کج
کئی ن سے ایک سوال دل دہلا کر دے گی طرح پریشان کر رہا ہے۔"
بیٹے نے کہا آپ کو اللہ نے بڑی عقل دی ہے۔ آپ خود فرما لیں
وہیں سوال کتاب مل جائے گا۔"

سلطان نے جواب دیا "اس سوال کا جواب تو دے سکتے ہیں صرف تو
بیٹا نے لڑنے لڑنے پوچھا "دوسرا سوال کیا ہے؟"

سلطان نے کہا "میرا ایک نوجوان مسلمان اس کے ساتھ ناکام

میں ہوا کیسی سلوک دہلی کی دوسری جگہ سے نہیں کیا تھا کہ
اس نے جواب دیا "ہو تو گیا نہیں ہو تو گیا میں اس کا کیا جواب
دے سکتی ہوں؟"

سلطان نے کہا "تو اس سوال کا جواب آسانی سے جواب دے سکتی ہے
کہ تو خود بھی اس ماحول میں رہ چکی ہے۔"

بیٹا کے دل دہلا کر بھلی ی گئی "سلطان محترم میں آپ کے
کچھ نہیں کہے گا۔"

سلطان نے جواب دیا "میں خاموش ہوں اس وقت تک جب تک
میرے سوال کا جواب نہیں ملے گا۔"

بیٹا نے روتے ہوئے کہا "مسلوم نہیں اللہ کو کیا حضور ہے کچھ
رحم فرما میرے اللہ؟"

سلطان خاموش رہا اور اپنے سوال کا جواب دیا "میں
نے آنکھوں میں آنسو لئے اور بھرا لے ہوئی آواز میں کہا "میرا
اللہ شہد ہے کہ میں نے غلطی میں بڑی صفحہ تحریر کر دی
گزار دی ہے۔"

سلطان نے جواب دیا "مجھ کو چاہیے ہے لیکن میری بھی ایک
بیوری ہے۔ مجھ کو یہ ہے کہ اس سے انہماک میں اور اس کے لئے
یہ ضروری ہے کہ میں ان جگہوں سے نجات حاصل کروں؟
سلطان بیٹے کو روک کر پوچھا کہ "اس نے فوج کے قلع
شعبوں کا جائزہ لیا اور جہاں جس کو ضروری ہوا ہے وہی نہیں
دے کر یہ حوا خواجه حسن کے پاس گیا وہاں پھر نوجوان راہب
موجود تھا۔ سلطان نے اس کو دیکھا۔ اب بہت حیرے ساتھ ہاکتی
ہے اور تو اسے لے جاسکتا ہے۔"

پھر راہب نے تجویز دے لی جس کا "سلطان محترم میں آپ
کی ہمت سے کل کر جہاں بھی جہاں کا پوری اور اس کے ساتھی بار
کی طرح ہمارا چچا کریں گے۔ اس لئے ہم دونوں کو اپنے ساتھ
رہنے کی اجازت دے دیں۔ میں آپ کی خدمت کروں گا۔"
سلطان نے کس قدر تامل سے کہا "تو میری خدمت کیا
کرے گا۔ پوری اور اس کے ساتھی ہماری طرف ہاتھ کرنا
شروع کر دیں گے۔"

خواجه حسن نے اس کی سفارش کر دی "جس کا یہ دونوں
ہماری سرپرستی اور ہمت کے مستحق ہیں۔"

سلطان نے دونوں کو خواجه حسن کے حوالے کر دیا "میں اس
جیلے میں نہیں پڑوں گا" اس کے بعد خواجه حسن کو قلعے میں لے
گیا اور کہا "خواجه بزرگ میں نے ایک فیصلہ اور بھی کیا ہے۔
میں ایک دوسرا جو بھی آپ کے کہے ہوئے ہے والا نہیں سمجھوں۔"

خواجه حسن نے پھر افسانہ سے جواب دیا "میں سلطان کا
منجھ نہ ہو اللہ نے کو چار دیوے ہیں۔ میں آپ میرے قلمی دعا
فرمائیں کہ میں آپ کے ہر احکام پر پورا اتروں۔"

سلطان نے کہا "میں نے کاشی کو اپنے پیچھے میں طلب کیا ہے۔"

میں بیٹے کو حق دے رہی ہوں۔

خواجہ حسن کے جنم کو چھ سال گزر چکے تھے۔ کیا شزاوی کہہ
کار خیر نہ ہو گی؟
سلطان نے جواب دیا نہیں وہ پار ساسیہ معصوم ہے۔ میں اس
عظیم عورت کو اپنے ساتھ رکھ کے خود اپنے نظروں میں کرنا
نہیں چاہتا۔

خواجہ حسن نے پوچھا کیا آپ نے اپنے بیٹے سے بیٹا کو
منح کر دیا ہے؟
سلطان نے جواب دیا نہیں میں اس کی ضرورت نہیں
میں کرتا۔

خواجہ حسن نے پوچھا "ظلیق کے بعد شزاوی بیٹا نہیں
جائے گی؟"

سلطان نے جواب دیا میں آپ کو حکم دیتا ہوں آپ اس سے
شکاوی کر لیں۔ کہہ لے اس سے سختی بھی تو کیلے۔
خواجہ حسن بیٹا گیا یہ طرف تھا کہ کہیں اس میں سلطان کی
کوئی پہل نہ ہو۔ اس نے مذرت کرتے ہوئے کہا میں بھی خود
کو شزاوی کے ہاں نہیں سمجھتا۔

سلطان نے کہا "میں میں کہہ دوں گا ایک دور سے
واقعی سمجھوں۔ آپ میرے حکم سے سر نہ کی نہیں کر سکتے۔"
خواجہ حسن نے جواب دیا لوگ میں گئے تو کیا کہیں گے۔
سلطان نے جواب دیا "یہ میرے سوچنے کی بات ہے کہ لوگ
کیا کہیں گے۔"

خواجہ حسن نے دوسرا طرہ پریش کیا شزاوی بیٹا کو یہ رشتہ
پتہ ہو گا۔

سلطان نے جواب دیا "یہ فیصلہ میں نے کیا ہے۔ ایک سلطان
نے کیا سلطان بھی کسی کی مرضی یا اجازت کا پابند ہو سکتا ہے۔"
خواجہ حسن نے سر جھکا کر بھی میں طرہ پریش ہوں کہیں شزاوی
بیشک مذرت نہ کرے۔

سلطان نے جواب دیا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ یعنی آپ
خواجہ بزرگ آپ کیا آپ نے اکثر و بیشتر اپنے اقوال اور
کرداروں میں عورت کی حیثیت کو الٹی نہیں کیا ہے؟ مجھ کو یاد ہے
کہ کہہ لے اپنی ایک تحریر میں عورتوں کے بارے میں کہا تھا کہ
مرد نہیں ہو سکتے کہیں "انکے ہر کس عمل کرنا چاہتے وہ جی بڑ
میرا بہو کا کہہ لے کسی ملک کا والد دیکھ بغیر یہ بھی کھانا
کہ کتب و ایالت میں حتم ہے کہ (ترجمہ) عورتوں سے مشورہ
کر کے ان کی رائے کے برعکس نہ کرے۔ اگر مرد میں کل اصل
ہو نہیں تو ظہر کہہ لے ان اور شک نہ کر لے۔"

خواجہ حسن سلطان کی سلطنت پر حیران تھا سلطان نے کہا
آپ کو کئی سالوں سے یہ بات یاد ہے۔

میرزا غیاث الدین کی طرح ملاقاتوں کو بھی چھوٹ میں آم
بہت مرغوب تھے۔ موسم کے آغاز میں ملازمہ خود بھی ہزار
سے آم منگواتے اور دوست احباب بھی بھیجتے رہتے۔
ایک مرتبہ آموں کے موسم میں حضرت کبیر آزاد آبادی
نے ملازمہ کو الہ آباد سے لے کر آم روانہ کیا۔ سید بیٹے
وقت ملازمہ نے دستاویز ذیل شعر بطور شکر یہ لکھ کر ارسال
کیا۔

اثر ہے تیرے اعجازِ مہیاں کا ہے اکبر
ہزار آیا سے لگتا چلا لا پھر تک پہنچا

خواجہ حسن نے پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی لکھ ہے؟

سلطان نے جواب دیا "انکے علاوہ بھی بہت کچھ ہے" آپ نے
اپنے ایک خط میں کسی کو لکھا تھا کہ مشورہ اپنی واپس اور
دانشمند و تجربہ سے پوچھا گیا کہ تم مسلمانوں کے گناہ و عورتا
تھے اور آج محل اور غرورِ دالتی کی روح سے پوری دنیا میں
تمارا کوئی ہمسر نہیں "اس کے علاوہ آل مسلمان کی بدشعری
ہو گئی تو اسکا سبب کیا تھا۔ پھر نے جواب دیا "انکے دو
اسباب تھے۔ ایک تو یہ کہ مسلمانوں نے اپنے اہم امور کم عمر
اور نادان کارداروں کے سپرد کر رکھے تھے اور دوسری وجہ یہ
تھی کہ وہ اہل دالتی و غرور کے قدر دان نہیں تھے۔ انہوں نے
اپنے سب کام عورتوں اور بچوں کے سپرد کر دیے تھے اور ان
لوگوں کے پاس نہ ذرا نش ہوئی تھی اور نہ خود۔ جب ذہن اختیار
عورتوں اور بچوں کے ہاتھ میں چلا جائے تو جان لینا چاہئے کہ بدشعری
اس خاندان سے رخصت ہو لے والی ہے۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "یہ بھی ہو گیا" میں سلطان کے حکم پر
اپنی گردن تک کٹوا سکتا ہوں۔"

اس کے بعد سلطان نے خواجہ کو تھاپا "بیٹا مجھ کو اس بھی
نہیں آئی۔ میں اس کی وجہ سے اکثر پریشان رہا ہوں۔ اب میں
سوچتا ہوں کہ اگر میں شاعر اسماعیل کے قیدی رہتا ہوں تو
ہو کر آپ کو "خزائنہ ملک شاہ کو اور دایب ابرٹ کو قتل
کر دیتا تو میں اپنے ہی خلاف کئی چیزیں کڑی کر چکا ہوتا۔
میرا سکون بڑھ جاتا اور میں غیر مسلموں کے خلاف جہد نکست
کر سکتا اور میں اس نتیجے پر ہی پہنچتا ہوں کہ میرے دشمنوں نے
میرے خلاف ایک سازش کی تھی جو ناکام ہو گئی "سلطان ہاتھ
پر دے جانے کی طرح ہلک رہا تھا "شادی کے بعد ہی مجھ پر یہ بات
داخل ہو گئی تھی کہ شزاوی بیٹا کو آپ بھی پسند کرتے تھے
اور یہ کوئی بڑا گناہ بھی نہیں تھا۔ انسان کو عشق کرنے کا
اختیار ہے یہ اسکی ضرورت بھی ہے چنانچہ میں مرے تک بے
گن رہا ہوں کہ یہ میں نے کیا کیا۔ اللہ بڑا کرے شاعر اسماعیل

کا کہ اس نے صف اور بھی ہلت کر کے میری شکل اسلی کر دی۔

خواجہ حسن کے درہن نے مطلع کیا قاضی صاحب ان دن ہار پالی پہنچے ہیں۔ سلطان نے جواب دیا "انہیں اندر آئے اور میں انہی کا انکار کر رہا ہوں۔"

قاضی اندر آ گیا۔ سلطان نے خواجہ حسن کی موجودگی میں ہیلتا کو ملحق دے دی اور قاضی کو حکم دیا "خیرا قریب ہے تو عدت کے ایام شمار کرنا۔ حسب سیدت پر دی ہو جائے تو ہیلتا کا نکل خواجہ حسن سے کر دے گا۔"

قاضی نے دن "تاریخ اور وقت لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ سلطان نے خواجہ بزرگ کو حکم دیا "خواجہ بزرگ! آپ قاضی کے ساتھ شہزادی ہیلتا کے پاس جائیں اور میرے اس فیصلے کا اس کے رویہ و اعلان کر دیں۔ آپ دونوں اس کو صف سلطنت دیں کہ میں نے اس کو ملحق دے دی اور اس میں اس کے لئے نامحرم ہو گیا ہوں اور میری بیوی نہیں رہی اور اس کے لئے ملحدہ خیمے کا انجام کر دیا جائے۔ اسے یہ بھی بتادیا جائے کہ عدت کے دن گزارنے کے بعد بموجب حکم سلطان اسے خواجہ بزرگ سے بذریعہ مہارت و اہستہ کر دیا جائے گا۔"

یہ بہت خوشوار کام تھا۔ عام عدت میں یہ خواجہ کے بس کا نہیں تھا۔

لیکن حکم ماکم مرگب منہایت وہ سلطان کے حکم کی بجا آوری پر مجبور تھا۔ سلطان تو اپنے گھوڑوں کی دیکھ بھل کر لے چلا گیا۔ پورا اٹھارہ سو دو ہزار گھوڑے آئے ہوئے تھے۔ گھوڑوں کا شمار صرف لڑائی کا تھا۔

خواجہ حسن۔ در قاضی ہیلتا کے در پر گئے تو ہتھکوں نے انہیں روک دیا مگر خواجہ حسن نے بتایا کہ ہم سلطان کا ایک پیغام لے کر آئے ہیں۔ اندر ہیلتا کو خیر کر دی گئی۔ خواجہ اور قاضی اندر گئے تو ہیلتا کو پوچھے کی دوسری طرف سائے کی طرح حرکت کرتے دیکھا۔ خواجہ حسن نے کسی تمہید کے بغیر عرض کیا "شہزادی ہیلتا آج میں سلطان کی ہم موجودگی میں شادی کے بعد پہلی بار حاضر ہوا ہوں۔"

شہزادی ہیلتا کو اس کے دل نے کسی غریبہ خاطر سے کھاسا دلا دیا تھا۔ جواب دیا "خواجہ بزرگ! آپ پہلے جس لئے آئے ہیں ہند از ہند میں تاک میں دوسروں اور اندیشوں کی انتہ سے منہایت پابنوں۔" خواجہ حسن کی ہمت نہیں چڑی تھی عرض کیا "میرے سپرد جو کام کیا گیا ہے وہ میرے بس کا نہیں ہے مگر میں کیا کروں؟"

ہیلتا نے کرب زدہ آواز میں کہا "یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟" خواجہ حسن نے عرض کیا "قاضی صاحب۔ وہی قاضی صاحب جنہوں نے آپ کو سلطان سے رشتہ مہارت میں۔"

ہیلتا نے ہمت پر دی نہیں کر لے دی اور کھلتا ہوا آنے لگا۔

مجھ کو گفتگو کی خبر دینے آئے ہوں گے۔

دور درے گئے۔ خواجہ حسن اور قاضی اس کو دیکھے بغیر آواز سے ہی سمجھ چکے تھے۔ قاضی نے عرض کیا "یہ کوئی اچھی خبر نہیں ہے اور ہم اس کو سنانے کی اسے داری قبول نہیں کر رہے تھے لیکن سلطان نے ہم دونوں کو آپ کے پاس نکالا ہے۔ ہیلتا بار بار نزلے اور مریض کی طرح سانس اور کھینچ رہی تھی اور سانس کی آواز دونوں تھوں سے آرہی تھی۔ خواجہ حسن نے کہا۔ "سلطان کا خیال ہے کہ آپ زیادہ حکیم اور ہا کبار ہیں انہیں آپ پر کسی قسم کا شبہ نہیں ہے۔"

ہیلتا نے کہا "خواجہ بزرگ! آپ بھولی تھیلیاں نہ دیں۔ سلطان نے جب مجھ سے یہ پوچھا کہ بہتہ کے ساتھ نین کی حیثیت سے جو پیش آیا تھا کیا غلطی کی دوسری عوں کو بھی انہی حالت اور تجربات سے گزرنا پڑتا ہے تو میں نے ان کے اس گفتگوئے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا تھا اور اس وقت میں سمجھ گئی تھی کہ سلطان میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں۔"

خواجہ حسن نے عرض کیا "مجھ کو آپ سے ہر روی ہے اور میں سلطان کو حق بجانب سمجھتا ہوں۔"

ہیلتا نے اس کر طنز کیا "آپ سلطان کو حق بجانب نہیں قرار دیں گے تو اور کون دے گا۔"

قاضی نے کہا "اور آپ نے مجھ سے یہ تو پوچھتی نہیں کہ میں اتنی ہی خبر دینے میں آیا ہوں یا کوئی اور بات بھی ہے۔"

ہیلتا نے چڑ کر جھنجھلائے لیے میں کہا "آپ وقت ضائع نہ کریں جو بھر میرے دل میں ہیست کیا ہے اس کو پوری قوت سے ایک ہی بار آواز دے کر دیں۔ یہ لڑا لڑا سا ہیست کرنا کیا سچی رکھتا ہے۔"

قاضی نے عرض کیا "سلطان نے مجھ کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ میں کے دن "تاریخ اور وقت کو کسی یادداشت میں لکھ لوں اور عدت کے دن گزار جائیں تو میں آپ کا تلخ خواجہ بزرگ سے پوچھوں۔ یہ سلطان کا حکم ہے، قتلے ہرم کی طرح۔"

ہیلتا کی تلخ لکھ گئی "اے ظلم انسان، پہلے تو نے مجھے دلی کیا اور اب اس پر شکبہ مگر کہہ رہا ہے۔ تو انہیں سنا دیتا۔"

قاضی نے عرض کیا میں انہیں شہزادی ہیلتا کی تلخ اور لڑائی بردار انہیں۔ میری ناک میں ادھت کی طرح ٹیکل دی ہوئی ہے اور اس میں کادو سرا سرا سلطان کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ہر حرکت کرتا ہے میں اس طرف گھوم جاتا ہوں۔"

ہیلتا نے خواجہ حسن سے پوچھا "خواجہ بزرگ! آپ نے کیا کیا؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "شہزادی ہیلتا! اللہ یہ سب حکم لہو رہا ہے۔ کیا یکسو سو راج کی دوسری کی عدت کر سکتا ہے؟"

ہیلتا نے پوچھا "اور اگر میں اس سے انکار کر دوں تو؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "جب کہ وہی جس سلطان نے حکم دیا ہے۔"

دیا ہے۔ میں نے سنا ہے بعدِ مہلت میں گڑی کی پٹلیوں کا کھیل بہت مقبول ہے۔ کٹھ کی پٹلیوں کی دلیپ حرکتیں کرتی ہیں لیکن اپنی مرضی سے نہیں۔ وہ دوسرے سے مدد بھی ہوتی ہیں اور اور کھو دوسرا کسی آدمی کے ہاتھ میں ہو گیا ہے۔ ہم سب کٹھ کی پٹلیوں ہیں اور اس کا وہ ہر امر اس سلطان کی انگلیوں سے ہر حال ہے۔

فزاوی بیلیٹا کچھ دیر خاموش رہی۔ وہ طبیعت پر کھوپڑی کی کوشش کر رہی تھی۔

قحنی نے کہا "اب سلطان آپ کے لئے غیر عزم ہے نہ خواجہ بزرگ آپ کو دوسرا خیر صیا کریں گے۔ اب آپ اس میں عقل ہو جائیں گی۔"

فزاوی بیلیٹا نے کہا "مہینت نے توں صورت کو ذی رواج اور انسان نہیں سمجھا سلطان بھی ایسا ہی سلوک کر رہے ہیں۔ جلد جاکے بدشاہ نے سلطان سے میری شادی کر دی مجھ سے چھٹے خیر میری مرضی جلتے خیر۔ اب سلطان نے بھی دی کیا۔ دونوں میں کیا فرق ہے؟"

قحنی نے بیلیٹا کو مستحکم کیا "آپ ایسی باتیں نہ کریں جو سلطان کو آپ کے خلاف محاسبہ پر مجبور کر دیں۔"

بیلیٹا نے جواب دیا "قحنی! میں محاسبہ سے نہیں ڈرتی۔ میرا دل ڈکھایا گیا ہے آواز تو نکلتی ہے۔ اگر اللہ ہے تو میں اس سے انصاف پاؤں گی تو میرا انصاف کرے گا۔"

خواجہ حسن بزرگ بیلیٹا میں سلطان کے حکم سے مجبور ہوں۔ شادی کے بعد اگر تم آزادی پاؤ گی تو میں دے دوں گے میرے خلاف ہندو کا نہ کرو۔"

قحنی نے پچھا فزاوی بیلیٹا میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ آپ اس کی گواہ ہیں۔"

خواجہ حسن نے کہا میں آپ کے لئے طے کر چکے ہوں کہ تمہیں کوئی ہی سہہ کو آپ اپنے ساتھ رکھ لیں۔"

دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا قحنی اور خواجہ حسن حسن نے ایک دوسرے کو سختی خیز نظروں سے دیکھا اور غصے سے نکل گئے۔ خواجہ حسن نے بیلیٹا کے لئے اپنے غصے کے قریب ہی ایک شاہزادہ خیر نصیب کر دیا اور اس کی ساری ذمہ داریاں خود قبول کر لیں۔ سچا وہ بیلیٹا اس غصے میں عقل ہو گئیں۔

ہر طرف یہ خبر پھیل گئی کہ سلطان نے فزاوی بیلیٹا کو خواجہ حسن کی راجہ سے طلاق دے دی۔ فوج سوچ رہی تھی خواجہ حسن کتنا اہم انسان ہے کہ سلطان نے اس کی خاطر فزاوی بیلیٹا کو طلاق دے دی اور حکم دیا کہ اس کا کل خواجہ بزرگ سے چھوڑ دیا جائے۔ فزاوی ملک شادی کی خبر ان تھا کہ یہ کیا ہو گیا؟ وہ خواجہ کے پاس آیا اور پچھا خواجہ بزرگ یہ میں کیا بن رہا ہوں؟

خواجہ حسن نے جواب دیا "آپ نے جو کچھ سنا درست ہے۔ سلطان نے اپنے فیصلے پر خود عمل درآمد کر لیا ہے۔"

فزاوی نے بیلیٹا کے پاس سے ملنے پر چلا دیکھا ہے؟ خواجہ حسن نے وہ خیر دیکھا دیا۔ فزاوی کو سلطان کے لعلوں سے خوشی نہیں ہوئی لیکن اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا پچھا؟ فزاوی بیلیٹا اب آپ کی بیوی ہو جائیں گی؟

خواجہ حسن نے جواب دیا "سلطان کے حکم کے موخہ ہے۔ فزاوی نے اعتراض کیا۔ آپ خوش قسمت ہیں اور یہ واضح ہو گیا کہ سلطان کے بعد آپ ہی سب کچھ ہیں۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "آپ دل مند ہیں اور دلی مند کے سامنے میری کیا حیثیت۔"

فزاوی بیلیٹا کو جب یہ بتایا گیا کہ فزاوی ملک شہزادہ سے ملنا چاہتا ہے تو اس نے کھٹا دیا۔ اگر وہ دلی مند کی حیثیت سے ملے آئے ہیں تو اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں جب چاہیں چلے آئیں اور دل میں اندازہ کر دیا کہ یہ کہتے ہیں کہ میری بھی کوئی حیثیت ہے اور میری مرضی کا بھی ان کے دل میں احترام ہے تو میں نہیں ہوں گی۔ فزاوی ملک دلی مند چلا گیا۔

طلاق دینے کے بعد جب سلطان اس غصے میں گیا جہاں بیلیٹا رہتی تھی تو اسے نہ پا کر سلطان کو دھچکا اس چوٹ کی طرح جس کی تکلیف کا احساس فوراً نہیں ہوتا اور پھر کچھ دیر بعد درد میں شدت ابھرتی ہے تو انسان کو کسی بے قرار نہیں آتا۔ سلطان بھی اس چوٹ کا مزہ چکھ رہا تھا۔ جیسے جیسے وقت گزرا اس کو بیلیٹا کی یاد نے خوب خوب ستایا۔ اس نے اس کرب کو دوسروں پر ظاہر نہیں ہونے دیا اور ہواں مروی سے بھیل گیا۔ سلطان نے غصہ اور کرب میں جو کچھ کیا تھا اس کا سبک دینا میں خواجہ بزرگ کے پاس پادری اور اس کے ساتھیوں نے ایک دم شروع کر رکھی تھی۔ اس کم میں فزاوی بیلیٹا کی طلاق اور خواجہ حسن سے شادی کر لے کا حکم بھی شامل کر لیا گیا۔ سبکی دنیا کو یہ بتایا جا رہا تھا کہ عالم اور جہاں سلطان اپنی سبکی آزادی کو مستقل قلم و ہر کاغذ سے مٹانے ہوئے ہیں۔ اس کے وہ یہ سے قحنی تک گروں اور خانہ گروں میں اشتعل پھیل ہوا تھا اور ان سب کی نظریں قحنی کے عکس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ ہر روز ترک عکس ان بیخود کو چھوڑ کر میدان چار چار گیا اور وہیں کے بدشاہ کو بڑی غیرت دلائی کہ اس نے بیلیٹا کی شادی سلطان الپ ارسلان سے کر کے سبکی دنیا کی گردن جھکا دی ہے اور اب اس کا ازالہ یا تدارک اسی طرح ممکن ہے کہ سلطانوں کو ان کے عاقبتوں اور ضرروں میں سستی دیا جائے۔ اس پر جوش جواں سبکی کی باتوں نے جاریہ کے عکس ان کے خون کو گرم کیا اور اس نے پچھا "جب تو فزاوی بیلیٹا سے بہت قریب تھا تو تو نے اس میں اس سے روکا کیوں نہیں تھا۔"

ہر روز نے سبکی بدشاہ کو جواب دیا "میں فزاوی بیلیٹا سے بھول رہا ہوں اس کے بعد وہ میں نے اس سے عشق کا امر کر رہا ہوں"

در اصل میں یہ چاہتا تھا کہ شہزادی بیگم میری محبت کا جواب محبت سے دے کر مجھ میں "میری ذات میں دلچسپی لینے لگے اور مسلمانوں سے دور ہو جائے لیکن شہزادی بیگم بیگم سے بے زار ہو چکی تھی۔ اس کو اپنی متوجہ گفت و خورہ قوم کے متعلق جس قدر مسلمان زیادہ ایسے لگے اور اس نے شہزادہ ملک شہزادہ جیسے کم سن میں دلچسپی اور بھر سلطنت سے شہزادی پر رخصت ہو گئی۔"

ملک شہزادے پر چڑھا جو کہ وہ تھا وہ بگڑ گیا کہ وہ مسلمانوں سے بد روئے ہو گیا اس طرح چپ ہو جائے سے ہم اہل ہندو کو اداسی کے اس لئے ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور کرنا پڑے۔"

بیگم کا بیٹا جیسا کہ شہزادہ محبت مار چکا تھا جو اس کا اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ جو وہ تھا وہ بگڑا اور ہمیں اس وقت کا انتظار کرنا ہے جب وہ اوپر کی کامیاب مسلمانوں پر نازل ہو۔"

بہرہ زلے عرض کیا "جسٹس والا میں مسلمانوں میں رہا ہوں اور ان کی بہت ساری باتیں میرے علم میں ہیں۔ ان کے خیر کا قتل ہے کہ مظلوم بذات خود ظالم ہو تا ہے جو اپنی کمزوری سے ظلم کو ظلم کرنے کی بدستور ہے۔ مسلمان خلیفہ کو پڑی اہمیت دیتے ہیں اور اس کی عدم توجہ کو لیکن اب ہمیں اپنی سوچ بدلنی ہو گی۔"

جارجیا کا بد شہزادہ اس کی باتوں سے پریشان ہو رہا تھا پر چارٹر تھیں کیا کروں؟

بہرہ زلے جواب دیا "آپ جارجیا کے بد شہزادے ہیں آپ کو دنیا کی قیادت کریں اور ان میں اتھویرا کریں۔ ظلم خورہ ہو سکی دنیا آپ کی آواز پر ایک کے کی اور آپ کا شمار راجہ میں ہونے لگے گا۔"

جارجیا کے بد شہزادہ کو بہرہ زلے کی یہ روانہ باتیں اچھی لگیں لیکن وہ انہیں ناقابل عمل سمجھتا تھا۔ جارجیا کے بد شہزادے بہرہ زلے کی باتوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بہرہ زلے کچھ بے گھر اور بے در ہے اس لئے وہ بد شہزادے کے پاس رہنے کے لئے اپنی ضرورت منوار ہے۔ اس نے بہرہ زلے سے صاف کہہ دیا کہ جب تک اس محل میں رہتا ہے وہ اپنے لیکن آجہا سلطان الپ ارسلان اور مسلمانوں کے خلاف کوئی ہمت نہ کرے کہ وہ کہ سلطان مسلمان ہونے کے بخیر بد شہزادہ کا اہل ہے۔

بہرہ زلے جواب دے دیے ہیں ہو گیا۔

پھر اس دوران طلب "شہزادہ اور ان کی بیعت دوسرے کی ضرورت کے گرجوں اور خانہ گاہوں کی طرف سے حلقہ اور خیرہ قلعہ جارجیا کے بد شہزادہ کو حوصلہ ہوا۔ اس خط میں بہت اور دینے کے واسطے کہ مظلومیت کی داستان بنا کر پیش کیا گیا اور بد شہزادے کا کیا کہ وہ اپنے والد سلطان الپ ارسلان کو لکھے کہ بہت اور دینے کو ان کے گرجہ اور خانہ گاہ کے پوری کے حوالے

کر دیا جائے اور سلطان کو یہ ذراعت کر دی جائے کہ وہ آجہا کسی سبکی عہدیت لکھیں ہوں مداخلت نہ کرے۔ آخر میں بدداشت کے طور پر یہ لکھی لکھ دیا گیا تھا کہ اس قلعہ کی قلعہ خانہ والی بہت دہشت اور بد شہزادوں کو روانہ کر دی گئی ہیں۔ سبکی ریاستوں کے حکمرانوں کو اور ہلو پتہ جس شخصیت کے لڑیں روا کہ پادریوں اور راجہوں کے اس قلعہ کے بد شہزادے کو بھجور کے رکھ دیا۔ اس نے اسے شیروں اور راجہوں کے سامنے رکھ دیا۔ اہل الزام میں بہرہ زلے کو بھی شامل کر لیا گیا تھا۔ یہی پانچ سو گرجے اور خانہ گاہیں تھیں اور سب سے بڑا گرجہ تھا جس میں مریم طہرا کا سب سے بڑا بہتر نصب تھا اور جس کی نسبت سے وہ جگہ مریم تھیں اور شہزادہ کا قلعہ "قلعہ مریم تھیں کھانا تھا۔ بہت اور دینے سے حلقہ بدداشت کی ایک قلعہ میں بھی بھیج دی گئی تھی۔ اس بدداشت نے ہنگامہ بڑا کر دیا اور پادریوں اور راجہوں کا یکسو قلعہ بد شہزادہ قلعہ سے ملا اور پانچ سو اس قلعہ میں بد شہزادے کیا کر رہا ہے؟ بد شہزادے کا "آپ لوگوں مجھے مشورہ دیتے کس کیا کروں اور کیا کر سکتا ہوں۔"

ایک بدلے پادری نے جواب دیا "آپ کو کچھ کر سکتے تھے کر چکے۔ آپ نے مسلمان بد شہزادے اور سلطان کو اپنی جتنی شہزادی بیگم دے دی۔ آپ چاہیں تو اپنی بیگم سلطان کے بیٹوں کو دے دیں اور پھر سے خانہ گاہ کو دیا جائے۔"

بد شہزادہ قلعہ کو پادری کے قلعے پرست ختم آیا لیکن بدداشت ختم بد شہزادوں کے اعتبار کا نہیں تھا۔

کسی پادری نے اپنے ساتھی پادریوں اور راجہوں سے کہا۔ "آپ لوگ اپنے بد شہزادے کو ٹھہریں اس کی غیرت اور جیت کا اعزاز لگائیں اور پھر یہ دیکھیں کہ ان کا کیا کام اس کے بس کہے بھی جائیں یہ مسئلہ اور یہ مسئلہ حوصلہ چاہتا ہے۔"

بہرہ زلے اپنی راستہ دی "بڑے گور اور جلی نکشیں ہلکوں یہ مسئلہ اور یہ مسئلہ اپنے بد شہزادے کے بس کا نہیں ہے۔"

کسی پادریوں نے انہیں میں مشورہ کیا پھر کہا "بد شہزادے کو بدلہ دو اور اس کی جگہ کسی حوصلہ کو بد شہزادے۔"

بد شہزادے ان سب سے دھڑکا "آپ لوگ پریشان نہ ہوں اور ضرورت کریں میں دو ہاروں میں اس مسئلے کا حل ضرور تلاش کروں گا۔"

ایک پادری نے کہا "بد شہزادے کو فیصلہ کرنا ہو آج کچھ اس وقت کرنا ہے۔ کون جانے کس کی ذمہ داری میں کل آئے گی یا نہیں اس لئے بد شہزادے کو بھی لے لے کر آج ہی کرے۔"

بد شہزادے نے سخت کرلی "الہوس کہ یہ کام آج آسان نہیں ہے جیسا کہ رکھتا ہے۔"

بہرہ زلے پھر مشورہ دیا "بد شہزادے کو چاہئے کہ وہ سلطان پر بھروسہ کرنے کی چارہ کرے" "اللہ کا جواب پھر سے ملے گا"

مسلمانوں کے ہوش لٹکانے آجائیں گے۔

ہوشلہ کو ان فضول وعدوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور ایک ایسے کام کا ارادہ کس طرح کر سکتا تھا اس کے بس کا تھا۔
ہر روزی نے دو سرا شور مچا "اگر آپ میری باتیں تو ہمیں سلطان اور مسلمانوں کے سلسلے میں تخطیہ کے عمران سے رنج ہونا چاہئے۔"

ہوشلہ بتراط نے اس تجویز کی حمایت کی "یہ کام میں کراؤں گے تخطیہ کی رُو نہ چلے گی ایک وفد میں بھی بھیج دوں گا اور میں تخطیہ کے قریب وادیں کو اپنے خیر میں آنے کی دعوت دوں گا پھر یہاں سے ہم سب سلطان سے صلب کتب کرنے جائیں گے۔" ہر روز نے ہوشلہ کی حمایت کی "یہ تجویز مناسب ہے۔" پھر پوریوں اور رائوں سے کہا "آپ لوگ اپنے اپنے گرجے اور خانہوں میں واپس جائیں۔ خداوند کی نے چلا تو ہم سرخرو ہوں گے تو وہ لوگ واپس چلے گئے۔ ہوشلہ بتراط کچھ دیر اپنی جگہ پر کھڑا نہیں دیکھا ہر روز بھی اس کے پاس ہی کھڑا تھا۔ ہوشلہ بتراط نے اچانک ہر روز کی طرف دیکھا "تو تم تخطیہ جاتے گے؟"

ہر روز نے جواب دیا "خود جہنم گئے یہ ہم پر پوری سچی دنیا پر نہ وقت آن پڑا ہے میں اس کے لئے اپنی جان تک قربان کر سکتا ہوں۔"

ہوشلہ بتراط نے اسکو حکم دیا "نی اللہ تو میرے ساتھ کل میں جلد یہاں میں تجھ سے بات کروں گا۔"

ہر روز ہوشلہ کے محل اور محل پر لے کر سمجھتی نہیں سکا وہ چپ چاپ ہوشلہ کے ساتھ محل میں چلا گیا۔ ہوشلہ اس کو ایسے کمرے میں لے گیا جو نسبتاً خلیب میں تھا۔ یہ خانے جیسا بالکل دارالاعتوبت جیسا۔ یہاں جو ہرے دارچے وہ بھی ایک محل کے تھے۔ کالے جھیروں جیسے۔ لیکن یہ جیسی نہیں تھے۔ ہوشلہ بتراط نے اس کمرے میں لے جا کر ہر روز سے پوچھا "ہاں تو اب تا کتنے پوریوں اور رائوں کو کیا مشورہ دے رہا تھا؟"

ہر روز کا لٹاٹا "میں نے یہ مشورہ دیا تھا آپ کے سامنے دیا تھا۔ ہوشلہ نے فرمایا "ہوشلہ کو بدلہ دینا بہت اچھا مشورہ دیا تھا۔" ہر روز نے بات بٹا دی "میں نے یہ مشورہ اللہ کے جوش و خروش کو دبانے کے لئے دیا تھا۔"

ہوشلہ نے کہا "میں میری باتیں خوب سمجھتا ہوں تو سلطان اور مسلمانوں کو ایک عرصے تک ہٹائے رکھا لیکن وہ سیدھے اور دہشت دار ہو گئے۔"

ہر روز نے پھر اکر شروع کر دیا "ہوشلہ بتراط آپ کے محل کراؤں اس کا آپ کو کیا خیال ہے؟ لیکن اگر میں رنہ و رنہ ہوں ہنہ ہنہ لذات سے آپ کو روکا رہے۔ ہمیں کے مہیں آپ لڑنے کی ہر بار ہمیں کے اور تاریخ میں قاتل فرمائیں ہائیں گے۔"

ہوشلہ اسکی باتوں میں آگیا اور اسکو شکرے میں چھوڑ کر باہر آگیا۔ ہرے داروں سے کہا یہ بہت چلا کسب اسکو باہر نہیں آنا چاہئے۔

ہوشلہ اپنے محل میں چلا گیا وہ تھکے میں وہ تھکے حاضرو پر غور کرتا رہا اور آخر کار اس نتیجے پر پہنچا کہ ہر روز کی زیادتیوں اور گستاخیوں اپنی جگہ لیکن وہوشیا اور کار آمد ضرور ہے۔ اس کے علاوہ ہر روز کی یہ خصوصیت مفرد تھی کہ وہ مسلمانوں اور اسلام سے انہی طرح واقف تھا۔ وہ تخطیہ بھی جاسکتا تھا۔ اس سے بہت سارے کام لے جاسکتے تھے۔ اس دور میں ہوشلہ بتراط کو ایک ایسی خبر پہنچی جس نے اسے وجود کو ہٹا کر رکھ دیا۔ سبت کی خانہ کے پوری نے ہوشلہ بتراط کو مطلع کیا تھا کہ سلطان الپ ارسلان نے شہزادی بیلینا کو قتل کر دے دی اور خواجه حسن اپنے وزیر کو حکم دیا ہے کہ وہ بیلینا سے شادی کر لے۔ آج کل شہزادی بیلینا قدرت کے دن گزار رہی ہے اور جب وہ دن آئے گا کہ شہزادی بیلینا قدرت سے باہر آجائے گی تو سلطان کے حکم کے بموجب خواجه حسن سے روایت کر دی جائے گی۔ جاریہ کے ہوشلہ یہ کیسی بے غیرتی کی باتیں سننے میں آ رہی ہیں کیلیہ گندے طور پر پتے ہم سب کے لئے شرمناک نہیں؟

ہوشلہ نے اس حکمران خانہ سے کو اپنی پشت پر پیٹک دیا۔ کل کی خواتین میں سب کچھ سن چکی تھیں ہائیں اصرار کھلا لانے والوں نے کل کے مسلمانوں کے ذریعہ بتا دیا تھا انہیں اس بات کا دکھ تھا کہ بیلینا کے اس پاس کوئی ضد رہی نہیں ہو تھی کے وہ لٹک بھی ادا کر سکا ہو "وہ بیلینا کے کرب و اذیت پر سوچتی تھیں انہیں دکھ پہنچ رہا تھا۔" حکم نے ہوشلہ پر ہوا لٹا لٹا لیکن اس کی صحت نہیں پڑی۔ پھر ہوشلہ اچانک تکیہ میں چلا گیا اس نے ملہ جانا بھی بند کر دیا اور خدمت گاروں کو حکم دیا گیا کہ وہ طاقت کے لئے آئے والوں سے کہہ دیں کہ ہوشلہ کی طبیعت بھارا ہے۔

دو دن تک صرف یہ سوچا رہا کہ بیلینا کو واپس کس طرح بلایا جائے۔ وہ بیلینا کو سلطان کے پاس نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ حکم نے ہوشلہ سے ملنا تھا "لیکن نا کام رہی۔ تیس دن ہوشلہ باہر آیا اور سیدھا ہر روز کے پاس قید خانے میں پہنچا۔ ہر روز اپنے انجیل سے خوفزدہ تھا اور اس کو اپنی رہائی کی امید نہیں تھی۔ جب اچانک دروازہ ان کھلا اور ہوشلہ اندر داخل ہوا تو ہر روز نے اپنی زمر کی کو موت کے قریب محسوس کیا۔ ہوشلہ قہم زور اس کے سامنے کھڑا ہوا۔ ہر روز کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

ہر روز نے غصہ شروع کر دی "میں آپ کے کام سمجھتا ہوں بھلا کونہ کریں۔"

ہوشلہ نے ہر روز کے پھر۔ مرانی کی دیکھی تو اس نے اس کو اور زیادہ طرفدار کر دیا "تو یہ۔ کسی کام کا نہیں آئے تو کچھ کو صیغہ میں ڈال دے۔"

ہر روز نے پوچھا "دوسری طرف؟"

بادشاہ نے جواب دیا "وہاں میں میرے غائبانہ نواہیں مکمل رہی ہیں اور لوگوں کا امرار بڑھ رہا ہے کہ مجھے تاج و تخت چھوڑ دینا چاہیے۔"

ہر روز نے سر جھکا کر اس میں غور کیا کہ میں نے ایسا مشورہ کیا کیا تھا۔

بادشاہ نے کہا میں تجھ کو رہا کر سکتا ہوں لیکن ایک شرط ہے۔
تجھ کو میرا ایک کام کرنا ہوگا۔"

ہر روز نے جواب دیا "آپ کا کوئی بھی کام کر سکتا ہوں آپ کا حکم تو کیا نہیں۔"

بادشاہ نے کہا "تو مسلمانوں سے نفرت کرتا ہے اور مسیحیت سے محبت نہیں ای غریب نے مجھے حیران کر دیا ہے۔"

ہر روز نے عرض کیا۔ "آپ کا حکم تو کیا نہیں۔"

بادشاہ نے کہا "وہ کام بہت دشوار ہے اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ وہ تیری کر سکا ہے۔"

ہر روز نے قرار دیا "آپ کا کام کیا نہیں تو کسی۔"

بادشاہ اس کو بیلیا کی طعن اور شادی کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتا سکا تھا اس نے کہا میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ بیلیا کو اپنے پاس بلا لوں۔"

ہر روز نے آہستہ سے کہا "لیکن اب تو وہ سلطان کی بیوی ہے۔"
بادشاہ نے کہا "ہاں میں چاہتا ہوں اس کے بغیر میں اس کو اپنے پاس گل میں رکھتا ہوں۔"

ہر روز نے متذہب آواز میں پوچھا "یہ مستحضر کام ہے کیا نہیں یہ کام کر سکتا ہوں؟"

بادشاہ نے جواب دیا "یہ بہم تو ہی کر سکتا ہے صرف خدا اگر آئیہ نام کر دے گا تو میں دھوکہ دہا کر لوں کہ تجھ کو حیرانی اس خدا مت کے مضمون میں نواز دوں گا۔"

ہر روز نے بیاد شدہ کہتا تھا میں یہ کام اپنی جان کے بدلے لے لیا ہوں تاکہ شاید "آپ نہیں سمجھتے ہیں اور مسلمان کچھ پر اصرار نہیں کرتے۔
شاید وہ لکھ کر کرنا کر کے سزا بھی دیں۔"

بادشاہ نے جواب دیا "میرے ساتھ اس میں سہارا نہیں تو یہ کب تک کر سکتا ہے نہیں؟"

ہر روز نے عرض کیا میں یہ کام کر سکتا ہوں لیکن میں نہیں چاہتا کہ وہاں سے دھوکہ دہا بھی آؤں گی نہیں۔"

بادشاہ نے اس کو یہ بھی بتایا کہ یہ کام جلد از جلد ہو چکا ہے۔ کیونکہ وہ شہر میں سدا بہار رہا ہے اور یہ بہت گارڈ ہے یہ کام یاد رکھنا ہو بہت کم۔

ہر روز نے درخواست کی "میں کو شش کروں گا اور شاید کچھ رقم کی بھی ضرورت پیش آئے۔"

بادشاہ نے سندھ دیکھا کہ حکم کر دیا تھا کہ بادشاہ ہر روز کو اپنے ساتھ ہی رہے گا اس نے ہر روز کو اپنی گرانی میں رکھا اور اس کا یہ

نہیں ٹھہر رہے دیا کہ بیلیا کو سلطان نے طعن دے دی ہے اور خواجہ حسن سے اس کی شادی کرنا اور حیران کر رہا ہے بادشاہ کا خیال تھا کہ ان تحصیل کے علم میں آئے کہ ہر روز کی دلچسپی کم ہو جائے گی۔
بادشاہوں اور راجوں کی بیلیا کی طعن اور شادی کے بارے میں معلوم ہو چکا تھا۔ گرجوں اور خانہ گروں کی ساکت اور چمکوں سنا کر اس خبر نے نگری کا کم کیلے اس میں حیران کر دیا اور وہ انہوں کے بعد واپس آئے تھے وہی دور دورہ خبر لینے لگیں۔

ہر روز اپنے منصوبے کی حیثیت پر غور کر رہا تھا کہ سلطان کا مسلمانوں کے پاس خود نہیں جاسکتا تھا۔ ان حالت میں اس سے یہ خطرناک کام کس طرح انجام دیا تھا اس پر غور کر رہا تھا۔ گل کی خواتین اپنی جگہ پر چلی گئیں۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ سلطان بیلیا کے سامنے میں کیا کر رہا ہے؟

بادشاہوں اور راجوں نے ایک بلبلہ گل کھلی بیلیا کے سینوں پر فخر کی ملیں اور ان میں اور بادشاہوں کے ہاتھوں میں بھی کڑی کی ملیں نہیں تھیں۔ بادشاہ نے ان کو گل سے دور کر دیا اور ان سے کہلا دیا "بادشاہ خودی کرے میں بھی بیچ جائے گا۔ اس وقت وہ کسی سے نہیں ملے گا۔"

بادشاہوں اور راجوں کو خستہ آ رہا انہوں نے کہا "یہ کیسی بد شہ ہے دینی غیرت اور حیثیت اس میں ہے ہی نہیں۔"

ایک بادشاہ نے کہا "بادشاہ سے پوچھو یہ ہم کیسے ہو رہے ہیں۔"
وہ ایک دوسرے کو جواب دیا "یہ ساری باتیں وہیں کر رہے ہیں کہ جیسے کچھ شہر میں خود بھی بیچ جائے گا۔"

بادشاہوں اور راجوں کی آمد کی خبر گل میں بھی پہنچ گئی اور خواتین کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ سب بیلیا کی طعن اور شادی پر غور و غوض کرنے آئے تھے۔ ملک بادشاہ کے پاس بیلیا میں گئی۔ بل پر چلنے والوں پر بکھرے ہوئے تھے کہ وہ بادشاہ شادی کو اس مل میں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

ملک نے آواز داری کرتے ہوئے پوچھا "آخر مسیحیت کب تک خوار و زبون رہے گی۔ اس کے رکھوالے اس کے ہاتھوں میں ہیں؟"

بادشاہ نے کہا "مسیحیت کو کیا ہوا؟"

ملک نے روتے ہوئے جواب دیا "اس کے شرور کو اجازت ملے خداوند کج کے، ملنے والوں کو زبردستی مسلمان کیا گیا۔ شرابی بیلیا کو شرمناک اور رسوا کن طریقے کی دوسرے سلطان کی بیوی ہو گیا اور اب یہ بچے میں آ رہا ہے کہ سلطان نے بیلیا کو طعن دے دی اور اپنے ذریعہ خواجہ حسن کو حکم دیا ہے کہ وہ بیلیا سے شادی کر لے۔"

بادشاہ نے جواب دیا "یہ ساری باتیں تجھ کو کس نے بتائیں اور یہ کہ جو کچھ ہو چکا اس پر سوچو اور اس کا حل تلاش کرنا ہوگا نہیں۔ یہ میرا کام ہے اس لئے تو خاموش رہو۔" ملک کو اذیت کر

بھگایا گیا اور ہر روز کو سلطان کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ ہر روز کو اس کاہن میں امانت کے لئے کوئی آدمی نہیں دیا گیا تھا۔

ہر روز کو کچھ عورتاں کہ آخر اس نے بیٹو کا ساتھ کیوں نہ لیا۔ بیٹو کے ساتھ رہنے سے وہ سلطان کے قریب رہتا اور اب وہ سلطان اور مسلمانوں کا اٹھ کو چکا تھا۔ ہوشیار بھڑا لے اس کو یہ نہیں بتایا تھا کہ ہیلینا کو سلطان نے طلاق دے دی ہے اور چھ لاکھ اسے خواجہ حسن سے واپس کر دیا جائے گا۔ اس کو بس یہ شوق سننے کی طرف کشش کشش لئے جا رہا تھا کہ وہ ہیلینا کو ٹھل لائے میں کامیاب ہو گیا تو ہیلینا اس کو مل جائے گی۔ وہ ہیلینا جو ایک ہوشیار کی بیٹی اور ایک ہوشیار کی بیوی رہ چکی ہے۔ وہ بھی سوچ چکا تھا کہ اگر وہ ہیلینا کو ہوشیار بھڑا کے پاس لے جائے گا تو ہوشیار بھڑا اپنے دھڑے سے غریب بھی ہو سکتا ہے اور اگر غریب نہ بھی ہو تو سلطان کی افواج ایک بار پھر ہیلینا کی تلاش میں جا رہا ہیں میں داخل ہو جائیں گی۔ اس لئے اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ہیلینا کو قلعہ لے جائے گا۔ مسلمان وہاں تک نہ پہنچ سکیں گے۔

وہ جس قلعے میں ستر کر رہا تھا اس میں تاجروں کے علاوہ دائر بھی تھے۔ مسیحی دائر بیت المقدس جا رہے تھے ان کے سینوں پر صلیبیں لگ دی تھیں اور وہ سفید لباس پہنے ہوئے تھے۔ ہر روز نے خود کو انھی دائرین میں شامل کر دیا۔ ان دائروں کے علاوہ قلعے میں وہ عام لوگ بھی تھے جو اپنے دور اللہ عزیزوں اور رشتہ داروں سے ملنے کر دستان عراق یا شام کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے لئے کورہ عزیز اور رشتہ دار تلاش معاش میں ترکیب نکال کر کے دور دراز شہروں میں آ رہے ہوئے تھے۔

اس قلعے میں حمزہ اور تھہر ان جیسے والے موجود تھے۔ ہر روز کو کسی نہ کسی طرح یہ پتا چلتا تھا کہ آج کل سلطان کس چٹاؤ لے رہے ہیں۔ وہ قلعے میں پہلے تو ہر آدمی سے مل کر یہ پتہ پتا رہا کہ وہ کس جا رہا ہے کیا کرتا ہے اور کیوں جا رہا ہے۔ اس کے قبضے میں اس کو قلعے میں خاصا سروں کر دیا تھا۔ وہ خود قلعے کے چتر لوگوں کے ہارے میں چلتا تھا لیکن اس کے ہارے میں کسی نے کچھ بھی نہیں پوچھا تھا۔ قلعے میں وہ بھی تھے جن کے ہارے میں قلعہ والوں نے بتایا کہ وہ سلطان الپ ارسلان کے پاس جا رہے ہیں۔ ہر روز کو ان لوگوں سے بڑی دلچسپی ہو گئی اور وہ ان سے ملنے کے لئے بے چین ہو گیا پھر اچانک اس کو یہ

شہ بھی ہوا کہ کہیں ان میں کا کوئی شخص اسے پہچانتا ہے اس لئے وہ سلطان کے آدمیوں سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کام کے لئے اس نے ایک دائر کو بکرا اس سے خوب دوستی کاظمی اور ایک دن اس سے کہا "دوست خداوند سچا ہے زیارت سچ سے اور اس کی جائے پیدائش کی زیارت سے شک کام فرمائیں۔ کیا میرا ایک کام کر سکتا ہے؟"

دائر جو ان قہار آتش دھارے خوش ہوا اور پوچھا تو کیا بتاتا چاہتا ہے؟

ہر روز نے کہا "اس قلعے میں چھ ایسے مسلمان ہیں جو مسلمانوں کے سلطان الپ ارسلان کی فوج سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو ان سے مل کر یہ معلوم کر کہ آج کل سلطان کس مقام پر ہے؟" تو جو ان دائر نے جواب دیا "یہ ہم تو بہت آسان ہے اور تو خود بھی معلوم کر سکتا ہے۔"

ہر روز نے کہا "بے شک یہ ذرا سا کام میں خود بھی کر سکتا ہوں لیکن میں کسی وجہ سے ان کے سامنے نہیں جانا چاہتا۔"

تو جو ان دائر گیا اور دربار ہمد آ کر بتلایا "آرہ ہٹھان کے شہر۔ نجران یا حمزہ میں سلطان مقیم ہے۔ ہر روز نے ہمد حمیری کی کہ کہ اس کا تعلق بھی۔ نجران ہی سے تھا۔ نجران نجران کے مشرق میں قلعے سے قلعے پر تھا۔

شام کو قلعے نے ایک سرسبز و شاداب میدان میں قیام کیا۔ قلعے والوں نے ہر جگہ مار پیچ لگے جانے اور کھانا پکانے لگے۔ مسیحی دائرین نے ہر روز کو اپنے ساتھ رکھ لیا تھا اس لئے ان کے کھانے میں ہر روز بھی شامل تھا۔ شام کو مغرب کے بعد قلعے میں چراغ جلنے لگے اور عیسوی روشنی کی گئیں۔ ان کی روشنی میں دائرین نے انجیل کا مطالعہ شروع کر دیا۔ لوگوں کی باتیں کرنے کی ٹی جلی آوازیں پورے میدان میں پھیل گئی تھیں۔ بچے میدان میں دوڑ لہاگ رہے تھے۔ ہر روز اپنے غیے کے در پر بیٹھ گیا اور قلعے کے محول سے لطف انداز ہونے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ مسلمان ہر روز کے پاس آئے اور اس سے پوچھا۔ کیا حمزہ سے ساتھ کوئی ہمد زانی تو جو ان بھی ستر کر رہا ہے؟

ہر روز کچھ چکا تھا کہ دونوں اسے پہچانتے نہیں ہیں اس لئے دیباہی جواب دیا "ہمارے ساتھ کئی دائر تو جو ان ہیں لیکن میں ان کے ہم نہیں جانتا۔"

دونوں مسلمانوں نے آپس میں کھس پھس کی اور ہر روز سے کہا "ہمیں ہر روز کی تلاش ہے اگر وہ تم لوگوں میں موجود ہے تو اسے ہمارے سپرد کر دیا جائے ورنہ ہم ذمہ داری برآمد کر لیں گے؟" ہر روز نے جواب دیا "آپ لوگ اسے برآمد کر لیں۔ اگر وہ ہم میں موجود ہے تو اس نے یہ کہہ دیا تھا لیکن جس دشواری سے یہ پتا لگتا اور اب اسے پکڑ دی جاتا تھا۔"

دونوں مسلمانوں میں سے ایک نے کہا "کون ہے؟ چنا کیا نام ہے؟" ہر روز نے جواب دیا "میں ایک دائر ہوں اور بیت المقدس جا رہا ہوں میرا نام قلیب ہے۔"

اس مسلمان نے ہر روز کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "ہمارے ساتھ مل۔ کہا تو یہ نہیں جانتا کہ اگر ہم لوگ مار پیچ ہو جائیں تو تم

خداوند سبکی جانیں تاتا ہے ایک غصے میں قہر کر دیا گیا لیکن اب
بہر و بہت غم زدہ اور پریشان ہو رہا تھا وہ جس بیٹنا کی خاطر سلطان
کے پاس جا رہا تھا وہ معمولی کھلونے کے طرح ادھر سے ادھر کی
جا رہی تھی۔

ڈائریں کا ایک دندہ ہر روز کو تلاش کرتا ہوا مسلمانوں کے
غیسے تک پہنچ گیا۔ دندہ کی قیادت ایک مرمی رسید پادری کر رہا تھا۔
اس نے مسلمانوں سے کہا "آپہمارا آدمی واپس کر دیں۔"
مسلمانوں نے جواب دیا "ہم روز ہمارا مندر ور ہے۔ اس کو
سلطان کی خدمت میں پیش کیا جائے گا اس لئے ہم اسے نہیں
چھوڑیں گے" رات کے پچھلے پر تک دونوں میں باتیں ہوتی ہیں
اور اسی عالم میں حلقے لگے وہیں سے کوچ کیا اور زخم خوردہ
ڈائریں فیسے سے بچے و تلب کھاتے ہوئے حلقے کے ساتھ سفر کرنے
لگے۔ ان کی اکلی حزل آرمینیا کا شہر تھا.....

آذربائیجان کے شمال میں ایران، شمال میں آرمینیا، کاہ علاقہ تھا جس میں ایک تاریخی چٹان کا وجود تھا۔ بحیرہ خزر کے مغرب میں اور آذربائیجان کے شمال میں یہ چٹان اس لئے مشہور تھی کہ اس کے قریب کے گڑوں میں حضرت خضر نے ایک بچے کو قتل کر کے موتی سے کہا کہ وہ اس کا سبب نہیں پوچھیں گے اور اگر پوچھیں گے تو خواجه خضر موتی کا ساتھ بھو ڈریں گے۔ یہی چٹان کی آبادی میں جو شران کا ایک حصہ تھی آٹھ لے حوال کی۔ چٹان کے پہلو میں ایک پرانی خانہ تھی اور اس میں راہبوں کی بڑی تعداد زہر و ریاضت میں مشغول تھی۔

زائرین قافے سے جدا ہو کر چہان کی خانہ میں گئے اور
راہوں کو ہٹایا کہ حضرت مسکاکے ایک پرستار کو مسلمانوں نے
غواہ علاؤ اللہ کر رکھا ہے۔

راہیوں میں غم دھتے کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے چہ ان کی
سبکی آبادی کے نوجوانوں سے مدد چاہی اور انہیں علم دیا گیا کہ وہ
سبکی تہذیب کو مسلمانوں سے ڈروستی چھڑالائیں۔

مسلمان اس کے لئے تیار نہیں تھے۔ وہ اس جگہ کی زیارت کر لے چلے گئے جس خواجہ نصرت نے ایک بچے کو قتل کر دیا تھا۔ اسی وہ خوں بھی دکھایا گیا جو مصلحت نہ اونہی سے بھلایا گیا تھا۔ مسلمانوں کی ہم سوجہ کی میں جتنے ان کے ٹھہرے ہوئے مسیحی نوہو الوں نے سرور کو آزاد کرالیا اور اسے رائیوں کے درمیان خاتونیں پہنچایا۔

ہر روزے ان لشکر یہ ادا کیا اور زائرین کو مشورہ دیا "اگر تم لوگ اپنی خیریت چاہتے ہو تو اس قلعے سے ہٹاؤ چٹو اور ہلہ اڑاؤ کیسے روپوش ہو چٹو ورنہ سلطان تم سب کو بے کر دیں گے۔"

واللہ اعلم بالصواب، ص ۱۸۱

جہیں لینے کے اتنے خطرناک معاملات پیدا ہو جائیں گے۔ وہ نہ تو
کس روپوش ہو سکے اور نہ ہی حلقے سے جدا ہو سکے۔ وہ بس یہی
کہتے رہے کہ مسیحی لوہوان کی رہائش سے حکاکوئی تعلق نہیں۔
چران کے لوہوانوں نے جو کچھ کیا اس سے مسیحی زائینا کیا
تعلق؟

مسلمانوں نے مسیحی راجہ کو حراست میں لے لیا اور کہا: "آپ ہم تم سب کو سلطان کے پاس لے جائیں گے۔ تم لوگوں نے سلطنتی احکام اور مولانا میں جو صریح و ظہل دیا ہے اس کی تم سب کو سزا ملنی چاہیے۔"

زائرین نے جو اشور بھلا اور بار بار یحیٰی دلیا تھے اس معاملے سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مسکی لہو ان جہان کے ہتھیار تھے۔ تم ان سے پوچھو۔"

ہر روز کو جس خانہ میں چھپایا گیا تھا وہ چٹانوں میں واقع تھی اور اس خانہ سے کسی کو براہ کرم خبردار ہوا نہ ہو سکتا تھا۔ جس نے جتنے ان کو چھوڑا اور آواز بٹھان کی طرف روانہ ہو گیا۔ مسلمانوں نے زائرین کو نیکیت اختیار سے اور ڈتے داری سے حراست میں لے رکھا تھا۔ جتنے ان کی خانہ میں ہر روز کو جس جگہ چھپایا گیا تھا وہ بڑی چھت جگہ تھی اس کے گرد دیواروں میں چھوٹے چھوٹے حجرے تھے اور ان حجروں میں راہب اور تارک الدنیا لوگ دن رات کی پروا کے بغیر غصے کشی میں مشغول رہتے تھے۔ ان حجروں کے آگے بار تھا اور اس بار کی پہلی چوڑائی بہت دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

حجرے میں رانہاں نے ہر روز کو گھیر لیا اور اس سے طرح طرح کے سوالات کر لے گئے۔

ایک ستر ہنتر سدا رہا ہے اسے سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا۔ ہر روز نے بھی اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔ اس نے بوڑھے راہب میں ایسا حسن محسوس کیا جو وحشت اور بڑا ست میں روپوش ہو چکا تھا۔ شاید اس بوڑھے نے سالوں سے فصل نہیں کیا تھا۔ اس کے چہن بھی بوئے بوئے تھے۔

راہب نے پوچھا "کیا تو یسعی ہے؟"

ہمدرد نے جواب دیا "ہاں میں سبکی ہوں اور مسلمانوں کا دھرم خود رو سبکی ہوں۔"

راہب نے کہا "میں جبری بات نہیں سمجھا میرے بچے! اس طرح بات کر کہ میں مجھے سکوں۔"

یہ روئے کما "مقدس باب" میں مسلمانوں کے سلطان کے قریب روپکا ہوں۔ سلطان مجھ پر پہلے حد بھروسہ کرنا تھا جس کے بعد اس نے ایک غلام پھیلے کی وجہ سے سلطان اور مسلمانوں سے دور ہو گیا اور میں وہ متحد ماحول نہیں کر سکا۔ میری زندگی کا تقسیم متحد تھا اور اس سے مصیبت کو بڑے فائدے حاصل ہوئے۔"

دھشت زور راہب نے سرود کی باتوں میں زیادہ دلچسپی نہیں لی۔
 "یہ تو چند روز ہے اس میں باکستان لے کر بس دنیا بھر گزر جائے۔
 سلطان آخون خرابے میں مسحب ہے۔ پورے کچھ دو مردوں کو
 قتل کرے گا اور خود بھی قتل ہو جائے گا۔ مصیبت کی عظمت
 خدا کو سمجھ خود کر لیں گے۔ اس لئے جو کام تجربے بس کا نہیں
 ہے اسے مت کر۔ بتاؤ جو تو اٹھا سکا ہے وہی اٹھا اس سے زیادہ
 بوجہ اٹھانے کا خیال تو دل سے نکل رہا ہے۔"

سرود اسکول و دہلی پورے راہب کی بات سنانے کو چارہ تھے۔
 پورے راہب نے سرود کو اپنی طرف حوجہ دیکھ کر کہا۔
 "سلطان تیرا چچا کر رہے ہیں۔ ان کے محل تک آنے سے پہلے تو
 چٹانوں کے اندر کے حجرہ میں پناہ ملے گی۔ یہاں تک کہ حیرت انگیز
 کاروں سے ہمارے سکون میں عقل واقع ہو۔"

سرود نے راہب دیا "اگر تو میں پانی جوں گا لیکن میری
 کوششوں کو میری ملا کار نہیں کہیں۔ میں ایک سبکی ہوئے
 کے بعد وحشت کا اور مصیبت کے لئے سلطان اور سلطانوں
 سے ہجرت کی جگہ لڑ رہا ہوں۔"

راہب نے غرور اور عقارت سے کہا "جو ان انسان اسیت
 میں خون لڑا ہوا نہیں۔ جگ لڑا ہوا نہیں کا کہہ ہے۔ تو ہٹا کیا
 جگ لڑے گا ویسے تو تاریک نہیں ہے۔ جائے رفا کے حجرہ میں
 پناہ ملے گی۔ کوئی نہ پائے گا۔"

سرود اندر کے حجرہ میں رو پڑا ہوا تھا۔
 سلطانوں نے سرود کو بہت تلاش کیا اور اس کو اچھڑاتے
 ہوئے ان ہتھی جھروں تک پہنچ گئے مگر وہ نہیں ملے۔ سلطانوں کو
 یہاں کے نو جوانوں پر خستہ غلامیوں نے بہت دالوں کو دھکی دی
 کہ سرود کو تم لوگوں نے غائب کیا ہے اس لئے اس کو پھیل بھی
 نہیں کر دے۔ سلطان کو خیر کرنے لگا ان چلے گئے۔

سرود دونوں تک رو پڑا ہوا۔ یہاں قلعہ کے حجرہ میں
 غائب کئے تھے۔ اس کے نزدیک ہی تھے کاپانی آبتار کی شکل میں
 بندی سے گر رہا تھا۔ اس کی آواز سننے کو تو ڈری تھی۔ یہاں
 کے راہب ایک دو سرے سے بے خبر پڑے ہوئے تھے۔ ان میں
 بعض رہتے تھے جسوں نے دنیا کو ہٹل چھوڑا تھا اور انہیں کچھ پتہ
 تھا کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ ان کو اسلام "سلطان اور سلطان کے

بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ ان کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ
 آرمینیا اور جارجیا کو سلطانوں نے فتح کر لیا ہے۔ ان کو کھانے
 پینے کی فکر بھی نہیں تھی۔ اس پاس کی آبادی سے ان کا کھانا آ جانا
 تھا۔ اس کی ان کا آؤ تو قلعہ اس باتوں میں سرود کو کم گئے تھا۔
 وہی دن میں وہ بھڑا رہ گیا۔ وہاں اس کی طاقت بھی ایسی ہی
 دھشت زور تھا کہ اردوں سے بھری تھی۔ وہ اس باتوں میں یہ
 سچی رہا تھا کہ اب اس کا شر کیا ہو گا۔ وہ بیٹا کے پاس کس

طرح جانے لگا اس سے رابطہ کس طرح قائم کرے۔ اس کو
 اس شخص کوئی آدمی بھی نہیں مل رہا تھا جس کو وہ اپنا راز داتا
 کے کام لینے کی کوشش کرنا۔ یہاں کے یہ راہب اس کے کسی
 کام کے نہیں تھے۔ اس کو کھانا جس طرح مل رہا تھا وہ ایسا نہیں
 تھا کہ وہ یہاں زیادہ دن گزار سکے۔ چنانچہ ایک دن علی الصبح
 اٹھ کر اس نے اندر ہی اندر چل پھر کے باہر نکلنے کا منصوبہ بنایا۔
 اس کو چھین تھا کہ چٹانوں کے اس پار آبپری ضرور ہو گی اور وہ
 قلعے کی گزر گھر سے کافی دور اور حقلہ مست میں ہو گی۔ اس
 نے ایک غلہ مول لیا اور راتوں کو کچھ پکے پھیر آگے ہی
 آگے چلا رہا۔ اونچے نیچے راستوں پر چلا ہوا سنا سناتے سے
 گزرتا رہا مگر جلد ہی اسے پتا چل گیا کہ وہ ساری جگہ راتوں
 سے چمچ ہے۔ اسے ہر جگہ راہب مل رہے تھے۔ تو ڈرا سا فیر آہٹ
 راستے سے کرنا کہ ان کا گھر راہب پھر نظر آئے گئے۔ پڑ چکا اور
 اونچے نیچے راستوں پر چل کر وہ ایک آبادی میں داخل ہو گیا۔
 یہاں ایک نیچے پر اٹلی کا گھنٹہ دھشت مانتین کا کہہ دے رہا تھا۔ اس
 کے سامنے میں تین آدمی بیٹھے ہاتھی کر رہے تھے۔ اپنے سامنے
 اچانک ایک انجی کو دیکھ کر وہ کھڑے ہو گئے اور اس کو اپنی
 طرف آنا دیکھتے رہے۔ سرود کو ان میں دو چہرے شہنا نظر
 آئے۔ سرور ابھی انہیں اچھی طرح پہچان بھی نہیں سکا تھا کہ وہ
 تینوں سرود کے پاس پہنچ گئے اور ان میں سے ایک نے حیرت سے
 پوچھا "سرود تو یہاں کس؟ خیریت تو ہے؟"

اب آواز کی دوسرے سرود نے اپنے قلمب کو پہچان لیا تھا۔
 راہب رابرٹ تھا۔ سرود نے پوچھا "آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"
 راہب رابرٹ نے پھر اپنی چٹائی "سلطان اور سلطان کا
 قیدی میں بند کر دیا گیا۔ اس کا جو نتیجہ نکلا اسے دیکھ کر میں
 بھاگ نکلا کہ تک میں اگر ڈرا رہا بھی شر جاتا تو مجھے قتل کر دیا
 جاتا اور اگر قتل نہ بھی ہوتا تو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا
 جاتا۔ راہب رابرٹ کا یہ سراسر اچھی شاعر اسامیل تھا جس کے
 قیدی نے سلطان کو کئی دن تک پریشان رکھا تھا اور سلطان
 اپنے کی ستر میں سے بد گلن بلکہ غلہ ہو گیا تھا۔

سرود نے اسے مبارکباد دی "مبارک ہو" خیرے قیدی
 نے وہ کام کیا کہ کوئی بڑا منصوبہ نہ کر سکا تھا۔"

شاعر اسامیل نے جواب دیا "لیکن اس قیدی نے مجھے چور بنا
 دیا۔ سلطان کے آدمی مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

سرود نے پوچھا "تم دونوں کو کچھ معلوم ہے کہ اس
 قیدی نے کیا نکل کر پایا ہے؟"

راہب رابرٹ اور شاعر اسامیل نے سرود کو سوالیہ
 نگرہوں سے دیکھا "کیوں؟ کیا ہو؟"

ہم روڑے ہو اہدیا ہم نے یہ سوچا تھا کہ یہ قیدی سلطان اور اس کے رفقاء میں اختلاف اور انتشار کے بیچ ہونے کا جس سے سلطان ذہنی انتشار کا شکار ہو جائے گا اور سلطان کے فیصلوں میں ضعف اور اضمحلال پیدا ہو جائے گا۔ یہی اور مسیحیت اس سے قائدہ الحاح کے گمراہی تھی۔ خیرے قیدی سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوئے۔

راہب رابرٹ نے پوچھا "وہ کیوں؟"

ہم روڑے ہو اہدیا "سلطان کی اہل مہدی اس کے ساتھ ہے اور مسلمانوں کو ذمے لے کر تھکاوے رکھا ہے۔ سلطان نے اپنی اس الجھن پر اس طرح قہقہہ پالیا کہ ہیبینا کو طلاق دے دی اور اسکو حکم دیا کہ دو ذریعہ خواجہ حسن سے شادی کر لے۔ اس القوسناک خیر نے شہر اسماعیل اور راہب رابرٹ کو ٹیکس حیرت زدہ کر دیا۔ شہر اسماعیل نے کہا "یہ نہیں ہو سکتا۔"

راہب رابرٹ نے کہا "یہ کس طرح ممکن ہے؟"

ہم روڑے ہو اہدیا "ایسا ہی ہوا ہے۔ اس وحشت اثر خیر نے بدلتہ تہذیب کو "گر جہوں خانہ گروں کے پادریوں اور رابڈوں کو غم دینے میں جتا کر دیا ہے۔ یہ خیر قسطنطنیہ بھیج دی گئی اور وہاں کے نوکروں سے غصہ اور حمہ و کٹو آرائی کی درخواست کی گئی ہے۔"

شہر اسماعیل نے اپنا سر جھٹک لیا "مگر میں تو کہیں کا نہیں رہا۔ سلطان اور سلطان میرے دشمن ہو چکے ہیں اور ان کے آدمی مجھے تلاش کر رہے ہیں۔"

راہب رابرٹ نے ہم روڑے پوچھا "تو ہمارے درمیان کیسے آگاہ ہم تو خود مسلمانوں سے بچتے ہو رہے ہیں۔"

ہم روڑے اپنی راستن مہدی "میں شہزادی ہیبینا کو مسلمانوں کے ہنگل سے رہائی دانا چاہتا ہوں اور ہنگل ان سے بچ کر رہا آیا ہوں۔"

شہر اسماعیل نے کہا میں زیادہ عرصے اس طرح نہیں رہ سکتا۔ ہم روڑے میں نے یہ کام خیر کی خاطر کیا تھا۔ تو شہر اسماعیل ہل کر ملتے نہیں لانا چاہتا تھا۔ اس کام میں نے کر دیا۔ اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ سلطان کے پاس دایم جہوں اور اسے سب کچھ دے دے۔

راہب رابرٹ نے منع کیا "اسی ظلمی بھی نہ کرنا۔ سلطان تجھے سزا نہیں کرے گا۔"

شہر اسماعیل نے کہا "میرا خیال ہے سلطان مجھے سزا کر دے گا۔ میں اسے بتاؤں گا کہ یہ قیدی میرا نہیں ہے مانگیں بولی کا ہے۔ میں نے یہ کام ہم روڑے کے ایمان کیا تھا۔"

ہم روڑے اسے منع نہیں کیا "تو شوق سے مسلمانوں میں پھانسا لیکن یاد رکھ" سلطان تجھے سزا نہیں کرے گا اور تیرا حق اپنی بہن

سے ہاتھ جوڑنے کا۔"

شہر اسماعیل رابڈوں کے اس ماحول سے سخت بیزار تھا میری اس ماحول سے تو بہت بیزار ہے۔ میں اس سے لکنا چاہتا ہوں۔"

راہب رابرٹ نے ہم روڑے کہا "اس کو تو ہی سمجھا۔ یہ بلوچ اپنی بہن کو ادے گا۔"

لیکن منصوبہ ساز اور ہوشیار ہم روڑے اس کی حوصلہ افزائی کی "بے شک" میرا بھی یہی خیال ہے کہ ہمیں اس ماحول سے نکل جانا چاہیے۔ مگر شہر اسماعیل کی طرف بلوچ خاص دیکھا اور کہا۔ اس وقت مجھے خیرے جیسے ایک حوصلہ مند اور جلدور سبکی کی ضرورت ہے۔"

شہر اسماعیل سوالیہ نظروں سے اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ ہم روڑے نے کہا "تو شہر اسماعیل میں ہیبینا کو اس ماحول سے نکالنا چاہتا ہوں۔ تو نے اپنے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے وہ مناسب ہے۔ تو سلطان کے پاس جا اور اس سے موافق مانگ لے۔ تو اپنے موافق ہونے میں رنگ بھرنے کے لئے مجھے بتا دیکھ کر مانگا ہے کر لے۔ مجھے یقین ہے کہ اس طرح سلطان تجھے سزا کر دے گا اور تو ایک بار پھر مسلمانوں کے درمیان رہنے کے گھر تو ہیبینا سے رابطہ قائم کر کے اسے پھیلے گا کہ میں اسکو لینے آیا ہوں۔ اس کے بعد پھر تو کسی بہانے شہزادی ہیبینا کو سلطان جیہوں کے شر سے دور لے آئے گا اور میں اسے لے کر فرار ہو جاؤں گا۔"

شہر اسماعیل نے پوچھا "اور میرا کیا ہے گا؟"

ہم روڑے ہو اہدیا "تو بھی ہم روڑوں کے ساتھ جا رہا ہے گا اور میں پھر وہ اختلالی واقعات سے کرکٹوں کے جا رہا ہوں کہ شہزادہ تیرے کوئی اہم منصب ضرور دے دے گا۔"

شہر اسماعیل نے پوچھا "اور اگر سلطان نے میری موت کے فرمان پر دھماکا کر دینے کا؟"

ہم روڑے ہو اہدیا "ہاں ایسا بھی ہو سکتا ہے مگر اس کے لئے تو پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ تو موت سے نہیں ڈرتا۔ اگر تو کلی بھی کر دیا گیا تو ایک اہل اور ارفع شخص کیلئے جہنم دے گا۔"

شہر اسماعیل ہنسنے لگا "ہم روڑے تو بہت پھلاک انسانی ہے۔"

ہم روڑے ہو اہدیا "میں پھلاک نہیں ایک سلو اور سکی ہوں اور ہر حال میں یہی چاہتا ہوں کہ میری بہن جیلدار ہے۔"

خداوند کا کے ہر ستاروں کو اس سے قائدہ ہونا چاہیے۔ راہب رابرٹ کی کچھ میں بھی یہ پخت آ رہی تھی کہ ہم روڑا اپنی شخصیت پر آدمی کے لئے شہر اسماعیل کو دار ہر چھٹا چھوڑ دیا تھا۔

ہم روڑے نے کہا "اب ہمارا پست کام یہ ہو گا کہ کسی طرح میں سے نکل جائیں۔"

شہر اسماعیل نے ہو اہدیا "میرا بھی یہی خیال ہے اور مجھے یہاں کے لوگوں نے یہ بتایا ہے کہ اگر ہم یہی چاہتے ہیں اور

آگے بڑھتے رہیں تو ایک دن ایک دن ہم بحیرہ خزر کے ساحل پر جا لگیں گے۔

راہب رابرٹ نے کہا "لیکن میں تم دونوں کے ساتھ نہیں جاسکتا۔ میں بیمار ہوں گا۔"

بروز نے کہا "لیکن ایک کام تم بھی کر سکتے ہو۔" راہب رابرٹ اس کی حل دیکھنے لگا پھر پوچھا "وہ کیا؟" میں نے کہا "سناؤ؟"

بروز نے جواب دیا "میں شہزادی ہیلینا کو وہاں سے نکل کر راقصوں کی اس بستی میں آجیتوں کا نام لے رہی ہوں۔ یہ کام راہب رابرٹ کی مرضی اور پسند کا تھا۔ شہزادی ہیلینا ابھی تک اس کے دل کے کسی کونے میں موجود اپنی دلنوا ساز مٹراؤں سے اسے بگھڑا رہی تھی۔"

بروز نے پھر کہا "اگر تم کو میرے منصوبے سے اتفاق ہو تو میں تمہیں بھی اس منصوبے میں شامل کر سکتا ہوں۔" راہب رابرٹ نے جواب دیا "مجھے منظور ہے۔ میں تم دونوں کو کچا کی کوئٹہ میں لے جاؤں گا۔"

تین دنوں کے بعد ہاتھ تلے اور پکے اور عمدہ کیا کہ وہ ہر صبح شہزادی ہیلینا کو مسلمانوں کے چنگ سے رہائی دلا کر دیں گے۔ بروز نے ابھی تک ان دونوں کے تیسرے ساتھی کے بارے میں کچھ نہ جانتا تھا لیکن ان کا اندازہ ضرور لگایا تھا کہ یہ بھی انہی دونوں جیسا ہو سکتی ہے۔ اس نے کئی اگلیوں سے اس کی طرف دیکھا اور راہب رابرٹ سے پوچھا "یہ کون ہے؟ کیسے کو لگتا ہے؟"

راہب رابرٹ نے جواب دیا "یہ بڑا دلکش انسان ہے اس پر جلی نئے مٹلے کا الزام ہے۔ آرتھی حکومت کو اس کی تلاش ہے۔ مٹا کر یہ منکر ہے کہ اس نے یہ جرم نہیں کیا۔"

بروز نے کہا "آرینیا کو تو مسلمانوں نے قتل کر دیا پھر یہ کیوں رو پڑا ہے؟"

شاہر ۱۰ میل نے کہا "خوف دی رہی ہے۔ جلی نئے مٹلے والوں کو موت کی سزا دی جاتی ہے اور یہ اپنی موت سے بھاگتا پھر رہا ہے۔"

بروز نے اس سے براہ راست سوال کیا "کیا تم سبھی ہے؟" اس شخص نے جواب دیا "ہاں میں سبھی ہوں لیکن آرتھی نہیں ہوں۔ میں آشوری ہوں" فنا کا رہنے والا۔"

بروز نے حیرت کا اظہار کیا "آشوری اور تمام اچھے غلام کس نے مٹا دیے؟"

آشوری نے جواب دیا "مجھے کو طرب سے پکڑا گیا اور تھوڑے کے بازار میں فروخت کر دیا گیا وہاں سے مجھے ایک آرتھی تاجر نے لے لیا تھا۔"



بروز نے پوچھا "پھر کیا ہوا؟"

آشوری نے جواب دیا "میں کام کر کے جو کچھ کمانا تھا اس کا بیشتر حصہ میرا آرتھی تاجر لے لیتا تھا پھر میں نے کچھ میں اندازہ کرنا شروع کر دیا مگر آرتھی تاجر کو میری یہ بات پسند نہ آئی اس نے مجھ پر سختی شروع کر دی اور میرا بیٹا بھڑکھڑا گیا۔"

بروز کو اس کی باتوں میں حیرت آ رہی تھی پوچھا "پھر کیا ہوا؟" آشوری نے جواب دیا "میں نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ میرے مالک نے مجھے جتنے میں خریدنا تھا اس سے کئی گنا زیادہ ادا کر کے آزادی حاصل کر لوں گا۔"

بروز نے پوچھا "کی تو اتنی رقم کس نے ادا کر سکتا ہے؟" آشوری نے جواب دیا "کیوں نہیں کسی سناجھوں میں پیشہ گر ہوں میں خیال ہوں میں بحریں خوشی کر لیتا ہوں میں جڑی بوٹیوں سے عجیبہ مرض کا علاج کر لیتا ہوں۔ اسے جرمنہ انسان سے کیا یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ اتنی دولت کما لے جو اس کی آزادی کے لئے کافی ہو؟"

بروز نے کہا "تو تو یہ کام کا آدمی ہے مگر تو نے یہ نہیں بتایا کہ تو جلی نئے بھی مٹا ہے۔"

آشوری ہر دم نے جواب دیا "جلی نئے کیا سچی میں اصلی نئے مان سکتا ہوں لیکن میں نے یہ کام کیسے نہیں۔" بروز نے پوچھا "پھر تو پکڑا کس طرح کیا؟"

آشوری نے جواب دیا "میں پکڑا نہیں کیا اگر پکڑا جاتا تو موت کی سزا پاتا اور آج آپ لوگوں کے درمیان نہ ہوتا۔"

بروز نے پوچھا "پھر۔۔ پھر کیا ہوا؟" آشوری نے جواب دیا "ایک دن میرے آرتھی آگے میری پس انداز کی ہوئی دولت پر فوجی دستہ کر لیا اور جب

میں نے احتجاج کیا تو اس نے مجھے دھمکی دی کہ وہ مجھے کسی
مخدے میں پھنسا کر سزا دلوا دے مگر میں نے اُسی حالت میں
اپنے آقا کی زیارتوں کے خلاف مقدمہ کر دیا تو اس نے حکومت
کو میرے بارے میں یہ جھوٹی خبر دے دی کہ میں چلے گئے ہوں
ہوں۔ اس خبر سے جو مجھے پر قیامت لڑی اس کا کیا مل بیان کر دوں۔
مجھے اس کی بدوقت خبر ہو گئی اور میں بھاگ کھڑا ہوا۔ حکومت
کے آدمی مجھے تلاش کر رہے تھے اور میں پچھتا پچھتا کر
پچھتا میں یہاں تک آ گیا اور راتوں نے مجھے پتہ دے دی۔ یہاں
شہر اسماعیل اور راہب رایت سے طاقت ہوئی۔ ان دونوں
نے مجھے تسلی دی اور بتایا کہ وہ خود بھی مظلوم ہیں اور مسلمان
انہیں تلاش کرنے پھر رہے ہیں۔

ہر روز نے اس کی داستان سن کر سر دھڑکی "یہاں کون
سے جوڑ کی نہیں۔ خداوند مسیح ہم پر رحم فرمائیں۔"

آشوری ہرمند نے بھی لٹری سائنس لی اور پوچھا "تم ان
دونوں کو اگر یہاں سے کہیں اور لے جتو گے تو میرا کیا ہے گا؟
میں کہاں جتوں گا؟"

ہر روز نے کہا "دیکھو بھائی ہم تجوں پر رحم ہیں تو اگر چاہے تو
ہمارے ساتھ چل اور اپنی ہرمندی سے عاری ہو کر۔"

آشوری نے جواب دیا "میں تم سب کے کیا کام آسکتا ہوں۔
دیے بھی میں باہر نکلے ہوئے کھرا تا ہوں۔ یہ خانہ اور یہ
کہستانی پتہ کچھ بھی تو آرمینیا ہی میں واقع ہیں۔ کیا میں باہر نکلے ہی
پڑا نہیں جتوں گا؟ میں یہی خوف مجھے ہلکا کر رہا ہے۔"

ہر روز نے اسے دلاسا دیا اور بھلایا "دیکھو بھائی آشوری 'تجے
خداوند مسیح نے ہرمندی میں کل حلا کیا ہے لیکن اس دنیا میں
کسی کا ہرمند اور صاحب کل ہو ہی کئی نہیں۔ اس کے ساتھ
ساتھ بہت اور محل بہت ضروری ہے۔ بس یہ سمجھ لے کہ
کامرانی اور کامیابی کے نسخے میں محل اور حوصلہ خالص اہم
اجزائے ہیں۔ اگر تو چاہے تو ان سے بڑے بڑے کام کر سکتا
ہے۔" آشوری ہرمند کم مہم ہر روز کی شکل دیکھ رہا تھا۔ ہر روز
نے اسے بتایا "میں تجھے ایک ایسا راستہ دکھا سکتا ہوں جس سے تو
خود بھی فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور ہمیں بھی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔"
آشوری اب بھی حیران اور خاموش تھا۔ وہ کوئی سوال بھی
نہیں کر پاتا تھا۔

ہر روز نے پھر اپنی محل دی "میں ایک بے آسرا شخص
ہوں۔ سلتے ہوں۔ میرے پاس پاپ کا بھی کوئی ہا نہیں۔ میں
یہاں تک اپنی محل اور حوصلے سے پہنچا ہوں۔ آج میں فریاد یہ
کہہ سکتا ہوں کہ میں نے مسلمانوں کے سب سے بڑے سلطان
سے ہم کئی کا شرف حاصل کیا ہے۔ میں ترکوں کے بدشاہ
کے پاس بھی رہا ہوں۔ میں نے چار جگہ کے بدشاہ ہزارہ کی مسکن

خواہی کے حوٹے لوٹے ہیں۔ یہ سب کچھ میں نے اپنی محل اور
حوصلے سے پایا ہے۔ تو بھی اپنی محل اور حوصلے کو کام میں لاؤ اور
بدشاہوں کے قریب ہو جاؤ۔"

آشوری ہرمند اپنی ذات میں باحق اور قوت محسوس کر رہا تھا
پوچھا "مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

ہر روز کو ہنسی آئی "بھائی آشوری میں تجھے سلطان الپ
اور سلطان کے دربار میں پہنچا چاہتا ہوں۔ اس کے سامنے "آرمینیا کے
عمران کی حیثیت ہی کیا۔ بس وہیں ڈلے رہنا اور دیکھنا کہ
خداوند مسیح تجھے کیسی عزت اور اختیار سے سرفراز کر سکتے ہیں۔
آشوری ہرمند ابھی تک مطمئن نہیں تھا۔ وہ اب بھی اپنی
ذات سے وابستہ جرم سے پریشان تھا۔

ہر روز نے کہا "تو مسلمانوں کے فکر میں ایک عام ہرمند کی
طرح ہاؤر سلطان کے وزیر خراج حسن سے ملنے کی کوشش کر۔
یہ کام کوئی سپاہی بھی کر سکتا ہے۔ تو جس سپاہی یا جنس شخص سے
بھی لے اس سے یہی کہہ کہ تو ایک آشوری ہرمند ہے اور اپنی
ہرمندی سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا چاہتا ہے۔"

آشوری ہرمند کسی نا تجربے کار لڑکے کی طرح ہر روز کی
ہاتھیں سن رہا تھا۔ شہر اسماعیل اور راہب رایت کو ان دونوں
کی باتوں میں مزہ آرہا تھا۔ ہر روز اس کو سمجھا تا رہا "وزیر خراج
حسن سلطان الپ اور سلطان کی حکومت کی عمارت کا بنیادی ستون
ہے۔ تو بھی اس کا شمار اٹانے کر وہاں قدم جما سکتا ہے۔ جب اپنی
ہرمندی کے جو پیر دکھا کر ان کے دل و دماغ پر قبضہ چلے گا تو
پھر تیری یہ آنکھیں اپنے آس پاس کا جائزہ لینا شروع کر دیں گی۔
وہاں تو کچھ گوشہ زادے نظر آئیں گے۔ ان شخصوں میں ایک بڑی
مدد ہو گا۔ شہزادہ ملک شلہ۔ احرار ہوں گے۔ فوجی مدد سے دار
ہوں گے۔ وہاں سلطان کے غیموں میں خواتین کے خیمے بھی ہوں
گے۔ سلطان کی بیویاں اور ان کی کنبس۔ چار کھ سلطان اور
ایک مسکن کی زندگی میں ان مورتوں کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ ان
کے دلوں پر حکومت کرتی ہیں جبکہ وہ ظور ٹکوں اور قوموں پر
حکومت کرتے ہیں۔ انہوں اور ٹکوں کے قتل و زنجیروں کے ہاتھوں
منہوج ہو جاتے ہیں مگر ان کا یہ خاص مفید ہے کہ عورت حضرات
کی پہچان نہیں ہوتی اس لئے عورت کو الی الی نہ سمجھا سکتے
ن۔ دماغوں پر عورت کا ذرا سا بھی اثر نہیں ہوتا مگر اچانک اس
نے پرتو برود گدی اور پوچھا "آشوری ہرمند کیا تو میری
اتنی آواز سے سن رہا ہے؟"

ایک دھاری کی بہت بھی لگی تھی کہ آشوری ہرمند ہر روز کی
بچوں کے سر کاٹھا ہو چکا تھا۔ اس کو ہوش میں آنے کے لئے
در امداد لگا اور جواب دیا "میں آپ کی انکھی ہیں ہر روز
رہا ہوں اور غریب کچھ رہا ہوں۔"

ہر روز لے گا۔" یہی مسیحا کی بات تھی۔ اگرچہ یہودیوں میں
بیشتر سرکردہ اور کامیاب رہے مگر یہی نہیں کہ راجا کے سلطان
کے عیروں کے پاس ہی خواتین کے غیے بھی ہوں گے۔ انہی میں
سے کسی ایک غیے میں جارجیا کے ہوشیار خاندان کی کنبی اور سلطان
کی سہیلہ بھی شامل تھیں۔

سلطان نے کسی کو بے شک کر دیا اور کسی کو جہان۔
آشوری ہرمس نے پوچھا۔ "تو کی پڑاؤ کی کنبی اور سلطان
سلطان اس کا شوہر۔ اس کے ہندو سہیلہ سے آپ کی کیا مراد ہے؟"
ہر روز نے جواب دیا۔ "سلطان سے میری ہی مراد ہے جو
اس کے متعلق ہیں۔ یہی پانچویں سلطان کی بیوی تھی مگر اس ہندی بیوی
ہی۔ سلطان نے اسے قتل کر دیا۔"

راہب رابرٹ نے بے چینی سے دریافت کیا۔ "کیا یہ خبر
درست اور سچی ہے؟"

ہر روز نے جواب دیا۔ "بھلا سچی۔ میں ہیلینا کی خاطر یہاں تک
آیا ہوں اور اسی کی خاطر سلطان کے قریب بیٹوں کا چلنے اس
کو خوش میں میری جان بلی جائے۔"

آشوری ہرمس کو ان فضول باتوں سے ذرا سی بھی دلچسپی نہیں
تھی۔ اس نے کہا۔ "اب آپ اور کیا کہیں گے اپنی بات جاری
رکھیں فضول باتوں سے تفریح کا وہاں تو ہیں۔"

راہب رابرٹ نے ہر روز سے کہا۔ "جہاں تک تو اپنی آنکھوں سے
دیکھ سکتے ہو تو دیکھو۔ اسے حقہ کس طرح کے کا۔"
ہر روز نے جواب دیا۔ "یہ خبر پادریوں اور راہبوں سے دی ہے
اور میرا عقیدہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔"

آشوری ہرمس کی بے چینی مروج پر تھی۔ اس نے راہب
رابرٹ سے درخواست کی۔ "جسٹ ٹھیکے پوری بات سن لیتے ہیں۔"
اس کے بعد یہ فضول بات کر لیتے گئے۔ اس کے بعد وہ ہر روز سے
تعلق ہوا۔ "یہ تو وہی حقہ بیٹا ہو گی۔"

ہر روز نے اپنی تفریح جاری رکھی حقہ کو حکم دیا گیا ہے کہ
دو ذرا خراج حسن سے شادی کر لے اور خراج حسن کو یہ حکم دیا
گیا ہے کہ اس حقہ شادی ہیلینا کو اپنی بیوی بنائے۔

آشوری ہرمس کو یاد کہ ہوا بولا۔ "یہ تو مسیحیت اور مسیحی
شادی کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے اور کوئی اس میں مداخلت بھی
نہیں کر رہا۔ آخر پڑاؤ خاندان کیوں خاموش ہے؟"

ہر روز نے جواب دیا۔ "ہی تو میں تجھے بتا رہا ہوں کہ یہاں
کہہ کام شادی ہیلینا کا ہے اور جارجیا کا پڑاؤ خاندان نہیں کر سکا
اسے ہم کریں گے۔ ہم سے میری مراد ہے ہمدونوں۔ یعنی یکام
میں کہوں گا اور تو میرا شریک رہے گا۔"

آشوری ہرمس نے بے بسی اور کم مٹی سے پوچھا۔ "پڑاؤ خاندان"

کا کام ہمدونوں کس طرح کریں گے؟ کزور اور لڑی کے
لٹل سے وہ حیران تھے۔

ہر روز نے لٹل سے میری اصل اور حوصلہ الیبت بھول
کیا؟ اس نے پانچوں اور پتھروں کو کٹ کر اور تراش کر
بٹے بٹے والے مجروں اور ان کے عراب دور کی طرف
اشارہ کیا۔ "انہیں دیکھ رہا ہے؟ کیا انہیں ہزاروں کم شکوں
نے بتایا ہے صرف اپنی جسمانی قوت و طاقت سے؟ نہیں۔ پہلے انسانی
اصل سے ہتھوڑی 'تجنی' گڈال اور دوسرے اور اڑاؤ کے پتھر
انسانی حوصلے ان کو تارے رہنے کے قتل کیا۔ میں دراصل
یہ جیت کر لے گا ہوں کہ جو کام پڑاؤ اور اس کی فوج نہیں
کر سکتی اسے میں انجام دے سکتا ہوں چہ اپنی جیسے اصل سے
اور پختہ انسانوں کی مدد سے۔"

آشوری ہرمس نے پوچھا۔ "مجھے کیا کرنا ہے؟"

ہر روز نے جواب دیا۔ "تو اسٹیبلشمنٹ سے شروع کرتا ہے کہ تو
مظلوم ہے حضرت کتا کی طرح۔ تو مجرم ہے اس مجرم کی طرح
جس نے جرم نہیں کیا، مگر مجرم کہلا گیا۔ تو ضرور ہے اور اگر تو
قرار نہ دے گا تو جیل گئے جانے کے جرم میں موت کی سزا پائے گا۔ تو
ذرا اس لئے ہے کہ تو ضرور ہے اور تو ضرور اس لئے ہے کہ
تو نے قرار دینے کی بات کی۔ تجھ میں ذرا دہشت اور
قرار دینے کا حوصلہ تھا۔ اب تو اپنی اصل اور حوصلے کو مسلوں
کے سلطان الپا سلطان اور اس کے وزیر خراج حسن تک رسائی
حاصل کر لے کے لئے حکم میں لے گئے گا پھر تو اپنی ہرمس کی
بدلت جلد از جلد کوئی اعزاز اور مقام حاصل کرے گا۔ اعزاز
اور مقام سے تمرا احوال قائم ہو گا۔ جب احوال قائم ہو جائے گا تو
شادی سے پہلے تو جہاں سے کہہ تو میری ہی طرح مظلوم اور بھوک رہا ہے۔
تو حکم دے گا کہ شادی آزاد تھی مگر حکم بدلی گئی۔ کتا کے
کرب کا احساس ہوتا ہے جو گا کسی اور کو نہیں ہو سکتا۔ تو مکا کا حکم
شرعی تھا۔ ایک آزاد شہری جسے طلب سے بچ کر حکم بدلیا گیا تھا۔
میں نے تجھے آزادی کی راہ دکھائی ہے۔ تو وہاں آزاد شہری
ہو جائے گا اور تجھے غیر مستولی اعزاز و اکرام بھی حاصل ہو جائے گا۔
آشوری ہرمس اس تقریر کی حسین منظر کشی سے خیلوں ہی
خیلوں میں خراج حسن اور اس کے قتل سے سلطان تک رسائی
حاصل کر چکا تھا۔ اس نے خود کو ایک محفوظ اور آزاد دنیا میں
سرور و خوش و خرم دیکھا پھر عیروں کے اس شہر میں اس نے
شادی ہیلینا کو بھی دیکھا تو پراسید نظروں سے اسکی طرف دیکھ
دی تھی۔

ہر روز نے پوچھا۔ "یہ تو اس وقت ہے کتا؟ کیا تو میری باتیں
خود سے سن رہا ہے؟"

آشوری ہرمس نے جواب دیا۔ "میں نے آپ کی ہر بات سن

خود اور توجہ سے مٹی سے جہاب آپ مجھے بتائیں کہ مجھے اور کیا کرنا ہوگا؟

ہر روز لے گا "کر پلے ایک ہفتے پابنا پلے۔"
آخر دی لے پچھا "کون سی ہفتہ ہے؟"

ہر روز لے جواب ہنوا "یہ کہ ہمیں کوئی چیز مفت نہیں ملتی۔ ہم بازاروں اور روکھوں پر چلتے ہیں اور وہاں سے جو بھی مطلوبہ حاصل کرتے ہیں اسکی ہمیں ایک خاص قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ تو اپنی ہنرمندی کا حاصل کسی کو مفت میں نہیں دے سکتا مگر میں نے اسکی ابھی تو کچھ بچے دیا ہے۔ کیا تو کہتا ہے کہ یہ سب مفت سے دیا ہے؟"

آخر دی ہنرمند اس راہ میں اور ہوشیار ہو جان سے مرعوب اور متحرک ہوا اور مزاج اور تہنہ مع کے لئے اس نے کہا "ابھی تک تو آپ نے جو کچھ دیا ہے مفت ہی دیا ہے۔"

ہر روز لے گا "لہذا بالکل غلط۔ دراصل میں نے تجھے جو کچھ دیا ہے وہ مفت ہے اس لئے کہ میں تجھ سے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی تو پوری زندگی چڑی ہے تجھے حل والی کی راہ دکھانے کے لئے۔ تو کسی بھی طرح ہنرمندی سے مل سکتا ہے۔ لہذا اس کے غریب ہونے میں اسکی مدد کر۔ جس طرح تو نے غلامی سے آزادی کی طرف سفر کیا ہے اسی طرح ہنرمندی یا مینا کو غلامی سے آزادی کی طرف لرا کر اسے اور بھی وہ قیمت ہو گی جو تو میری دھڑلے کے عوض ادا کرے گا۔"

راہب راہٹ نے پچھا "تجھے اتنی حل اور دانش کی سے مل گئی؟"

اس نے جواب دیا "نہیں۔ اپنی بے بسی اور دلوں میں سے بے یاری اور بے مددگاری سے۔"

آخر دی کو ہر کسی کی بات گراں گزری تھی۔ پھر پھر پھر میں کب ہوں؟

ہر روز لے اپنے کردار میں نظر والی پر کا "پلے میں سے تو نکل۔ ہم میں سے کسی طرح نہیں گئے۔"

آخر دی ہنرمند نے جواب دیا "یہی سوچ کر رہیں گا۔"

شہر اسٹائل کو ہر روز کی باتوں نے کسی آزادی و نجاتی ہنما دیا تھا۔ اس نے کہا "اگر یہ باتیں میں نے پہلے سن لی ہوتیں تو میں ہانگ کر میں ہر گز آٹا کہ سلطان کے آس پاس رہ کر وہ ہنگامہ کڑا کر آ کر دیکھ سکتی رہ جاتی۔"

ہر روز لے گا جواب کیلک ہے۔ تو اس ہنرمند آخر دی کے ساتھ چلا اور حل اور حوصلے سے اپنا کھو ہوا ستیم حاصل کر لے اور پھر آخر دی کی مدد سے ہنرمندی یا مینا کو وہاں سے لرا کر اسے۔ میں اس کو اسکے وطن پارہا میں پہنچا دوں گا۔ راہب راہٹ نے کہا "جب تم سب ہی چلے ہاؤ گے تو میں



۴۶

یہی تھا کیا کروں گا؟

ہر روز لے جواب دیا "آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔"

راہب راہٹ نے پچھا "کہاں؟"

ہر روز لے جواب دیا "پلے میں سے نکلیں گے اس کے بعد پھر آپ کی خانہ میں چلے جائیں گے جو سکتے ہیں کسی سر سے پھر پھر... کی یہ خانہ بھی ہماری مدد کرے۔ لیکن راہب راہٹ آپ کچھ آزادی سوچ رہا تھا۔ جس ہر روز کو اس نے نا تجربہ کار اور نوجوان کہ کئی شہر آباد کر دیا تھا۔ آج اس کی دانش و غور سے لیریز باتیں راہب راہٹ کے لئے بھی رہنما اصول بن گئی تھیں۔ اس نے سوچا اگر میں شروع ہی میں حل اور حوصلے کو اپنا رہنما رہنمائی دیتا تو شاید یہیں آج میرے ساتھ ہوتی۔"

ہر روز اسے کہا رہا تھا "میں آپ کو اور کیا مشورہ دوں گا۔ آپ پھر ان کی خانہ میں چلے جائیں اس طرح سلطان اور سلطان آپ کو نہیں ستائیں گے۔ آپ ان کی اسی دولت اور گزری سے لاکھ لاکھ ہزاری مدد کر سکیں گے۔ راہب راہٹ نے بھی بہت دھولے کو محفل راہٹا اور پھر ان چلے پھر آٹا ہو گیا۔ اب یہ چاروں شرقی کی سمت چل دیئے۔ ان کے سامنے جوہر کا راستہ بھی لایا لیکن یہ راستہ انہیں آوارہ بیکان پہنچا دیا۔ وہاں مسلمانوں کی حکومت تھی سلطان کی حکمرانی تھی۔ وہ راستہ تو نہیں چلتے تھے چنانچہ انہیں یہ ضرور معلوم ہوا کہ اگر وہ شرقی کی طرف بڑھتے ہیں جائیں گے تو ایک دن ایک کیراؤنر کے محل پر آٹا پھیروں کی ہمتی میں پہنچ جائیں گے۔ مگر وہاں سے منصوبہ بنا کر اور خوب سوچ کچھ کر آوارہ بیکان میں داخل ہو جائیں گے اور یہاں وہ ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔

دو دن سفر چاروں نے ان کے ہمارے گھلوں اور سفر و راہ میں

انہوں کو دیکھا جو تارک الہ تیار رہا اب کھلانے سے ان ہڈیوں کی طرح جنہیں اٹھانے جو اعضاء جس کھم کے لئے دیئے تھے یہ ان سے ہزار ان سے کم نہ لینے کا مدد کے پیل گز رہا کر رہے تھے۔ عورتوں سے نورو دوستوں سے مجبور ہو کر دھوئے کو ہموڑ کر ہجو کی گھر میں بچن اور پریشان پانچوان کے سامنے تھی اس سے آنکھیں بند کئے تا معلوم دنیا کی مبتدل میں بسنے دنیا بھر کی سیتیں بھیل رہے تھے۔ راہب رابرٹ کو یہ دنیا بیکار نظر آنے لگی۔ راہبوں اور گوشہ نشینوں کی دنیا۔ ان کا محل اسے قبول اور بچ کر آ رہا تھا وہ چاروں ادبے نیچے راستوں کو طے کرتے "وم لینے مساتح اور آگے قدم بڑھاتے انداز سے بکھرنا خزر کے ساحل پر آباد چھپروں کی بہتی کی طرف سے بے رہے تھے۔

ہرمز آشوری کے بل کو بڑے بڑے تھے مگر وہ اڑھی اور موچوں کے بل بڑھنے نہیں دیتا تھا۔ اس کے پاس ایک موچ تھا جس کی مدد سے ان ہڈوں کو نوچ کر پیچک دیتا تھا شروع شروع میں راہب رابرٹ کو اسکی یہ عادت اچھی نہیں لگتی تھی لیکن بعد میں وہ اسکا دل ہی ہو گیا تھا۔

شاہر اسماعیل کو اسکی یہ عادت دلچسپ لگنے لگی تھی پھر وہ غیر محسوس طور پر اٹھ چڑھا کہ اگر راہب رابرٹ کی نقل کا خوف نہ ہو تا تو وہ اپنے لئے ایک موچ تلاش کر تا اور آشوری کی طرح خود بھی اڑھی اور موچ کی طرف سے فارغ البل ہو جاتا۔ کئی دن بعد جب ان کے جسم چھپانے لگے اور ہو اس میں محسوس ہونے لگی تو انیس محسوس ہوا کہ بکھرنا خزر کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ دو چاروں رات گزارنے کے لئے ایک نازا شیداء جبرے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ چھروں پر بار بار انسانی ہاتھوں کی رگڑ سے چٹپٹا ہوا ہو گیا تھا اس بات نے انیس یقین دلایا کہ اندر کوئی رہتا ہے۔ انہوں نے ہرمز کو آگے بڑھایا۔ رات تو گزار دی تھی۔ کھانا آبلان اور طہن کی جسم دکھائی دے والی سرمست چڑی سے اگر کسی پتہ لگتی تو وہی نازا شیداء خرمزہ شام کے پہنچنے کا وقت تھا۔ ہرمز نے جبرے میں بھاگ کر پوچھا "اندرو کوئی ہے؟"

کل بار آواز دینے کے بعد اندر سے ایک بوڑھا راہب نکلا۔ خنک سر رسیدہ جسکی گھٹی اور بڑے ہڈوں والی ہڈیوں تک سفید ہو گئی تھیں اس نے ان چاروں کو غور سے دیکھا اور پوچھا "کیا ہنسی ہے؟"

اس نے راہب رابرٹ آگے بڑھا اور اپنے متعارف کرایا "میں بھی ایک راہب ہوں۔ بکھرنا خزر کے کنارے والی خانہ میں جا رہا ہوں۔ بس شب بھر کے لئے پندرہ روز کا رہے۔" ہرمز نے راہب سے انیس اندر آنے کا ارادہ کیا۔

اندرو داخل ہو رہے تھے قید زحامیزین راہب ہر ایک کو غور سے دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا پھر جیسے ہی اس کی نظر ہرمز آشوری کے چہرے پر پڑی تو وہ چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔

اندرو ان لوگوں کو دودھ پیش کیا گیا۔ اندرو اور بھی کئی راہب تھے۔ انہوں نے اپنی اپنی مرگ چھلائیں اپنے مساتح کو دے دیں یہ مرگ چھلائیں انہیں کس نے دی تھیں؟ شاید خالص دنیا داروں نے جو ان کے تقوے سے مرعوب تھے۔

دودھ کے چار پیالے پیش کرنے کے بعد بوڑھے راہب نے کہا "میں رات کو کچھ بھی نہیں ملے گا اس لئے تم سب کو اسی پر اکتفا کرنا ہوگی۔"

راہب رابرٹ نے جواب دیا "میں اس کے بغیر بھی رات بسر کر سکتا ہوں۔"

شاہر اسماعیل نے کہا "میں سارے کام میں ہوں اس لئے بھوکا نہیں رہ سکتا۔"

راہب رابرٹ نے اپنا دودھ بھی شاہر اسماعیل کو دے دیا "تو اسے بھی پی لے۔"

ہرمز خاموش تھا۔ آشوری ہرمز نے آہستہ سے پوچھا "کیا ایک پیالہ دودھ میرے لئے کافی ہو گا؟"

ہرمز نے جواب دیا "فی الحال تو یہی ہے۔ رات بسر کرنے میں دیکھا جائے گا۔ آشوری دودھ کا پیالہ ہڈیوں سے ٹکا کر خاف پی کیا۔ ہرمز نے اپنی اسکی طرف بڑھایا۔

آشوری نے یہ پیالہ نہیں لیا اور کہا "جنت میں نے آپ کو اپنا استاد بن لیا ہے پھر میں آپ کے لئے کھود دھ کس طرح پی سکتا ہوں؟" ہرمز نے اصرار کیا "استادی شاگردی اپنی جگہ۔ یہ دودھ تو پی لے۔"

جبرے کا بوڑھا راہب ان چاروں سے دور ہٹ گیا تھا۔ آشوری ہرمز نے ہرمز کے صے کا دودھ نہیں پیا۔ مرگ چھلائوں پر انیس خوب نیند آئی۔ رات کے اندر میرے میں اور خانہ کے چاروں طرف سے بند ہونے کی وجہ سے معمولی سا چرخ بھی اچھی روشنی دے رہا تھا۔ ہرمز کو نیند نہیں آ رہی تھی اس نے میں بھی ابشار کی آواز سن کر کبھی قریب سے آ رہی تھی۔ رات کے کچھ پہر آشوری بھی جاگ گیا اس نے ہرمز کو ہنسنے ہوئے دیکھا تو خود بھی اٹھ کر بیٹھ گیا اور پوچھا "آپ کو نیند نہیں آ رہی؟"

ہرمز نے جواب دیا "نہیں اس وقت تک نیند نہیں آئے گی جب تک میں اپنے متحد میں کامیاب نہیں ہو جاتا۔"

آشوری چپ ہو گیا۔ ابشار کی آواز وہ بھی سن رہا تھا اس نے اندر آدھرو کچھ کر پوچھا "یہ ابشار کی آواز آپ بھی سن

رہے ہیں؟

بروز نے جواب دیا "خوب ابھی طرح۔"

آشوری نے کہا "جتناب کچھ کو یہ آواز بہت پسند ہے۔"

بروز نے جواب دیا "اور کچھ کو بھی۔ آبتار ہمیں مسئلہ
مل کرتے رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ عمل مل اور پیچ مل۔"

آشوری نے کہا "میں پہلے آپ کے ساتھ رہوں اور پوری
دنہ کی آپ کی باتیں سن کر گزار دوں۔"

بروز نے جواب دیا "ایسا بھی ہو گا۔ دو دن ضرور آئے گا
خداوند کا کیمرہ ہلے۔"

آشوری نے شاعر اسماعیل اور رامب راہٹ کی طرف دیکھا
اور کہا "ان دونوں پر آپ کی باتیں کدواڑ نہیں ہوا جو کچھ پر ہو
ہاں ہے۔"

بروز نے جواب دیا "اثر ان پر بھی ہوا ہو گا لیکن وہ اس اعتبار
نہیں دیکھیں گے۔"

آشوری نے پوچھا "کیوں؟"

بروز نے جواب دیا "ان میں سے ایک کو تو اپنے شاعر ہونے
کی برتری کا صاف ہے اور وہ سردیوں کو رہبانیت اور پڑے پنا کا

رامب راہٹ خود کو عمر میں بڑا سمجھ کر میری بہت نہیں ملے گا۔"

آشوری نے کہا "ہر طرف اندھیرا ہے اگر روشنی ہو تو
میں آپ کو آبتار کی طرف لے جاؤں۔"

بروز نے جواب دیا "ذرا روشنی ہو جائے دے پھر چلوں گا
جرے ساتھ آبتار کی طرف۔"

آشوری کو ان سوتے ہوئے ساتھیوں کے آرام کا خیال تھا۔
اس نے کہا "ہم دونوں ان لوگوں سے ذرا دور چل کر بیٹھیں پھر

باتیں کریں۔" بروز تیار ہو گیا۔ چراغ کی قہقہہ روشنی میں ان
دونوں نے کسی کو ہلے ہوئے دیکھا۔ کوئی ان کے پاس ہی موجود
تھا لیکن ان کو اچھے دیکھ کر خود بھی اٹھ گیا تھا۔

بروز نے آشوری خرمندہ سے پوچھا "تو نے کچھ محسوس کیا؟
یہاں ہم چار کے علاوہ بھی کوئی موجود تھا۔"

خرمندہ آشوری نے تائید کی "ہاں۔ کوئی تھا لیکن یہ تھا کون؟
مگر اس اندھیرے میں پتا چلنا کہ وہ کون تھا بہت مشکل تھا۔

دونوں وہاں سے اٹھ کر موٹے والوں سے دور جا بیٹھے اور باتیں
کرنے لگے۔

مچ ہوئی تو چاروں نے آگے ہلنے کے لئے اپنے سر پہان سے
اجازت چاہی۔ خرمندہ رامب راہٹوں سے دور کھڑا رہا۔ اس نے

"ہاتھ دو سری طرف کر رکھا تھا۔ رامب راہٹ کو احساس
ہوا کہ وہ ان سے خوش نہیں ہے۔ اس نے اس کے پاس جا کر

محاورت کی "کہاں نے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہے؟ کیا آپ
بہت ڈراؤں ہیں؟"

رامب نے لکھتے کی "میں خیر ان ہوں کہ تو کہہ ادا رہا ہے۔"

تو نے میری مہلت کو بھی خاک میں ملادیا۔"

رامب راہٹ نے خیرت سے پوچھا "ن کس طرح؟
جو اننگس میں ہم سے کیا قلعی ہوئی جو آپ کی مہلت خاک میں
مل گئی؟"

بروز نے رامب راہٹ کو جواب دیا "اگر مجھے یہ سلوم ہوتا کہ
تھارے ساتھ ایک عورت بھی ہے تو میں قہقہے ہر گز نہیں کرتا۔"

رامب راہٹ نے خیرت سے پوچھا "عورت؟ کون عورت؟
دونوں کی باتیں بروز بھی سن رہا تھا۔ وہ بھی دونوں کو بھڑک کر

راہٹوں کے پاس پہنچ گیا اور پوچھا "یہ کس عورت کی بہت ہو رہی
ہے؟"

بروز نے رامب راہٹ کو جواب دیا "اس عورت کی جس کو ڈانگ
لے جا کر رات کے کچلے پر باتیں کر رہا تھا۔"

بروز کو غصہ آگیا۔ "ہو لا" تو وہ آپ سے جو پچھپ پچھ کر
ہمیں دیکھتے تھے۔"

رامب راہٹ نے پوچھا "رات تو کس سے باتیں کر رہا تھا؟
بروز نے آشوری خرمندہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے بروز

رامب کے ملنے کھڑا کر دیا۔ رامب نے کھیرا کے ٹٹہ پھیر لیا
اور کہا "اس کو یہاں سے لے جائیں گے یہاں سے ملے عورت
کی شکل نہیں دیکھی؟ خیر یہ وہ ہے میرا یہ چار اور ٹٹہ گیا اور

میں اس عورت کو دیکھ کر گھبرا گیا۔"

رامب راہٹ نے کہا "لیکن یہ عورت یہاں سے نہیں۔
آشوری خرمندہ ہے اسے آپ نے عورت کچھ دیکھ لیا؟"

بروز نے بھی جتنے "آپ نے اسے عورت دیکھ لیا۔ آپ کی ہر
جگہ جواب دے چکا ہے۔ فکر بھی اور حواس بھی۔ آپ سرد کو

عورت کچھ دیکھ رہے ہیں اور حواس بھی نظروں کا ساتھ دے رہے
ہیں۔"

رامب راہٹ کو بڑی خیرت ہوئی۔ اس نے بروز رامب
کا چہرہ دیکھتے ہی خرمندہ کی طرف گھڑا "یہ آشوری خرمندہ ہے۔"

ایک خوش آواز انہوں نے آپ اس کی دائیں سونچ کی کی سے
اسے عورت کچھ پیٹنے۔ کھلے پٹے اور اس سے دیکھیں اسے۔"

بروز نے رامب راہٹ نے آشوری خرمندہ کو بہت قریب سے ابھی
طرح دیکھا اور خد کا ٹکڑا دیا "خداوند کچھ نہیں آپ اس

زبان سے فکر یہ ادا کروں میں تو بل بلنگ گیا میری ہاں ملے
ریاضت بھی بل بلنگ کی۔ اتنی دیر میں شاعر اسماعیل بھی ان کے

پاس پہنچا تھا۔

بروز نے ہمارے کھیل دی "مختم نہ کر گوارا آپ کو ہمارے
ہو کہ آپ کی ہاں ملے عورت کو نہ دیکھنے کی ریاضت بل بل

نگ کی۔" بروز رامب بھی خوش تھا۔ بروز نے وہاں سے ہٹ
کر اپنے ساتھیوں سے کہا "ملا کچھ یہ بڑا گوارا یہ ہلنے کے بعد
کہ ہمارے ساتھ ایک عورت بھی ہے اس عورت کو دیکھنے کے

لئے ہمارے اس پاس مہرور ہے اور اس خلی عورت کو دیکھنے کی کوشش کرتے رہے۔
شہر اسماعیل نے پوڑے راہب کی بدکلت کی "ایسا نہیں ہوا ہوگا۔"

ہر روز نے کہا "ایسی ہوا چودہ سو پتے کی بہت ہے کہ کل شہر تب ہم پہلے آئے تھے اور ان سے ہم نے شہر سڑی کی جگہ مانگی تھی تو یہ آشوری ہرمہ کو عورت کے کرہیں ہک نہ دیتے اور ہم پہنچنے دیتے کیجئے بھیجتے۔"

آشوری ہرمہ چیلن تھا کہ اسے عورت سمجھ لیا گیا تھا اس نے پوڑے راہب سے ہمدردی کی "خداوند کج کسی کو چیلنی سے محروم نہ رکھیں۔"

پوڑے راہب نے آشوری ہرمہ کو نصیحت کی "جب تجھے خداوند کج نے سیر کیا تو خود اذمی سوچہ کاٹھلیا کر کے عورت کیوں بن گیا؟"

آشوری ہرمہ نے شرمیلے لہجے میں جواب دیا "آرہہ میں خیل رکھوں گا۔ مجھے الفوس ہے۔"

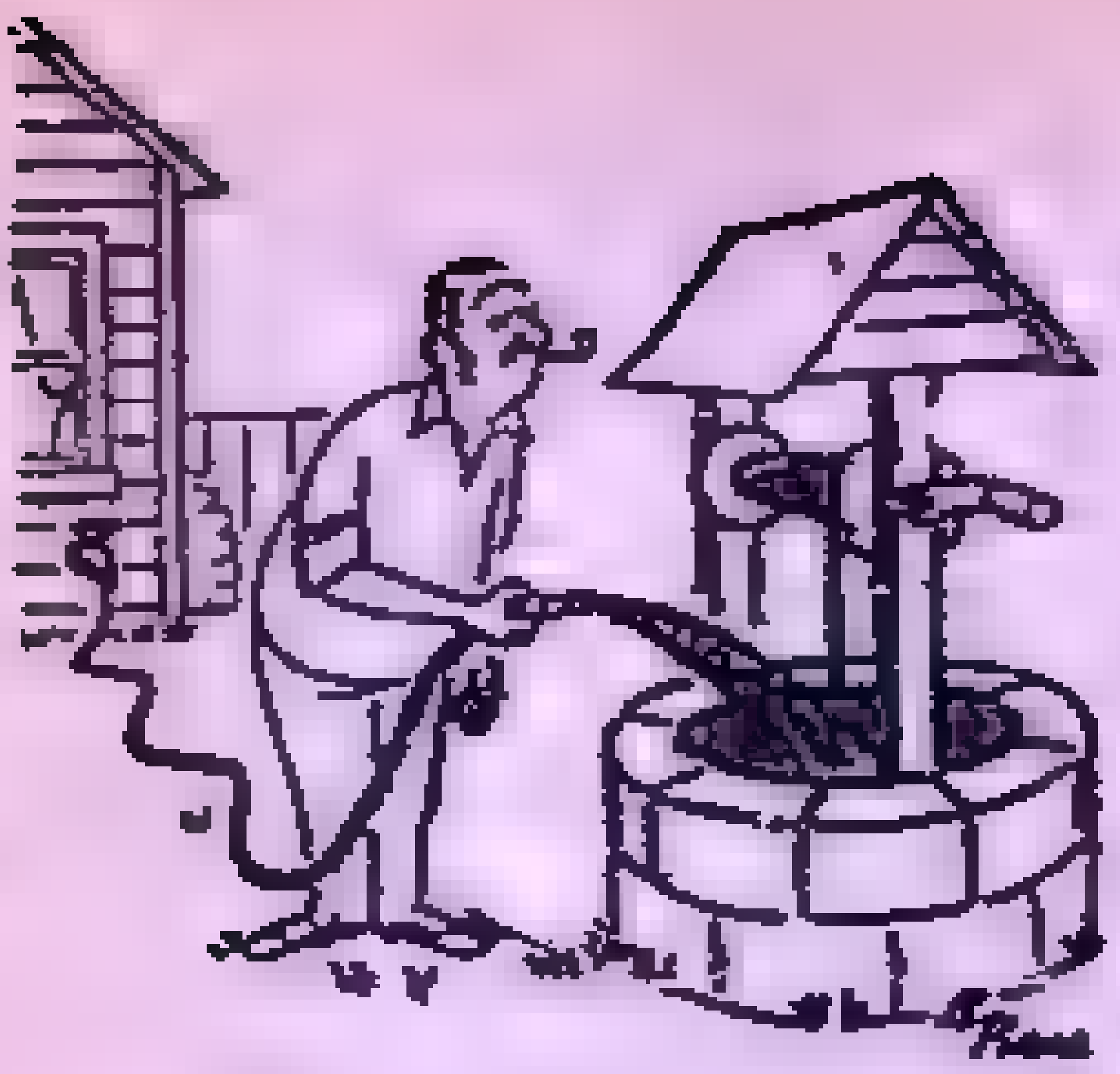
لیکن راہب رابرٹ خاموش تھا وہ اپنے ملکہ تخریچ شرمہ تھا وہ عورت کی اہمیت اور مرد کے لئے اس کی حیثیت کو شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ وہ مانس ہو رہا تھا کہ اس کو رہائشیت نے کیا دیا؟ عورت تو مرد کی ضرورت ہے اسی طرح جس طرح مرد عورت کی ضرورت ہے۔ آخر مریم خذرا بھی تو عورت ہی تھی اور یوسف تبار۔ مریم حضرت کج کی ساتھی جس کو حواری تو نہیں کہا گیا لیکن وہ حواریوں سے بڑھ کر تھی۔ وہ عورت و حضرت کج کے مصلوب ہونے کا سبب بن گئی۔

ہر روز نے پوچھا "آپ کیا سوچتے تھے عزم رابرٹ؟"
راہب رابرٹ نے پوڑے راہب سے اجازت لی اور ہر روز سے کہا "میں چارہوں۔ چلو آگے چلیں۔ اور پھر یہ چاروں اٹکل اور انہ انڈے سے بھرنا خزر کے سطرلی ساحل کی طرف روانہ ہو گئے جہاں پھیرے آہٹھے اور اپنے کلم میں شہر و دوسروں رہتے تھے۔ آخر پھر وہ خزر کے پانی پر الٹا ہوا سو دن انہیں نظر آگیا۔ انہیں پھلیوں کی بساتیم بھی محسوس ہونے لگی۔ یہ لوگ پھیروں کی بہتی میں پھنکے تھے۔

پھر خزر میں پھیروں کی کشتیاں تھری تھیں اور ان پر کثرت مردوں کے پھیرے دوری سے نظر آ رہے تھے۔ یہ انتہائی کوشش سے پھلیوں بکھانے میں مصروف تھے۔ یہ چاروں ایک تہن پر بند کر دیا گئی کے منصوبے بنائے گئے۔

ہر روز نے آشوری ہرمہ سے کہا "آپ تو پھر ان روانہ ہو چاؤر اپنے منصوبے پر عمل شروع کر رہے۔"

آشوری نے پوچھا "وہیں آپ مجھے کس لین کے؟"
ہرمہ نے اسے اسد "تو میری تو گری نہ کر میں بھی اچانک



مل بنایا کروں گا۔ میں تو اپنا کلم کر۔ فزادی نکلیتا کو کسی طرح وہاں سے نکل لے۔"

راہب رابرٹ نے آشوری کی مت پر حائل "ہر روز کی طرح میں بھی تیرے ساتھ ہوں۔" اس نے ملنے نظر آنے والے ایک گرجا کی طرف اشارہ کیا "میں وہاں اس گرجا میں ملوں گا۔ وہاں بھی کوئی خاندان ضرور ہوگی۔ تو سلیتا کو یہاں تک لے آ۔ اس کے بعد تیرا کلم ختم اور تارا کلم شروع ہوگا۔"

شہر اسماعیل نے آشوری کو حوصلہ دیا "تیرے ساتھ میں بھی چلوں گا۔ گو کہ ہم وہاں الگ الگ سی جاتیں گے۔ میں سفلیں کے پاس جہاں گا اس کے قدموں میں گر کر سفلیں مانگنے کے لئے اور تو وزیر خواجہ حسن کے پاس جائے گا۔ ہو سکتا ہے میں وہاں تیری کوئی مدد بھی کر سکوں۔"

راہب رابرٹ نے ان تینوں سے گرجا تک چلنے کی درخواست کی لیکن ہر روز نے کہا "اب ہم چاروں الگ الگ اور انجلی ہیں۔ راہب رابرٹ اکیلا ہی گرجا کی طرف چلا گیا۔ ہر روز نے بہتی کے ایک پھیرے سے پوچھا "یہاں وہ پڑاؤ کس ہے جہاں سے قلعے آگے جاتے ہیں؟"

پھیرے نے بہتی کے بازار کی طرف اشارہ کیا "وہاں اس سے ذرا اہٹ کے پھلیوں کے بیوپاری آتے ہیں اور ہماری پھلیوں خرید کر لے جاتے ہیں۔ پس تم ان بیوپاریوں کے ساتھ ہو لینا وہ نہیں قلعے کے پڑاؤ تک پہنچیں گے کہ نکل پڑاؤ کے کاروباری ان پھلیوں کو آگے لے جاتے ہیں۔ آشوری ہرمہ اور شہر اسماعیل بھی ان دونوں کی باتیں سن رہے تھے۔ یہ دونوں بھی ہر روز سے واقف ہو کر الگ تھلک بہتی کے بازار کی طرف روانہ ہو گئے۔ بازار میں پھلیوں کا کھیر لگا ہوا تھا۔ بڑے بیوپاری بھوتہ کر رہے تھے۔ ہمیں دوسری طرف عام خریداروں کا جھوم تھا۔ بازار سے کچھ دور پڑاؤ تھا۔ وہاں مویشیوں اور مسافروں کا جھوم پایہ رکھ تھا۔ شہر اسماعیل اور آشوری ہرمہ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ ہر روز ان دونوں سے دور کھڑے ہوئے ایک

تیرے سے باتیں کرنے لگے۔ راہب و ایرت مگر جانی چلا گیا اور وہاں کے پڑوسی کی مدد سے لختہ خانہ میں داخل ہو گیا۔ یہاں اس نے اپنی ایک فرضی کتبی سٹکی۔ اس نے خود کو نجران کی خانہ کار راہب ظاہر کیا اور بتایا کہ وہاں کے سلطان رہبانیت کو خلافت سے ختم کر رہے ہیں کیونکہ رہبانیت کو اسلام بالکل پسند نہیں کرتا۔ خانہ لور کر سب سے مسلمانوں کے خلاف تم دھتے کی لہر دوڑ گئی اور راہب و ایرت نے سب کے گدلوں میں اپنے لئے رحم اور مدد دہی کا شکر اور جذبہ پیدا کر لیا۔

○

گروہوں کے تیرے ہر روز کو ایک ضرورت مند بھی کر اپنے ساتھ رکھ لیا۔ ہر روز نے اسے یہ چھین دلا دیا کہ آذربائیجان سے فارغ ہونے کے بعد وہ تیر کو اپنے ساتھ جارجیا لے جائے گا اور وہاں کے پادشاہ تیرا اس کی طاقت کو ادے گا اور وہاں سے وہ اتنا کچھ کمالے گا کہ ذبح کی بھر اس کا تصور تک نہ کر سکے گا۔

تیر نے پوچھا "تو آذربائیجان کیوں جا رہا ہے؟" ہر روز نے جواب دیا "مجھے بچپن میں آذربائیجان کے۔۔۔ شہر نجران سے اغوا کیا گیا تھا وہ جگہ جہاں سے مجھے اغوا کیا گیا تھا جہے گریبا کے قریب تھی۔ مجھے ڈھنڈلاؤ و غم لا رہا ہے۔ میں اپنے والدین اور عہد ان کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ اگر وہ مل گئے تو میں ان سب کو اپنے ساتھ جارجیا لے جاؤں گا۔"

تیر کو ذرا حیرت ہوئی کہ یہ بچپن میں اغوا ہونے والا بچہ جارجیا کے پادشاہ تک کس طرح پہنچ گیا؟ پوچھا "جارجیا کا پادشاہ تو بہت ہی ہستی ہے تو وہاں تک کس طرح پہنچا؟"

ہر روز نے جواب دیا "جارجیا کے ایک شریف انسان نے مجھے خرید کر اپنے گھرانے پر لایا۔ وہ شریف انسان شہر نجران کا ایک فرد تھا۔ پادشاہ نے مجھے دیکھ کر وہ بھی مجھ پر مرہاں ہو گیا اور میں نے یہاں کر آہستہ آہستہ شہر نجران کی نگہداشت میں قصر لینا شروع کر دیا اور پھر اتنا اچھا حاصل کر لیا کہ اب میں بھی شہر نجران کا ایک فرد بن گیا ہوں۔"

تیر نے پوچھا "تیرے عہد ان کا بچہ جارجیا کا پادشاہ خور اپنے دماغ سے بچا سکتا تھا؟" تیر نے جواب دیا "ہاں؟"

ہر روز نے جواب دیا "میں بیت المقدس کی زیارت کے بعد یہاں آیا ہوں کیونکہ پادشاہ اور شہر نجران کو میرے عہد ان اور والدین سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ تیر مطمئن ہو کر غموش ہو گیا۔ ہر روز نے کہا "میں آپ کی ہر خدمت کروں گا جس آپ میری گھٹنے پیچھے سے مدد کرتے رہیں اس کے علاوہ کہ آپ میرے پاس سے کسی کو کچھ بھی نہ سناں۔"

تیر نے اسے چھین دیا "میری طرف سے تو مطمئن رہ لیکن اپنے گھر سے کوئی نہ کہہ میں کسی گھر اور ضرورت میں نہ جاؤں۔"

کر رہا تھا ہوں وہاں تیر کی ضرورت نہ تھی۔

ہر روز نے خود بخود سے مدد کیا۔ اس کی تو آپ بالکل نگران کریں۔ میں آپ کو جارجیا کے پادشاہ کی مدد سے لختہ خانہ کے دربار تک پہنچاؤں گا۔ تیر دل میں خوش ہو رہا تھا کہ خوش نصیبی نے اہم کسی اس کے غیبی میں قدم و رخ فرما دیا۔

شہر اسامیل نے اپنے لئے ایک فوجی سردار کو پسند لیا۔ تیر فوجی سردار سلطان الپ اور سلطان کے پاس تھان کی رقم لے کر جا رہا تھا۔ تھان کی رقم تیر سلطان نے آرمینیا کی تیسرے کے بعد اس کے دستے و احباب کو دی تھی۔ شہر اسامیل نے اس سردار کی شان میں چند شعر موزوں کر دیے اور سردار کے دل میں جگہ بنائی۔

آرمینی سردار نے اسامیل سے پوچھا "تو نجران کیوں جا رہا ہے؟" شہر اسامیل نے جواب دیا "سلطان الپ اور سلطان کے دربار میں رہائی حاصل کرنے۔"

آرمینی سردار نے حضور دیا "تو وہاں مت جا تیرے ساتھ وہ۔۔۔ میں تجھے آرمینیا کے حاکم اور جارجیا کے پادشاہ سے ملواؤں گا اور تو ان دونوں جگہ سے بہت کچھ کمالے گا لیکن اس سے پہلے تو ہمارے لئے ہماری شان میں شعر کہے گا۔ میں خود بھی شاعروں کا قدردان ہوں۔"

شہر اسامیل نے پوچھا "کیا میں آرمینیا اور جارجیا کے دربار میں جگہ پاسکتا ہوں؟"

آرمینی سردار نے جواب دیا "کیوں نہیں؟ اگر میں چاہوں گا تو ایسا ضرور ہو گا۔"

شہر اسامیل نے کہا "تو ٹھیک ہے۔ میں آپ کے ساتھ رہوں گا لیکن آپ کو کچھ جیسے گراں بلیہ میرے کو سلطان اور سلطانوں سے بچھا کر رکھنا ہو گا۔"

آرمینی سردار نے جواب دیا "یہ میرا کام ہے۔ تو بے فکر اور میری شان میں چند یادگار اشعار مزید کہہ دے۔" شہر اسامیل نے مدد کر لیا اور اس نے آرمینی سردار کی شان میں چند اشعار اور کہہ دیے۔

آخری ہر روز نے اپنے لئے ایک سلطان امیر کا خطاب کیا۔ یہ امیر نجران کا سلطان الپ اور سلطان کے پاس ایک مرادہ اشیاء لے کر جا رہا تھا۔ کشتی میں اس کے ساتھ بارہ اسلوک کی گنجینہ کشتی کے حاکم نے نجران کشتی کے علم و مرچے کو نظر انداز کر کے جہازوں کو اپنے دربار میں جگہ دے دی تھی اور نجران کشتی نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ سلطان سے کہہ سن کر اس حاکم کو سزا دل کر اسے گلا بھر خودی سلطان کے دربار میں جگہ حاصل کرنے لگا۔ آخری ہر روز نے امیر نجران کشتی کے گھر لے کر کسی بی بی سے اپنا کر دیا تھا۔ نجران کشتی نے اس سے پوچھا "کیا تو گھریب ہے؟" آخری ہر روز نے جواب دیا "اس وقت تو میں خود بھی غریب ہوں۔"

۴۵ سنی نے بحری قوم غیبیوں اور ہر صلیبیوں کو دنگ
کھا۔

لاکھٹنی نے کہا "ذرا مکمل کر بات کر۔ تو کیا کہنا چاہتے ہے؟"
 آشوری نے جواب دیا "میں ایک ہنرمند ہوں۔ کئی ہنروں
 میں اپنا ہنر نہیں رکھتا۔ میری ان ہنرمندیوں کا سلسلہ صرف ہوشیار
 عباس سے سکتے ہیں اس لئے میں سلطان الپ ارسلان کے پاس جا رہا
 ہوں۔ اگر میں وہاں تک پہنچ گیا تو خیر و شر میری خود کھٹی کر لوں گا۔"
 لاکھٹنی نے اسے دھمکا دیا "میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔ اس وقت
 سے میں تجھے طوائفوں کا تو گریہ نہ کر۔ لاکھٹنی اس آشوری
 جوان کو اپنے لئے تائب نہیں سمجھ رہا تھا۔ اس نے آشوری غور پر یہ
 فیصلہ کر لیا کہ اسے مناسب طرح استعمال کرے گا اور سلطان کو اپنا
 احسان مند کر کے اپنا ہنر متحد حاصل کرے گا۔

آٹھویں نے پوچھا "کیا آپ مجھے واقعی سلطان سے ملوا دیں گے؟"
 ملاکشٹی نے اسے اپنے پاس ہی رکھ لیا اور کہا "میں سلطان
 سے پوری طرح سفارش کروں گا اور تو خانہ بدشاہ سے اپنا مقصد
 خود بتائے گا۔ میرا وعدہ ہے۔" آٹھویں ہر منہ ملاکشٹی کے
 ساتھ اس کے خیمے میں رہنے لگا۔ ان کی اگلی منزل موہن تھی۔
 دریائے ارس کے کنارے۔ دریائے ارس کے ایک کنارے پر
 موہن تھا اور دوسرے کنارے پر ملرب کی پنجاب پھراہن۔
 یہاں سلطان اپنے لشکر کے ساتھ پہنچا۔ وہاں کچھ رکنہ
 تھے۔

[illegible]

ساتھ سلطان کے پاس جا رہوں گا میرا ہا ہے۔
 شہر اسٹائل نے غلا "آجی سروراجہ آر مینیہ کی طرف
 سے تلواریں کی رات لے کر سلطان کے پاس جا رہے ہیں اس کے
 ساتھ جا رہوں اور کی میرا ہا ہے۔"

سرو ذیے کہا " کپڑے کاشور تیار اور کاشتری میرا بیڑا بن
 ہے۔ میں ہر جگہ اس کے ساتھ رہوں گا۔ سلطانہ رباب کے سوا اس
 کاشتری تیار کے آس پاس نہ ملے ملاقات کی جا سکتی ہے۔ "

یہاں آشوری خرمند نے بیرون سے پوچھا "اگر میں اپنے
مقدس مقام پر رہتا تو مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

بروز نے حیرت سے کہا "ہاں کیا ہوئی ہے؟ اس شخص کو
اپنے دل بدلتی ہے گمراہ کر نکلتی ہے۔ میں ہاکم انسانوں سے
تعلق ہی نہیں رکھتا۔"

شاعر اپنی ہی نے پوچھا "اگر میں گرفتار کر لیا گیا اور سلطنت
نے میرے لئے قتل کی سزا تجویز کر دی تو اس وقت تو میرے
لئے کیا کرے گا؟"

ہر روز نے جواب دیا " تو ایسا وقت ہی نہ آئے قطعاً اپنی بے پند
شعری صلاحیت اور تخلیقیت سے قادر الہما کر سلطان کو ایک بار
بھر چنگی اور اپنے راج محل سے اسی میں حیر کی اور ہماری حیرت ہے
شاعر اسٹائل نے کہا " پھر بھی؟ اگر میں ظالم رہا تو آپ کیا
کریں گے میرے لئے؟ "

میر نے جو اس پر کیا "میں نے بتا دیا کہ میں ناکی کاغذ کسی
کی ذمہ داری نہیں ہوتا۔ کام انسان کو مر جانا چاہئے تاکہ
کامران انسان اس کی جگہ لے لے۔ یہ صورت ناکی میں حیرت
کوئی حد نہیں کہ سکتا۔ میری رشتی اور میرا تعلق کامران اور
کامران سے ہے۔ ناکی اور کامران سے نہیں۔"

شہر انہیں حیرت سے ہم روز کی صورت تک رہا تھا میں نے انہیں کہا کہ یہ اس لئے کی کہ میں اعلان کا مستحق ہوں۔
 اعلان مجھ سے ناراض ہے، میں تارک پہلو کو کسی طرح خطر
 عزا دھیں کر سکتا۔"

مرود نے خراہہ دیا "پھر تو تھو سے کیا امید کی جاسکتی ہے کہ
 اپنی جملہ سہولتیں بروئے کار لائے۔ دوسرے نشتوں میں یہ کہ تو
 اپنی زندگی پرانے کسے بن کر مکمل جائے۔"

دوسروں کی تقریبوں کی آن تھیں ہر دوری تھی اس نے
 ہر روز نے کہا۔ اب میں الگ الگ ہو جاتا ہوں۔ پھر ہر روز
 سب سے الگ ہوا۔

شعر اہمیل نے آشوری جوان سے کہا "اب صرف ہم دونوں شر کے اور نصرت اہم باتیں کریں گے۔"


شور کی خبر منہ سمرونگے زیر اثر تھا اس نے جواب دیا۔
 روز کیونسی کہہ اور ہے۔ ہم دونوں اس کو نظر انداز نہیں
 کرتے۔

پراسرار علوم پر بہترین کتابیں

قیمت	پیشکش کیا ہے ؟
۲۵/-	پیشکش کے عملی طریقے
۲۵/-	مذہب کے علاج
۲۰/-	عقبات کی پستی کا سیکرٹ
۱۵/-	آئینہ بینی و عمل حاضرات
۱۵/-	دنیا کے چھ پراسرار علوم
۱۵/-	نام اور اس کے اثرات
۱۰/-	روح کرائفٹ (کالا جادو)
۱۵/-	عملیات تسخیر قلوب
۲۰/-	تعبیر نامہ و خیال نامہ
۲۵/-	فن جوڈو
۱۵/-	آسان کرائفٹ
۱۵/-	عملیات تسخیر محبوب
۱۵/-	عملیات تسخیر قلوب
۱۵/-	آئینہ عملیات (اندراجال)
۱۰/-	اسیم اعظم
۱۰/-	عملیات محبت
۱۰/-	عملیات تسخیر جنات
۱۰/-	حل مشکلات

کتابخانہ

۱۲۹۳، پہاڑی بھوجیلہ، دہلی ۱۱۰۰۶



ایک مناسب ایک خاتون
سے بچاؤ
"آپ ڈیکس کرہند کرتی ہیں ایک بیکسیر"
کراسٹیلے کو؟
قانون نے ہماریا آہستہ اور ایسا شہرست
شکل زلیج ہے؟

شہر اسماعیل نے کہا "میں نے ہر کچھ بھی کیا ہے مرد کے
مردے اور ایمان کیا ہے اس لئے مرد کا یہ لڑنے ہے کہ
میری مدد کرے۔ مجھے بھی ایسے محبوبہ دے کہ میں خود میں
ہمت و حوصلہ محسوس کرنے لگیوں۔"

آشوری ہنرمند نے اسے کئی دلی "توت کمر" تھمتے تھے
میں مرد سے مشورہ کروں گا۔ (ہمت نہ ہار۔ دونوں نے نیچے
دریا میں کشتیوں کو آتے جاتے دیکھا۔ مسافروں میں بوڑھے
لوہے تھے ہر عمر کے لوگ سیر کر رہے تھے۔

آشوری لوجوان کو تلاش کر تا ہوا امیر کا کشتی ان دونوں کے
پاس پہنچا اور پوچھا "تو یہاں کپ شپ کا رہا ہے اور میں تھے
تلاش کر تا ہوا رہا ہوں۔ آشوری جوان بالکل ایلین گیا جیسے شاعر
اسماعیل سے واقف ہی نہ ہو۔

اس نے نیچے دریا میں دو اداں کشتیوں کی طرف اشارہ
کیا "آپ بھی رہیں۔ کیا دکل ستر ہے۔"

کلا کشتی نے کشتیوں کی طرف دیکھا اور منہ ملتے ہوئے کہا
"ہوں" ستر تو اچھا ہے لیکن جب تک سلطان سے ملاقات نہیں
ہوئی اور اپنی ہمت نہیں بنی مجھے کوئی ستر اچھا نہیں لگے گا۔ شاعر
اسماعیل کسی انجی کی طرح اپنے مودع آرتی سردار کے پاس
پہنچا گیا۔ چوتھے دن انہیں بھی کشتی مل گئی اور یہ لوگ بھی
دریا کے دوسرے کنارے پہنچا دیے گئے۔ یہاں سے تیرا ان ہمت
زیادہ دور نہیں تھا۔

کلا کشتی نے آشوری ہنرمند سے کہا "چند دنوں میں ہم سلطان
کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اس دوران تو کوئی ایسی چیز سلطان کے
لئے تیار کر لے کہ وہ حیرت و تعجب میں مبتلا ہو جائے۔"

آشوری ہنرمند نے اپنے سلطان میں سے ایک خوبصورت
خشب پالہ نکالا۔ پالہ کی گاہ پالہ ذرا اونچا تھا اور اس کی سب سے
بڑی خوبی یہ تھی کہ اس کی باہری سطح تو خش خش تھی لیکن اندر دلی
سلاخیر خش خش تھی۔ کلا کشتی نے اس پر اعتراض کیا "یہ پالہ اندر
سے خش خش کیوں نہیں ہے؟"

آشوری نے جواب دیا "چونکہ خش خش میں میل کے جم
جانے کا احتمال ہوتا ہے اس لئے پالے کی اندر دلی سلاخیر خش خش
رکھی گئی ہے۔"

کلا کشتی نے پالے کی اندر دلی اور دلی سلاخیر سے دیکھا
اور ہم چما "کی تا یہ خش خش کھم تھمتے کس طرح الہام دیا کہ
اندر دلی سلاخیر اس کا ہم خش خش رکھی۔"

آشوری نے جواب دیا "جب بھی تو میرا کھل ہے۔ انہوں
نے سلطان عیسوی کو دوری سے دیکھ لیا کہ لوگ اس لشکر کی
طرف ہارے تھے تو سب راہ میں ایک دوسرے سے ملے۔ کلا
کشتی نے آرتی سردار کو سبکی لہاں میں دیکھا۔ اس کے ساتھ
یہ اس کا عمل بھی تھا اسی میں شاعر اسماعیل بھی تھا۔

لاکھنی نے اس سے پوچھا "کیوں مسلمان نہیں ہے؟"
 آجی سردار نے جواب دیا "میں مسلمان ہوں اور آجی
 سردار بھی ہوں۔"

لاکھنی نے پوچھا "جب تو مسلمان ہے تو سلطان کے پاس کیوں
 جا رہا ہے؟ کیا مسلمان ہوجانے کے لئے؟"

آجی سردار نے جواب دیا "نہیں میں تو ان اور خراج کی
 وہ رقم سلطان کو دیتے جا رہا ہوں جو آرمینیا کو فتح کرنے کے بعد
 سلطان نے وہاں کے حکمران پر عائد کر دی تھی۔"

لاکھنی نے غصے سے آٹھویں طرف دیکھا
 اور پوچھا "آٹھویں جوان تو ہے اس آجی مسلمان سردار کی بہت
 سنی؟ اس کا آجی حکمران سلطان کا بیٹا ہے۔"

آجی سردار نے کہا "اس میں آپ کے لئے غرور و رکی
 کی بہت ہے؟"

لاکھنی نے جواب دیا "یہ کہ ہم مسلمانوں نے اپنے زور و بازو
 سے ایک دنیا کو اپنا بیگ کڑا رہا ہے۔"

سلطان سے ملنے والوں نے اپنے اپنے غیے سلطان کی فکر سے دور
 ایک جھوٹے سے میدان میں نصب کر لیے اور سلطان سے
 ملاقات کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ یہی خواجہ حسن باری
 باری انھیں اپنے پاس بلارہا تھا اور ان سے سوالات کر کے یہ
 اندازہ لگا رہا تھا کہ ان میں سے کون اس لائق ہے جسے سلطان سے
 ملوایا جائے اور کون سلطان سے ملاقات کا اہل نہیں۔ لاکھنی نے
 خواجہ حسن کو اپنی طبیعت سے حیرت کر دیا "لیکن بلائے سے پہلے
 وزیر نے لاکھنی کو یہ مشورہ دیا کہ وہ سلطان کے ساتھ رہنے کی
 خواہش نہ کرے بلکہ کاشانہ واپس چلا جائے کیونکہ سلطان کا زیادہ
 وقت سر میں گزر رہا ہے اور وہی ظلم حضرات اس مشقت کو
 برداشت نہیں کر سکتے۔"

لاکھنی نے جواب دیا "آپ مجھے سلطان سے ملواتریں۔ میں
 سڑکی صورتوں سے نہیں کھراؤں۔"

خواجہ حسن نے لاکھنی کے ساتھ آٹھویں جوان کو دیکھا تو
 پوچھا "یہ کون ہے آپ کے ساتھ؟"

لاکھنی نے جواب دیا "یہ آٹھویں ہنرمند ہے۔ میرا آدمی
 ہے۔ سلطان اس سے مل کر بہت خوش ہو گا۔"

خواجہ حسن نے اس کی ملاقات پر اعتراض کیا۔ "میں اس کو
 سلطان کے پاس نہیں جانے دوں گا۔ یہ میرے آدمیوں کی نگرانی
 میں رہے گا تو تم سلطان سے مل سکتا ہے۔"

لاکھنی بھی رہا "کیا" چلنے میں کسی بھی آٹھویں ہنرمند سے
 کہا "تو یہی وہ۔ میں تجھے سلطان سے بعد میں ملوا دوں گا۔ تو غور نہ
 کر۔" خواجہ حسن سلطان سے ملاقات کرنے والوں کو ایک غیے
 میں بیٹھ کر رہا۔ اس نے آٹھویں جوان کو اپنے پاس ہی روک دیا۔
 لاکھنی نے دوسرے غیے کی طرف چلنے ہوئے دفتر چلا دیا۔

آپ مجھے دے دے۔ لیکن یہ حیران کن بات ہے۔"
 آٹھویں ہنرمند نے پالہ دینے سے انکار کر دیا اسے میں آپ
 کی ہوسالت سے خودی پیش کروں گا۔"

لاکھنی نے اعتراض کیا "تو کیا پیش کرے گا۔ میں تیری
 تعریف و تہنیت کروں گا۔ اس کے بعد کہیں حیران نہ

خواجہ حسن نے پوچھا "آخر بہت کیا ہے۔ یہ حیران کون ہے؟"
 لاکھنی نے جواب دیا "یہ میرا غلام ہے۔"

آٹھویں ہنرمند نے انکار کر دیا "نہیں میں اس کا غلام نہیں
 ہوں۔ ہم دونوں قلعے میں ایک ساتھ سڑ کر رہے تھے۔ بس
 وہیں ایک دوسرے کا بخاری ہو گیا۔"

خواجہ حسن نے لاکھنی سے پوچھا "کیا یہ درست ہے؟"
 لاکھنی نے جمل کر جواب دیا "یہ درست تو ہے مگر اب میں
 سلطان سے اس کا ذکر تک نہیں کروں گا۔"

خواجہ حسن نے کہا "تو کیا کسی کی سفارش کرے گا تو خودی
 کسی کی سفارش کا طالب ہے۔ تو سلطان کے پاس اکیلا ہی جائے گا۔
 لاکھنی کے چلے جانے کے بعد خواجہ حسن نے آٹھویں سے
 پوچھا "ہاں اب بتا کہ مسئلہ کیا ہے؟"

آٹھویں ہنرمند نے ساری باتیں کی کہ تھیں "پہلے تو میں نے یہی
 سوچا تھا کہ اس کے ذریعے سلطان سے ملوں گا لیکن جب اس نے
 مجھے آپ کے سامنے اپنا غلام کہہ دیا تو میں برداشت نہیں کر سکا۔ یہ
 تو جموعہ انسان ہے میں اس پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔"

خواجہ حسن نے پوچھا "تو کون کون سے حیران ہیں؟"
 آٹھویں ہنرمند نے اپنے سارے حیران گنوا دیے۔
 خواجہ حسن نے پوچھا "اور وہ کون کون سے ہیں؟"

آٹھویں نے اپنی جگہ کے اندر سے پالہ نکالا اور خواجہ حسن کے
 سامنے کر دیا "یہ پالہ میرا پیار کر رہا ہے۔ اسے خودی نے لیا ہے۔
 خواجہ حسن نے پالے کی خوبوں کو ایک نظر میں بہت پایا
 اور کہا "خوب" اس کے باہری نقوش اس کی اندر دلی سچ سے غیر
 متعلق ہیں۔ بہت خوب؟"

آٹھویں نے کہا "یہ میرے کمال کی معمولی سی ہنر ہے۔ میں
 تو اس سے بھی بڑے کام کر سکتا ہوں۔"

خواجہ حسن نے اسے اطمینان دلایا "سلطان سے تیری ملاقات
 میں کراؤں گا لیکن اس شرط پر کہ تو میرے لئے بھی کچھ کام
 کرے گا۔"

آٹھویں نے جواب دیا "بالکل بالکل میں آپ کے لئے ضرور
 کام کروں گا۔ آپ جو حکموں کے اس کی تعمیل ہو گی۔"

خواجہ حسن نے مسکرا کر پھر کہا "لیکن یاد رکھ میں لاکھنی
 نہیں ہوں۔ سلطان سے ملاقات کے بعد کہیں مجھ سے بھی ادنیٰ
 سلوک نہ کرنا۔ لاکھنی سے کیا۔"

آٹھویں نے جواب دیا "آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں آپ کو بخاری

کیا کہتے ہیں؟

خواجہ حسن نے جواب دیا "جسبہ اللہ ذاتی طور پر ملا کاشفی سے واقف نہیں ہوں اس لئے میں کیا رائے دے سکتا ہوں؟" ملا کاشفی نے عرض کی "میں ضرور والا کاشفی کے خیر خواہ ہوں ہوں گاں خیر خواہی کے پیش نظر میں اپنے ساتھ ایک ایسا ہرمہ لایا ہوں جس کا زور دور دور جلی نہیں لے گا اور کئی ہرمہ معدول کی جگہ وہ تھا کفی ہو گا۔"

سلطان نے پوچھا "یہ تو کس ہرمہ کی باتیں کر رہا ہے؟" ملا کاشفی نے جواب دیا "ایک ایسا ہرمہ جو اپنی ذات میں مجموعہ ہرمہاں ہے۔"

سلطان نے خواجہ حسن کی طرف دیکھا "یہ کیا کہہ رہا ہے۔ یہ کیسی بھکی بھکی باتیں کر رہا ہے؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "جسبہ اللہ میں کیا عرض کروں۔ معلوم نہیں یہ الکی باتیں کیوں کر رہا ہے؟"

سلطان نے پوچھا "جس ہرمہ کا توڑ کر کر رہا ہے اور کہیں ہے؟"

ملا کاشفی نے جواب دیا "اسے میں اپنے ساتھ لایا ہوں اور باہر موجود ہے۔"

سلطان نے اسے حکم دیا "اسے میرے سامنے لایا جائے۔" ملا کاشفی آشوری ہرمہ کو بلانے چلا گیا۔ اس کے ہاتھ میں خواجہ حسن نے کہا "جسبہ اللہ مجھے تو یہ شخص صحیح المدخل نہیں لگ رہا۔"

سلطان نے پوچھا "وہ کس طرح؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "باہر ایک آشوری ہرمہ آیا تو ہے لیکن وہ اس کے ساتھ نہیں آیا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ملا کاشفی نے اسے اپنے حکم کہہ دیا تھا اس پر وہ ناراض ہو گیا۔ ملا کاشفی اسے بھیج کر رہا تھا کہ وہ اس کی رسالت سے سلطان کی خدمت میں پیش ہو لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔"

کچھ دیر بعد ملا کاشفی واپس آ گیا اور خواجہ حسن سے پوچھا "وہ کہیں چلا گیا؟"

خواجہ حسن نے پوچھا "کون؟"

ملا کاشفی نے جواب دیا "آشوری ہرمہ وہی جسے میں اپنے ساتھ لایا تھا۔"

خواجہ حسن نے سلطان سے کہا "ملاحظہ فرمائی جسبہ اللہ یہ اپنی ہمت پر بیخود اڑا رہا ہے مگر وہ اپنے طور پر خود آیا ہے۔"

ملا کاشفی نے اصرار کیا "اس کو میں لایا ہوں۔ وہ میرے ساتھ آیا ہے۔"

خواجہ حسن نے کہا "آپ ایک ایسی ہی ظم شخص ہیں اس لئے ملا کاشفی سے پرہیز کریں۔"

ملا کاشفی نے کہا "میں جھوٹ نہیں دیکھ سکتا۔"

خواجہ حسن نے پوچھا "مگر ہرمہ کہاں ہے؟"

ملا کاشفی نے جواب دیا "ہاں نہیں۔ اس کو میں اپنے ساتھ لایا تھا۔"

خواجہ حسن نے کچھ دیر بعد آشوری ہرمہ کو سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا اور کہا "اب سلطان اس سے طور معلوم کر لیں کہ یہ کس کے ساتھ آیا ہے؟"

سلطان نے اس سے پوچھا "ملا کاشفی سے حیرا کیا شخص ہے؟"

آشوری نے جواب دیا "کچھ بھی نہیں" اس کے سوا کہ ہم

دونوں ایک ہی قلعے میں سڑ کر رہے تھے۔ اس کے بعد آشوری

نے اپنا پالا سلطان کی خدمت میں پیش کیا اور کہا "میں سلطان کی

خدمت کر چاہتا ہوں۔" سلطان نے پالا دیکھا اور بہت پسند کیا۔

ملا کاشفی آشوری سے متعارف اس تھا تو نے مجھے بھجوا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کرے۔"

آشوری نے سلطان سے فریاد کی "یہ شخص مجھے پٹوچہ بددعا

دے رہا ہے۔ اس کو اس سے روکا جائے۔"

سلطان نے ملا کاشفی کو منع کیا "دربار میں اس قسم کی باتیں نہ

کی جائیں۔"

ملا کاشفی نے آشوری کو سلطان کی نظروں میں گرانے کی

کوشش کی "جسبہ اللہ یہ آر جی حکومت کا بڑا سبب اس پر جلی

ہٹے ملنے کا ذرا سہ ہے اور آر جی حکومت اس کو اس جرم میں

سزائے موت سنائی ہے مگر یہ مفروضہ ہے۔"

خواجہ حسن نے کہا "اس کا دینی توازن متبہ ہے۔"

آشوری نے پھر فریاد کی "حضور والا اس آدمی کو آخر ہو کیا

کیا ہے؟ یہ کبھی تو مجھے گلی دیتا ہے، کبھی بددعا اور کبھی بھرم قراڑ

دیتا ہے۔"

سلطان نے ملا کاشفی سے پوچھا "یہ تجھے کس لئے بتایا کہ آر جی

حکومت... جلی ہٹے ملنے کے جرم میں اس کو موت کی سزا کا

فیصلہ سنائی ہے؟"

ملا کاشفی نے جواب دیا "یہ بات اس نے خود ہی عرض کی۔ سلطان

نے آشوری کی طرف دیکھا۔"

خواجہ حسن نے کہتے سے کہا "مجھے تو ملا کاشفی اس لائق نہیں

لگتا کہ اسے دربار میں بگڑا دی جائے۔"

آشوری نے موائے اچکن باندھ کر کہا "اس کو روکا جائے۔ یہ

مجھے سلطان کی نظروں سے گرا کر چاہتا ہے۔"

سلطان کی طبیعت میں انقباض آ گیا تھا اس نے خواجہ حسن کو

حکم دیا "ملا کاشفی کو کاشفی واپس بلانے کا حکم دیا جائے اور وہیں کے

حاکم کو کہہ دیا جائے کہ ملا کاشفی کے ذہنی اور دماغی طور کے پیش

نظر اس پر دیکھ کر نظر کی جائے۔"

ملا کاشفی حیرت کھڑا ہو گیا "جسبہ اللہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

کھینچا کل سکیں ہوں۔

خواجه حسن نے آست سے کہا "ہر ہاگل اپنے بارے میں کیا کہتا ہے۔"

سلطان اٹھ کر نیچے کے در سے جتنے میں جانے لگا اور خواجه حسن کو ہدایت کی "آشوری جوان کو دوبارہ پیش کیا جائے۔"

خواجه حسن "آشوری ہرمسہ اور ملا کاشانی ایک ساتھ باہر آئے۔ خواجه حسن نے آشوری سے پوچھا "تو کئی گھبراہٹ ہے؟" ملا کاشانی نے جواب دیا "یہ کئی گھبراہٹ ہے۔ میرے پاس گھبراہٹ ہے۔"

خواجه حسن نے آشوری جوان سے کہا "تو کہیں بھی گھبراہٹ ہے۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں لیکن اب تو اپنے نیچے میں گھبراہٹ ہے۔ یہ خیر میں تجھے (راہم) کروں گا۔"

ملا کاشانی آگ بگولہ رہا تھا "خواجه حسن تو اس سادش میں برابر کا شریک ہے۔"

خواجه حسن نے برہمی سے کہا "نیری زبان اور نیری غیر ذلتے دارانہ باتیں ہی تجھے پیشہ دلیل و خوار رکھیں گی۔ اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ حاکم کاشانی کے ہم حیرے حق میں حکم جاری کیا جائے یا نہیں۔ تو اسماعیلی ہذا آل اور غائب دماغ شخص معلوم ہوتا ہے مجھے۔ ملا کاشانی چیخنے لگا "میں کاشانی واپس نہیں جوں گا۔ وہی کاماکم مجھے قتل کرادے گا۔"

خواجه حسن نے ہنسنے میں پوچھا "تو اگر کاشانی میں جانے کا تو پھر کئی جانے گا؟"

آشوری جوان نے پوچھا "میرے لئے کیا حکم ہے؟" خواجه حسن نے کہا "پہلے میں اس پاگل سے نمٹ لوں پھر حیرے لئے حکم کروں گا۔"

ملا کاشانی نے پھر احتجاج کیا "خواجه حسن! آپ مجھے پاگل کہہ رہے ہیں! میں آپ کو پاگل نظر آتا ہوں؟" مگر خواجه حسن کاشانی کے حاکم کے ہم حکم بندہ نکلتے لگا۔

ملا کاشانی نے صبح کیا "میں نے کہہ جو دیا کہ میں کاشانی میں جوں گا اور خواجه حسن تو وہی ہے جس کی گردن پر سابقہ وزیر عید الملک کندی کا خون ہے۔"

خواجه حسن نے نرمی سے جواب دیا "مجھے تجھ سے ہر ردی ہے۔ میں نے سابقہ وزیر عید الملک کا خون کرا دیا تھا۔ یہ آشوری ہرمسہ جلی نکلے جانے کی وجہ سے سزائے موت پا چکا ہے۔ معلوم نہیں اور کیا حکم حیرے دماغ میں بگڑا ہوا ہے۔"

ملا کاشانی نے پھر صبح کیا "میں کاشانی واپس نہیں جوں گا۔ میں کہہ رہا ہوں۔"

خواجه حسن نے جواب دیا "یہ سلطان کا حکم ہے کہ تجھے کاشانی

واپس بھیج دیا جائے۔ تجھے کاشانی واپس جانی چاہیے مگر خواجه حسن نے حکم بندہ کہہ کر ملا کاشانی کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا "اب تو ہانک لے۔ آج اور اسی وقت۔"

ملا کاشانی نے طوعاً اور کرہاً حکم لے کر عیا کی ایندھنی بیسی رکھ لیا اور کہا "میں جانتا ہوں تو نے یہ سلوک میرے ساتھ کیوں کیا۔"

خواجه حسن نے جواب دیا "اب تو ہانک لے۔" ملا کاشانی وہیں سے چلا گیا۔ خواجه حسن نے آشوری سے کہا "حسبیت کئی میں تو اور کیا تھا کہ سلطان "آرٹھی سردار کو ہوا کر حیرے سامنے کھڑا کر دے تو حیرا کیا حیر ہو گا۔ کیا تو جلی نکلے جانے کے جرم میں سزائے موت کا حکم سن چکا ہے؟"

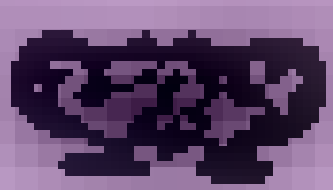
آشوری نے جواب دیا "میں نے یہ جرم بڑھ کر نہیں کیا تھا۔ مجھے یہ الزام لگایا گیا تھا اور سزائے موت کا حکم بھی مل رہا تھا۔"

خواجه حسن نے کہا "اور تو نے یہ ساری باتیں ملا کاشانی کو بتادی تھیں؟"

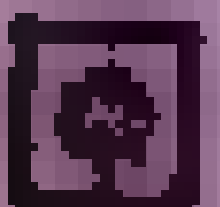
آشوری نے جواب دیا "جی ہاں تھیں۔" خواجه حسن نے کہا "تب پھر تو میری یہ بات یاد رکھ کر جو شخص اپنے رازدو سروں کو بھرتا ہے تو گواہ خود کو دوسروں کے حوالے کر دیتا ہے۔" خواجه حسن آشوری ہرمسہ سے ناراضی

میتے کے ایک بزرگ سے ایک صاحب نے فریاد کی: "میرا بیٹا دسی مجھے بہت پریشان کرتا ہے رات کے دو تین بجے وہ میرا دروازہ زور زور سے پٹکتا ہے اور مجھے بڑا بھلا کہتا ہے۔" بزرگ بولے: "پھر تو تمہیں پانکھی بہت تکلیف پہنچاتی ہو گی۔"

ان صاحب نے کہا: "جی ہاں! اندھیرا اس سے میرے گلے کے ریاختی جی جی لٹل پڑتا ہے۔"



حیر کے پہرے دار نے جب دیکھا کہ ایک آدمی حیر میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے تو وہ اس کی طرف بڑھا اور جھٹکے سے بولا: "میں نہیں معلوم نہیں کہ اس حیر میں نکلنے کی ممانعت ہے؟" "مگر جی نہ نہیں رہا ہوں۔" وہ آؤنگھٹیا: "ڈوب رہا ہوں۔" "تو پھر کوئی بات نہیں۔" پہرے دار نے کہا "جی ہاں گئے چلے گیا۔"



ہو گیا تھا۔ آشوری جوان خواجه حسن کی خوشامد کرنے لگا۔ خواجه حسن نے کہا "اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ دوبارہ تجھے سلطان کے سامنے لے جاؤں یا تجھے یہیں سے دفع کر دوں۔"

آشوری جوان خوشامد کرنے لگا "ایسا نہ کریں۔ میں آپ کے بھی بہت کچھ کہہ سکتا ہوں۔"

خواجه حسن نے کہا "مجھے تجھ پر رحم بھی آرہا ہے۔ تو یہاں رہ سکتا ہے لیکن اس شرط پر کہ تو سلطان کے علاوہ میرا کبھی تلخ قریب نہ رہے۔"

آشوری نے جواب دیا "میں عزت و آبرو سے ذمہ کی گزارنا چاہتا ہوں۔"

خواجه حسن نے کہا "تجھے ساری چیزیں مل جائیں گی لیکن یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ تو میرے اختیار اور میرے قبضے میں ہے میں تجھ سے ناراض ہو کر تجھے آرمی حکومت کے حوالے بھی کر سکتا ہوں۔"

آشوری کھپ گیا "میں سلطان سے زیادہ آپ کا تلخ قریب رہوں گا۔"

خواجه حسن نے آشوری ہنرمند کو سلطان سے دوبارہ ملوادیا اور سلطان اس کے اس ہنر سے زیادہ خوش ہوا کہ وہ کتزی کے بڑے بڑے برج بھی تیار کر سکتا ہے۔ ایسے دو منزلہ تین منزلہ برج جن میں سیکڑوں سپاہی بیٹھ کر دشمن کی فیلوں پر حملہ آور ہو کر قلعے کے اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ دو منزلہ اور تین منزلہ برج پتیلوں پر حرکت کرتے تھے اور انہیں حسبِ وقت دوسری جگہ پر آسانی لے جایا سکتا تھا۔ سلطان نے اسے حکم دے دیا کہ ایسے کئی برج تیار کئے جائیں۔

خواجه حسن اسے اپنے قبضے میں لے گیا اور کہا "مبارک ہو تو کاہل پندہوا۔ اب تو جب کبھی میرے بھی کرے گا۔"

آشوری ہنرمند نے جواب دیا "میں آپ کا ہر کچھ پہلے کروں گا۔"

خواجه حسن نے پوچھا "تو نفع بھی ہے؟"

آشوری نے جواب دیا "ہی نہیں یہ کچھ بھی جانتا ہوں۔ سوتی دھماکوں کی آمیزش سے ایسا زخم تیار کر سکتا ہوں جس کی نقل بھی ناممکن ہو۔"

خواجه حسن کچھ سوچ رہا تھا کہ خیال کیجئے پوچھا "اور تو خیال بھی ہے؟"

آشوری نے جواب دیا "ہاں میں خیال بھی ہوں اور ایسے ایسے

لباس تیار کر سکتا ہوں کہ انسان اپنے قدرتی حسن سے زیادہ حسین نظر آنے لگے۔"

خواجه حسن نے کہا "تب پھر تو یہ دونوں کام میرے لئے کرنے لگے۔ میرے لئے یعنی خاص میرے لئے نہیں بلکہ جارجیا کی شہزادی ہیلینا کے لئے۔ میں اس کو شادی کے موقع پر اپنا لباس دوں گا جو اس سے پہلے اس نے نہ دیکھا ہو نہ پہنا ہو۔"

آشوری جوان کو اچانک سی تلاش اور جستجو کے بغیر ہی گویا کوہر تصور حاصل ہو گیا تھا۔ اس نے حیرت سے پوچھا "جارجیا کی شہزادی ہیلینا۔ مگر وہ پہلی کنکس سے آگئی؟"

خواجه حسن نے اسے مختصر روداد سنائی "سلطان نے اسے میری خاطر غنیمت دے دی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس سے شادی کر لوں۔ میں چند عرصہ شادی کروں گا اور شادی پر تیرا تیار کر دوں گا اس سے پہلوں تک تیرا بیٹا ہوا ہے مثل کپڑا اور تیرے ہاتھ کاٹلا ہوا اللہ جواب دہ ہے۔ میں تجھے پا کر یہ سوچ رہا ہوں کہ اللہ نے تجھے میرے پاس ہیلینا کو خوش کرنے کے لئے بھیجا ہے۔"

آشوری جوان کو ہر روز زیادہ آ رہا تھا۔ ہر روز وہ شادی کی تلاش اور حصول کے لئے آیا ہوا تھا اور وہ خود بھی ہر روز کی خواہش اور منصوبے کا ایک کام کر رہا تھا۔

آشوری جوان نے کہا "میں نے ہیلینا شہزادی کے بارے میں سنا تھا لیکن میں نے یہ کبھی نہیں سنا تھا کہ میں شہزادی کا اس حد تک قریب حاصل کر لوں گا کہ۔"

خواجه حسن نے جواب دیا "کی باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔ حکم دیا "تو جلد سے جلد اپنا کام شروع کر دے۔"

آشوری جوان نے درخواست کی "کیا میں شہزادی ہیلینا کو دیکھ بھی سکتا ہوں اور اس سے بات بھی کر سکتا ہوں؟"

خواجه حسن نے جواب دیا "کیوں نہیں۔"

آشوری جوان نے کہا "تب پھر میں کل ہی سے اپنا کام شروع کر دوں گا۔"

خواجه حسن نے کہا "تو کی مدت گزارنے کے بعد ہی شہزادی تیرے سامنے آئے گی۔"

اب آشوری جوان کو اپنے کسی ساتھی کی تلاش تھی جس کے ذریعے وہ ہر روز کو یہ خوش خبری پہنچا سکتا تھا کہ وہ کس طرح اچانک شہزادی ہیلینا تک پہنچ چکا ہے اور خداوند مسیح نے پہاڑوں کی شہزادی ہیلینا کو ایک دن اس کے پاس پہنچوے گا "چاہے اس جہاد میں اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"

آشوری ہنرمند کو مزدوروں اور ہنرمندوں کی ایک فوج دے دی گئی۔ گزیاں، بیکلیں اور مٹھیں بھی فراہم کی گئیں۔ یہ سب اس کی ہدایت اور نگرانی میں کام کر رہے تھے۔ خود آشوری ہنرمند ایک وسیع و عریض خیمے میں نسلی اور خیالی کام کر رہا تھا۔ یہاں پر وہ اپنے مہلکین اور مددگاروں کی مدد سے شہزادی پلٹا کے لئے ستریں کپڑے تیار کر رہا تھا۔ اس کی تیز رفتار اور مضرب و بے قرار طبیعت اسے مستقل حرکت میں رکھے ہوئے تھی۔ سلطان الپ ارسلان نے اسے محنت اور لگن سے کام کرتے ہوئے دیکھا تو محنت خوش ہوا اور اس کی کلمہ کردگی سے مطمئن ہوا۔ یہی حلی خواجہ حسن کا بھی تھا وہ بھی اس کے کام سے بے حد خوش تھا۔

سلطان کو چل خوروں نے بتلایا کہ آشوری ہنرمند خواجہ حسن کے لئے بھی کام کر رہا ہے اور ایک دن سلطان کو اس خیمے میں بھی پہنچلایا جو نسلی اور خیالی کاکر خانہ بنا ہوا تھا اس وقت خیمے میں آشوری موجود نہیں تھا اس کے کارکن اپنا کام کر رہے تھے۔ وہ سب سلطان کو دیکھ کر موذب کڑے ہو گئے۔ سلطان تلے پلے کو بغور دیکھا۔ سوئی وھاگوں میں ریشم کی آمیزش نے سلطان کو حیرت میں ڈال دیا۔ سلطان نے کارکنوں سے پوچھا "اس کام میں تمہارا استاد کون ہے؟"

انہوں نے جواب دیا "آشوری ہنرمند" سلطان کے سامنے کی خبر خواجہ حسن کو بھی ہو گئی تو وہ ہکا بکا آیا اور سلطان کے پیچھے موڑ پلٹ کر ابھریا۔

سلطان نے خواجہ حسن سے پوچھا "آشوری ہنرمند کے اس منصوبے کا ذکر مجھ سے نہیں کیا کیا؟ آخر کیوں؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "جب تک میں اس کی نسلی اور خیالی کا تجربہ نہ کر لیا میں سلطان کے سامنے اس کے اس ہنر کا کیسے ذکر کر سکتا تھا۔"

سلطان اس کے جواب سے مطمئن ہو گیا اور حکم دیا "جب آشوری اپنے اس تجربے اور کمال میں پورا اتر جائے تو اس سے اندرے لئے کام ضرور لیا جائے۔" سلطان کچھ دیر وہاں موجود رہا اس کے بعد وہاں سے چا گیا جہاں آشوری سلطان کے حکم سے کئی حوالہ میں حیر کر رہا تھا۔ یہاں بڑے زور و شور سے کام ہو رہا تھا۔ آشوری ہنرمند اپنے آدمیوں سے بڑی تن دی اور جہاں لٹنی سے کام لے رہا تھا۔ سلطان اس کا دل سے قائل ہو تا ہوا تھا اس نے آشوری کو ایک طرف لایا اور اس کی تفریحیں کرنے لگا۔ سلطان نے کہا "میں پہتا ہوں کہ تمہ کو

بچنے بھی کام آئے ہیں ان کے لئے ایک ایک کاکر خانہ قائم کر اور وہاں اپنی نگرانی میں مزدوروں سے کام لے۔"

آشوری نے اکسار سے جواب دیا "میں تو سلطان کی خدمت کرنے آیا ہوں مجھ سے آپ ہر وہ کام لے سکتے ہیں جو میں چاہتا ہوں۔"

سلطان نہیں کیا سوچ کر سلطان نے آشوری سے اس کے مذہب کے بارے میں سوال کیا "تم اذہب کیا ہے؟" آشوری نے جواب دیا "میں مذہباً مسیحی ہوں۔ مسیح ہماری کا پروردگار۔"

سلطان نے السوس کیا "ایسا ہنرمند اور محفل مند آدمی جنت سے محروم رہے کیوں دیکھ کی بات ہے۔"

آشوری نے عرض کیا "میں اپنے پاپ دار کی طرف سے کیا ہماری رہا ہوں اس لئے جہاں میرے پاپ دارا ہوں گے وہیں میں بھی رہنا پسند کروں گا۔"

سلطان وہاں سے چلا آیا اور راستے میں خواجہ حسن سے کہا "مجھے تو یہ آشوری نوجوان بہت اچھا لگا ہے لیکن السوس کہ یہ مسیحی ہے سلطان نہیں۔ تم اپنے ستریں قتل اور اپنے برتاؤ سے اس نوجوان کے دل پر کچھ حاصل کر لو۔ اگر یہ مسیحی ہو جائے تو مزہ آجائے۔"

خواجہ حسن نے عرض کیا "مذہب خاص ذاتی اور مذہباتی مسئلہ ہوتا ہے اس لئے اس میں دخل نہیں دینا چاہئے۔"

سلطان نے مدد نہیں کی اور خواجہ حسن سے کہا "آپ آشوری سے کہہ سکتے ہیں کہ میں اس سے بے حد خوش ہوں اور کسی بھی وقت اس کی ایک خواہش پوری کر سکتا ہوں۔" خواجہ حسن نے جب یہ پیغام آشوری ہنرمند کو پہنچایا تو اس نے خواجہ حسن سے کئی بار بس کی سواں کیا "کیا سلطان ہماری ایک خواہش بے چون و چرا پوری کر دے گا؟"

اور خواجہ حسن نے ہر بار اس کو یہی جواب دیا "ہاں یہ سلطان کا وعدہ ہے اور میں اس کا کواہ ہوں۔"

آشوری نے کہا "تو آپ سلطان کے اس وعدے کو یاد رکھئے گا۔"

خواجہ حسن نے وعدہ کیا "میں اس بات کا کواہ ہوں۔ اگر سلطان اپنے اس وعدے کو بھول گیا تو میں خود اسے یاد دلاؤں گا۔" اب آشوری ہنرمند کو یک گونہ سکون حاصل ہو گیا تھا۔

خواجہ حسن "شہزادی پلٹا کے پاس گیا۔ وہ اسے یہ خوشخبری سناتا پہتا تھا کہ میں تمہارے لئے آشوری ہنرمند سے

ایک خاص کپڑا پہنا رہا ہوں اور جب اس سے خیر اخلاص لباس تیار ہو گا تو دنیا دیکھتی رہ جائے گی اور یہ میری طرف سے نذرانہ محبت ہو گا۔ مگر ریلیٹر اس سے کوئی خوشی نہ ہوئی۔ اس کو اپنی کمتری کا احساس دکھ پہنچا رہا تھا کہ جب تک سلطان نے مناسب سمجھا اپنی بیوی بتائے گا اور جب دل بھر گیا پار سولٹی کا اندیشہ طلب آیا تو طلاق دے دی اور اپنی حکمت دوسرے کے ہم کردی۔ بیسہ خود کو لونڈی محسوس کر رہی تھی جس کی اپنی مرضی کو ٹکسر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ عدت کی مدت گزرنے کے بعد وہ خواجہ حسن کے حوالے کر دی جائے گی مگر خواجہ حسن اس کے کرب کو بالکل نہ سمجھ سکا اس نے بیٹے سے پوچھا "شترادی بیٹا۔ کیا بت ہے؟ کیا تو خوش نہیں ہے؟" بیٹا نے جواب دیا "آپ مجھے شترادی نہ کہیں" میں بیٹا ہوں "لونڈی بیٹا۔"

خواجہ حسن نے افسوس کیا "یہ کیا کہہ رہی ہے تو۔ تو جا رہا ہے کے بلو شہر کی بھتیجی ہے پھر لونڈی کس طرح ہو گئی؟" بیٹا نے سرد آہ مہر کی اور کہا "جا رہا ہے بلو شہر سلطان کا بیج گزار ہو گیا اور میں کسی کینز کی طرح سلطان کے حرم میں داخل کر دی گئی۔ پھر سلطان نے مجھے حرم سے نکل دیا اور آپ کی نذر کر دیا۔ اب میں خود اپنی نظروں سے گر گئی ہوں۔" خواجہ حسن نے اسے تسلی دینا چاہی "سلطان مجھ سے محبت کرتا ہے۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تو اسے تجھے طلاق دے دی اور تجھے میرے حوالے کر دیا۔ پہلے تو سلطان کی بیوی تھی اور اب اس کے اہلیق اور وزیر کی بیوی بن جائے گی۔ تیرا مرتبہ کم تو نہیں ہوا۔ مگر بیٹا خواجہ حسن کی کسی تویل سے مطمئن نہیں ہوئی۔ اس کے ساتھ جو سلوک ہوا تھا وہ ایک گہرے ذہن کی طرح تھا جسے منہ مل ہونے کے لئے وقت درکار تھا۔

راجی سردار نے سلطان سے شہر اسماعیل کی تعریف کر دی۔ اس نے شہر کاہم تو نہیں لیا کیونکہ شہر اسماعیل نے آجی سردار سے یہی کہا تھا کہ وہ سلطان کو اس کا نام نہ بتائے اس لئے کہ وہ سلطان کی شان میں ایک قصیدہ کہہ رہا ہے۔ یہ قصیدہ ہی اس کا شہر ہو گا اور جب سلطان کا اشتیاق بڑھے گا تو وہ خود ہی سلطان کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔ اس طرح وہ سلطان کے اشتیاق سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکے گا۔ اور شہر اسماعیل نے سلطان کی شان میں ایک پر لطف قصیدہ لکھ ڈالا۔ اس قصیدے میں اس نے اپنے سابق

قصیدے کا ذکر بھی کر دیا تھا۔ اس نے لکھا تھا۔ "سلطان ہونا آسان ہے لیکن غیر معمولی انسان ہونا سخت دشوار ہے۔"

اور جب کوئی سلطان بھی ہو اور غیر معمولی انسان بھی تو وہ سلطان اعظم ہو جاتا ہے۔

سلطان الپ ارسلان ایک ایسا ہی سلطان اور ایک ایسا ہی انسان ہے۔

وہ خطا گروں کو معاف کرتا ہے اور اپنے گنہ گروں سے چشم پوشی کرتا ہے۔

میں جانتا ہوں کہ ایک شاعر نے اپنے اشعار سے سلطان کو بہت زخمی کر دیا تھا۔

لیکن شہر کاہم سلطان کو زخمی کرنا نہیں تھا۔ اس نے تو سلطان کی تعریف کی تھی عدوان دوست کی طرح۔

میں سلطان کی دسترس سے دور بہت دور نکل گیا تھا۔ مگر جب مجھے کسی نے یہ بتایا کہ سلطان مجھ سے خوش نہیں ہے اور میرے اشعار نے سلطان کا دل دکھایا ہے تو میں بے خونی سے واپس آ گیا۔ سلطان سے معافی طلب کرنے کے لئے "محذرت خواجی کے لئے۔"

ایک چھوٹا انسان بڑے انسان کو کیلے سکھاتا ہے۔ مگر قہر موقوف کہ بڑا انسان اسے معاف کر کے اللہ سے اس کا اجر حاصل کرے۔

جب میں اپنی جان کے خوف سے ہٹا ہوا تھا تو میں یہ نہیں جانتا تھا کہ سلطان کی محسوس اور پرکشش شخصیت کی زنجیری میرے دو نول پاؤں میں پڑ چکی ہیں۔ اور آج وہی زنجیر مجھے سلطان کے قدموں میں کھینچ لائی ہے۔

سلطان جیسا سلوک پہلے کرے میں مانتا ہوں۔ اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو میں اس کا مستحق ہوں اور اگر معاف کر دیا جاؤں تو یہ سلطان کا ایک احسن فعل ہو گا۔

ایک بڑا سلطان جو بڑا انسان بھی ہے "دوسرے حیرت پر تعمیر" ہے جس نے بے سدا انسان سے جو سلوک بھی کرے وہ آسمانی منصب "مستقل اور متعصب ہو گا۔ میں ہر حال میں اس کا شکر گزار رہوں گا۔"

راجی سردار نے یہ قصیدہ چھوٹے سولے کھن میں کیا۔ پرچہ "اصل ہوا تھا کیلے؟"

شہر اسماعیل نے جواب دیا "کیا یہ قصیدہ سلطان تک

پہنچیں اصل ہواقت میں بعد میں بتاؤں گا۔

آرچی سردار کو خوف تھا کہ اس قصبہ میں کسی خطرے کی پو پائی جاتی ہے۔ کس یہ اس کے لئے دہلی جلا نہ بن جائے۔ چنانچہ اس نے ہراساں کیا ”مجھے پہلے اس کا پس منظر بتا دو نہ میں اسے سلطان کی خدمت میں نہیں لے جاؤں گا۔“

شہر اسماعیل نے اسے سمجھایا ”آپ مجھ سے کچھ نہ پوچھیں اور یہ سمجھ لیں کہ یہ قصبہ اور خود میں آپ کے حق میں نعمت قرار پائیں گے۔“

آرچی سردار دہلی کا خواست سلطان کے پاس پہنچ گیا اور اسے بتایا ”میں ایک شہر کو اپنے ساتھ لایا ہوں اس نے ایک قصبہ بھی آپ کی شان میں لکھا ہے اگر اجازت ہو تو میں وہ قصبہ سلطان کی خدمت میں پیش کروں؟“

سلطان کو شہر کے ذکر سے خیر آیا اس نے جواب دیا۔ ”اب میں کسی اجنبی شہر کو برداشت نہیں کر سکتا۔“

آرچی سردار نے عرض کیا ”وہ شہر تو خود نہیں آتا چاہتا تھا میں نے حضور والا کی شان میں ایک قصبہ لکھا ہے جو میرے پاس ہے اگر اجازت ہو تو پیش کروں ہو نہ واپس لے جاؤں۔“

سلطان نے قصبہ لے لیا اور اسے پڑھنے لگا۔ آرچی سردار ”خواجہ حسن شہزادہ ملک شاہ اور دوسرے افراد کی نظری سلطان کے خیر چہرے پر بھی ہوئی تھی۔ سلطان کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ”ایک جا رہا تھا۔ آرچی سردار خوفزدہ ہو گیا۔ قصبہ پڑھ چکے کے بعد سلطان نے اسے خواجہ حسن کی طرف بڑھلایا اور آرچی سردار سے پوچھا ”یہ برصغیر کمال ہے؟“

آرچی سردار کا دل دھک دھک کرنے لگا ”میں اسے اپنے ساتھ لایا ہوں۔ وہ میرے خیمے میں موجود ہے۔“

خواجہ حسن بھی حیران اور خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ شاید اسے شہر اسماعیل کا انجام پریشان کر رہا تھا۔

سلطان نے حکم دیا ”شہر کو قرار نہ ہونے دیا جائے اسے گرفتار کر لیا جائے۔“ شہزادہ ملک شاہ ابھی تک اصل واقعہ سے لاعلم تھا۔ وہ خواجہ حسن کو سوائے نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

آرچی سردار نے جواب دیا ”اگر وہ سلطان کا حکم ہے تو میں خود اپنے سلطان کی خدمت میں پیش کروں گا۔“

خواجہ حسن نے کہا ”آئیں میرے ساتھ چل۔ میں خیمے ساتھ چلوں ہمیں تو خود اس کی تلاش تھی۔“

اور سلطان بد پر تاکید کر رہا تھا ”اسے اسی وقت پیش کیا

جائے۔ ابھی اور اسی وقت۔“ خیمے میں کھلی بج مکی تھی اور کھانا کھد رہی تھی۔ آرچی سردار خواجہ حسن اور چند سپاہیوں کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں آرچی سردار نے پوچھا ”مستور زوریر اصل معاملہ کیا ہے؟“

خواجہ حسن نے جواب دیا ”اصل بات تو میں بعد میں بتاؤں گا پہلے اس شہر کو گرفتار کر لوں۔“

آرچی سردار کو اپنی فکر لاحق تھی اس نے پوچھا ”اس سے میری ذات کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا؟“

خواجہ حسن نے اسے دلاسا دیا ”سلطان تو خیر اشکرا داکرے گا تو نے تو بھری ایک مشکل آسان کروائی ہمیں تو اس شہر کی بڑی تلاش تھی۔“

یہ لوگ بہت جلدی آرچی سردار کے خیمے میں پہنچ گئے مگر وہیں شہر اسماعیل موجود نہیں تھا خیمہ بالکل خالی پڑا تھا۔ آرچی سردار نے بڑی بھرتی اور بے قراری سے شہر اسماعیل کو تلاش کیا لیکن وہ کہیں بھی نظر نہ آیا۔

خواجہ حسن نے پوچھا ”وہ کمال چلا گیا؟“

آرچی سردار نے بڑی بے بسی سے جواب دیا ”میں اس کو خیمے میں چھوڑ گیا تھا۔“

خواجہ حسن نے کہا ”اسے ہر قیمت پر تلاش کرو اگر وہ نہ ملا تو بے گناہ جائے گی۔“

آرچی سردار خیمے سے نکل گیا اور آس پاس والوں سے پوچھنے لگا ”میں شہر اسماعیل کو اپنے خیمے میں چھوڑ گیا تھا۔ وہ کمال چلا گیا؟ کیا تم لوگوں میں سے کسی نے اسے کہیں جلتے دیکھا ہے؟“

ہر کسی نے یہی جواب دیا ”ہمیں نہیں معلوم ہم نے تو نہیں دیکھا۔“

بڑوں کا ایک فوجی سہیل کو مار رہا تھا۔ اس نے اس سہیل کو اپنے خیمے کی طرف جلتے ہوئے دیکھ لیا تھا وہ خواجہ حسن کو دیکھ کر سو ڈب ہو گیا اور پوچھا ”آپ کس کو تلاش کر رہے ہیں؟“ خواجہ حسن نے جواب دیا ”اس شہر کو جو آرچی سردار کے ساتھ گھبرا ہوا تھا۔“

بڑوں فوجی نے بتایا ”میں نے ایک شخص کو اس محل میں اس طرف جلتے دیکھا تھا کہ اس کا چہرہ ایک بڑے رومل میں چھپا ہوا تھا۔“

خواجہ حسن نے آرچی سردار کی طرف سنی خیر نظروں

سے دیکھا۔ آرمی سردار نے کہا ”کیئے اوہر چلیں، کیسے وہ فرار نہ ہو گیا ہو پھر سب لوگ اوہر روانہ ہو گئے بدھر شہر گیا تھا۔ یہ راستہ دریا کی طرف جاتا تھا، سب بے چین اور بے قرار تھے۔“

آشوری دران کئی دن سے شہر اسماعیل کو تلاش کر رہا تھا۔ اسے آرمی سردار کا خیرہ معلوم تھا۔ وہ کئی دن سے اس خیرے کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا اور شہر اسماعیل کے باہر نکلنے کا انتظار کرتا رہتا۔ وہ شہر کو کسی کے ذریعے بلوانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ فوج کے دوسرے لوگ ان کے باہی طرف اور قلعے سے واقف ہوں، چنانچہ آج جب وہ آرمی سردار کے خیرے کے سامنے کھڑا ہوا تو شہر اسماعیل نے اسے دیکھ لیا۔ دونوں کی نظریں ملیں اور آشوری نے اشارے سے اسے اپنے پاس بلایا۔ شہر اسماعیل نے اپنے چہرے پر روئے بالا اور اس طرف چل دیا بدھر آشوری جو ان پہلے ہی جا چکا تھا۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے دور دور آگے پیچھے قریب کے جنگل میں چلے گئے۔ گئے درختوں اور پتوں کے جھنڈے انہیں چھپایا۔ شہر اسماعیل کچھ پرتلنے کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔ اس نے بے اختیار آشوری جو ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ”میرا تو بیت کرنے کے لئے دم گھٹ رہا ہے۔“

آشوری جو ان نے کہا ”میں تو بے حد باتیں کرتا ہوں۔ ایک ستہ دو سے اور بہتوں سے۔ میں تو بے حد مصروف ہو گیا ہوں پھر کچھ دیر وقف کرنے کے بعد اس نے شہر اسماعیل کو یہ خوش خبری سنائی ”بہر حال تجھے یہ خبر مبارک ہو کہ میں شہزادی بیبیہ تک پہنچا ہوں۔“

شہر اسماعیل چونک پڑا شہزادی بیبیہ تک۔ وہ کس طرح؟ وہ کہاں ہے؟

آشوری نے جواب دیا ”ہاں بیبیہ تک۔ اب مجھے سلطان تک جانے یا پہنچنے کی حاجت نہیں رہی، بس تو خاموش رہ اور میری کامیابی کا انتظار کر۔“

شہر اسماعیل نے کہا ”لیکن میں تو ایک قیدیہ کلمہ کہ سلطان کو بھیج چکا ہوں اور اب اس انتظار میں ہوں کہ سلطان میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔“

”آشوری کو السوس ہوا۔ اس نے جواب دیا مگر اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ ہلکا اصل متعجب شہزادی بیبیہ تک پہنچا تھا سو میں پہنچ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو خواہ تو اولاد لے جانے تک۔“

شہر اسماعیل نے دریافت کیا ”تو شہزادی تک کس طرح پہنچا؟“

آشوری نے ساری تفصیل سنائی اور کہا ”میں جلد شہزادی سے ملاقات کرنے والا ہوں۔“

شہر اسماعیل کو بہت السوس تھا کہ آشوری کی کامیابی کا علم اسے دیے سے ہونا کہ پہلے ہو جاتا تو وہ سلطان کی شکن میں نہ تو قیدیہ لگتا نہ سلطان سے نکلنے کی کوشش کرتا۔ اس نے آشوری سے پوچھا ”اب میں کیا کروں میرے دوست؟“

آشوری نے جواب دیا ”اب تو تو بہاگ بھی نہیں سکتا۔ ہر طرف سلطان کے آدمی تجھے تلاش کر رہے ہونگے۔ اب تو بس مارنے کے لئے تیار ہو جا۔“ لیکن شہر اسماعیل زیادہ پریشان نہیں تھا وہ اپنے قیدیہ کے امید افزا نتائج سے مایوس نہیں تھا۔

آشوری نے شہر اسماعیل سے پوچھا ”کیا بتا کر تجھے سلطان کی طرف سے موت کا حکم سنایا جائے تو تو کیا کرے گا؟“

شہر نے جواب دیا ”میں مایوس نہیں ہوں خوشگوار بے حد ہوا کرتے ہیں۔ میں اس کا سہارا لے رہا ہوں اور اس کے سارے اپنی موت کو زندگی میں بدلنے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

آشوری نے کہا ”میں ہر روز سے بھی لوگوں کا اور تیرے ہمراہیوں سے مشورہ کروں گا۔“

شہر ہر روز سے مایوس تھا ”جواب دیا“ وہ پہلی دو نہیں کر سکتا۔ تو بھی بیبیہ کو نکل لے جانے کی کوشش کر اور مجھے میرے دل پر چھوڑ دے۔“ ان دونوں کو بس اسی بات کا ملل تھا کہ اگر قیدیہ سلطان کے پاس نہ گیا ہو تو کتنا اچھا ہوتا۔

دوسری طرف خواجہ حسن آرمی سردار اور شاہی سپاہیوں کے ساتھ شہر اسماعیل کو تلاش کر رہا تھا۔ وہ پوچھتا ہوا جنگل کی طرف نکل گیا۔ ایک چوہا ہے نے وزیر کو بتایا کہ اس جیلے کا جو ان جنگل کی طرف جا رہا تھا ... اس کے ساتھ ایک دوسرا جو ان بھی تھا۔ چوہا ہے نے چونکہ اسے زیادہ توجہ سے نہیں دیکھا تھا اس لئے وہ دوسرے کو جو ان کا خلیہ نہیں بیان کر سکتا تھا۔ ان دونوں نے بھی اندر سے دہر والوں کی جھٹک دیکھ لی تھی اس لئے انہوں نے راستہ بدل دیا اور دونوں متضاد راہوں پر چل کر دوسرے کتلے جا گئے۔ ایک مشرق تو دوسرا مغرب میں۔ آشوری نے دریا کے کنارے ایک گدھا کرائے پر لے لیا اور اس پر بیٹھ کر درختوں کا جانچ لینے لگا۔ وہ پکڑے جانے پر یہ طریقہ پیش کرنا چاہتا تھا کہ اسے دو حیرت سے

حوالہ دینے کے لئے جو لکڑیاں درکار ہیں وہ ان درختوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ وہ بھی جائزہ لیے کے لئے یہاں آیا تھا۔
شہر اسماعیل نے ایک کشتی کر لئے ہلی اور اس میں سیر کرنا ہوا۔ سلطان لشکر کے قریب ساحل پر اتر گیا اور نہایت اطمینان سے آرمی سردار کے خیمے میں پہنچ گیا۔ یہاں اس کے پرہیزگوں نے اسے بتایا کہ خواجہ حسن آرمی سردار اور شاہی سپاہیوں کے ساتھ اسے تلاش کر رہا ہے۔ شہر اسماعیل کو اپنی موت مانتے کھڑی دکھاؤ۔ وہ ری تھی لیکن وہ ایک رجبانی جوان تھا اس لئے مایوس نہیں تھا۔

جب خواجہ حسن تھک ہار کے واپس آ رہا تھا اسے راستے ہی میں یہ خبر دے دی گئی کہ شہر اپنے خیمے میں موجود ہے۔ خواجہ حسن تیزی سے خیمے میں پہنچا اور وہاں شہر اسماعیل کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا "اس کو گرفتار کر لیا جائے دو مضبوط اور توانا سپاہیوں نے شہر کو بازوؤں سے پکڑ لیا۔ شہر نے اپنے بازو پھڑا لئے کیسے کوشش کی مگر پوچھا۔ "تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو۔ مجھے کہیں لے جانا چاہتے ہو؟"

خواجہ حسن نے اس کے حیرے پر نظر ڈالی۔ وہ بالکل مستحوا اور سنیہ نظر آ رہا تھا۔ خواجہ حسن نے کہا "ہمیں تو تیری بڑی تلاش تھی بڑی مشکل سے ہمارے ہاتھ آیا ہے تو۔"

شہر اسماعیل کو خندہ تھا کہ کہیں اس کی مرمت نہ شروع کر دی جائے اس لئے اس نے درخواست کی "میری ماہریت نہیں ہوتی چاہئے۔ تم لوگ مجھے سلطان کے حوالے کر دو۔ وہ جو بھی سزا دے گا مجھے منظور ہوگی مگر تم لوگ مجھے بالکل نہیں ستاؤ گے۔"

لیکن خواجہ حسن نے اس کے دو طلبے رسید کر دیے اور پوچھا "کیا تو اس خوش فہمی میں ہے کہ سلطان تجھے معاف کر دے گا؟"

شہر اپنے رخسار سلانا پہتا تھا لیکن اس کے دونوں بازو سپاہیوں کے قبضے میں تھے اس لئے اس نے درخواست کی۔ "محترم! میں بہانوں کا نہیں اس لئے کم از کم میرے ایک بازو کو تو چھوڑ دیا جائے میرے دونوں شانوں میں درد ہو رہا ہے۔"

خواجہ حسن کو رحم آگیا۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کے بازو چھوڑ دیں لیکن مگرانی برقرار رکھیں۔

شہر کو اسی حالت میں سلطان کے دروازہ پہنچا گیا۔ سلطان آگ بکھلا رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ سے شہر کے دو طلبے رسید کر دیے اور کہا "میں نے تجھے کبھی کبھی

تلاش کر آیا۔ سلطان کے طلبے اسے شدید تھے کہ شہر گر گیا۔ آرمی سردار اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ اس نے شہر اسماعیل کے لئے سلطان سے رحم کی درخواست کی۔

سلطان نے کہا "تو نہیں جانتا کہ اس نے میری روح کو زخمی کر دیا تھا۔ میں اسے ہرگز معاف نہیں کروں گا۔"

شہر اسماعیل نے عرض کیا "سلطان علی مرتبت۔ بے شک آپ مجھے معاف نہ کریں لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ آپ مجھے گرفتار نہیں کر سکتے تھے کیونکہ میں آپ کی دسترس سے بہت دور اٹل گیا تھا اور اب تو میں خود رشاگردانہ واپس آیا ہوں کہ اپنے کئے کی سزا پاؤں۔"

آرمی سردار اصل واقعہ بتاتا پہتا تھا جبکہ سلطان جتنا نہیں پہتا تھا چنانچہ اس نے آرمی سردار کو حکم دیا کہ وہ اپنے خیمے میں چلا جائے۔ آرمی سردار بے ہوش ہو گیا اپنے خیمے میں چلا گیا۔ سلطان نے شہر اسماعیل سے پوچھا "تو نے ایسا کیوں کیا تو؟" شہر نے جواب دیا "سلطان محترم۔ آپ کے اس سوال کا میں کیا جواب دوں میں اپنی غلطی پر تادم ہوں اور اس کی سزا چاہتا ہوں۔"

سلطان بے بس ہو رہا تھا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ شہر اسماعیل اس کے پاس خود سے آیا ہے اگر وہ نہ آتا پہتا تو سلطان کے سپاہی اس کی گرد بھی نہ پھینکتے تھے۔ اس نے خواجہ حسن کو حکم دیا "شہر کو فی الحال قید کر دیا جائے فیصلہ بعد میں سنا جائے گا۔" خواجہ حسن نے اسے اپنے خیمے سے ملحق خیمے میں قید کر دیا اور وہاں تختہ ہرا بٹھلایا۔

آرمی دشمنان حیت اور ہوردی کے پیش نظر شہر اسماعیل کی مدد کرنا پہتا تھا مگر سلطان کے آگے بے بس تھا۔ اس نے اس سلسلے میں خواجہ حسن سے ہمت کرنا چاہی مگر خواجہ حسن نے آرمی سردار کو صاف صاف بتایا کہ وہ اس معاملے سے لاقفل رہے تو اچھا ہے۔ آرمی سردار نے خواجہ حسن سے درخواست کی "لیکن یہ سہلہ کہا ہے؟ میں اسے سمجھتا ہوں۔" خواجہ حسن نے جواب دیا "تو اس معاملے میں ہرگز مدد مل نہ دے ورنہ سلطان حیران نہیں ہو جائے گا۔"

آرمی سردار شام کے وقت واپس آسویا رہا تھا۔ وہ شہر اسماعیل کے بچلے سے پہلے ہی یہاں سے چلا جاتا پہتا تھا۔ وہ مذاہن سے ہٹ کر رہا تھا کہ دوسرے دن صبح وہ کس وقت تک اسے دریا کے دوسرے کنارے پہنچا دیں گے؟ اس وقت وہاں کئی قلعے دریا کے اس پار جانے کے لئے تیار کھڑے تھے اور

جائیں گے۔

آرجی سردار اپنے خیمے میں چلا گیا۔ اور سلطان کو مطلع کر دیا گیا کہ قلعہ کے قیصر کا ایک وفد ضروری پیغام لے کر آیا ہے اس وفد کو نہایت عزت و احترام سے شہر میں لے کر آئے خیمے میں ٹھہرا دیا گیا۔

بہر روز احمد کاشغری کے ساتھ چاروں کی طرح ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ باہر نکلا بھی تو دوسرے میں اور اس طرح وہ اپنے چہرے کو دھوپ کی تازت سے پالنے کے لئے رومل سے چھپا لیتا تھا۔ احمد کاشغری سلطان کے دربار میں کپڑوں کے تھکنے دکھاتا تھا۔ سلطان انہیں بے دلی سے دیکھ رہا تھا اس وقت وہ شہر اسماعیل کی وجہ سے سخت اداس "السرودہ اور نگر مہ تھا۔ اس نے چند تھکنے لئے اور حکم دیا کہ احمد کاشغری کو چاروں بعد دوبارہ پیش کیا جائے۔ احمد کاشغری نے باہر نکل کر جب سلطان کی اداسی اور السردگی کا سبب معلوم کیا تو اسے یہ بات معلوم ہو گئی کہ سلطان کو اپنے قیدی سے دکھ پہنچنے والا شہر گرفتار کیا جا چکا ہے۔ سلطان اس کے غم و غصے سے السردہ اور مشغول ہے۔ احمد کاشغری لشکر کے دوسرے سرداروں سے ملنے لگا اور انہیں اپنے کپڑے دکھانے لگا۔ آشوری نے احمد کاشغری کو جب آخر مشغول رکھا تو وہ سرور کے پاس پہنچ گیا اور اسے شہر اسماعیل کی گرفتاری کی خبر دی۔

بہر روز نے ذرا سا بھی افسوس نہیں کیا اور کہا "وہ شہر اچھا ہے لیکن ہوشیار اور ہلاک نہیں ہے جس کا خوف تھا آخر وہی ہوا۔"

آشوری نے پوچھا "اب ہم اس کے لئے کیا کریں؟" بہر روز نے جواب دیا "دیکھ آشوری۔ ہم شہر اسماعیل کے لئے نہیں آئے ہیں۔ ہمیں شہزادی بیینہور ملے۔ تجھے میرے اس منصوبے پر عمل کرنا ہوگا۔"

آشوری ہنر مند و اقل پریشان تھا۔ وہ شہر اسماعیل کو سلطان کے ملک سے بچانا چاہتا تھا۔ اس نے سرور کو یہ نہیں بتایا کہ وہ شہزادی بیینہور تک پہنچ چکا ہے۔ وہ شہر اسماعیل ہی کے بارے میں بات کرتا رہا۔ اس نے کہا بہر روز۔ میں آپ کو جہد زیرک حکنہ اور درد مند مسکی سمجھتا ہوں۔ ہمیں شہر اسماعیل کی زندگی بچانے کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا پڑے گا۔"

بہر روز نے جواب دیا "آشوری جوان۔ شاید تجھے میری وہ باتیں یاد نہیں رہیں جو ایسے موقع کے لئے پہلے بھی کی جاسکتی ہیں۔ اس مہم میں کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔ ہر ایک کو اپنی

جگہوں سے ان کا مسلہ بھی طے پایا تھا۔ اس لئے آرجی سردار کو سب نے یہی جواب دیا کہ وہ تین دن تک تو اس سلسلے میں کوئی ہمت ہی نہیں کریں گے۔ پھر اس نے ایک کشتی سے چند ایسے میسائیوں کو ساحل پر اترتے دیکھا جو قلعہ کے شہر فرستوں کے لباس میں تھے۔ وہ ان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔

آنے والوں میں سے ایک مسکی نے ملج سے پوچھا۔ "یہ مسلمانوں کا سلطان یہاں کیسے موجود ہے؟" ملج نے جواب دیا "ہاں" ہذا سلطان اپنے لشکر کے ساتھ یہیں فرود کش ہے۔"

آرجی سردار نے تو وارو مسکی سے پوچھا "آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟"

قلعہ کاشغری فرستہ آرجی سردار کو ایک ہی ٹھکر میں پہنچ گیا کہ یہ بھی مسکی ہے۔ اس نے پوچھا "تو کون ہے اور یہاں کیا کر رہا ہے؟"

آرجی سردار نے اپنا تعارف کرایا اور کہا "میں آرمینیا کی مسکی حکومت کی طرف سے سلطان کو تھان ادا کرنے آیا ہوں۔"

قلعہ کاشغری فرستہ آرجی سردار کو حیرت سے دیکھنے لگا "تم لوگوں نے مسیحیت کو ایل بھڑا کر ڈالا۔"

آرجی سردار نے پوچھا "آپ لوگ کون ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں؟"

اس نے جواب دیا "ہمیں قلعہ کے ہوشیہ نے سلطان کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا ہے کہ وہ مسکی حکومت سے جنگ نہ کرے اور ان کے جو شہر اور علاقے اب تک فتح کر چکا ہے وہ انہیں واپس کر دے۔"

آرجی سردار کو بھی "تو آپ کا کیا خیال ہے کہ سلطان آپ کے ہوشیہ کی دھمکی سے مرعوب ہو جائے گا؟"

اس نے جواب دیا "نہ ہو مرعوب۔ شاید تجھے نہیں معلوم کہ مسکی دنیا بیدار ہو رہی ہے اور اب وہ اپنی حمد و قوت سے مسلمانوں کے سبلی گراں بار کو روک دے گی۔"

آرجی سردار نے کہا "بہت خوب۔ اگر آپ یہ دیکھیں کہ سلطان آپ سے مرعوب ہو گیا ہے تو میرا بھی ایک کام کر دیجئے گا کیونکہ میں بھی آپ کا مسکی بھائی ہوں۔"

قلعہ کے شہر فرستہ کو شہر اسماعیل کا راتہ بتا دیا۔ اس نے رعیت سے کہا "ہم شہر کو اپنے ساتھ قلعہ لے

حکومت اور ہٹاکے لئے خودی کچھ کر بیٹھے تھے۔ میں خود ہاتھوں کے کام نہیں آسکتا۔

آشوری نے اپنا فیصلہ سنوایا ”لیکن میں اس کے لئے جو کچھ کر سکتا ہوں ضرور کروں گا۔“

سرواز نے کہا ”میں نہیں جانتا کہ تو اس کے لئے کیا کرے گا لیکن یہ یاد رہے کہ شہر اسماعیل کی آگ بجھاتے بجھاتے تو خود اس آگ میں نہ جل جائے۔“

آشوری نے ادھر ادھر خیمے کے اندر دیکھا ہر کمنے لگا۔ سلطان کا وزیر خواجہ حسن کہہ رہا تھا کہ شہر اسماعیل نے اپنی شہری میں جو کچھ کہا ہے اس میں سرواز بھی لو جو ان کا ہاتھ ہے اور شہر اسماعیل اگر چاہے تو وہ بہت کچھ بنا سکتا ہے۔ لیکن اس آگ میں۔۔۔ سرواز نے جیتر ابد لا ”تو میری بہت نہیں سمجھ رہا۔ وہ چاہے تو مجھے گرد گرد کر دے لیکن اس نے اپنے اشعار میں جو کچھ کہا اس کا ترک میں ہرگز نہیں۔“

آشوری نے سرواز کی بہت سنی ہی نہیں ”میں نے سلطان کی ملازمت اختیار کر لی ہے۔“

سرواز نے خوشی کا اظہار کیا ”یہ تو بڑی اچھی خبر سنائی تو نے۔ اب تو شہزادی بیلیا تکبہ آسانی پہنچ سکتی ہے۔“

آشوری نے کہا ”اور میں نے وزیر خواجہ حسن کا ادھر بھی کسی حد تک ماحصل کر لیا ہے۔“

سرواز کا چہرہ کھل گیا ”یہ اور زیادہ اچھی خبر ہے۔ اب تیرا کام یہ ہے کہ کسی طرح شہزادی بیلیا سے مل لے اور پھر اسے کسی طرح میرے پاس پہنچا دے۔ میری قریبی داری ختم۔ بقیہ کام میں خودی کر لوں گا۔“

آشوری جو ان ہلکا سا کھیر وہاں سے چلا آیا۔ آخر کاشغری نے سرواز کو شہر اسماعیل کے بارے میں بتایا کہ سلطان اس کی وجہ سے میرے کپڑے بھی نہیں پسند کر سکا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس شہر نے اپنے اشعار کے ذریعے سلطان کا بے حد دل دکھایا ہے۔

سرواز نے اس ذکر میں کوئی دلچسپی نہیں لی اور کہا ”جو جیسا کہے گا وہی کہے گا۔“ اب سرواز بھی بہت زیادہ ٹکرمند ہو گیا تھا۔ وہ شہزادی کو لینے یہ فیصلہ کر کے آیا تھا کہ وہ بیلیا کو اپنے ساتھ لے جائے گا اپنی جان دے دے گا۔

سلطان کے دو دو قیصر تھقیہ کا وفد اس سے ہم کلام تھا۔ وہ ہر میں شہزادہ تک شہ کے علاوہ خواجہ حسن کی فوجی سردار آرمی سردار اور سلطان کا خطہ دست موجود تھا۔ تھقیہ کا وفد

کچھ زیادہ ہی بچہ اچھا اور جتنا خوش فہم تھا۔ سلطان اس سے پوچھ رہا تھا کہ وہ قیصر تھقیہ کا بیٹا دوستی یا خیر سبکی لایا ہو تو سلطان کو بڑی خوشی ہوئی۔ لیکن وفد کے سردار نے جواب دیا ”ہماری ملکہ علیہ اور قیصر رومانوس (Romanus) (Diogenea) نے سلطان اور مسلمانوں کی فوج کو تشویش کی نظر سے دیکھا ہے اور سلطان کی وہ فوجت جن کا تعلق کسی حکومتوں اور کسی طاقتوں سے ہے، ہمارے ہوشیار کے لئے ناقابل برداشت ہیں۔ ہم اسی مسئلے میں بہت کرتے کرتے ہیں۔“

سلطان کا چہرہ اور اس کا کھنکھارہ بھاری تھا کہ وہ غیر معمولی نکل اور برداشت سے کام لے رہا ہے۔ اس نے آہستہ سے پوچھا ”تمہارا پوٹلا آخر کیا چاہتا ہے؟“

وفد کے سردار نے جواب دیا ”تھقیہ کی ملکہ اور قیصر روم دونوں یہ چاہتے ہیں کہ سلطان اور مسلمان کسی مشترکہ طاقتوں کو ان کے حقیقی وارثوں کے حوالے کر دیں اور ان سے خراج لینے سے باز آجائیں۔“

سلطان نے پوچھا ”اور۔۔۔ اور کیا؟“

وفد کے سردار نے کہا ”اور یہ کہ سلطان اور مسلمان رومیوں پادریوں اور عموں کو پائل نہ سٹائیں۔ خانہ گاہوں اور گرجاؤں کے معاملات میں دخل نہ دیں۔“

سلطان نے جواب دیا ”ہم کسی کے نہ ہی معاملات میں دخل نہیں دیتے خیر اور۔۔۔ اور کیا؟“

وفد نے کہا ”ہمارے جو زائرین ہمراہ بیت اللہ اور بیت المقدس جاتے ہیں ان کو مستایا جاتا ہے، ان سے رشوتیں لی جاتی ہیں، ان کو کوٹ لیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ سلسلہ فوراً بند ہونا چاہئے اور بیت المقدس کے قلم رشت میں جیسائیوں کو بھی شامل کرنا چاہئے۔“

سلطان انتہائی نکل۔۔۔ سے کام لے رہا تھا ”پوچھا“ اور کچھ؟“ وفد کے سردار نے جواب دیا ”اور یہ کہ عیسائی عکمرانوں سے اب تک جو کچھ لیا گیا ہے اسے واپس کیا جائے۔“

سلطان نے پھر وہی سوال کیا ”اور۔۔۔؟“

سردار نے جواب دیا ”اور یہ کہ سلطان نے واپس جانے اور اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے۔“

اب سلطان کے لیے میں اور کوا میں غصہ بھی شامل ہو چکا تھا۔ ”پوچھا“ اور کچھ؟“

سردار وفد نے جواب دیا ”اور یہ کہ شہر اسماعیل کو

ہلے حوالے کیا جائے ہم اسے اپنے ساتھ تختیہ لے جائیں گے۔“

سلطان نے کہا ”تمہاری یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ شہر اسماعیل کی گرفتاری اور قید کامل قیصر کو قبل از وقت کس طرح ہو گیا۔“

دند کے سردار نے جواب دیا ”اس کا اندازہ ہم نے کیا ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں جب ہمارے بادشاہ کے علم میں شہر اسماعیل کی گرفتاری اور قید خبر آئے گی تو وہ اس کا مطالبہ ضرور کرے گا۔“

سلطان نے ان سب کا ایک ہی جواب دیا ”میں نے تیری اور قیصر تختیہ کی ہر بات مسترد کر دی۔ وہ ہمیں اپنے حکم کا پابند تو نہیں کر سکتا۔“

دند کے سردار نے کہا ”سلطان محترم! آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کیسے جواب کیا رہ سکتا ہے۔“

سلطان نے جواب دیا ”اور تمہارے قیصر کو بھی یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگی کہ اس نے جو بد تمیزی کی ہے اس کا میں کیا جواب دوں گا۔“

دند کے سردار نے عرض کیا ”میں نہیں جانتا کہ ہمارے بادشاہ کو کیا معلوم ہے۔ ہم تو آپ سے جواب لے کر واپس جائیں گے۔“

سلطان نے کہا ”جاؤ اور اپنے بادشاہ سے کہہ دو کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔“

دند کے سردار نے کہا ”اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سلطان کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔“

سلطان کی آواز میں ہمت کر نکل آہنگی تھی۔ اس نے کہا۔ ”قیصر کو اس کے گستاخ لہجے کی سزا ضرور دی جائے گی۔ میں نے جواب تک نہیں کیا تھا وہ اب کر گزروں گا۔“

آرتی سردار دند کی بہن سے اپنے اندر ہمت اور حوصلہ محسوس کرنے لگا تھا عیسائی دنیا میں کوئی تو ایسا نمودار ہوا جو سلطان سے اور مسلمانوں سے اس لہجے میں بات کر سکتا ہے۔

شہزادہ ملک شہ نے سلطان کے اشارے پر دند کو حکم دیا۔ ”سلطان سے آج ملاقات کا وقت اب ختم ہو گیا ہے۔ تم لوگ جاسکتے ہو۔“

دند کے سردار نے سلطان سے شکست کی ”بیوی کی بہنوں میں بچوں کو دخل نہیں دینا چاہیے۔“

سلطان نے اپنی توجہ دوسری طرف مبذول کر دی۔ وہ

آرتی سردار سے کہہ رہا تھا ”تو اپنے بادشاہ کی طرف سے تمہارا اور چکا اب اپنے وطن واپس جلائے بادشاہ سے کہو گے کہ اپنے مطالبے کی پابندی کرنا ہے اسی میں اس کی ہمت ہے۔“

خواجه حسن اپنی جگہ سے اٹھا اور دند سے کہا ”شہزادہ ملک شہ دلی مدد ہے۔ شہزادہ کا حکم سلطان کا حکم ہے۔ اب تم لوگ جاسکتے ہو۔ دند کے سردار نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ سلطان کے ایک خدمت گار نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس کو گدی سے پکڑ کر باہر لے گیا اور دھکے کر کیتے لگا۔“ جب ملاقات اور بہنوں کا وقت ختم ہو گیا تو پھر تو اپنی زبان کو بے لگام کیوں کہے ہوئے ہے؟“

دند کے دوسرے اراکین ڈر گئے لیکن ان کے سردار نے کہا ”میں ہم سے جو سلوک بھی کیا جائے گا میدان جنگ میں ان کا حلیہ ضرور لیا جائے گا۔“

سلطان کے محافظ نے کہا ”افسوس ہمیں سلطان نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا کہ میں تیری گستاخیوں کا جواب دے سکوں“ اب تم سب جلد تہجد اپنے گھر واپس چلے جاؤ۔“

دند پہلے تو اپنے خیمے میں گیا اس کے بعد آرتی سردار سے ملاقات کی اور پوچھا ”کیا تم بھی ہمارے ساتھ چلو گے؟“

آرتی سردار نے جواب دیا ”اب میرا یہاں کیا کام؟ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اپنے شہر اسماعیل کا حق بدلنا چاہئے گا۔“

دند کا سردار رعونت سے بولا ”تو شہر کی فکر نہ کر ہم سب ان سب کا انتقام لیں گے۔“

آرتی سردار نے کہا ”تم لوگوں نے جس طرح سلطان سے بات کی ہے اس طرح کوئی اور نہیں کر سکتا کیا تم سمجھتے ہو کہ سلطان اور مسلمانوں کو شکست دی جاسکتی ہے؟“

دند کے سردار نے جواب دیا ”کیوں نہیں ہم مسلمانوں پر متحدہ یلغار کریں گے۔ مقدونیہ، بلغاریہ، بلغاریہ، فرج، ندرس اور روس کی افواج ہمارے ساتھ ہوں گی پھر ہم ہمیں گے کہ سلطان اور مسلمان تہذیب کا مقابلہ کس طرح کریں گے۔“

آرتی سردار کا حوصلہ بڑھ گیا ”کیا یہ ممکن ہے؟“ سردار دند نے جواب دیا ”ممکن ہے کیا سچی؟ ہم انہی طاقتوں کی طرف سے تو سلطان سے بات کر رہے تھے۔“

آرتی سردار نے کہا ”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں بھی اپنے بادشاہ سے کہوں کہ آئندہ وہ خراج ادا نہ کرے۔“

دند نے اسے غیرت دلائی۔ ”تمہارے بادشاہ کو مطالبے میں

مریٹا ہونے تو ہر عراج نہیں رہتا تھا۔

آرتھی سردار کو اب بھی پوری طرح یقین نہیں آرہا تھا کہ سفری سبکی تو تین حصہ بٹھا کر نکلیں گی۔ آرتھی سردار اس وفد کے ساتھ واپس نہیں گیا۔ اسے شہر اسماعیل سے بڑی تندہی اور لگاؤ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ شہر اسماعیل کو کسی طرح رہائی دلائی جائے مگر سلطان اس کو واپس جانے کا حکم دے چکا تھا۔ اب اس کا یہل رکارہ بھی بٹھا جواڑ تھا۔ اس نے سلطان پر اثر انداز ہونے والے عموں پر غور کیا تو اسے خواجہ حسن کا نام پر فرست نظر آیا۔ اس نے خواجہ حسن سے ملاقات کی اور کہا ”وزیر کرم“ سلطان سے اجازت مل جانے کے مجھے یہاں نہیں رکنا چاہئے تھا مگر میں شہر اسماعیل کے متحدے کا فیصلہ کئے بغیر نہیں جاؤں گا۔“

خواجہ حسن نے کہا ”تجے چاہتا چاہئے تھا اور شہر کا تحفہ سے بھلا کیا قتل؟ کیا واسطہ؟“

آرتھی سردار نے جواب دیا ”وہ سب صبر یہاں آیا تھا اور میرے ساتھ ہی لھرا ہوا تھا۔ صبر ادنیٰ بھائی ہے۔“
خواجہ حسن نے اسے سمجھایا ”تو سلطان کی مصلحت میں دخل نہ دے اور خاموشی سے واپس چلا جا۔“

آرتھی سردار نے خواجہ کی خوشامد کی ”آپ چاہیں تو کچھ کر سکتے ہیں۔“

خواجہ حسن نے صاف انکار کر دیا ”میں کچھ نہیں کر سکتا بلکہ میں تو اور تباہوں کہ اگر میں سلطان سے سفارش کروں اور وہ اسے مسترد کر دے تو میری کتنی بے عزتی اور شرم ہوگی۔“

آرتھی سردار بھی ہمت نہیں ہارا اور اپنے خیمے میں لھرا رہا۔ سردار اپنی جگہ پر بیٹھتا تھا۔ اسے یہ افسوس ہو چکا تھا کہ کیسے شہر اسماعیل سردوز کا ذکر نہ کر دے۔ اس نے ملامتی طور پر احمد کشمیری کا خیمہ چھوڑ دیا اور وہ اسے کی غلغلو میں چلا گیا۔ احمد کشمیری ہرمند بھی شہر اسماعیل کے لئے پریشان تھا۔ اس نے بھی خواجہ حسن سے شہر اسماعیل کی سفارش کی اور کہا ”اگر اس نے کوئی حرم کیا ہے تو وہ اپنے فہم کی آواز پر خودی واپس آگیا اور اس کا یہی بچہ تھا اسے سنی کا تھ اور قرار دیتا ہے۔“

خواجہ حسن نے اس کو بھی منع کیا ”تو اس سلسلے میں خاموش رہو۔ سلطان غلامی ہو جائے گا۔“

آشوری نے کہا ”سرمحل وہ تندہی کا مستحق تو ہے۔“

خواجہ حسن نے سو سو بدل دیا ”شہزادی قدرت سے ملنے

والی ہے کیا اس کا کپڑا اور لباس تیار ہو جائے گا؟“

آشوری ہرمند نے بے دلی سے جواب دیا ”کپڑا تیار ہے“
لباس بھی تیار ہو جائے گا؟

خواجہ حسن اس کے ساتھ کپڑا دیکھنے چلا گیا۔ یہ سفید سلیم مرغ اور نیلی دھاریوں والا کپڑا بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔ ریشمی اور سوئی دھاگوں کا تھپڑش کیا ہوا اور ہر دو انگل کے بعد سرخی دھاگوں سے دھواں لٹکوا رکھا گیا تھا۔ خواجہ حسن اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا اور آشوری ہرمند کو بڑی داد دی۔
”بلاشبہ تو بہت بڑا ہرمند ہے۔“

آشوری نے اس کی تعریف کا شکریہ ادا کیا اور بے دلی سے کہا ”میرا یہ دل نہیں لگ رہا ہے“ شاید میں یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں۔“

خواجہ حسن نے پریشانی سے پوچھا ”وہ کیوں؟ ابھی تو تجھے شہزادی کا لباس بھی تیار کرنا ہے۔“

آشوری نے جواب دیا ”میں نے جو دھو دیا ہے اسے تو پورا کروں مگر اس کے بعد چلا جاؤں گا۔“

خواجہ حسن نے اسے یاد دلایا ”اور وہ منصوبہ رجحول اور رجحول کی تیاری کا منصوبہ۔ اس کا کیا ہو گا؟“

آشوری نے کہا ”میں نے آپ کو بتا دیا کہ میرا دل نہیں رہا ہے۔“

خواجہ حسن نے اسے سلطان ملک سے ارایا ”سلطان کے منصوبے کو اور حورا چھوڑ دینا ہی نہیں ہے۔“

آشوری نے جواب دیا ”میں جان نہیں۔“

خواجہ حسن نے کہا ”مگر تو ایسی باتیں کیوں کر رہا ہے؟“
اُس نے جواب دیا ”میں سلطان کا ملک جھیلوں کی طرح اس کے لئے تیار ہوں۔“

خواجہ حسن نے اسے بتایا ”اس منصوبے پر سلطان کا خفا سر پہ لگ چکا ہے۔ وہ اس کا فیصلہ برداشت نہیں کرے گا۔“

آشوری کا لہجہ اب سسل اور مستقل لگنا لگ رہا تھا۔ سلطان اپنے سرمائے کا زیاں میری جان لے کر اگر چکا سکتا ہے تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔“

خواجہ حسن نے کہا ”میں جان نہیں تو ایسی باتیں کیوں کر رہا ہے مگر ہر بھی شہر اسماعیل کو تو نہیں بچا سکتا۔“

آشوری نے کہا ”اگر میں اسے نہیں بچا سکتا تو اس کے لئے اپنی جان قربان کر سکتا ہوں۔“

خواجہ حسن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ”تو یہ بات ہے؟ کیا میں

معلوم کر سکا ہوں کہ تو اس کے لئے ایجنڈا بنائی کیوں ہو رہا ہے؟
 "شوری چڑھا گیا" وہ انسان پہنے میں بھی انسان ہوں۔ کیا
 ایک انسان دوسرے انسان کے لئے جذباتی نہیں ہو سکتا؟ وہ
 ایک، چھا شہر ہے اور میں اسے پسند کرتا ہوں۔ وہ ہو سکتی ہے
 اور میں بھی ہو سکتی ہوں۔ کیا ایک مسکمی دوسرے مسکمی کے دکھ
 دہر میں اس کا شریک نہیں ہو سکتا؟

خواجہ حسن نے کہا "تیری آخری بات میں سب کچھ ہے"
 میں تیرے احساسات کا اندازہ کر سکا ہوں لیکن یہ باتیں سلطان
 سے نہیں کہہ سکتا۔

"شوری نے درخواست کی" پھر آپ میرا ایک کلمہ کر دیں۔"
 خواجہ حسن نے پوچھا کون سا کلمہ؟

آشوری نے جواب دیا۔ پھر میری طرف سے سلطان سے
 کہہ دیں کہ فی الحال سلطانی منصوبے پر کلمہ نہیں کر سکتا۔

خواجہ حسن نے کہا "آشوری جو ان میں سلطان کا وزیر ہوں۔
 اس کا استدلال واحد اتالیق بھی رہ چکا ہوں۔ سلطانی منصوبے پر
 عمل کرانا اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کا کام ہے۔ میں کوئی
 جج کا آدمی تو نہیں ہوں کہ بدھ کلیہ سے اصرار اور اصرار کلیہ سے اصرار
 پہنچا دوں۔" خواجہ حسن کے لئے اور آواز میں سختی اور تندرست
 انداز پیدا ہو چکا تھا۔ "شوری جواب کسی حد تک خوفزدہ ہو گئے۔
 خواجہ حسن بے چینی سے فٹنے لگا۔ "میریون" "سلطان کا حکم
 ذمے داریوں میں سے تو ہے۔" "کئی ہیں۔ تو میں سے میں بھی
 نہیں سکتا۔ تو ہر کلمہ پورا کرے گا جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ میں
 نے خطرات کا خیر نہ سمجھا۔ جبکہ اس میں جس کا نتیجہ
 تو تھا تو اپنی توانائی کے تحت اس قدر دیر میں تھا۔ "شوری
 کی فکر اور پٹائی میں اضافہ ہوتا رہا۔ وہ جھجھکیوں سے
 ہر بات کا خوف ہے کہ اس طرح سمجھ لیا کہ وہ کچھ کرنے سے انکار
 کرے گا اور میں میں ہوں گا۔ ہم جب حکومت کرتے ہیں تو
 اپنے نام کا کلمہ سنا رہے ہیں۔ اب میں تجھ سے اس طرح باتیں
 آؤں گا جس طرح دوسرے لوگوں سے باتیں آتھیں۔"

آشوری رو ہنسا ہوا گیا۔ اس کا گلہ بندہ کیا اور سلطان تک
 ہو گیا۔ اس کے منہ سے آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ خواجہ
 حسن نے کہا "اب تو جا سکتا ہے اور وہ سارے کلمے کرے گا۔
 تیری ہر دے کے گئے ہیں۔" "شوری خاموشی سے باہر چلے گا تو
 خواجہ حسن نے کہا "تو شہزادی کا لباس میں دن میں بدھ کرے گا۔
 شہزادی پر سونے تک مدت کی مدت چوری کر لے گی۔"
 آشوری نے بہت سے بار دہرایا۔ کیا میں مسب و مدد

شہزادی سے مل سکوں گا اور اس سے بات کر سکتا ہوں؟
 خواجہ حسن نے جواب دیا "میں نے اس کا کلمہ دیکھا تھا اس
 لیے، تجھے اس لئے اور بات کرنے کی اجازت دے دوں گا۔"
 آشوری نے کہا "شہزادی سے ملنے اور اس سے بات کرنے
 کے بعد تیرے دل میں اس کا لباس تیار کر کے دوں گا۔"

خواجہ حسن نے کہا "اب تو جا سکتا ہے مگر جلد سے پہلے
 میری سمجھ میں لے کہ اب تو سلطان سے اجازت تک نہیں
 مل سکے گا۔ سب تک میں تجھے اس کی اجازت نہیں دوں گا۔"
 آشوری نے پوچھا "سر رہا ہے کہ ہے بھی نہیں؟"

خواجہ حسن نے کہا "ہاں" سر رہا ہے کہ ہے بھی نہیں۔"
 آشوری جو ان بھاری قدموں اور گراں بادل کے ساتھ
 اپنے خیال میں گیا اور چلنے پر گر کر اوجھے کھنکھاتے ہوئے
 کر رہا تھا۔ وہ خواجہ حسن کو ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے کئی
 کلمے ادا کی اور بالآخر اس میں گزار دیے۔ اب اسے شہر اسٹیشن
 سے زیادہ اپنی فکر تھی۔ وہ خود کو سلطان کے طائفہ میں بہت
 محظون سمجھ رہا تھا۔ اس کو اپنی ضرورت پر پڑا تھا لیکن یہ
 سارا آخر ذرا سی دیر میں ہوا ہو گیا۔ شام سے ذرا پہلے وہ منگھت
 کی طرف نکل گیا۔ آخری کے باہر دیرانے میں ایک چھوٹی سی
 خانقاہ نظر آئی تو یہ اس میں چلا گیا۔ وہاں کے راہب اور پادری
 نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور پوچھا "تو یہاں کیوں آیا ہے۔ کیا
 سلطان تجھ سے بدراض ہو گیا؟"

اس نے جواب دیا "مجھے سے ایک سلطان کی بھری قسمت"
 میرا وقت میرا زمانہ ہر کوئی بدراض ہو گیا ہے۔ پھر اسے جیسے
 کچھ ہوش دیا پوچھا لیکن تم مجھے بتاؤ تم مجھ سے کس طرح
 واقف ہو؟ میں کون ہوں تم کیا ہو؟"

پادری نے کہا "تو آشوری خیر منہ ہے اور آج کل مسلمانوں
 کے لئے کام کر رہا ہے۔"

آشوری نے کہا "تب تو تم لوگ غیب دان ہو۔ میرے
 بارے میں سب کچھ جانتے ہو تم لوگ۔"

پادری نے مشورہ دیا "تو مسلمانوں کو اپنے ہنر سے زیادہ
 فائدے نہ پہنچا۔ کوشش کر کے جلد از جلد شہزادی سے ملنا کو
 حاصل کر لے اور اسے اس خانقاہ تک پہنچا دے۔ نتیجہ کلمہ ملنا
 ہے۔"

"شوری نے اپنی بیٹھنی بکھری" "خدا اور تمہاری مسکمی میں پاگل
 ہو جاؤں گا۔ میرے بارے میں یہ باتیں تم کو کس نے بتائیں؟"
 پادری نے کہا "بس اب جاؤ اور شہزادی سے ملنا کو مسلمانوں

کے ہنسنے سے نکل لڑے۔

آشوری جوان انہیں خدارسیدہ سمجھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔
”مقدس راہب کو مجھ پر رحم کرنا چاہئے۔ آپ دعا کریں کہ میں
اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں۔“ راہب اور پادری نے مل
کر اسے دعائیں دیں۔ ہر روز اسی خانقہ میں موجود یہ سب کچھ
دیکھ اور سن رہا تھا۔ اس نے راہب اور پادری کو آشوری کے
بارے میں سب کچھ بتایا تھا اور یہ ہدایت کر دی تھی کہ آشوری
کو ہر روز کے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے۔

آشوری حضرت مسیحؑ اور مریمؑ عذرا کی تصویروں کے
سلنے سر جھکا کر گمراہ ہو گیا اور انہیں بتا رہا تھا۔ سلطان اور
خواجہ حسن مجھ پر بے حد مہربان تھے پھر معلوم نہیں کیوں
خواجہ حسن مجھ سے ناراض ہو گیا۔ شاید اس لئے کہ میں آپ
کے ایک پرستار شاہزادہ اسماعیل کو موت کے منہ سے نکلنے کے
لئے سفارش کر رہا تھا۔ آپ اس کی مدد کریں ورنہ وہ بے موت
ہمراہ جائے گا۔

پادری نے اسے مشورہ دیا ”تو شاہزادہ اسماعیل کی فکر نہ کر۔ بس
تو شہزادی ہیلیٹا کو کسی طرح نکل لاسیڑا کی عمل خداوند مسیح
اور اس کی ہیل کی نظر میں مستحسن ہو گا۔ اور تیری نجات کا سبب
بن جائے گا۔“

آشوری کو پادری پر غصہ آگیا ”کیا بات ہے؟ تم سب شاہزادہ
اسماعیل کے خلاف ہو علائکہ وہ ہمارا دشمنی بھائی ہے۔“
پادری نے جواب دیا ”وہ شاہزادہ دشمنی بھائی ہے۔ جبکہ
شہزادی ہیلیٹا دشمنی بھائی ہے اور اسے بے دین مسلمانوں کے
ماحول سے نکل لانا میں ثواب کا کام ہے۔“

آشوری کو ہیل بھی سکون نہیں ملا۔ وہ افسردہ اور اداس
خانقہ سے نکلا اور درختوں کے سلنے میں چلا رہا۔ درختوں پر
آزاد اور بے فکر پرندے چہما رہے تھے۔ آشوری کو ان پر
رہش آ رہا تھا۔ ان کا کوئی مذہب نہ تھا۔ ان کا کوئی ملک، کوئی
وطن نہیں تھا۔ ان کی کوئی حکومت نہ تھی۔ ان کا کوئی بادشاہ
اور کوئی سلطان نہ تھا۔ انہیں کی رہتھیں نہ تھیں، محض نہیں تھا۔
مگر وہ غریب، بے رحمی و سفاکی، جنگ و ہمدلی، قتل و قتل، ایک
دوسرے سے ہنگامہ ساز سلوک اور خود غرضی و جملہ انسانی
محبوب سے پاک یہ پرندے اس کے رہش کا سبب بن گئے تھے۔ وہ
ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیا اور اپنے اور شاہزادہ اسماعیل
کے مستقبل کے بارے میں سوچنے لگا۔ شاہزادہ اسماعیل اس کے
اصحاب پر سوار تھا۔ وہ آشوری کی انا اسلئے بن گیا تھا۔ وہ اس

وقت بھی وہی کچھ سوچ رہا تھا جس سے خواجہ حسن نے اسے
منع کر دیا تھا۔ وہ اپنی سوچ پر قدرت نہیں رکھتا تھا۔ سوچے
سوچے اچانک اس کی نظر ایک دوسرے درخت کے تنے پر پڑ
گئی، وہاں پر دو مسلمان تنے سے لپک لپکے ہاتھوں میں مشغول
تھے۔ وہ انہیں قریب دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔ وہ کیا سوچ رہا تھا
بھی بھول گیا۔ ہاں اس نے یہ ضرور سوچا کہ کیا یہ خواجہ حسن
کے پیروں میں جو مائے کی طرح اس کے ساتھ چل رہے ہیں، اس
لئے کہ آشوری کو فرار نہ ہونے دیا جائے۔ اس نے سوچا کہ
اگر یہ درست ہے تو یہ دونوں ہیل سے پہلے کہاں تھے اور اسے
کیسے نظر کیوں نہیں آئے؟ پھر یہ بھی سوچا کہ کیا ان دونوں
نے آشوری کو خانقہ میں جلتے اور راہب پادری سے باتیں
کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا؟ وہ کلب گیا۔ اس نے تو یہ سوچا بھی نہ
تھا کہ خواجہ حسن اس کی نگرانی کر رہا ہو گا۔

دونوں سپاہیوں نے بھی آشوری کو دیکھا اور تیزی سے اس
کی طرف بڑھے اور پوچھے ”تو یہاں کیا کر رہا ہے؟“
آشوری نے جواب دیا ”جو تم دونوں ہیل کر رہے ہو وہی
میں بھی کر رہا ہوں۔“

ایک سپاہی نے کہا ”ہم دونوں تو تیری نگرانی کر رہے ہیں۔
تو بھی ہماری نگرانی کر رہا ہے؟“ آشوری نے جواب ہو گیا۔
دوسرے سپاہی نے کہا ”اب تو واپس چل، ہم دونوں تیرا
ہتھیار کرتے کرتے تھک گئے۔“ آشوری ان دونوں سپاہیوں کے
ساتھ اس طرح واپس ہوا جیسے وہ قیدی ہو اور اسے گرا لکر
کے لئے جلا رہا ہو۔

☆

شہزادی ہیلیٹا کے عدت کے دن پرندے ہرچکے تھے۔ خواجہ
حسن کو اس سے شادی کر لینا تھی۔ آشوری نے اس کا ہونٹا
ابھی تیار نہیں کیا تھا۔ خواجہ حسین نے اس کو شہزادی سے
ملوایا اور آشوری کی بیوی نہیں کیس اور یہ بھی بتایا کہ آج
کل یہ لڑکا ان شاہزادہ اسماعیل کی جان بچانے کے لئے پریشان ہے۔
شہزادی شاہزادہ اسماعیل کے ذکر سے چمکی اور کہا ”میں اس
شاہزادہ سے نفرت کرتی ہوں اس نے مجھے ذلیل و خوار اور پرہیز
کر دیا۔“

خواجہ حسن مسکرایا ”شاہزادہ اسماعیل سے کسی کو بھی ہمدردی
نہیں۔ یہ آشوری جوان ان کے لئے جس سے بھی ہمت کرنا ہے وہ
میں ہی نفرت اور بے ڈاری کا اعلان کرتا ہے۔“

آشوری نے دونوں کی باتوں میں بیوی دلچسپی ظاہر کی اور کہہ
”میں تو شہزادی سے ہیل کے لباس کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔“

خواجہ حسن نے اجازت دے دی اور کہا "تو خوب باتیں کر لیکن میں ایک بدھیر تجھے متبہ کر رہوں کہ شہر اسماعیل کے بارے میں سوچنا چھوڑ دے۔ اس کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دے۔ تیری خاتہ کے راہب اور پادری بھی تجھے یہی مشورہ دیں گے۔"

آشوری نے جواب دیا "میں تو اب اس کا ذکر بھی نہیں کر رہا مگر آپ یہ کہہ جا رہے ہیں۔"

خواجہ حسن نے کہا "تجھ کو نہیں معلوم کہ اللہ نے تجھے کیا موقع دیا ہے۔ تو سلطان کو خوش رکھ تو تیری دنیا سنور جائے گی۔" آشوری نے خواجہ حسن نے خوشی کی "خدا کے لئے اب آپ اس کا ذکر نہ کریں۔ اس ذکر نے مجھے کیسے کانہ رکھا۔ میں خود اپنی نظروں سے کر گیا ہوں۔ میری نگرانی کی جا رہی ہے۔ مجھے اچھل اچھل کچھ لیا گیا ہے۔"

خواجہ حسن نے کہا "یہ میری ذمہ داری اور میرا فرض ہے۔" خواجہ حسن باتیں کرتے کرتے باہر چلا گیا۔ اسے کوئی خاص کام یاد آگیا تھا مگر وہ جلتے جلتے کہ گیا "آشوری جو ان تو بیلیتا سے اس کے لباس کے بارے میں جو کچھ پوچھتا تھا ہے پوچھ لے اور اپنا کام شروع کر دے۔"

آشوری نے شہزادی بیلیتا کو پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ ادھیڑ عمر ہونے کے باوجود حسین تھی۔ اس کی سیاہ لمبی زلفیں شانوں پر نکھری ہوئی تھیں۔ نہ زیادہ بڑی نہ زیادہ چھوٹی بلکہ درمیانی درجے کی "آنکھیں بڑی حسین اور سوئی سوئی سی لگ رہی تھیں۔ غور نگاہی آنکھیں جسے دیکھیں اپنا ہاتھ لیں۔ قدرے لمبا چہرہ، رنگہ گندی۔ شہزادی اداس اداس نظر آ رہی تھی۔ آشوری نے پوچھا "میں آپ سے یہ جتنا پہچانتا تھا کہ آپ مریوں جیسا لباس پہنہ کریں گی یا اینوں جیسا۔ میں ایسا لباس بھی تیار کر سکتا ہوں جیسا ہندو کی شہزادیاں پہنتی ہیں اور وہ لباس بھی جو شام کی معزز خواتین پہنہ کرتی ہیں۔"

شہزادی بیلیتا آشوری کی باتوں سے متاثر نظر آ رہی تھی پوچھا "تو اور کس کس کے لباس تیار کر سکتا ہے؟" آشوری نے جواب دیا "میں تختیہ کی شہی خواتین کے لباس بھی تیار کر سکتا ہوں۔"

شہزادی نے کہا "میرا تو یہ بتا مجھے کون سا لباس سلوانا چاہئے؟" آشوری نے جواب دیا "آپ ہندو کی شہی خواتین کا لباس سلوائیں اور ساتھ ہی اپنے ملک جارجیا کے شہی خواتین کا لباس بھی۔ اور تختیہ کی شہزادیوں کا لباس بھی خوب رہے گا۔ شہزادی نے کہا "نیک ہے" میں نے یہ تیری مرضی پہنھوڑا۔"

آشوری نے اسکی خوش قسمتی کا ذکر کیا "بے شک، آپ بڑی خوش قسمت ہیں۔ آپ جارجیا کے شہی خاندان میں پیدا ہوئیں، مسلمانوں کے عظیم قلع سلطان الپ اور سلطان کی بیوی بنیں اور اب اس کے عظیم ہتھیار وزیر اور سلطان کے استو والہ ملک کی بیوی بن جائیں گی۔"

شہزادی نے سرد آہ بھری اور اس کا شکریہ ادا کیا۔ آشوری نے سرد آہ سے اندازہ لگایا کہ شہزادی خوش نہیں ہے۔ اس نے شہزادی سے اجازت پہلی "اب میں اجازت چاہوں گا۔ آپ مجھے اتنی اجازت اور دیں کہ میں دوبارہ بھی آپ سے مل سکوں۔"

شہزادی نے اجازت دے دی اور کہا "لیکن بہت تو اپنے پیچھے سے حلقہ بن کر رہے گا۔"

آشوری نے اقرار کیا "بے شک میں کوئی اور بہت کیوں کروں گا؟ اور جب وہ اچانک باہر نکلا تو خواجہ حسن کو وہیں موجود دیکھ کر ڈر سا گیا۔ شاید خواجہ حسن یہاں سے کیس بھی نہیں گیا تھا۔"

خواجہ حسن نے مسکراتے ہوئے پوچھا "جو کچھ تجھے پوچھنا تھا، پوچھ لیا یا ابھی کچھ بقی ہے؟"

اس نے جواب دیا "مجھے دو ایک بار شہزادی سے مزید ملنا ہو گا کیونکہ میں ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس سے آپ اور شہزادی بلخ بلخ ہو جائیں۔"

خواجہ حسن نے کہا "میری طرف سے اجازت ہے لیکن خبردار جو اپنے کام کے علاوہ کوئی اور بہت کی اور خاص کو شہر اسماعیل کا ذکر تو ہرگز نہ کرنا کیونکہ اس سے ہم سب لوگ یکساں نفرت کرتے ہیں۔"

آشوری نے جواب دیا "آپ ہی اس کا ذکر بار بار کرتے ہیں۔ میں نے تو اسے اپنے دل و دماغ سے نکل دیا ہے۔" آشوری نے شہزادی بیلیتا کے لئے کئی ملکوں کی شہزادیوں اور معزز خواتین کے لباس تیار کر لئے۔ خواجہ حسن اس کے کام سے ایک بار پھر بے حد خوش ہوا۔

سلطان نے بھی اس کی جلد تراشی کی خبر مندی کا کمال دیکھا اور بڑی تعریف کی اور اسے حکم دیا "اب تجھے اپنی پہنک توڑ دو حور اور سہ حور۔ تمہارے کی تیاری پر مہذول کرونا چاہئے کیونکہ اب ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

آشوری نے سر تسلیم خم کر دیا "اب میں اپنے کام کی رفتار اور تیز کروں گا۔" سلطان اسے ہدایت دے کر چلا گیا۔ آشوری شہر اسماعیل کے لئے اب بھی بے چین تھا۔ وہ اس کا ذکر کسی

سے نہیں کر رہا تھا مگر وہ مناسب موقع اور کسی سازگار وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ جو یہ عظیم الشان کام کر رہا تھا اس سے اس کی عزت میں اور وقار میں اضافہ ہو گیا۔ اس نے بیک وقت ہمارے ہمدردوں کی تیاری کا کام شروع کر دیا۔ قلعہ ہرج کی پہلی دوسری اور تیسری منزل میں سو سو آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش رکھی گئی تھی جن میں بیٹھ کر دو دشمنوں سے محفوظ رہ سکتے تھے اور وہاں سے وہ اپنے دشمنوں پر تیر اندازی کر سکتے تھے۔ ان تہجوں کے خاکے اور ان کی ساری جزئیات اور تفصیلات آشوری کے اپنے ذہن کی اختراع تھیں۔ بڑھتی ہوئی اور ان کے معاون و مددگار بھی آشوری کی نگرانی میں مشغول اور مصروف تھے۔ فوجی سردار اور سلطان کے وزیر اور مشیر بھی آشوری کے مددگار تھے جبکہ آشوری کے ہم پیشہ حسد میں مبتلا تھے۔

سلطان کو قلعہ کی ملک اور قلعہ کی دھمکیوں کا خیال ستاتا رہتا تھا۔ وہ کسی بڑی جنگ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ اتالیقی دشمن کتنے ٹکڑوں اور قوموں کی فوج سے اس پر حملہ آور ہو گا اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس جنگ کا انجام کیا ہو گا۔ کے خوش کرے گا اور کسے ٹھیکیں اور اگر وہ اسے یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس جنگ کا مسیحی دنیا اور عالم اسلام پر کیا اثر پڑے گا۔

شاہ اسماعیل کابلہ التوا میں ڈال دیا گیا تھا سلطان اس پر بے ہم ضرور تھا مگر شاہ کی یہ دلیل اور یہ مشورہ دل و دماغ پر اثر انداز ہو گیا تھا کہ شاہ کو خود اس کے ضمیر نے اس حد تک پریشان کیا کہ وہ سلطان کی استرس سے کل جانے کے باوجود واپس آ گیا۔ سلطان نے اس کا ذکر کسی سے نہیں کیا تھا لیکن وہ اس دلیل اور معذرت سے محذور رہا تھا۔

☆

خواجہ حسن سلطان کے پاس اہم معاملات اور مسائل پر ملت کر رہا تھا۔ سلطان اپنی فوج میں اضافہ کر رہا تھا اور خلافت ہند اور قلعہ اور اس کی ملک کی دھمکیوں سے خبردار کر رہا تھا۔ خواجہ حسن سلطان کو مشورہ دے رہا تھا کہ سلطان اپنے دوستوں اور بلج گزاروں سے فوجی مدد طلب کرے۔ ادھر امر کشمیری خیمے کے باہر پارہیلی ہسٹر تھا۔ وہ سلطان کو آخری ہدایتیں فروخت کر کے واپس بلاتا تھا سلطان نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بڑی کا انتظار کرے۔

ہر روز نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور بہت کر کے آشوری کے پاس پہنچ گیا۔ آشوری اسے اپنے خیمے میں دیکھ کر پریشان

ہو گیا اور کہا ”خداوند مسیح کی زلزلہ تو اپنے خیمے میں رہیں جانیں وہیں آکر تجھ سے ملت کر لوں گا۔“ ہر روز نے بے رخی سے جواب دیا ”میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔“

”آشوری نے کہا“ وہ تو ٹھیک ہے مگر کیا اور، ہوں کہ شاہ اسماعیل کی طرح تو بھی گرفتار نہ کر لیا جائے۔ ہر روز نے محسوس کیا کہ اب آشوری کی زبان اور لہجہ میں اس کے لئے اور احترام نہیں پایا جاتا۔ وہ آشوری کی اس عزت اور وقار سے واقف تھا۔ اسے سلطان اور خواجہ حسن سے حاصل ہو گیا تھا۔ اس بات نے ہر روز کے دل میں آشوری کے خلاف حسد پیدا کر دیا تھا۔ آشوری نے معذرت کی ”در اصل آج کل میں جن لوگوں میں گمراہی ہو رہی ہے وہ سب میرے ماتحت ہیں اور میں ان سے اسی لہجے میں ملت کرتا ہوں جس اسی علت نے مجھ میں یہ غرابی پیدا کر دی ہے جس کی آپ فطرت کر رہے ہیں۔“

ہر روز نے پوچھا ”یہاں آنے کے بعد کچھ زیادہ مشغول ہو گیا ہے اس لئے اب تو شاید وہ کام نہ کر سکے جس کے لئے ہم یہاں آئے ہیں۔“

ہر روز نے جواب دیا ”بے شک میں بہت زیادہ مشغول ہو گیا ہوں لیکن اپنے اصل مقصد سے غافل نہیں ہوں۔“

ہر روز نے نکالتا کہا ”تو شہزادی کے لئے لباس تیار کر رہا ہے شہزادی کی شادی خواجہ حسن سے ہو جانے کی اور اس کے بعد تو شہزادی کو یہاں سے نکل لے جانا مشکل ہی نہیں تقریباً ممکن ہو جائے گا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تو یہ کام کس طرح اور کب انجام دے گا۔“

آشوری نے جواب دیا ”جب تک اس معاملے میں شہزادی کا اندیشہ نہ معلوم ہو تاہم اس منصوبے پر عمل نہیں کر سکتے۔“

ہر روز نے کہا میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تو اس دوران شہزادی سے کئی بار مل چکا ہے مگر اسوس کہ تو اب تک شہزادی سے اس کا اندیشہ تک معلوم نہیں کر سکا۔“

آشوری کو احساس ہوا کہ کوئی آ رہا ہے تو دیکھ کر اٹھ اٹھا اور بولا ”جنت اس وقت چلے جائیں اگر کوئی اندر آئی تو میں آپ کو کہیں چھپا بھی نہیں سکوں گا۔“

ہر روز نے غڑ بھڑکی میں کہا ”میں نے پیشہ خیرات کا انتخاب کیا ہے اس لئے میں موت سے نہیں ڈرتا۔“

”آشوری نے بھی سخت احتجاج کیا۔“ میں یہاں اور اس وقت آپ سے کوئی بات نہیں کروں گا آپ فوراً واپس چلے جائیں۔“

سرو ز تخت پر گیا ”دیکھ آشوری جوان تو جہلی گئے مٹانے کا
مجرم اور سرور مخلص ہے۔ تیری باتیں سلطان کو بتائی جا سکتی
ہیں اس کے بعد سلطان تجھ سے کیا سلوک کرے گا یہ کوئی
ضمین جانتا۔“

آشوری اور زیادہ سخت ہو گیا ”آپ سلطان کو جو چاہیں بتادیں
میں اس سے نہیں ڈرتا کیونکہ میں خود سلطان کو بہت ساری
باتیں چکا ہوں اس لئے آپ کی دھمکی مجھے ہرگز خوفزدہ نہیں
کر سکتی۔ آپ دوسری باتیں کریں۔“

سرو ز ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہوئے کہا ”تو اس کلیہ مطلب ہوا کہ
تو اب ہمیں کاہورہا میں فضول تیرا انتظار کر رہا ہوں۔“

آشوری نے جواب دیا ”یہ بات نہیں ہے میں دو چار روز
میں شہزادی سے بات کر لوں گا اس کے بعد ہی کوئی منصوبہ بنے
مگر اس بات میں ابھی تک قلعہ ہوں۔“

سرو ز نے کہا ”میں اپنے خیمے میں داخل جا رہا ہوں۔ میں
وہاں تیرا انتظار کروں گا مگر یہ یاد رہے کہ میں ٹافھی سے نفرت
کر تا ہوں میں اپنی جان کی پروا کئے بغیر وہ کلم کر گزروں گا جس
کی امید بھی نہیں کی جا سکتی۔“

آشوری نے پوچھا ”اور اگر شہزادی نے ہمارے منصوبے
سے اتفاق نہ کیا تو؟“

سرو ز نے جواب دیا ”میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں
شہزادی کو بلر جیاداپس لے جاؤں مگر نہ ہمیں جان دے دوں
کنہر اس منصوبے کا کوئی مخلص بھی نہیں بچ سکے گا۔“ یہ کہہ کر
سرو ز داخل چلا گیا۔ آشوری کی سرو ز پر غصہ بھی آ رہا تھا اور
افسوس بھی ہو رہا تھا کہ وہ کیسی احمقانہ باتیں کر رہا تھا۔

شہزادی خود بھی آشوری کی شہر تھی۔ وہ آشوری کی
آنکھوں میں سوالات دیکھ چکی تھی۔ کون سے سوالات۔ بس
یہی وہ جانتا جانتی تھی اس نے ایک کنیز کو بھیج کر آشوری کو بلوایا
اور کنیز کو کلم پر لگا کر خود آشوری سے باتیں کرنے لگی۔

آشوری نے خواجہ حسن کے بارے میں پوچھا تو اسے
جواب ملا کہ وہ قیصر کی دھمکیوں کے پیش نظر جنگی اور دفاعی
تیاریوں میں مشغول ہے اس کے بعد شہزادی نے آشوری
سے پوچھا ”تو یہ جو دو حوڑ اور سہ حوڑ راج تیار کر رہا ہے کچھ
بات ہے کہ انہیں کس کے خلاف کلم میں لایا جائے گا؟“

آشوری نے جواب دیا ”جانتا ہوں قیصر کی تیار کی ہوئی یہ
جہیز عیسائیوں کے خلاف استعمال کی جائیں گی۔“

شہزادی نے پوچھا ”تو نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ تیری
دہشت اور قیصری مصلحت تیرے ہی بھائیوں کے خلاف ان کی خ

کنی میں استعمال ہوگی؟“

آشوری نے جواب دیا ”میں اس طرح نہیں سوچتا کیونکہ
مسلمانوں کی نگوار میں تیرے اور دوسرا اسلحہ عیسائی
مسلمانوں سے خرید کر ان ہی کے خلاف استعمال کرتے ہیں
اور مسلمان کارمگر یہ نہیں سوچتے کہ ان کے مٹائے ہوئے ہتھیار
خود انہی کے خلاف استعمال کئے جائیں گے شہزادی خاموش
ہو گئی۔“

آشوری نے ڈرتے ڈرتے پوچھا ”شہزادی صاحبہ! کیا میں
آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں؟“

شہزادی نے جواب دیا ”ہاں پوچھ۔“

آشوری جوان نے پوچھا ”آپ کے ساتھ یہ جو کچھ ہو رہا ہے
کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟“

شہزادی نے جواب دیا کہ ”تو تو میری خوش قسمتی پر مجھے
مبارکباد دے چکا ہے مگر یہ سوال کیوں کر رہا ہے؟“

آشوری نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا ”اس وقت میں آپ
سے آپ کے بچہ ترازا کی بات کرنا چاہتا ہوں اگر آپ اجازت
دی تو؟“

شہزادی حیرت زدہ ہو گئی ”میرے بچہ ترازا کو تو کس طرح
جانتا ہے؟“

آشوری نے جواب دیا ”آپ کے بچہ کو میں نہیں سرو ز
جانتا ہے۔ جب آپ کے بچہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ سلطان
نے آپ کو طلاق دے دی ہے اور اپنے وزیر خواجہ حسن کو حکم
دیا ہے کہ وہ آپ سے شادی کر لے تو بلاشبہ کاست ہو گا اور
اس نے سرو ز کو حکم دیا کہ جس طرح سے بھی ممکن ہو شہزادی
کو ہل سے نکل لائے۔“

شہزادی نے پوچھا ”سرو ز کہاں ہے؟“

آشوری نے جواب دیا ”احمد کاشغری کے ساتھ نصرابو
ہے۔“

شہزادی نے طنز یہ پوچھا ”اور وہ یہ کہتا ہے کہ وہ اکیلا مجھے
ہل سے نکل لے جائے گا؟“

آشوری نے جواب دیا ”وہ اکیلا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ
میں ہوں اور اس کے ساتھ شہر اسماعیل بھی تھا جو کھڑا گیا۔“

شہزادی نے کہا ”تو تو سرو ز کا آدمی ہے؟“

آشوری گہرا کیا اور کہا ”نہیں اس وقت تو میں آپ کا آدمی
ہوں سلطان کا آدمی ہوں اور خواجہ حسن وزیر کا آدمی ہوں۔“

شہزادی نے پوچھا ”تو اکیلا خیال ہے؟ کیا میں تیری بات
لوں گی۔ کیا میں سرو ز کے ساتھ اپنے چاچا کے پاس چلی جوں گی؟“

آشوری نے سسے ہوئے لہجے میں کہا "میں کیا مرضی کر سکتا ہوں۔"

شزاوی نے کہا کہ "شہر اسماعیل نے مجھے ذلیل و رسوا کر دیا اور اس پر وہ مجھے یہاں سے ٹھلے جانے آیا تھا بہت خوب؟"

آشوری نے کہا "مہلا آپ کی مرضی اور منہ ہی کے خلاف کوئی قدم کیسے اٹھایا جائے گا۔"

شزاوی جذباتی ہو رہی تھی "تم لوگ مجھے جارجیا پہنچا دو گے اور سلطان جارجیا پر حملہ کر کے مجھے دوبارہ لے آئے گا اور میں تمہاری جتن کی۔"

آشوری نے کہا "یہ ہلری آپ کے چچا بڑا اور آپ کے خاندان کی خواہش تھی۔ ہر روز اور راہب رابرٹ کی منشا تھی۔"

شزاوی نے جواب دیا "میں یہاں خوش ہوں گو کہ یہاں کا ہر کام میری مرضی کے مطابق نہیں ہو رہا مگر میں یہ بھی سوچتی ہوں کہ دنیا میں ایسا کون ہے جس کا ہر کام اس کی مرضی اور منشا کے مطابق ہو رہا ہو۔"

آشوری کا کام ختم ہو چکا تھا اس نے پوچھا "تو میں ہر روز سے کہہ دوں کہ اب آپ واپس نہیں جانا چاہتیں۔"

شزاوی نے جواب دیا "ہاں ہر روز سے کہہ دوں گا کہ وہ چپ چاپ یہاں سے فرار ہو جائے۔"

آشوری نے ان چند باتوں کے لئے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ وہ جس مقصد سے یہاں آیا تھا وہ پورا ہو چکا تھا لیکن اس نے یہاں جو کچھ اٹھا چھپایا تھا اس سے صرف نظر کرنا بھی اس کے بس میں نہ تھا اور اب ہر روز سے ملتا اور شزاوی کا جواب اس تک پہنچتا بہت ہی دشوار ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں کیوں اس کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ اس کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ تھکامہ کاشتری اپنا کام مکمل کر کے رخصت ہو رہا تھا۔ اب اس کو ہر روز کے ساتھ پہنچا اور شکستہ پہنچتا تھا لیکن وہ ہر روز کو تلاش کر پھر رہا تھا اور وہ اچانک کہیں غائب ہو چکا تھا۔

آشوری کو کٹڑیاں درد کاہ فیض اس کے کمرے سے جنگل میں درخت کٹ کٹ کر کٹڑیاں جمع کر رہے تھے۔ کن درختوں کی کٹڑی کٹ کر آدھی آشوری نمبروں کی مدد سے اس کی نشان دہی کر رہا تھا۔ آشوری جنگل سے فرصت پاتا تو کسی ترقی کر رہے ہیں یا غارتہ میں چلا جاتا یہاں وہ خداوند کی اور ان کے ہی مریہ کاشتری ادا کرنا جن کی ہر کتوں سے اس نے یہاں یہ ستر

حاصل کیا تھا۔ اس غارتہ میں جہاں پہلے بھی آچکا تھا وہاں پہنچا اور راہب کو اس نے بتایا کہ شزاوی ہیلتا جا رہا تھا وہاں پہنچنے کے لئے تیار نہیں۔

راہب کو اس جواب سے السوس ہوا اس نے کہا "وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟ اس پر آسانی جواب نازل ہو۔"

آشوری نے اسے بتایا شزاوی کتنی ہے کہ سکتی میری حالت نہیں کر سکتے پھر مجھے یہاں سے ٹھلے جانے کا حکم دیا؟ راہب نے اسے سمجھایا لیکن تو خود کہہ کیا شزاوی کو اس حل پر ہموار نہ پا رہے۔ میرا خیال ہے نہیں۔"

آشوری نے جواب دیا "میرا کام ختم ہو چکا ہے میں یہاں کیا کر سکتا ہوں۔"

راہب اسے اندر سے خلعے میں لے گیا یہاں میں روشن تھیں پھر بھی اندر سے دور نہیں ہوا تھا یہاں کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔ راہب نے یہاں بھی اسے سمجھایا اور کہا "تمرا کام ابھی ختم نہیں ہوا۔ تو متناہر۔ شزاوی کو ہر حل میں یہاں سے لے جانا ہے۔"

آشوری نے مجبوری ظاہر کی "اس کو اس کی مرضی کے خلاف کس طرح لے جایا جاسکتا ہے؟"

راہب نے خلعے کے دوسرے آدمیوں سے مطالبہ ہوا "تم لوگ آشوری کو بتاؤ کہ اب اسے کیا کرنا ہوگا۔"

ایک شخص آشوری کے قریب آیا اور کہا میں اس کی باتوں کا کہہ اسے اب کیا کرنا ہوگا؟ اس کی آواز سے آشوری نے اس شخص کو پہچان لیا۔ وہ ہر روز کی آواز تھی۔ آشوری نے اسے غور سے دیکھا تھا لیکن روشنی کی کی وجہ سے وہ اسے دھندلا دھندلا سا نظر آتا۔ "آپ کو کپڑوں کا تھکا اور کاشتری تلاش کرتا پھر رہا ہے اور آپ یہاں ہیں۔" آشوری نے کہا۔

ہر روز نے جواب دیا "تھکا اور کاشتری کی گزرتی کر۔ اس کو ادھر ادھر خوار ہونے دے۔ اس وقت تو تو صرف اپنی اور شزاوی کی باتیں کر۔"

آشوری نے دو لوگ جواب دے دیا شزاوی نے واپس جانے سے انکار کر دیا ہے۔"

ہر روز نے کہا شزاوی انکار کر رہی ہے تو کرے دے۔ تو اپنا کام جاری رکھ۔"

آشوری نے جواب دیا "میرا کام تو ختم ہو چکا ہے۔ اب یہاں میں کیا کر سکتا ہوں؟"

راہب نے وہ ٹھل دیا "سبکی رہی کی مرضی تھی کہ ہر روز

معدوں پر جگ جاری رکھیں گے۔ یہ جگ ہم بھی لڑیں گے اور تو بھی۔ یہ فیصلہ کر کے یہاں سے جا کہ قنذاری نہیں کرے گا۔ آشوری نے کوئی جواب نہیں دیا۔ راہب کو اس پر اٹھو نہیں تھا۔ وہ اس کی خاموشی سے اس کے تذبذب اور کمزوری کا اندازہ لگا رہا تھا۔

آشوری خانقہ سے باہر آیا تو دیکھا کہ اس کے چند ساتھی اسے تلاش کر رہے ہیں۔ جنگل میں کئی درخت گرائے جا چکے تھے۔ اس کو تلاش کرنے والے بتا رہے تھے۔ وہ اس سے یہ پوچھتا چلتے تھے کہ اسے کتنے درخت اور کٹوالے ہیں؟

آشوری نے کئے ہوئے درختوں کا معائنہ کیا اور کہا "کم از کم دو سو درخت مزید کلنے جائیں گے۔"

تجاروں کو اس جواب پر حیرت ہوئی "دو سو درخت مزید کلنے جائیں گے؟"

آشوری نے جواب دیا "ہاں" دو سو درخت۔ ہمیں بہت زیادہ لکڑی درکار ہے۔" وہ باتیں تو اپنے ساتھیوں سے کر رہا تھا مگر اس کا دھیان کس اور تھا۔ سلطان مرزا، شزاری میں 'خواجه حسن میں بسر و زمیں' راہب راہب میں اور خانقہ کے راہب میں۔ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اب ہو گا کیا؟ وہ کھو یا کھو یا سا کم قسم سلطان خیموں کی طرف چل رہا۔ اچانک اس کے سامنے سے ایک آدمی گزرا اور سرگوشی میں یہ کہتا چلا گیا کہ دیکھو جو کما گیا ہے اسے پورا کر دو ورنہ اپنے مہیا تک انجام کا انتظار کرو۔ وہ اس آدمی کو پہچانتا چاہتا تھا مگر وہ دور جا چکا تھا اور اپنے چہرہ چھپا رکھا تھا۔ وہ سید حلوہاں کیا جملہ و خزلہ اور سہ خزلہ لے جوں پر کام ہو رہا تھا۔ ابھی وہ وہاں پہنچا ہی تھا کہ خواجه حسن بھی وہاں پہنچ گیا۔ آشوری خواجه حسن کو اپنے رویہ و رویہ کرکٹ گیا۔ اس کو ایسا لگا جیسے خواجه حسن کو بسر و زمیں راہب راہب اور آشوری کی باتوں کا بہت چل چکا ہے۔

خواجه حسن نے کہا "میں تجھے بڑی دیر سے تلاش کر رہا ہوں تو کل چلا گیا تھا؟"

اس نے آہستہ سے جواب دیا "وزیر محترم۔ میں جب بھی پریشان ہوتا ہوں تو کسی گرجے یا خانقہ میں چلا جاتا ہوں اور وہاں مدد کر اپنے دل کی بھڑاس ٹھل رہتا ہوں۔"

خواجه حسن اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا "تو پریشان کیوں ہوتا ہے؟"

آشوری اس سوال سے ادب بٹل ہو رہا تھا جیسے میں معلوم؟

خواجه حسن نے کہا "میں تو ہی سعادت میں داخل رہتا ہوں۔"

نہیں کرتا لیکن میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ ہمارا کوئی آدمی ایسی جگہ جائے جہاں ہمارے خلاف باتیں کی جاتی ہوں۔ آشوری کو کسی حد تک یقین ہو گیا کہ خواجه حسن اس کی مصروفیات سے کسی نہ کسی طرح واقف ضرور ہو گیا ہے۔

خواجه حسن کھتا رہا "دو دن بعد شزاری ہیٹا میرا بیوی بن جائے گی۔ وہ تجھے یاد کر رہی تھی۔ وہ اپنے لئے چند لباس اور سلوانا چاہتی ہے۔"

آشوری کی جگہ میں جگہ آئی اور جواب دیا "میں ابھی ان کے پاس چلا ہوں۔"

خواجه حسن نے کہا "میں تجھے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔" آشوری اپنے ہنرمندوں کو ہدایات دینے لگا۔ کسی ہنرمند نے اسے بتایا کہ سلطان کو اس کام کی بہت جلدی ہے اس نے آشوری کو طلب کیا ہے۔ وہ خواجه حسن کی صورت دیکھنے لگا۔ جیسے پوچھ رہا ہو کہ "اب آپ کیا کہیں گے؟"

خواجه حسن نے کہا "تجھے میں اپنے ساتھ سلطان کے پاس لے جاؤں گا۔ آئیرے ساتھ چلے۔"

آشوری خواجه حسن کے ساتھ سلطان کے پاس چلا گیا۔ وہ تین تین معدوں پر ابھرا ہوا تھا۔ پلاٹو سلطان اور اس کا منصوبہ تھا۔ دوسرا محلا خواجه حسن شزاری اور ان کا کام تھا اور تیسرا محلا بسر و زمیں راہب راہب اور ان کا منصوبہ تھا۔ کئی بار اس کے جی میں آئی کہ وہ خواجه حسن کو سب کچھ بتا دے اور بسر و زمیں کو لڑکر ادے لیکن یہاں بھی اس کا فی جذبہ اس کے آڑے آیا۔

سلطان نے اس سے کوئی خاص بات نہیں کی بس اتنا پوچھا۔ یہ کام جو تو کر رہا ہے کتنے دنوں میں مکمل ہو جائے گا؟

آشوری نے جواب دیا "تین دن میں۔ زیادہ سے زیادہ تین دن لگیں گے۔"

سلطان نے کہا "ٹھیک ہے۔ تو کام کرتا رہا میں کچھ دنوں کے لئے رہے جا رہا ہوں۔"

خواجه حسن نے مشورہ دیا "ابھی آپ کہیں نہ جائیں۔" سلطان نے اصرار کیا "نہایتی ہم پر یقین کر لے والے ہیں۔ ان کے سناہب کے لئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہو گا۔" یہاں سلطان نے خواجه حسن سے چند راز کی باتیں کیں۔ وہ خواجه حسن کو ایک طرف لے گیا۔ اور کہا "اس آشوری کے ہرے میں مجھے جو کچھ معلوم ہوا ہے میں اس سے پریشان ہوں۔" خواجه حسن نے پوچھا "خلا یعنی؟"

سلطان نے جواب دیا "یہ جارجیا کے بادشاہ تراقا کا آدمی ہے۔
اسے یہاں کسی خاص شخص کے لئے بھیجا گیا ہے۔"
خواجه حسن نے عرض کیا "اور وہ کپڑے کا تھر 'احمر
کاشغری'؟ اس کے ساتھ جو شخص گھرا ہوا تھا وہ بھی جارجیا
کے بادشاہ کا خاص آدمی ہے؟"
سلطان نے حیرت سے پوچھا "تو آپ بھی یہ ساری باتیں
جانتے ہیں؟"

خواجه حسن نے عرض کیا "میں بہت سی باتیں اس وقت
تک سلطان کے گوش گزار نہیں کرنا جب تک ان کی تصدیق
نہیں ہو جاتی۔"

سلطان نے افسردہ لہجے میں کہا "اگر یہ سرورِ ذوالقنی جارجیا
کے بادشاہ کا آدمی ہے اور یہ شہزادی ریلینا کے لئے یہاں آیا ہے
تو یہ بھی بڑے افسوس اور تشویش کی بات ہے۔" آشوری ان
دونوں کی باتیں سن تو نہیں سکتا تھا لیکن وہ یہ انداز ضرور لگا سکتا
تھا کہ دونوں اسی کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں۔ سلطان نے
خواجه حسن سے کہا "آپ آشوری سے پوچھیں کہ احمر
کاشغری کے ساتھ کون رہ رہا تھا؟"

خواجه حسن نے پوچھا "اس سوال سے ہمیں کیا معلوم ہوگا؟
سلطان نے جواب دیا "بیکہ اگر یہ کسی منصوبے کا آدمی ہے
تو اس سے ضرور واقف ہوگا۔"

خواجه حسن نے عرض کیا "میں جو کچھ جانتا ہوں اس کا ذکر
نہیں کرنا چاہتا۔ ہمیں اس باختر سند سے کئی بڑے کام لینا ہیں اگر
یہ مغرب ہے تو ہم اس سے سترین سلوک کر کے اس کے
دنک بھی جھاڑ دیں گے۔ آخر کد یہ ہلدا آدمی بن جائے گا۔
ورنہ ہر وقت یہ ہمارے قلم میں ہے۔"

آشوری پریشان ہو رہا تھا کہ دونوں آخر کس قسم کی باتیں کر
رہے ہیں۔ وہ ان کی باتیں سن بھی نہیں سکتا لیکن یہ لے تھا کہ
یہ باتیں اسی کے بارے میں ہو رہی تھیں۔

سلطان نے خواجه حسن کو سمجھایا "میں نے شہرِ اناطولیہ کو
ابھی تک کوئی سزا نہیں دی تہ صرف اس لئے کہ شہر بھی ان کا
آدمی ہے۔ میں صرف یہ چاہتا تھا کہ آخر ان لوگوں کا
منصوبہ کیا ہے۔ میں سلطان ہوں اور میں حکمِ باختری سے یہ بات
نہیں معلوم کر سکتا۔ یہ آپ ہی محلِ مندی سے معلوم کریں۔
خواجه حسن نے کن آنکھوں سے آشوری کو دیکھا۔

آشوری نے بھی خواجه کی دزدیدہ نگاہ کو دیکھ کر خواجه حسن کے
رہا تھا "میں نے اپنے گدی اس کے پیچھے لٹکے ہیں۔ اللہ نے

چلا تو میں ان کے ذریعے کچھ نہ کچھ معلومات حاصل کرنے میں
کامیاب ہو جاتوں گا۔"

سلطان نے خواجه حسن کو سمجھایا "یہ آدمی بڑا باختر مند اور
کد آدمی ہے۔ اس نے اب تک جو کام کیا ہے بہت مشکلدار ہے۔
اسے راضی رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔"

خواجه نے جواب دیا "میں نے عرض تو کیا کہ ہم اس پر
احسن کر کے اس کے زہر کو زائل کر دیں گے۔"

سلطان اچانک آشوری سے قالمب ہوا "احمر کاشغری کے
ساتھ کون گھرا تھا؟"

آشوری کو یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ سلطان کو سرورِ ذ کے بارے
میں کچھ نہ کچھ معلوم ضرور ہے اور شاید وہ یہ بھی جانتا ہے کہ
آشوری اس سے ملتا رہا ہے اس لئے اُس نے گول مول جواب
دیا "میں نے اس کے ساتھ کسی کو دیکھا تو ہے لیکن میں اس سے
واقف نہیں ہوں۔"

خواجه حسن نے سلطان سے ملت چلی اور کہا "میں
مغرب کچھ نہ کچھ معلوم کر لوں گا۔ ہمیں سب سے زیادہ فکر
اس بات کی ہے کہ مسیحی اٹھالیوں کا استقبال کس طرح کیا جائے
سلطان نے جواب دیا "اسی خیال سے میں اپنے آس پاس
موجود عیسائیوں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھ رہا ہوں کہ
کیسے یہ لوگ قیصر کے ہر ادل نہ ہوں۔" خواجه حسن سلطان
کے پاس سے چلا آیا۔

اس کے باہر ٹپتے ہی آشوری نے کہا "وزیرِ محترم میں اپنی
اصلی صلاحیتوں سے مسلمانوں کی خدمت کر رہا ہوں لیکن اس
وقت میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ میں ابھی سلطان اور
مسلمانوں کا احقر حاصل نہیں کر سکا۔"

خواجه حسن نے جواب دیا "یہ بات نہیں ہے۔"

آشوری بددل ہو رہا تھا۔ بولا "ہو سکتا ہے۔"

خواجه حسن اسے شہزادی کے پاس لے گیا۔ وہیں جین کا
ریشی کپڑا رکھا تھا۔ شہزادی نے یہ کپڑا احمر کاشغری سے
خرید لیا تھا۔ اس نے آشوری سے خواہش ظاہر کی کہ اس کا
لباس سلوا دیا جائے۔ آشوری نے وعدہ کر لیا۔ اور شہزادی سے
درخواست کی کہ اب وہ چند لباس ہانڈنیش شہزادیوں جیسے
سلوائے۔

شہزادی نے پوچھا "ہانڈنیش شہزادیوں کا لباس کیا ہوتا
ہے؟" آشوری نے جواب دیا "یہ میں کسی دن آپ کو دکھاؤں گا
خواجه حسن نے دونوں کو مطلع کیا "اب کچھ عرصہ کاشغری کے

یہ ہو گا۔ اگر یہ سلطان کا حکم نہ ہوتا تو میں یہ شادی رے میں کرتا۔
آشوری نے خواجہ حسن کو ایک مشورہ دیا "وزیر محترم
میری یہ دعا ہے کہ خداوند سبحان آپ دونوں کو خوش رکھے
لیکن آپ ایک بات میری بھی مان لیں۔"
خواجہ حسن نے پوچھا "کون سی بات؟"

اس نے جواب دیا "شہزادی بیلیا نے جس ماحول میں ہوش
منہ ہوا گا وہ بہت آزاد اور کشادہ ہو گا۔ آپ شہزادی کو ان
محرزادوں میں گھونٹے پھرنے کی اجازت دے دیں۔ خیمے میں
رہتے رہتے ان کا اصل رنگ اندھ چ گیا ہے۔ آپ انہیں کھانا
ماحول کیوں نہیں فراہم کرتے؟"

خواجہ حسن نے اس سے انکار کیا "میں نے شہزادی کو قید تو
نہیں کیا۔ یہ ایک حد تک آزاد ہیں اور سرخزادوں میں گھوم
پھر سکتی ہیں۔" آشوری نے شہزادی سے پوچھا "کیا آپ گٹر
سواری کر سکتی ہیں؟" شہزادی نے جواب دیا "ہاں میں گٹر
سواری جانتی ہوں۔"

آشوری نے کہا "آپ باہر نکلیں۔ اپنے رنگ و روپ میں
نکھڑیہ اکریں۔ اس طرح خیمے میں بند رہ کر تو آپ کھانا نہیں
کے۔ میرے تیار کردہ لباس آپ کے ادھر اس وقت زیادہ بھیجیں
گنتب آپ خود بھی گھر جائیں گی۔"

خواجہ حسن کٹ گیا۔ اس نے سوچا یہ کیا مشورہ دے رہا ہے۔

شہزادی نے کہا "میں خود بھی باہر نکلی چاہتی ہوں۔"

آشوری نے جواب دیا "تب پھر آپ ضرور باہر نکلیں مگر
تھانہ نکلیں۔ آپ کے پاس کینڑوں کی فوج ہے ان کے ساتھ
بہر نکلیں۔"

خواجہ حسن نے پوچھا "یہ تو حکیم کب سے ہو گیا؟"

آشوری نے جواب دیا "جناب والا مجھے شہزادی سے اس
لئے بھی زیادہ ہمدردی ہے کہ یہ جارجیا کی شہزادی ہیں اور ان
کے چہرے پر چہرہ کی محسوس کر رہا ہوں۔"

خواجہ حسن نے کہا "یہ دو دن بعد میری بیوی بن جائیگی،
اس کے بعد اس کو اجازت ہوگی کہ اپنے چہرے اور مزاج میں
کھٹکی اور تازگی پیدا کرے۔"

آشوری کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ضرور زور راہب
راہبہ کی خواہش کس طرح پوری کرے۔ وہ ہے بس اور
موجود ہو رہا تھا۔ وہ سلطان سے وابستہ ہو کر غرضیل ہونا چاہتا تھا
جس کے سروں نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ سلطان اور مسلمانوں کے
لئے کھینے کرے۔

خواجہ حسن کی شادی نہایت سادگی سے اہتمام ہوئی۔ اس رسم
میں سلطان اور شہزادہ ملک شہ کے علاوہ فوجی سرداروں،
سلطان کے مشیروں نے بھی شرکت کی تھی۔ شہزادہ ملک شہ
نے وزیر کو یہ کہہ کر مبارکباد دی آپ جسے پہلے مرے میں
حاصل نہیں کر سکتے تھے اسے دوسرے مرے میں آپ نے
حاصل کر لیا، آپ کو مبارک ہو۔ سلطان نے وزیر کو خیمے میں
چند جتنی مدت دے دی۔ یہ مدت شیشے کے خیمے اور کھربکری کی
بسترین مثل تھی۔ پوچھتے پوچھتے پائے 'پہلے شہزادوں' اور 'مراہیل'
موجودان اور شہزادان۔ آشوری بھی اس قریب میں رہا تھا۔
دو چاند کے سوا خواجہ کے باقی مسلمانوں سے واقف نہیں تھا۔

خواجہ حسن نے مسلمانوں کی شہزادہ دعوت کی تھی اور یہ
دعوت عام تھی۔ فوجیوں کو بھی کھانا کھلایا گیا تھا۔

حسین کینڑوں نے سلائی گری کی خدمت انجام دی۔ وہ اپنے
کھڑکوں پر مراہیل رکھے مسلمانوں کے خلی پالوں کو بھرتی
بلدی تھیں۔ بھلے لٹے میں چورے خوار کینڑوں کے ہاتھ
تھام لیتے تھے۔ آشوری بھی اس قریب میں موجود تھا۔ اسے
بھی ایک کسین حینہ نے خلی پالہ چس کیا اور مراہی سے اس
میں شراب اندھیل دی۔ آشوری نے مزے لے لے کر
شراب پی اور فردوشوں کے حسن و شہب نظریں سینکھا رہا۔ وہ
خواجہ حسن اور معزز مسلمانوں سے مرعوب نہ ہوتا تو وہ بھی
جسارت سے کام لیتا۔

ایک مسلمان آشوری کے کٹھن سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔
اس نے پوچھا "اس قسم کی قریب میں کیا تو پہلی بار شریک ہوا ہے؟"
آشوری نے جواب دیا "ہاں پہلی بار۔"

مسلمان نے کہا "چند روزہ اندھ کی میں اتنا کٹھن؟"
آشوری وہاں سے ہٹ گیا تو دوسرا مسلمان آشوری سے
جھگڑا ہوا "تو نے اپنا ہمدرد پورا نہیں کیا۔ آخر کھانا شہزادی کی
شادی ہو گئی۔" آشوری نے اس دوسرے مسلمان کو ہلکا دیکھا
اور اسے پہچاننے کی کوشش کی مگر پہچان نہ سکا۔ مسلمان نے
اسے یاد دلایا "میں ہلکا خاص میں آیا ہوں۔ وہاں میرا انکار
ہو رہا ہے؟"

مسلمان نے ایک دوسرے مسلمان کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو
وہاں سے ہٹ گیا اور آشوری سے کہا "آدھر آ۔ میں کھاناؤں
تھک کر۔"

لیکن آشوری اس کے پاس نہیں گیا۔ ایک نازک اندام
مردانہ رنگت والی کینڑہ دوش پر مراہی لئے آشوری کے پاس

سبکی اور غلطی پانے کی طرف اپنی صراحتی کائنات کر دیا۔ آشوری نے منع کرنا پھا مگر وہ نہ مٹتی اور نہ دستِ اس نکلیا اور نہ ہلی۔ "تو ابختر مند اور کسی زاہد کی طرح شک میں تھے پا کر رہوں گی؟" آشوری نے اس کے اصرار پر یہاں نہ بہ لکھایا اور نہ چھا۔ "کیا تو مجھ کو جانتی ہے؟" لڑکی نے جواب دیا "مجھ کو کون نہیں جانتا۔ تو اعلیٰ درجہ کلنر مد ہے۔" ایک لڑکی کی زبان سے اپنی تعریف سن کر آشوری پھولانہ ملیا۔ اب اس کی یہ خواہش تھی کہ لڑکی اس کے پاس موجود رہے۔ وہ اسے پالتی رہے اور وہ چار ہے۔

اچانک ایک بدست لوجوان وہاں آیا اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گیا اور پچھتو کھل گم ہو گئی تھی؟ اس آشوری کے علاوہ بھی کئی سے لوش ہیں اس محل میں۔

آشوری کو اس سے لوش کی اس حرکت پر غصہ تو ہے حد آیا لیکن وہ یہاں مجبور اور خوفزدہ تھا۔ یہ وزیر کی محل تھی اور وہ اس سے لوش کے مرتبے اور مقام سے واقف نہیں تھا اس لئے خاموش ہو رہا۔ اسے یہی خیال تھا کہ اس قریب آیا جس نے اسے اس کلوہ دیار لیا تھا۔ اُس نے ساتویں لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "کیا تو اس لڑکی کو جانتا ہے؟"

آشوری نے جواب دیا "نہیں میں اسکو نہیں جانتا۔" مسلمان نے اسکو بتایا "یہ ایک ہندی لڑکی ہے۔ ہندو نژاد۔ ابھی چند دن پہلے خریدی گئی ہے۔ خواجه حسن کی کنیزوں میں اسکا اور اضافہ ہو گیا ہے۔"

آشوری نے کہا "میں تو تجھے بھی نہیں جانتا کہ تو کن ہے۔" مسلمان نے جواب دیا "میں سردز کا پیام رسا خواجه حسن کا دوست ایک مسکین طیب ہوں۔"

آشوری نے تھپل مارتے سے کم لیا "کون بہر و ذہن تو اسے نہیں جانتا؟"

مسلمان نے بے پروائی سے یہاں ہوتوں سے لکھایا اور کہہ "اگر تو سردز کو نہیں جانتا تو کوئی بہت نہیں میں سردز سے کہہ دوں گا کہ آشوری تجھ کو نہیں جانتا مگر وہ جانتے اور تو۔" مسلمان وہاں سے جلتے لگاؤ آشوری نے اسے روک لیا اور پوچھا "کیا تو اپنے دوست خواجه حسن سے ملنا چاہتی کر سکتا ہے؟"

مسلمان نے کہا "میں خواجه حسن کا طیب ہوں اور مسکین بھی۔ میں مسیحیت سے غداری نہیں کر سکتا۔ خدا میری کیا اوقات نہ لائیں۔" یہ کہہ کر مسلمان وہاں سے ہٹا گیا اور آشوری کو الجھن میں لان گیا۔ آدمی رات کے بعد محل میں مکمل سکوت ملدی

ہوئے لگا۔ شامیانوں کے نیچے نشے میں چور مسلمان فرش پر لیٹر ہوئے گئے۔ کچھ دیکھتے بہ تر تہی سے پھیلے ہوئے تھے۔ لٹے میں چور مسلمان اس طرح پڑے ہوئے تھے کہ انہیں کسی بہت کا ہوش نہیں تھا۔ کوئی کچھ دیکھنے کو آغوش میں لے ہوئے ہیں پڑا تھا گویا اس کی محبوبہ آغوش میں ہو۔ کوئی آدھا کچھ دیکھنے پر تھوڑا آدھا فرش پر کسی نے یہاں نہ سے لگا کر چھوڑ دیا تھا۔ کسی نے کسی کو سارا بٹایا تھا اور اپنا سر دوسرے کے سینے پر رکھ کر ہوش و خرد کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ آشوری نے زیادہ نہیں پتی تھی۔ اس نے عرب کی نیزہ پی تھی جس کا سرور اسے ہلکی سی مستی میں جلائے ہوئے تھا۔ وہ ساتویں سلونی لڑکی کو تلاش کر رہا تھا۔ محل کو دہوش کر دینے والی مدوشیں اکاؤ کلنر آری تھیں۔ بقیہ کھلی چلی گئی تھیں "کون جانتا تھا۔" آشوری نے محل میں موجود حسین کنیزوں میں اس ساتویں لڑکی کو تلاش کیا مگر وہ وہاں نہیں تھی۔ رات کے پچھلے سر آشوری نے اپنے خیمے میں جا کر آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ شامیانے کے باہر اونچے اونچے بانسوں پر چراغ روشن تھے ان کی روشنی میں آنے جانے والوں کا راستہ مل جاتا تھا۔ آشوری کا خیمہ یہاں سے کئی دور تھا۔ اس نے کئی آدمی آتے جلتے دیکھے۔ شاید وہ بھی اپنے خیموں میں جا رہے تھے۔ آشوری کو راستے میں اس ساتویں سلونی لڑکی کا چہرہ یاد آ رہا تھا۔ وہ جلتے کھل عائب ہو گئی تھی۔ اس کو اُس سے لوش پر غصہ آ رہا تھا اس لڑکی کو اُس کے پاس سے لبرستی لے گیا تھا۔

راستے میں اسے کی جگہ رد کا کیا کر چوں کہ اسے سب جانتے تھے اس لئے روک کر چھوڑ دیا تھا۔ راستے میں ایک خیمے کے در پر کس کو اودھے سے نہ پڑے دیکھلیہ کوئی بلا لوش تھا جو بہت زیادہ چڑھا گیا تھا اور اپنے خیمے کے در پر لیٹر ہو گیا تھا۔ وہ اپنے خیمے میں داخل ہوا اور لیٹر پر گر کر اس ساتویں لڑکی کے ہارے میں سوچنے لگا کہ میں مسلمان کہ کس وقت اسے نیند آگئی جب وہ بیدار ہوا تو ایک سر بیت چکا تھا۔

خواجه حسن کا ہر کلمہ خیمے کے باہر اگلے بیداری کا خطر تھا۔ اس نے آشوری کو بتایا کہ خواجه حسن کی طبیعت عساز ہے۔

آشوری نہ ہاتھ دھوئے اور کچھ کھائے پہنچے بغیر خواجه حسن کے پاس روانہ ہو گیا۔ اس وقت خواجه حسن چادر شلے پر لائے کچھ لکھے میں مشغول تھا اور رات والا مسلمان اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ خواجه حسن نے آشوری کو مسکراتے ہوئے دیکھا اور پوچھا "کیا رات زیادہ دیر میں سوئے تھے؟"

آشوری نے جواب دیا "ہاں" رات کے آخری حصے میں کھلے ہر۔"

خواجہ حسن کا سبکی طیب اسے ہدایات دے رہا تھا "آپ اب آرام کریں یہ کتنے چڑھنے کا کام کسی اور دن کر لیجے گا۔" خواجہ حسن نے سکر اکر طیب کے مشورے کو نظر انداز کر دیا۔ آشوری نے پوچھا "مجھے آپ نے کس لئے یاد فرمایا ہے؟ کیا مجھ سے کوئی ضروری کام ہے؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "ہاں سلطان کی اور میری یہ خواہش ہے کہ تو اپنا کام جلد از جلد پایہ تکمیل کو پہنچا دے کیونکہ اب اہلے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

آشوری نے عرض کیا "کام تو دن رات ہو رہا ہے اب اور زیادہ چیز کر دیا جائے گا۔"

خواجہ حسن نے طیب کو دو دیدہ نظروں سے دیکھا "میں کسی سلطان اور مسیحی میں فرق روا نہیں رکھتا۔ تم دونوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔"

مسیحی طیب تھلا کر رو گیا اور آشوری بھی گھبرا گیا۔ خواجہ حسن ایک ایسی کتاب لکھ رہا تھا جسے چاد کر بدشاہ شاہت سیکھ جاتے اور شہنشاہی مددے دار اور اپنی منصب دار اپنے فرائضی حسی سے آگے ہو جاتے اور بدشاہ کی خدمت کس طرح انجام دینا چاہئے اس بات سے بھی آگے ہو جاتے۔

خواجہ حسن نے ان دونوں سے کہا "یہ کام جو میں کر رہا ہوں میرے فرائضی میں شامل نہیں ہے۔ یہ ایک اخلاقی اور ذاتی ذمہ داری ہے جسے میں نے محسوس کیا اور اسے پورا کرنے میں مشغول ہو گیا۔"

مسیحی طیب نے پوچھا "کیا مجھ سے کوئی فطری سرزد ہو گئی؟" خواجہ حسن نے جواب دیا "اسے فطری نہیں کہہ سکتے۔ فطری وہ ہوتی ہے جو کسی بھی انسان سے لاطعی میں غیر ارادی طور پر سرزد ہو جاتی ہے لیکن تجھ سے جو فطری منسوب ہے وہ فطری نہیں سمجھتا ہے "تصحب ہے" یعنی تصحب۔ تو مسیحی ہے جب کبھی عیسائیت اسلام سے صلہ ہوگی تو شاید تو ایسے نظر انداز کر دے گا اور مسیحیت کا ساتھ دے گا۔"

مسیحی طیب نے پوچھا "آپ نے اس کا انداز کس طرح لگایا؟" آشوری نے پوچھا "کیا مجھ سے اس قسم کی کوئی فطری ہوتی ہے؟" خواجہ حسن نے جواب دیا "نہیں۔ لیکن رات گھل ناگوش میں کسی نے اس قسم کی باتیں کی ہیں۔" مسیحی طیب نے عرض کیا "میں نے کسی نے کوئی بات کہ

دی ہوگی۔ یہ فطری میں بھی کر سکتا ہوں "آشوری بھی کر سکتا ہے" کوئی اور بھی کر سکتا ہے۔"

آشوری نے بڑے احمق سے تردید کی "لیکن میں نے اپنے ہوش و حواس اور مدد ہوشی میں ایسی کوئی بات نہیں کی۔"

خواجہ حسن نے کہا "اس وقت میں یہ بات اس لئے کر رہا ہوں کہ خضر عیسیٰ مسیحیت اور اسلام کا نزدیک دست معرکہ ہونے والا ہے اس وقت تم لوگ غیر جانب دار اور معمول کے مطابق رہو گے اگر یہ بات ناممکن یا مشکل معلوم ہو رہی ہو تم اس سے پہلے ہی اہلے پاس سے چلے جاؤ۔"

آشوری نے جواب دیا "میں تو یہیں آپ کے پاس رہوں گا" مسیحی طیب نے کہا "میں جب سے یہاں آیا ہوں آپ کا وقار رہا ہوں اور آئندہ بھی وقار رہوں گا۔"

خواجہ حسن نے طیب کو چلتا کر دیا "اب تو جاسکتا ہے" طیب نے رکنا چاہا "لیکن یہاں آپ کو میری ضرورت ہے۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "نہیں" اب مجھے "تیری ضرورت نہیں ہے۔ تو جاسکتا ہے۔"

مسیحی نے خوشی کا سہارا لیا "میں اس دریا کو چھوڑ کر کہیں جہوں گا" مجھ پر رحم فرمائیں۔"

خواجہ حسن اپنے فیصلے پر قائم رہا "میں اپنا فیصلہ نہیں بدل سکتا کیونکہ میرا یہ اصول ہے کہ میں اپنے دشمن کو با توہانگی برہنہ کر دیتا ہوں یا پھر اسے اپنا دوست بناتا ہوں۔ درمیان کا کوئی راستہ ہے ہی نہیں۔ میں تو میرا دشمن ہے اور تو دوست نہیں بن سکا۔ اس لئے تجھ کو پیشہ کے لئے رخصت کرنا بہتر ہے۔" مسیحی طیب کو اسی وقت اسلامی چھوڑنے سے ٹکرا دیا گیا۔

خواجہ حسن نے آشوری سے کہا "مسیحی طیب نے وہ بات تجھ سے کہی تھی۔ میرا اپنا تجربہ ساری باتیں سن نہیں سکا تھا اور میں تجھ سے پوچھوں گا کہ وہ کیا بات تھی جس پر اس نے تجھے درنگ لانے کی کوشش کی تھی۔"

آشوری نے مسیحی طیب سے سبق حاصل کیا تھا۔ اس نے اپنی وقار داری کا جین دلا دیا "میں مسیحی ہوں اور میرے سپرد جو کام ہوئے ہیں وہ مسیحی طاقت کے خلاف کام میں لائے جائیں گے لیکن اس کے باوجود میں اپنا کام جاری رکھوں گا اور مسلمانوں کو دھوکا نہیں دوں گا۔" خواجہ حسن نے یہ خرضانہ انداز میں بات کی "تو تیار اپنا دے نہیں

ہے۔ جب دل چاہے اور جب دینی جذبہ تیرے دل پر غالب آجائے تو اس کا یہ ملا اظہار اور اعلان کر سکتا ہے۔ میں تیرا کام کسی اور کے سپرد کروں گا۔ دنیا کے کام تو اسی طرح ہوتے رہتے ہیں۔ ”خواجہ حسن نے ذیہ تحریر کتاب ایک طرف رکھ دی تھی۔ شاید اس کی دوا کا وقت ہو گیا تھا۔ اس نے آہستہ سے تلی بھائی۔ جواب میں اندر سے دی سانولی سلونی کینز برآمد ہوئی جس نے آشوری کو بے چین دے قرار کر کے رکھ دیا تھا۔

خواجہ حسن نے کہا ”میری دوا کا وقت ہو گیا ہے“ کینز نے اپنی بند مٹھی کھول دی اس میں چار ترمیں تھیں۔ کینز نے دوا خواجہ کو دے دی اور شاہوشی سے واپس چلی گئی۔ خواجہ حسن نے کینز کی بڑی تحریفیں کیں ”یہ ہندی بھاد کینز بہت جلد اور سمجھ دار ہے۔ میں نے اسے اچھی قیمت میں خریدا ہے۔“

کینز نے خواجہ حسن کو کام کرنے سے منع کیا ”آپ کو آرام کرنا چاہئے کیونکہ طیب نے بھی یہی مشورہ دیا ہے۔“ کینز آشوری جوان کو بھی کن انکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ آشوری نے رات بھر زخم کھلایا تھا اور جسے چند گھنٹوں کے وقفے میں مندمل ہونے کا موقع ملا تھا وہ اس کینز کو دیکھ کر دوبارہ برا ہو چکا تھا۔ وہ بھی کینز کو نظر بچا کر دیکھ رہا تھا۔

خواجہ حسن نے کینز کو اندر جانے کا حکم دیا اور جب وہ اندر چلی گئی تو خواجہ نے آشوری کو بتایا ”میں اس شوخ و شریر لڑکی کو زلمے سے بچانا چاہتا ہوں ورنہ اس کا تو یہ صل ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی بھی ملتا ہے اس کی طرف کھنچا جاتا ہے“ آشوری نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ دل میں جو چوڑھا وہ ہنوں سے بکڑا جاسکتا تھا۔

خواجہ حسن نے اس کے بعد اس سے کوئی خاص بات نہیں کی اور یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ جو کام وہ کر رہا ہے اس پر اب شب و روز محنت کی جائے کیونکہ قیصر کسی بھی وقت حمل آور ہو سکتا ہے۔ آشوری کا رختلے میں گیا اور کام کی رفتار اور تیز کرادی۔ مزدوروں اور محنت کشوں کی تعداد میں بھی اضافہ کر دیا گیا۔ آشوری برق آسا بھی بیل نظر آتا تو بھی وہی۔ وہ بڑی توجہ اور محنت اور لگن سے اپنا کام کر رہا تھا۔

سلطان اور شہزادہ ملک شہزاد بھی کام کی طرف حوجہ تھے۔

وہ آشوری سے بے حد خوش تھے لیکن وہ اس کے لئے بھی ہر وقت تیار تھے کہ اگر آشوری کام چھوڑ کر چلا جائے تو یہ کام دوسروں سے کرایا جائے۔

کارخانے میں ایک مسکی مزدور نے آشوری کو یہ پیغام دیا ”سپہ جو مدد کرتے ہیں اسے پورا کیوں نہیں کرتے؟“ آشوری نے پوچھا ”کیا میں نے تم سے کوئی وعدہ کیا تھا؟“ مسکی مزدور نے جواب دیا ”وہ طیب بھی اسی قسم کی باتیں کر رہا تھا اور اس وقت وہ بھی وہیں موجود ہے۔“

آشوری نے کہا ”جب تو سب کچھ جانتا ہے تو مجھ سے ایسی باتیں کیوں کر رہا ہے؟“

مسکی مزدور نے کہا ”میں نے آپ کو آپ کا وعدہ یاد دلایا میں میرا کام ختم ہوا۔“

دونوں کو باتیں کرنا دیکھ کر دوسرے مزدور بھی وہیں پہنچ گئے اور آشوری سے پوچھا ”یہ کیا باتیں کر رہا تھا آپ سے؟“ آشوری نے ان سب کو ڈانٹ کر بھگایا۔ شام کو اس کے خیمے میں کوئی شخص ایک غلط چھوڑ گیا تھا اس میں بھی آشوری کو اس کا وعدہ یاد دلایا گیا تھا۔

”آشوری جوان۔ میں کہتا ہوں کہ اپنا کام بند کر دو اور اگر بند نہ کرو تو اس میں کوئی ایسا نقص پیدا کرو جو اس وقت ہمارے کام آئے جب جنگ ہو رہی ہو۔“ خواجہ کا طیب ہمارے پاس تھا اور وہ بھی ہماری مدد کر رہا تھا ”اس کے بعد غلط میں اسے یہ بھی یاد دلایا گیا تھا کہ شہزادی بیبی اب تک ہمارے پاس کیوں نہیں لائی گئی۔ غلط میں یہ دھمکی بھی تھی کہ اس کو ہمارے پاس جلد از جلد لے آؤ ورنہ اپنے عبرت ناک حشر کے لئے تیار ہو جاؤ۔ آشوری نے غلط پڑھا اور پیچھے والے کو ادھر ادھر دیکھا مگر وہیں کوئی نہ تھا۔ وہ پریشان تھا کہ آخر کیا کرے۔ وہ ہماری باتیں خواجہ حسن کو بتا سکتا تھا لیکن اندیشہ یہ تھا کہ اس طرح اس کا احوال بتا رہا ہے گا۔

خواجہ حسن شہزادی کر کے بہت خوش تھا۔ اس نے شہزادی بیبی کے چہرے پر پیکا پن محسوس کیا اور اسے آشوری کا وہ مشورہ یاد آیا کہ شہزادی کو کھلی فضا میں رکھا جائے اس طرح اس کی شہزادی اور قلنگی واپس آجائے گی چنانچہ اس نے شہزادی کو اجازت دے دی کہ وہ اس پاس کی حد میں گھوم پھر سکتی ہے۔ جب یہ بات آشوری کے علم لائی گئی تو وہ فکر مند ہو گیا۔ وہ جذبہ

ہو رہا تھا۔ پہلے تو وہ شزا دی کو باہر لانا چاہتا تھا اور اب اسے اس سے باز رکھنا چاہتا تھا۔

خواجہ حسن نے شزا دی سے کہا ”میں میرے چہرے کی تازگی دلاؤں گا“

شزا دی نے جواب دیا ”میں خود بھی پائیت اور السردگی سے نہلت حاصل کرنا چاہتی ہوں“ شزا دی کو گھونٹنے پھر نے کی اجازت تو مل گئی لیکن اس کے لئے۔

مہر کا مخصوص وقت مقرر کر دیا گیا اور ساتھ ہی چار کتیزیں اور چند سپاہی بھی کر دیئے گئے۔ جب یہ لوگ آشوری کے کارخانے کے سامنے سے گزرے تو آشوری کارل دھک دھک کرنے لگا۔ اس نے انہیں روکنا چاہا اور شزا دی سے کہا ”اس وقت آپ واپس جائیں۔“

شزا دی کے ساتھ چلتے والے سپاہیوں نے آشوری کو منع کیا کہ وہ شزا دی سے بات نہ کرے کیونکہ یہ معاشرتی آداب کے خلاف ہے۔ آشوری نے سپاہیوں کو آگے کیا ”میں نے سنا ہے کہ سبکی سر پھردوں کا ایک دست یہاں آیا ہوا ہے اور وہ اچھے ارادے نہیں رکھتا۔“

سپاہی چلتے گئے ”اتنی بڑی چھوٹی اور مسلمانوں کی موجودگی میں چہرے سر پھرے مسیحیوں کی حیثیت ہی کیا۔ آشوری نے جیڑی سے خواجہ حسن کے نیچے کا رخ کیا اور جب خواجہ حسن کو یہ بات بتائی تو وہ حیرت سے پوچھنے لگا ”یہ بات تو ہمیں معلوم ہونا چاہئے۔ تجھے کس طرح معلوم ہوئی؟“ آشوری کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ آشوری غصیلانہ طور پر رہا تھا۔ خواجہ حسن اس کی پریشانی محسوس کر رہا تھا۔

آشوری نے امر ار کیا ”اچھا آپ یہ تو کر سکتے ہیں کہ شزا دی کی حفاظت کے لئے میں محکم سپاہی مزہ بھیج دوں گا“ خواجہ حسن نے اس کے بازو پکڑ لئے ”بات کیا ہے؟ تو کچھ بتا رہا ہے تو کچھ چھپا رہا ہے۔ کیا کہنا کہ آخر بات کیا ہے؟“ آشوری نے جواب دیا ”آپ مجھ سے کوئی سوال نہ کریں اور میری اس بات پر یقین کریں کہ جارجیا کا پڑاؤ شزا دی پہنچنا کو یہاں سے الٹا دینا چاہتا ہے۔“

خواجہ حسن نے اس کے بازو چھوڑ دیئے اور کہا ”اگر کوئی اتنی بڑی بات میرے علم میں تھی تو تجھے پہلے بتانا چاہیے تھا۔“ آشوری نے بے قراری سے کہا ”میں کہہ رہا ہوں کہ آپ مجھ سے کوئی سوال نہ کریں اور شزا دی کو

بچانے کی فکر کریں۔“

خواجہ حسن ذرا بھی نہ گھبرا یا۔ اس نے اپنا گھوڑا منکرایا اور بچاؤں سپاہی ساتھ لئے۔ آشوری کو بھی ایک گھوڑا دیا اور اس سے کہا ”تو بھی ہمارے ساتھ چل۔“ آشوری کے دل و دماغ اس کے چہرے میں نہیں تھے۔ یہ سب لوگ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے جنگل کے اس پار دریائے اس کے کنارے روانہ ہو گئے۔

شزا دی بیٹنا کھلی فضا میں بڑی راحت اور تازگی محسوس کر رہی تھی۔ اس کی کتیزیں بھی ہشاش بشاش تھیں۔ دریا کے کنارے اونچی اونچی گھاس کھڑی تھی۔ انہوں نے اپنے گھوڑے چھوڑ دیئے اور پیدل چلتے گئیں۔ نرم مٹی ہوئی زمین ربر کی طرح جذب رہی تھی۔ پاؤں میں گدگدی نہی محسوس ہو رہی تھی۔ ہندی نژاد لڑکی شزا دی کو بتا رہی تھی کہ اس کے ملک میں بھی دریا ہوتے ہیں اور وہاں دریاؤں کے کنارے پانی میں شوار پانی گھاس آگتی ہے اور یہ گھاس اتنی خطرناک ہوتی ہے کہ جب بھوکے حیراک اس میں الجھ جاتا ہے تو اس میں سے (نہ نہیں نکلتا۔ شزا دی نے پوچھا ”اس ملک میں اور کیا کیا ہوتا ہے؟“ ہندی نژاد لڑکی نے جواب دیا ”اونچے اونچے پہاڑ بھی ہوتے ہیں۔ آسمان سے باتیں کرنے والے پہاڑ۔“

شزا دی نے حیرت سے کہا ”اچھا۔ کیا تو نے وہاں اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں؟“

لڑکی نے جواب دیا ”میں نے پہاڑیاں تو دیکھی ہیں لیکن پہاڑ میں دیکھے۔“

شزا دی کو اس سے باتیں کرنے میں مزہ آرہا تھا۔ پوچھا ”تو نے اونچے پہاڑ کیوں نہیں دیکھے؟“

لڑکی نے جواب دیا ”پہاڑ میرے گلوں سے میرے کمر سے بہت دور تھے۔“

شزا دی نے پوچھا ”تجھے اپنا کمر بھی یاد آتا ہے؟“

ہندی نژاد لڑکی السرد ہوئے کے بجائے کھٹکھٹ کر ہنس دی۔ جواب دیا ”نہیں، کمر میں یاد رہنے والی کوئی چیز ہی نہیں تھی۔“

شزا دی کو اس لڑکی کی باتوں میں مزہ آرہا تھا۔ دوسری کتیزیں ہندی نژاد کتیز سے حسد کر رہی تھیں۔ سپاہی ان سے دور دور چل رہے تھے۔ ہندی نژاد لڑکی شزا دی کو بتا رہی تھی ”میرا خاندان کاشتکاری کرتا تھا۔“

مگر ہر بڑی مشکل سے ہوتی تھی۔ پھر ایک سال کل (قلم) پڑ گیا، بارش جو نہیں ہوتی تھی۔ میرے ہپ نے مجھے ایک سو داگر کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ یہ سو داگر بدوہ فروشی کرتا تھا۔ اس نے ایران میں مجھے لائق استادوں کے حوالے کر دیا۔ وہاں میں نے درباروں سرداروں کے آداب سکھے اور رقص و موسیقی کی تربیت لی۔ انہی سے میں نے سلتی گری لائن حاصل کیا اور پھر دوبارہ فروخت ہو کر آپ کے شوہر خواجہ حسن کے پاس آگئی۔

انہی باتوں کے درمیان ایک انجی اس کے پاس آیا اور شہزادی سے پوچھا "جارجیا کی شہزادی ہیلیٹا آپ ہی ہیں؟" شہزادی نے جواب دیا "میں سلطان الپ ارسلان کے وزیر خواجہ حسن کی بیوی ہوں۔"

انجی نے اپنی بات پر اصرار کیا "آپ شہزادی ہیلیٹا ہیں؟ ہندی نژاد کثیر نے شہزادی کی طرف سے جواب دیا "تو کون ہے؟ انہیں سمجھ نہ کر۔ یہ خواجہ حسن کی بیوی ہیں۔" کسی طرف سے پانچ انجی اور آگے اور پلے انجی سے پوچھا "کیا بات ہے؟"

انجی نے شہزادی کی طرف اشارہ کیا "یہ شہزادی ہیلیٹا ہے۔ جارجیا کے بادشاہ ترمزاد کی بیٹی۔ لیکن اس سے انکار کر رہی ہے۔" شہزادی اور اسکی کثیروں نے آگے نکل جانا لیکن پانچوں انجیوں نے ان کا راستہ روک لیا "اگر یہ شہزادی ہیلیٹا ہے اور تجھے اس کی ضرورت ہے تو اسے اٹھالے۔" کس کہے۔

کسی دوسرے نے مشورہ دیا "اگر یہ کوئی اور بھی ہے تو ہنرے پاس وہ لوگ بھی ہیں جو شہزادی ہیلیٹا کو پہچانتے ہیں۔ انکے پاس لے چلو۔ وہ دیکھ کر بتائی گے کہ یہ کون ہے۔"

اچانک شہزادی کے سپاہیوں نے ان پر حملہ کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تین کو قتل کر دیا۔ بقیہ سپاہیوں سے مقابلہ کرنے لگے۔ ترک سپاہیوں نے شہزادی اور اسکی کثیروں سے کہا "آپہر دیا کی طرف چلی جائیں۔ ہم انہیں جہنم واصل کرتے ہیں۔"

سبکی انجی اب بھی چھ تھے اور نہ جانے کتنے تھے۔ شہزادی اور کثیریں دریا کے کنارے چلی گئیں۔ ترکوں نے

میسائیوں کو روک دیا۔ وہ اپنی جان بچا کر میسائیوں کو روک رہے تھے۔ اچانک میسائیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ دوسرے ہو گئے تھے۔ ترک سپاہی اس اضافے سے اور پریشان ہو گئے۔

میسائی چلا چلا کر کہہ رہے تھے "ان چاروں کو مار دو اور

شہزادی کو اسکی کثیروں سمیت اٹھالے چلو۔" میسائیوں میں اب دس آدمی اور شامل ہو گئے۔ اب چار ترکوں کی حیثیت ہی کیا تھی۔ میسائی خن رہے تھے اور مسلمانوں کا مذاق اڑا رہے تھے۔ شہزادی کو بھی یقین ہو گیا تھا کہ اگر میسائیوں کی تعداد میں اسی طرح اضافہ ہو تو اسکا محفوظ رہنا ناممکن ہو جائے گا۔ اس نے اپنی کثیروں سے کہا "میں دریا میں ڈوب مروں گی مگر جارجیا واپس نہیں جاؤں گی۔ یہ سارا ہنگامہ مجھے جارجیا واپس لے جانے کے سلسلے میں ہو رہا ہے۔"

اس دوران خواجہ حسن اور اس کے سوار بھی وہاں پہنچ گئے۔ شہزادی سمجھی کہ یہاں ساتھ میسائی اور آگے لیکن کثیروں نے مسلمانوں کو ان کے لباس سے پہچان لیا۔ ہندی نژاد کثیر نے شہزادی کو مبارک بلودی "مبارک ہو شہزادی کہ مسلمان آگئے۔" چاروں ترک سپاہی زخمی ہو چکے تھے اور تھک بھی چکے تھے۔ خواجہ حسن کے اچانک وہاں پہنچنے سے ان کی ہمت اور بڑھ گئی اور وہ زخمی ہونے کے باوجود جوش و خروش سے لڑنے لگے۔

میسائیوں نے جب یہاں ساتھ مسلمانوں کو مقابلے پر آنا دیکھا تو ان کی ہمت جواب دے گئی۔ انہوں نے آہستہ آہستہ ہپان اختیار کی۔ آشوری نے جنگ میں حصہ نہیں لیا وہ شہزادی کے پاس چلا گیا۔

ہندی نژاد کثیر نے آشوری سے کہا "تو یہاں عورتوں میں کیوں چلا آیا؟ جانکر دشمنوں کا مقابلہ کر۔"

آشوری نے جواب دیا "میرے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔" کثیر نے پوچھا "ہتھیاروں کے بغیر تو یہاں کیا ہی کیوں؟" میسائی فرار ہو رہے تھے۔ خواجہ حسن نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا "ان کے دو چار آدمی ضرور کر لند کر لئے جائیں تاکہ یہ

معلوم ہو سکے کہ یہ کون ہیں اور انہوں نے ایسا کیوں کیا؟" لیکن فرار ہونے والے کر لند نہیں کیے بلکہ ابستہ میسائی مشغول چسے تھے۔

خواجہ سید صاحب شہزادی کے پاس گیا اور اسکی خیریت دریافت کی مگر جب شہزادی کے قریب آشوری کو دیکھا تو حیرت سے پوچھا "تو یہاں کیا کر رہا ہے؟"

ہندی نژاد کثیر نے ٹھکر کیا "میری طرح یہ بھی ہتھیاروں کے بغیر چلا آیا تھا۔"

خواجہ حسن نے خدا کا شکر ادا کیا اور شہزادی سے کہا "یہ آشوری جو ان ہی کی مرہونی ہے جو ہم مدت میں پہنچ گئے۔ اس نے ہمیں ان میسائیوں کی خبر دی تھی۔"

شہزادی نے کہا "اب ہوا خوری بند" آئندہ میں باہر نہیں نکلوں گی۔"

سلطان سپاہی دور کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے اور ہر کوئی ایک دوسرے سے یہی پوچھ رہا تھا "یہ کون تھے اور یہاں کیوں آئے تھے؟"

ایک ترک نے اپنے ساتھیوں کو حیرت انگیز خبر دی "حملہ آوروں میں مسیحی طبیب بھی تھا۔" مگر کسی کو اس ترک کی بات پر یقین نہیں آیا۔ یہ ترکوں کے مشہور سردار سعد اللہ گوہر آئین کا قلم تھا اور خواجہ حسن کو ادھر آتے دیکھ کر ساتھ ہوا تھا۔ خواجہ حسن نے گوہر آئین کے غلام کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ وہ لپٹا ٹھیف الجھتا تھا۔ خواجہ حسن کے سامنے کھڑا اسے یہ یقین دلایا تھا۔ "میں نے آپ کے طبیب کو عیسائی مفروروں میں دیکھا ہے۔"

خواجہ حسن نے پوچھا "پہلی بات تو یہ کہ تو ہمارے ساتھ کس طرح آیا؟"

غلام نے جواب دیا "میں نے آپ کو غلت میں آتے دیکھا تو میں بھی آپ کے آدمیوں میں شامل ہو گیا۔"

خواجہ حسن کو اس کمزور غلام پر ہنسی آ رہی تھی "دائیں ہاتھ کے شکرانے کی نماز ضرور ادا کرنا اگر ہوا تیز ہوتی تو اب تک اڑ چکا ہوتا۔" گوگ ہنسنے لگے اور غلام شرمندہ ہو گیا۔

خواجہ حسن نے آشوری سے کہا "اس غلام کی بہت غور طلب ہے ویسے میں تجھ سے بات کروں گا۔"

خواجہ حسن نے چھاؤنی میں پہنچ کر سلطان سے درخواست کی "کہ شہر اسماعیل کے مقدمے کا فیصلہ کر دیا جائے۔" سلطان کو حیرت ہوئی کہ وزیر کو اچانک شہر اسماعیل کا خیال کیسے آیا؛ پوچھا "خیریت تو ہے؟"

خواجہ حسن نے جواب دیا "اس مقدمے سے میں یہ سمجھا رہا ہوں کہ آشوری خیر مندر بہرہ زار اور شہر اسماعیل میں کوئی قدر مشترک موجود ہے یا نہیں۔"

سلطان نے جواب دیا "اسلم محترم میں نے شہر کے مسئلے کو قصہ التوا میں ڈال دیا ہے۔ آشوری یہاں کیوں آیا تھا یہ میں جانتا ہوں مگر وہ ایک کارآمد ہنرمند ہے۔ اس پر یہ الزام بھی ہے کہ اس نے جہلی کے ہاتھ سے وہ آرمینیا داپس نہیں جاسکتا۔ آشوری نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ شہر اسماعیل کو صاف کر دوں۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ نے وعدہ کیا ہے کہ آپ میری ایک بیٹی کوئی ایک خواہش ضرور پوری کریں گے۔ میں نے اس کی یہ خواہش پوری کر دی "اب اس پر مقدمہ

نہیں چلے گا۔"

خواجہ حسن نے سلطان کی اسٹی عمرنی کی بیٹی قریب کی۔ آپ نے تو کمال ہی کر دیا میں ابھی تک کچھ اور ہی سمجھتا رہا۔" سلطان نے خواجہ کو یقین دلایا "آشوری نے ضرر جہان سے۔ اب وہ ہمارا آدمی ہے۔"

خواجہ حسن نے عیسائیوں کی شرارت کا ذکر کیا "آج انہوں نے شہزادی کو اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔" سلطان نے جواب دیا "ایسا ممکن نہیں تھا کیوں کہ میں نے سرحدوں کی نالی بند کر رکھی ہے۔"

خواجہ حسن کو سلطان سے گلہ پیدا ہو گیا "جسبہ دانا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب میں سلطان کے کئی مصلحت میں شامل نہیں رہا۔"

سلطان نے جواب دیا "یہ بات نہیں ہے اسلم محترم میں نے آپ کی شہادی کی وجہ سے آپ کو فرصت دے رکھی ہے۔ مغربی عیسائیوں سے جو سرکہ پیش آنے والا ہے آپ اس میں شریک نہیں ہوں گے۔ میں آپ کو اپنے خاندان کے ہمراہ تیرہ پانچ سالوں کا۔ آپ یہاں میرے ساتھ نہیں رہیں گے۔"

خواجہ حسن کو دمچکا سا لگا "تو میں جہاں میں حصہ نہیں لے سکتا۔"

سلطان نے جواب دیا "ہاں نہیں کہ میں اپنی خواتین اور شہزادوں کے مسئلے میں کسی اور پر محروس نہیں کر سکتا۔" خواجہ حسن اداس ہو گیا۔

سلطان نے مزید کہا "آپ نہیں جانتے کہ عیسائیوں نے سمندری ساحل سے دراندازی شروع کر دی ہے۔ سب اور اس کے آس پاس جنگ بھی ہو چکی ہے۔ وہاں مسلمانوں کو شکست بھی ہو چکی ہے۔ میری بھینری یہ ہے کہ میں یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔ کیونکہ میرے بچے سے چیلوں میں قتال پڑے گا۔ میں ہمیں آس پاس سے حملہ آوروں کو جواب دینا چاہتا ہوں۔"

خواجہ حسن نے سلطان کو آشوری کے ہاتھ میں مشورہ دیا۔ "آشوری سرحد کی ہے۔ اس سے ہوشیار اور چمکتا رہنے کی ضرورت ہے۔"

سلطان نے جواب دیا "آپ ہاتھ سے پہلے اس کا حکم کریں کہ آشوری ہم میں موجود رہے۔ وہ بہت کلمہ آہ تو جہان سے۔" خواجہ حسن نے کہا "آپ اس کی فکر ہی نہ کریں۔ میں نے آشوری کو ایک ایسی جگہ رکھ دی ہے کہ اب وہ ہمیں نہیں

پھوڑے گا۔

سلطان نے اسکے ذمے ایک اور اہم کام کر دیا "ہلے سے پہلے آپ کو اپنی فوج سے ان سپاہیوں کا انتخاب کرنا ہے جو اس خطرناک جنگ میں میرے ساتھ رہیں گے۔ سدا اللہ گوہر آئین سپاہیوں کو آپ کے سامنے پیش کرے گا اور آپ انہیں قبول اور مسترد کریں گے۔" خواجہ حسن نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ وہ سلطان کے پاس سے سیدھا آشوری کے پاس گیا۔ آشوری کمر خانے میں اپنے منصوبے پر کام کر رہا تھا۔ خواجہ حسن وہاں پر زیر تحویل کام کو دیکھتا رہا۔ آشوری اپنے کام میں ادھار مشغول تھا کہ اسے خواجہ حسن کی آمد کا علم ہی نہ ہوا۔

کسی کمرکن نے آشوری کو آہستہ سے بتایا۔ "خواجہ حسن وزیر شریف لائے ہیں۔" آشوری نے دیکھا وزیر سہ مندرجہ تہنیت کو بڑی حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ آشوری دوڑ کر وزیر کے پاس پہنچا اور معذرت کرنے لگا "وزیر محترم۔ میں نے آپ کو دیکھا نہیں آپ کب شریف لائے؟"

خواجہ حسن نے تہنیت کی جہالت کے پیش نظر سوال کیا۔ "اس کو میدان جنگ تک سمیٹ کر لے جانے کے لئے کتنے سوئی درکار ہوں گے؟"

آشوری نے جواب دیا "میں کوئی حسی اور قطعی تعداد تو نہیں بتا سکتا لیکن ایک اندازے کے مطابق تقریباً پانچ سو بتل ضرور درکار ہوں گے۔"

خواجہ حسن نے پوچھا "یہ کام کب تک ہو جائے گا؟"

آشوری نے جواب دیا "تقریباً پندرہ دن اور لگیں گے۔" خواجہ حسن نے اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی نہ ہی اس کی خدمت کو سراپا لگا لے گا "کام کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔"

آشوری نے اس کو مختلف جگہوں پر ہوتا ہوا کام دکھایا۔ یہاں ہزاروں محنت کشوں نے اپنی اپنی ذمے داریاں سنبھال رکھی تھیں۔

خواجہ حسن آشوری کو کارخانے سے باہر لایا اور سے بتایا کہ میں کچھ دنوں کے لئے یہاں سے چا جاؤں گا۔ میری مدد موجودگی میں حیران داسط سلطان سے رہے گا یا پھر کسی ایسے ہیر سے جو سلطان کا ہنر دیکھ رہا ہو۔"

آشوری کو اس خبر سے دکھ پہنچا "تب اکیلے جانیں گے یا۔؟" خواجہ حسن نے جواب دیا "میرے ساتھ شزاوی بیلین بھی جانے گی اور شزاوی کے ساتھ اس کی بیٹی بھی۔"

"آشوری اور اس ہو گیا" علامت یہاں آپ کی بڑی ضرورت ہے اور سلطان آپ کے بغیر کس طرح۔"

خواجہ حسن نے ہاتھ کٹ دی "تو نے سلطان سے شزاوی کو معافی دلا دی مگر میں اس سے لاعلم رہا۔ آئندہ کوئی کام اس طرح نہیں ہونا چاہیے۔"

آشوری نے معذرت کی تھیں یہ بات آپ کو بتا دیا مگر۔" خواجہ حسن نے کہا "اگر مگر کی کوئی ضرورت نہیں تو ایک اچھا انسان ہے۔ تجھ میں خامیاں بھی ہیں اور خوبییں بھی مگر خوبیاں زیادہ ہیں۔"

آشوری نے عرض کیا "میں آئندہ خیال رکھوں گا۔"

خواجہ حسن نے کہا "میں جا رہا ہوں۔ مجھ سے مل لینا اور آئندہ ایسا کوئی کام نہ کرنا جس سے تو میرے اعلم سے محروم ہو جائے۔" خواجہ حسن آشوری کو فکر مند اور اداس پھوڑ کر چلا گیا۔ وہ خواجہ کو اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ نظر آتا رہا۔



فوج میں کھلبلی مچ گئی۔ سدا اللہ گوہر آئین فوجیوں کو دیکھا پھر رہا تھا۔ فوجی اس کے آگے پیچھے پھر رہے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس وقت سدا اللہ گوہر آئین کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ ہر ایک فوجی اس کے رحم و کرم پر تھا۔ وہ جس کو چاہتا خواجہ حسن کے سامنے پیش کرتا اور جسے پیش نہ کرنا چاہتا اسے خواجہ کے سامنے ہی نہ لے جاتا۔ گوہر آئین نے ایسے فوجیوں کو جو بہ لحاظ سے فوجی تھے انہیں مستثنیٰ قرار دے دیا تھا اور ان کو خواجہ حسن کے سامنے لے جانے کی ضرورت نہیں تھی۔

سدا اللہ گوہر آئین خواجہ کے سامنے آدی پیش کرتا اور ان کا چند اشکامین تعارف کراتا "یہ ترکوں کے اس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے جو کاشغر کے شمالی حصہ میں آباد ہے۔" خواجہ اس کے ڈیل اول اور قد و قامت کو دیکھ کر اسے کامیاب قرار دے دیتا۔ سدا اللہ گوہر آئین نے کچھ دیر بعد ایک ایسا جوان پیش کیا جو ایک ہاتھ سے معذور تھا۔ خواجہ حسن نے پوچھا "یہ کس طرح جنگ میں حصہ لے گا یہ ایک ہاتھ سے تو معذور ہے۔" سدا اللہ نے اس کی حمایت کی "اس کا ہڈ بڑا جلد دیدنی ہے۔"

یہ اپنے پیروں کی مدد سے تیر اندازی کر سکتا ہے۔"

خواجہ حسن نے پوچھا "وہ کس طرح؟ ذرا میں بھی تو دیکھوں۔" سدا اللہ نے ایک ہاتھ سے معذور کو کھن دے دی ترکش اس کے پاس رکھ دیا اور کہا "تو تیر اندازی کا مظاہرہ کر انشاء اللہ تو جلد میں ضرور حصہ لے گا۔"

فوجی معذور ترک نے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کی مدد سے تیر اندازی شروع کر دی اور مظاہرہ اتنی تیزی اور سرعت سے ہوا کہ خواجہ حسن دنگ رہ گیا۔

خواجہ نے اسے قبول کر لیا "تو اس جلا میں ضرور صبر لے گا۔" اور ایک موٹے ترک کو خواجہ نے اس لئے قبول نہیں کیا کہ اس نے نگار سے کل کر خواجہ حسن تک پہنچنے میں بڑی سستی کا مظاہرہ کیا تھا۔ دوپہر تک سدا اللہ گوہر آئین اور خواجہ حسن شل ہو گئے۔ کلام تیسرے پیر پر موقوف ہو گیا۔ خواجہ حسن اپنے خیمے میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ آشوری کئی چکر لگا چکا ہے۔

خواجہ حسن نے حیرت سے پوچھا "وہ کیوں؟ اسے تو معلوم ہے کہ میں کہاں مشغول ہوں۔" ہندی نژاد کنیز نے جواب دیا "میں نے بھی ہر بار اسے یہی جواب دیا کہ آپ سپاہیوں کے احتساب میں مشغول ہیں، وہیں چلے جاؤ۔"

خواجہ حسن سکرایا "تو اس کو ہر بار تو نے یہی جواب دیا۔" کنیز نے جواب دیا "جی جنتاب۔"

خواجہ نے کہا "پھر تو وہ ہر بار کہنے لگا؟"

کنیز بھی ہنسنے لگی "میں اسے سمجھا دوں گی۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "نہیں" اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئی رہ۔ وہ بڑا انسان نہیں ہے۔"

شہزادی نے بھی آشوری کی آنکھوں میں وہ جذبہ محسوس کر لیا تھا جو عاشق ہی میں پیدا ہوتا ہے۔ اس نے اپنے شوہر کو خبردار کیا "آشوری یہاں بار کیوں آتا ہے؟ میں جانتی ہوں وہ اس کنیز کو پسند کرنے لگے۔"

خواجہ حسن نے جواب دیا "میں بھی جانتا ہوں اود یہ اچھی بات ہے۔"

ہندی نژاد کنیز نے آشوری کا مذاق اڑایا "اس احمق کو اپنے حواس میں رہنا چاہئے۔ اب میں اس کے سامنے نہیں جاؤں گی۔"

خواجہ حسن نے اسے سمجھایا "مڑی" میں حیرت و حرج سے اس لائن ہو گیا کہ آشوری سے کلام لیتا رہوں ورنہ وہ ہماگ باتا۔" کنیز نے جواب دیا "لیکن میں اسے پسند نہیں کرتی۔" ان باتوں کے دوران آشوری پھر آ گیا۔

خواجہ حسن نے ہندی نژاد کنیز سے کہا "تو اسے حاصل خیمے میں بٹھا دے اور اس سے اس وقت تک باتیں کرتی رہ جب تک میں نہ آ جاؤں۔" کنیز نے خواجہ حسن کے حکم کی تعمیل کی اور آشوری کے پاس پہنچ گئی اور اس سے بے غلامانہی کرنے لگی۔ اس نے آشوری سے پوچھا کیا تم یہ نہیں جانتے تھے کہ خواجہ حسن ہمارے معرکہ میں ہمارے خواجہ کی تلاش میں یہاں

کیوں آئے؟"

آشوری نے کنیز سے پوچھا "تو مجھ سے سوائت ہی کرتی رہے گی یا مجھے کس بٹھائے گی بھی؟"

کنیز نے جواب دیا "تو جس سے ملنا چاہتا ہے وہ سو خود ہی نہیں پھر تجھے کیوں بٹھایا جائے۔"

آشوری خود ہی جینہ گیا "میں تو تو بڑی ہلاک اور ہوشیار ہے مگر اتنی سی ہمت حیرت سمجھ میں نہیں آتی کہ میں یہاں خواجہ کے لئے نہیں تھرے لئے آتا ہوں۔"

کنیز کو بڑی حیرت ہوئی "تیسرے لئے ہوہ کیوں؟" آشوری نے جواب دیا "ہاں" تیسرے لئے۔ حیرت کیوں کا میں کیا جواب دوں۔"

کنیز نے کہا "شاید حیرت شامت آئی ہے۔ اب تو بائیکا ہے۔" آشوری ہلاکت نہیں۔ بدستور بیٹھا رہا "ہندی دو شیزہ اس وقت تو میں چا جاؤں گا لیکن میں نے تجھ سے اپنی محبت کا ذکر کر دیا ہے تو اب تیسرے لئے برباد ہونا بھی گوارا کر لوں گا۔" خیمے میں اچانک خواجہ حسن داخل ہوا تو کنیز گھبرا کر ہلنے لگی اور آشوری کھڑا ہو گیا۔

خواجہ حسن نے کراہیت سے دونوں کو دیکھا اور کنیز سے پوچھا "تو یہاں کیا کر رہی ہے؟"

کنیز کوئی جواب نہ دے سکی تو یہی سوال خواجہ نے آشوری سے کر دیا "تو یہاں کیوں بیٹھا ہے اور کیا کر رہا ہے؟" آشوری نے جواب دیا "آپ کا انتظار کر رہا تھا۔"

خواجہ حسن نے کہا "جب میں یہاں نہیں تھا تو میری کنیز کو روک کر میرا انتظار کرنے کا مطلب؟"

آشوری مرعوب ہو چکا تھا "میں آپ کے پاس کئی بار پہنچا ہوں خواجہ نے ترش نیبے میں کنیز کو اندر بلائے کا حکم دیا "تو اندر جا آئندہ میں تجھے اس طرح نہ دیکھوں۔"

اس کے بعد آشوری سے پوچھا "مجھ سے کیا حکم ہے؟" آشوری کو کوئی حکم تو تھا نہیں بٹھا ہلاک کر اور اصرار کی باتیں کرتا رہا خواجہ نے دیکھا "آشوری اندر جاتی ہوئی کنیز کو بڑی بے قراری سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا "ان دونوں میں بہت زیادہ معرکہ ہوں اس کے بعد میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تو اپنا حکم کرنا رہا۔" آشوری خاموش تھا اس کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکل رہا تھا۔

خواجہ حسن نے کہا "اب تو بائیکا ہے اور یہ ہمت ہار رکھ" جب میں مجھے میں نہ ملوں تو تو یہاں جینہ کر میرا انتظار نہیں کرے گا۔"

آشوری چلا گیا تو خواجہ حسن امر جا کر چلنے لگا "آشوری
بزدل بھی ہے۔ وہ عشق بھی نہیں کر سکتا۔ وہ اڑتا ہے۔"
ہندی نژاد کثیر بھی نہیں رہی تھی۔ کہنے لگی "وہ مجھ سے
اپنے عشق کا اعتراف کر رہا تھا۔"

خواجہ حسن مسکرایا "پھر تو نے کیا کہا؟"

کثیر نے جواب دیا "میں نے اسے اڑا دیا۔"

خواجہ حسن نے کہا "عشق کرنا ہی ہمت نہیں ہے۔ یہ تو ہو
جاتا ہے لیکن یہ بزدلوں کو ذہب نہیں دیتا۔"

خواجہ حسن کو سلطان کی طرف سے یہ حکم ملا کہ اپنے سارے
کھم نسا کر خواجہ حسن سلطان کی خواتین اور کمسن شہزادوں کو
ساتھ لے کر ہمدان چلا جائے۔ خواجہ حسن نے سعد اللہ گوہر
آئین کو حکم دیا کہ وہ سپاہیوں کو خواجہ کے ملاحکے کے لئے پیش
کرے چنانچہ سپاہیوں کا ایک ہیوم خواجہ کے سامنے کھڑا کھڑا
سعد اللہ گوہر آئین ملاحکے کے لئے ایسے آدی بھی پیش
کر رہا تھا جو دیکھنے میں فوج کے لائق نہیں تھے۔ خواجہ حسن
اعتراس کرتا اور سعد اللہ گوہر آئین اس کی وکالت کرتا اور
طرح طرح کی دلیلیں دے کر اسے ہر طرح الٹی قرار دے دیتا۔
سعد اللہ گوہر آئین نے خواجہ حسن کے سامنے ایک نبین
الجہ منقہ سے جوان کو کھڑا کر دیا اور خواجہ سے اس کی پرندہ
سفارش کی "اسے ضرور لیتا ہے۔"

خواجہ حسن نے اسے خور سے دیکھا اور پوچھا "تو وہی تو
نہیں جس نے حملہ آور عیسائیوں میں میرے کسی طبیب کو
دیکھا تھا؟"

اس نے تائید میں سر ہلایا اور کہا "ہاں میں ہی ہوں اور میں
نے آپ کے طبیب کو بالکل صحیح پہچانا تھا۔"

خواجہ حسن چلنے لگا "میں تجھے جتنا اس کا نہیں لیکن سچ بتا دیا
تو فوج کے لئے مناسب ہو سکتا ہے؟"

سعد اللہ گوہر آئین نے اس کی سفارش جاری رکھی "یہ
میرا مملوک ہے اس لئے میں اس سے اچھی طرح واقف
ہوں یہ شخص ہر طرح مناسب اور مستعمل ہے۔"

خواجہ حسن نے مملوک سے پوچھا "تو فوج میں کیا کرے گا؟
تو تو ہوا کے زور دار بھونکے کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

مملوک نے جواب دیا "آپ میرا مذاق نہ اڑائیں میں
فوج میں مہر تائی کا اہل ہوں۔"

خواجہ حسن مسکراتا ہوا کہہ رہا ہے اور تیرا آقا سعد اللہ
گوہر آئین تیری سفارش کر رہا ہے تو میں بھی اس پر سوچ رہا

ہوں کہ قطعیہ کلیر شاید تیرے ہی ہاتھوں میں لگے ہو گا۔"
مملوک کو الوسوس ہوا "آپ میرا مذاق تو نہ اڑائیں۔"
خواجہ نے اسے فوج میں شامل کر لیا اور کہا "میں تیرا مذاق
نہیں اڑا رہا شاید ہی ہمت کہہ رہا ہوں۔"

سعد اللہ گوہر آئین نے خواجہ کا شکریہ ادا کیا "آپ کی
سرہنٹی کہ آپ نے میرے مملوک کو فوج میں شامل کر لیا۔ اللہ
نے چاہا تو یہ ہمیں بائیس نہیں کرے گا۔" شام تک خواجہ نے
ہزاروں سپاہیوں کا انتخاب کر لیا۔ پھر سعد اللہ گوہر آئین نے
فوج کا شمار کیا تو معلوم ہوا کہ سلطان کے پاس چند ہزار سپاہی
موجود ہیں۔ بہترین سپاہی۔

سلطان نے اپنے امراء اور فوجی سرداروں کو ہر وقت تیار
رہنے کا حکم دیا اور... ننجد ان کو چھوڑ کر خوی کا رخ کیا۔ یہ جگہ
اس اعتبار سے بڑی اہم تھی کہ یہاں سے حملہ آوروں پر نظر
رکھی جاسکتی تھی۔ اس کے کارخانے اور کارندے بدستور
ننجد ان میں ہی رہے۔ بس سلطان اور اس کی فوج خوی ہی
تھیں کے سامنے ایک میدان میں فروکش ہو گئی۔ سلطان کو
اس کے بخروں نے یہ خبر دی تھی کہ قیصر اپنی افواج کے ساتھ
قطعیہ سے سمندری راستے سے روانہ ہو چکا ہے اور وہ شاید
مطب سے دس فرسخ مشرق میں منج ہی ساحلی شہر میں اترے گا۔
سلطان اپنی جگہ سے مل بھی نہیں سکتا تھا کیوں کہ اگر وہ اپنی جگہ
چھوڑ کر رنے یا کہیں اور جاتا تو اس پاس کے زیر قلعہ عکراں
یہ سمجھتے کہ سلطان قیصر کے خوف سے کہیں فرار ہو گیا۔
سلطان نے خواجہ حسن کو ہمدان چلائے کا حکم دیا اور اسکی ساری
ذمے داریاں خود منجمل لیں۔ شہزادے ملک شہلا کو حکم دیا گیا
کہ وہ کارخانوں کی نگرانی کرے اور ان کی کارکردگی کو مشاہدہ
کرائے۔ خواجہ حسن نے شہزادے کو آشوری جوان اور
دوسرے لاکھوں سے ملا دیا اور انہیں بتایا کہ اب شہزادہ ملک
شہلا ان سے کام لے گا۔

خواجہ حسن نے آشوری کو اپنے خیمے میں بلا کر بڑی ہدایتیں
دیں۔ اس نے کہا "کام پہلے سے زیادہ مستعدی اور چوکسی سے
کرنا اور اب میں تجھے دے ہا ہمدان میں بلواؤں گا۔"

آشوری کو خواجہ حسن کی مخالفت کا یاد کہ تھا۔ اس نے کہا
"اب میرا کام بدل نہیں گئے گا۔" خواجہ حسن نے آشوری
کو اپنے دسترخوان پر جگہ دی اور ہندی نژاد کثیر انہیں کھانا
کھلاتی رہی۔ آشوری جوان کثیر کو کن اکھبوں سے آتا جاتا
دیکھ رہا اور خواجہ حسن اس کی چوری پکڑتا رہا۔

خواجہ حسن نے کہا ”ابھی تو آزمائشوں سے گزر رہا ہے۔ مگر نہ کر۔“ تجھ کو تیرے کام کا جو مسئلہ مل رہا ہے آئندہ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ملے گا۔ آشوری کی زبان پر یہ بات آتے آتے رو مکی کہ اس کو انعام میں یہ ہندی نژاد کثیر بخش دی جائے۔

خواجہ حسن نے کثیر سے پوچھا ”تو آشوری کو دیکھ رہی ہے یہ بہت ہنرمند ہواں ہے۔ پہلے تو میں نے یہ سوچا تھا کہ تجھے آشوری کے پاس بھوڑ جہڑوں کہ تو اسے کھانا پکا کر کھاتی رہے مگر افسوس کہ شہزادہ ملک تجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔“

آشوری کا دل دور دور سے دھڑک کر دکھائی دیا ”اگر آپ مجھ پر یہ مہربانی کرتے تو میں زندگی بھر آپ کا شکر گزار رہتا۔“

خواجہ حسن نے سندرت کی ”تو پریشان مت ہو یہ موقع تجھے بھر لے گا۔“

آشوری نے عرض کیا ”میرا کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔“

”اپنے ساتھ مجھے بھی لے چلیں۔“

خواجہ حسن نے وعدہ کیا ”ابھی تو نہیں لیکن میں تجھے بھروسہ نہیں کروں گا۔“ خواجہ حسن کسی کام سے دوسرے خیمے میں گیا ”اس موقع سے دونوں نے فائدہ اٹھایا آشوری نے کثیر سے فوراً سوال کیا ”کیا تو مجھ سے یاد کرے گی؟“

کثیر نے کہا ”نہیں میں کیوں یاد کروں گی تجھ کو۔“

آشوری نے کہا ”لیکن میں تجھے براہِ یاد کرتا رہوں گا اور ایک نہ ایک دن۔“

خواجہ حسن دوبارہ آیا اور بولا ”میری سلطان سے بات ہو چکی ہے شاید وہ تجھ سے کوئی اور اہم کام لینا چاہتا ہے۔“

آشوری نے جواب دیا ”میں سلطان کا ہر کام کر سکتا ہوں۔“

خواجہ حسن نے کہا تو ہر کام کر سکتا ہے۔ یہ بات میں جانتا ہوں لیکن۔۔۔ لیکن۔۔۔“ خواجہ حسن کچھ کتے کتے رک گیا۔

خواجہ حسن کی روانگی سے پہلے آشوری نے بڑی ہمت سے کام لیا اور وہ سلطان کے پاس چلا گیا۔ سلطان اس وقت کارخانے میں جیر بننے دیکھ رہا تھا۔ شہزادہ ملک شہ سلطان کے ساتھ تھا۔ اس نے یہاں ایک طرف آشوری کو کھڑے ہوئے دیکھا۔

سلطان کو بڑی حیرت ہوئی اور شہزادے سے پوچھا ”یہ آشوری یہاں کیا کر رہا ہے؟“

شہزادے نے لاطینی ظاہر کی اور جواب دیا ”یہ میں اس سے پوچھ کر بتاؤں گا۔“

شہزادہ آشوری کے پاس آیا اور پوچھا ”تو یہاں کیوں آیا ہے؟“

آشوری نے سلطان کی طرف اشارہ کیا ”میں سلطان سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔“

شہزادے نے کہا ”لیکن وہ یہاں تجھ سے کوئی بات نہیں کریں گے ان دونوں کی باتیں سلطان نے بھی سنی ہیں۔ اس نے شہزادے سے کہا ”آشوری کو میرے قریب آنے دے۔“

شہزادے نے آشوری سے کہا ”تجھ کو مبارک ہو۔ سلطان نے تیری بات سن لی۔“ ”بھلے اس کے کہ آشوری سلطان کے پاس جانا سلطان خود آشوری کے پاس پہنچ گیا۔ پوچھا ”کیا بات ہے؟ تو تجھ سے کیا بات کرنا چاہتا ہے؟“ آشوری شرمدا ہوا تھا۔

کوشش کے باوجود وہ کچھ نہ کہہ سکا۔

سلطان نے اسے حوصلہ دیا ”ہاں ہاں کہہ ڈال شرمست کیا بات ہے؟“

آشوری نے عرض کیا ”میں نے منصوبے کو مکمل کر دیا ہے۔ اب جو کام ہو رہا ہے اس کے لئے میری چنداں ضرورت نہیں ہے۔“

سلطان نے پوچھا ”کیا تو یہاں سے جانا چاہتا ہے؟“

آشوری نے عرض کیا ”نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے سلطان کا دامن عنایت تھا ہے تو اب یہ زندگی بھر نہ بھولنے کا مکر۔“

سلطان نے پوچھا ”مگر۔۔۔ مگر کیا؟ میں نے کہا تو شرمنا نہیں اپنا مکہ عاید کر دے۔“

آشوری نے کہا ”مجھ پر خواجہ حسن کے بڑے احسان ہیں۔ میں خواجہ وزیر کے ساتھ ہواں جانا چاہتا ہوں۔ مجھے ان کے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے۔“

”خواجہ حسن میرا استاد میرا اٹھن اور معلوم نہیں میرا کیا کچھ ہے۔ بلاشبہ وہ ایک شاندار انسان ہے لیکن تیری ضرورت تو مجھے ہے“ سلطان نے کہا۔

آشوری نے بھر دی بات دہرائی ”مگر میں اپنے منصوبے کا کام مکمل کر چکا ہوں۔“

سلطان نے مسرت کا اظہار کیا ”یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ تیرے بچے میرے پاس ابھی کئی کام ہیں۔ نسلت اہم اور ضروری کام۔“

آشوری کا دم گھٹنے لگا ”میں سلطان کا غلام ہوں لیکن ابھی مجھے خواجہ حسن کے ساتھ جانے دیا جائے۔“

سلطان نے جواب دیا ”پچھا“ اس وقت تو تو جاہیل ہے۔

اس موقع پر میں بھر بات۔۔۔ گا۔۔۔“ اور شہزادے ملک شہ سے کہا ”اگر آج رات غوی میں لٹاؤ ہیں بات ہو جائے گی۔“

آشوری نے خواجہ حسن کی طرف دیکھا۔ وہ بالکل اجنبی اور لا تعلقی نظر آ رہا تھا۔ ایلھرنقیسہ نے آشوری پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ اس نے خواجہ حسن سے پوچھا ”کیا یہ نصرانی مسلمانوں کا وقتوار ہو سکتا ہے؟“

خواجہ حسن نے جواب دیا ”یوں تو یہ ہر اعتبار سے تکرار اعتبار ہے مگر ذرا بزدل ہے اور ہنرمند یوں بھی سپاہی نہیں ہوتے۔“
سلطان نے آشوری کو حکم دیا ”تو نے اپنی جس خواہش کا اظہار کیا تھا اسے ذرا دوبارہ بیان کر۔“ آشوری کو اگر معلوم ہوتا کہ اس وقت سلطان کے پاس خواجہ حسن بھی موجود ہوگا۔ تو وہ اس وقت ہرگز نہ آتا اور بٹل جاتا۔

سلطان نے اصرار کیا ”تو خاموش کیوں ہے ہو بھی خواہش ہو بیان کر۔“

آشوری نے آنکھیں بند کر لیں اور منہ کھول دیا ”میں اپنے منصوبے کا کم تقریباً کھل کر چکا ہوں جو کچھ باقی ہے اسے دوسرے لوگ کر لیں گے اس لئے میں محترم خواجہ وزیر کے ساتھ ہواں جانا چاہتا ہوں۔“

خواجہ حسن کو اس پر اعتراض ہوا ”آشوری جو ان یہ بات تو مجھ سے بھی کر سکتا تھا۔“

آشوری نے جواب دیا ”اس وقت یہاں سلطان سے بڑی شخصیت نہیں ہے اس لئے یہ بات میں نے براہ راست سلطان سے کی۔“ آشوری سلطان کو اصرار میں لینا چاہتا تھا کیونکہ سلطان سے بڑی ہاتھیار کوئی دوسری ہستی نہیں تھی۔

خواجہ حسن نے سلطان سے کہا ”جنت والا آشوری نے اپنی درخواست جس طرح آپ کی خدمت میں پیش کی اس پر مجھے اعتراض ہے اور میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اس کو اپنے ساتھ ہواں تو کیا کہیں بھی نہیں لے جوں گا۔“

سعد اللہ گوہر آئین نے خواجہ حسن کا ساتھ دیا ”آشوری نے جو کچھ کیا لفظ کیا اسے یہ سب پیش کرنا تھا؟“

شہزادہ ملک شہ نے آشوری کی تائید کی ”حضور والا آپ اس کی درخواست پر ضرور غور کریں اور اگر یہ خواجہ بزرگ کے ساتھ جانا چاہتا ہے تو اسے اجازت دی جانی چاہئے۔“

خواجہ حسن نے اسے اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا۔ ”اسے ہمیں رہنا چاہئے میرا خیال ہے کہ اس کا کم مدت العمر بندی رہے گا۔“

سلطان نے خواجہ حسن کی تائید کی ”آشوری ایک لائق لو جو ان ہے میں اس سے ایک دوسرا کم لینا چاہتا ہوں۔“

اس نے سلطان کی بات میں ہلکی سی مسکراہٹ دیکھی اور فرمایا ”سلطان کا فیصلہ یقیناً درست ہوگا۔“

آشوری کا دل ٹوٹ گیا مگر خواجہ حسن نے ایک بار پھر اسے دلاسا دیا ”مجھے اس ہنرمند کی ذہانت کی بات اور قابلیت پر کھل بھر دلسا ہے میں اسے بھی اپنے ساتھ لے جاسکتا تھا مگر میں نے کسی طرح سے یہ اندازہ لگایا تھا کہ سلطان محترم ہی اس سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں۔“

آشوری کا دل پھر پر امید ہو گیا۔ وہیں دوسرے موضوعات پر باتیں ہونے لگیں۔ آشوری کا مسئلہ بالکل نظر انداز کر دیا گیا سلطان نے فیصلہ ایلھرن کو حکم دیا کہ وہ ہر نماز کے بعد سلطان اور مسلمانوں کی فتوحات اور کامرانی کی دعائیں مانگا کریں اور شہزادہ ملک شہ کو حکم دیا گیا کہ تم کھانا کی کڑکڑی پر نظر رکھو۔ اسلحہ کی تیاری شب و روز جاری رہنا چاہئے اور ذیہر استعمال ہتھیاروں پر مشتمل کی جانی چاہئے اور سعد اللہ گوہر آئین سے کہا گیا کہ وہ سپاہیوں کو جنگ کی تیاری اور مشق میں مشغول رکھیں انہیں آرام نہ کرنے دیں بگڑ سواری اپلوانی جنگل مشق اور کسرت سے سپاہیوں کو مستعد بنانا چاہئے۔

خواجہ حسن کو حکم دیا ”اب آپ ایک دن بھی شائع کے بغیر ہواں روانہ ہو جائیں گے خواتین اور شہزادوں کو نہایت احتیاط اور آرام سے بحفاظت ہواں میں رکھا جائے۔ وہاں فوج کی بھرتی بھی کی جائے کیونکہ ہمیں مزید فوجیوں کی ضرورت کسی بھی وقت بھی پیش آسکتی ہے۔“ ان سب کو رخصت کر دیا گیا۔ آشوری سلطان کے پاس ہی رہا کیونکہ اسے کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا۔

سعد اللہ گوہر آئین نے اپنی رائے دی ”وہ کچھ بھی ہو مگر سپاہی نہیں ہے۔ سلطان کو اس کی کون سی ادائیگی ہے، مظلوم نہیں“ اب وہ اتنا اہم ہو گیا ہے کہ ہمارے بعد بھی سلطان کے پاس موجود ہے۔“

خواجہ حسن نے کہا ”سلطان نے اس میں کوئی ایسی حوبی ضرور دیکھ لی ہے جس سے وہ فائدہ اٹھا چاہتا ہے ویسے میں خود بھی اس کو بہت پسند کرتا ہوں۔“ وہ سب آپس میں تہنہ کرتے چلے جاتے تھے۔

سلطان اپنے خیمے میں آشوری سے بات کر رہا تھا ”تو سچ ہے اور اللہ نے تجھے اپنی درجے کا ہنرمند بھی بنایا ہے۔“
آشوری ہنرمندی اپنی قسمت پر ناز کر رہا تھا کہ عالم اسلام کا سب سے بڑا سلطان اپنے سر دربار میں دربار کو رخصت کر کے

اس سے تجلیہ میں باتیں کر رہا تھا۔

آشوری نے سلطان کا شکریہ ادا کیا کہ اسے اتنی عزت و حرمت سے نوازا گیا۔

سلطان نے اسے بتایا "تو نے شاید غور نہیں کیا۔ میری مکت میں ہر ملت و مذہب کا آدمی موجود ہے اور میں نے اسے جس عزت اور دولت سے نوازا ہے وہ اسے کیس اور سے نہیں مل سکتی؟" آشوری سلطان سے نئے کام کے حلقے کچھ سن رہا تھا۔ سلطان نے کچھ توقف کے بعد اس سے پوچھا "تو یہ بتا کہ تو میرے پاس عارضی اور وقتی فائدے حاصل کر لے آیا ہے یا تو زندگی بھر مجھ سے وابستہ رہنا چاہتا ہے۔"

آشوری نے جواب دیا "سلطان محترم مجھے یہاں بڑی عزت ملی ہے۔"

سلطان نے کہا "اور دولت بھی۔ تو اپنی محنت اور ہر مددی کا جو صلہ چاہے مجھ سے لے لے تو لے اب تک جو کام کیا ہے میری نظر میں اس کا معوضہ دو ہزار روپے بنتا ہے ویسے تو اس کے علاوہ بھی طلب کر سکتا ہے۔"

آشوری کو شبہ گزرا کہ شاید سلطان اسے اس کا معوضہ دے کر رخصت کر دینا چاہتا ہے۔ پوچھا "کیا میں یہاں سے رخصت کر دیا جاؤں گا؟"

سلطان نے جواب دیا "ہاں یہ میرا فیصلہ ہے۔" آشوری کے دل پر چوٹ لگی "حضور والا میری لللی میرا حضور؟"

سلطان نے کہا "تو نے خود ہی کہا ہے کہ تیرے منصوبے کا کام تقریباً ختم ہو چکا ہے اور اپنی کام دوسرے لوگ کر لیں گے۔ آشوری نے عرض کیا "مگر میں نے یہ تو نہیں کہا کہ مجھ سے کوئی کام لیا جائے۔"

سلطان نے کہا "اگر تو کام کر چکیا ہوتا تو مجھ سے جدا ہو جڑے گا۔"

آشوری نے جواب دیا "میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔" سلطان نے کہا "تو شہر اسٹائل کو بھی اپنے ساتھ لے جا تجھے شام کے ساہلی شرج بٹاؤنگ اپنے ساتھ اور آدمی لے جا۔" آشوری نے اس شر کام سے اتفاق کر دیا کیونکہ طلب کے قریب واقع تھا اور یہاں جو چیزوں کے اثرات بھی پائے جاتے تھے۔ سلطان اسے سمجھا رہا تھا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ قلعہ کا قیصر اپنے ملینوں اور اہلکاروں کے ساتھ بحری راستے سے آ رہا ہے وہ حج میں یا تو اتر چکا ہے یا پھر اترنے والا ہے۔" سلطان

بولتے ہوئے رک گیا۔ شاید اسے یہ شبہ ہو گیا تھا کہ آشوری اس کی باتیں غور سے نہیں سن رہا۔

آشوری نے سر اٹھایا اور سلطان کی طرف دیکھا۔ سلطان نے پوچھا "کیا تو میری باتیں توجہ سے سن رہا ہے؟"

آشوری نے عرض کیا "میں جہد تن گوش ہوں۔ آپ کی ہر بات سننے کے لئے میرا ہر تین سو سو ادا گوشہ اشتیاق بن چکا ہے۔" سلطان نے کہا "تو قیصر کے لشکر میں جا اور اس کے جملہ ساز و سامان کی فرست چار کر لا۔ وہ ہموں اور منہیتوں کی تعداد ان کی قوت اور صلاحیت فوجوں کی تعداد ان کے پاس، سلطان رسد کتا ہے وہ جنگ کج بھی ہیں یا صرف ملی قیمت کے لالچ میں لڑنے آگئے ہیں؟" آشوری کو سلطان کی دہریہ اور ہوشیاری کا اندازہ ہو رہا تھا۔

سلطان نے کہا "اس کام کو جلد از جلد مکمل کرنا ہے۔ یہ سرعت جتنی جلد ممکن ہو سکے کیونکہ مجھے بحری اظہات کی روشنی میں جنگ کا نقشہ مرتب کرنا ہے۔"

آشوری نے پوچھا "کیا سلطان کو یہ یقین ہے کہ میں یہ کام انجام دے سکوں گا۔"

سلطان نے کہا "میں یقین ہے کہ تو میرے لئے یہ کام

عصر حاضر کی انقلابی اور دوزخ کی طویل ترین کہانی لکھتے ایسے انسان کے داستانِ ہر سوچ کے انکشاف سے دوسوے کدیا کو ٹوٹتا ہے اور لڑکتے کو اپنے سوچ کے اشارے پر چلا آتا ہے

شاہی مکتبی کے ماہر فہرست علی قیصر کی داستانِ حیات جو پہلے نوبل پرائز سے پاکستانی سپینس ڈائجسٹ میں شائع ہوئی تھی



جس کے دل چاہیے ان مسطور مسطور مژدہ دہی ہیں

• راہی: فہرستِ حیاتِ قیصر • نذر قلم: محسن الدین نوبل دیوانہ خانی دولت کی فیاض طویل ترین کہانی کا ریکارڈ توڑ رہا ہے۔ ڈائجسٹ سائز کے بک 8000 صفحات شائع ہو چکے ہیں جو پاکستانی سائز کے 32000 صفحات کے برابر ہیں۔

• پہلی بک: دیوانہ کے بانی محسن الدین نوبل • قیمت: بی حد زلف ۲۰ روپے • جلد: گاڑ ۲۵۶۰ • اگر آپ نے بک دیوانہ ہیں تو صرف ایک ہی چیز ملے گی کہ وہ ہر گز نہ ہو۔ ہزاروں ہی آپ صرف ایک ہی بک 8000 صفحات کے ہر بک پر آپ دیوانہ کے بانی محسن الدین نوبل ہیں۔

کتاب والا ۲۰۹۶، پہاڑی بھولہ، روٹی ۱۵

آشوری نے عرض کیا "آپ کے دشمن سبکی ہیں میں بھی سبکی ہوں۔ کیا میں یہ کام منصفانہ طور پر انجام دے سکوں گا۔ کیا میں وعدہ کر سکوں گا؟"

سلطان نے جواب دیا "کیوں نہیں جب میں تجھ سے قلعے ہوں تو پھر تو مجھ سے کیوں قلعے نہ ہوگا۔"

آشوری نے کہا "میں بیسائی ہوں مجھ پر شبہ کیا جاسکتا ہے کہ میں مسلمانوں کے خلاف میں بیسائیوں کے خلاف کام نہیں کر سکتا۔"

سلطان نے جواب دیا "یہ کام میں بخفی سے لوں گا۔ شبہ کروں یا نہ کروں۔ یہ میں جانوں۔ تیرا کام یہ ہے کہ جو کام میں تیرے سپرد کر رہا ہوں تو اسے انجام دے۔"

آشوری نے وعدہ کیا "میں بخوشی آپ کا کام کروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ کوئی کچھ بھی کرے آخر کار جیت حق کی ہوگی۔ سلطان نے بھی اس سے وعدہ کیا "جس طرح میں نے تیری خواہش پر شہر اسماعیل کو معاف کر دیا تھا اسی طرح ایک بار پھر میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب تو اپنا کام انجام دے کر واپس آئے گا میں تیری کوئی خواہش ضرور پوری کروں گا۔"

آشوری کو ہندی نژاد کثیر کا خیال آیا۔ اس نے سوچا کیوں نہ اپنی خواہش کا اظہار اسی وقت کر دے لیکن یہ سوچ کر خاموش رہا کہ کوئی بہت قبل از وقت نہیں ہو چاہئے۔ سلطان نے اسے اپنے خیمے کے قریب ہی رات گزارنے کی اجازت دے دی۔ صبح کو شہر اسماعیل کو بھی آشوری کے حوالے کر دیا گیا اور اسے نالیہ کی گئی کہ وہ مکمل اور کیوں جا رہا ہے کسی سے اس کا ذکر نہ کیا جائے اور شہر اسماعیل سے کہا گیا کہ وہ آشوری کے ساتھ رہے گا اور آشوری کی ہدایت اور مشوروں پر عمل کرے گا۔ سلطان نے آشوری کو بطور خاص ہدایات دیں اور کہا کہ انہیں لکھ لیا جائے آشوری نے انہیں لکھ لیا۔

نمبر ۱۔ دوسروں کی تعداد نمبر ۲۔ مبلغیتوں کی تعداد اور ان کی کل کردگی نمبر ۳۔ فوج کی تعداد نمبر ۴۔ دوستوں اور اتحادیوں کی تعداد۔ ان میں سپاہی کتنے ہیں اور مل و زر کے حربے کتنے ہیں۔

شہر اسماعیل سے کہا گیا "اپنی شہری میں مسلمانوں کا مذاق اڑائے مگر ان کی ہمدردی کی تشریف کرے گا۔ اور سلطان کی ہمدردی اور طراغ دلی کی مدد دستاویز کی جائے گی اور یہ بات ذہن نشین کرانے کی کوشش کی جائے گی کہ نیک اور دقت سلطان کے اور مسلمانوں کے ساتھ ہے۔"

سلطان نے ان دونوں کو یہ بھی دیا کہ اگر وہ دونوں سلطان

کے اس منصوبے پر صحیح طور پر کام کرنے میں کامیاب ہو گئے تو انہیں ملائی کر دیا جائے گا۔

—☆—

یہ دونوں خوی سے سنا کی طرف روانہ ہو گئے۔ دونوں سلطان کے حسن سلوک کے قائل تھے۔ شہر اسماعیل سلطان کا درباری شہر بننا چاہتا تھا کیوں کہ شہروں کو مشرقی دربار میں بڑی حیثیت اور اہمیت حاصل تھی۔

آشوری اپنے ہنر اور ذکاوت کی زیادہ سے زیادہ قیمت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس سے سلطان کے دربار اور مزاج میں انکار سوخ حاصل کرنا چاہتا تھا کہ لوگ اس پر رشک کریں۔ وہ خواجہ حسن اور سدا اللہ گوہر آئین جیسی قدر و حرکت کا خواہش تھا۔ دونوں سبکی تھے لیکن اپنے مقاصد اور حصول دنیا کے لئے وہ مسیحیت کے دخل اور اثر کو نظر انداز کر دینے پر آمادہ تھے۔

شہر اسماعیل نے آشوری کا بے حد شکریہ ادا کیا اور کہا "تو نے میرا اس وقت ساتھ دیا جب امید کی ہر کرن معدوم ہو چکی تھی۔"

آشوری نے جواب دیا "میں نے دنیا کو کھلی اور شعوری آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اب وقت گیا ہے کہ ہم دونوں اپنی وہ قیمت حاصل کریں جس کے ہم حقدار ہیں۔"

شہر اسماعیل نے کہا "اگر میں سلطان کا درباری شہر بن گیا تو میں بغداد میں خلیفہ کا قرب حاصل کر لوں گا اور پھر میں ایک اثر اور اس کا درباری بن جاؤں گا۔"

آشوری نے اپنی خواہش ظاہر کی "میں خواجہ حسن جیسا مقام اور مرتبہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

شہر اسماعیل نے اس کی بہت انزائی کی "ایسا ممکن ہے کیوں کہ سلطان کام کرنے والوں کی قدر کرتا ہے اور دولت کا کد آہٹا ہے۔"

آشوری نے اپنی عہدہ کی کڑ کر کہا "خواجہ حسن کے پاس ایک ہندی نژاد حسینہ ہے۔ حد درجہ شوخ و شرم اور حاضر جواب۔ میں اس سے عشق کرتا ہوں مگر اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ میں خواجہ حسن جیسا مقام حاصل کر لوں گا تو میں کثیر کی حصول پابی بہت آسان ہو جائے گی۔"

شہر اسماعیل نے افسوس کا اظہار کیا اور کہا "میں تو تجھے نہایت مشکل مند اور کد آہٹا ہوں مگر رہا تو نے خود کو ایک ہندی نژاد حسینہ کا عاشق ظاہر کر کے خود کو کثیر قرار دے لیا۔ آشوری نے حیرت سے پوچھا "وہ کس طرح؟"

شہر اسماعیل نے جواب دیا "یہ دنیا جس میں ہم زندہ نکلے اور مشغول ہیں بہت بڑی ہے۔"

"شوری نے اقرار کیا "ہاں بڑی تو ہے بلکہ بہت بڑی ہے۔" شہر اسماعیل نے سہل ہاتھ دیا۔ "اس دنیا میں ہر طرف حسن بکھرا ہوا ہے۔"

آشوری نے جواب دیا۔ "یہ بھی درست ہے۔"

شہر نے کہا۔ "جہاں ہر طرف حسن بکھرا ہوا ہو وہاں صرف ایک ہندی نژاد پر اکتفا کر لینا کبھی کی عقلندی ہے؟" آشوری شرمندہ سا ہو گیا۔ "لیکن میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں۔"

شہر اسماعیل نے جواب دیا۔ "میں تجھے محبت کرنے سے نہیں روکتا۔ محبت کر مگر کسی ایک سے نہیں۔ حسن سے محبت کر، جہاں بھی ہو، جہاں بھی ملے اس کو گلے لگالے۔ اس سے عشق کر محبت کر مگر کسی ایک سے نہیں۔ اپنے آپ کو وسعت دے۔" آشوری نے سوچا۔ "یہ کون سا نظریہ ہے؟ کون سا عقیدہ ہے۔ اس سے کیا فائدہ اور اس سے حاصل؟"

شہر اسماعیل نے کہا۔ "میں جانتا ہوں میری یہ باتیں صحری سمجھ میں نہیں آئیں گی لیکن تو میرا ساتھی ہے میرا دوست ہے میرا دوست ہے۔ میں ساری باتیں تجھے آہستہ آہستہ سمجھاتا ہوں بتاتا ہوں گا۔" شوری نے شہر اسماعیل کو پہلے بھی دیکھا اور سنا تھا لیکن اس بار وہ جس طرح سامنے آیا تھا بہت عجیب اور حیران کن تھا۔

"شوری نے اس سے کہا۔ "اب ہم دونوں اپنے مشرقت ساتھ گزارا کریں گے۔ تو اپنا کام ہمیں سے شروع کر دے۔" شہر اسماعیل نے اپنے ذہن اور حافیے پر زور دیا اور پوچھا۔ "کون سا کام؟"

"شوری نے جواب دیا۔ "شہری، مقصدی شہری جس کو سلطان نے تھموا ہے۔"

شہر اسماعیل نے کہا۔ "ہاں۔ یاد آیا ایک ہے۔" وہ دونوں خوی سے کوچ کی طرف جا رہے تھے۔ بکھرے دروم کے ٹھکانے ساحلی شہر کی طرف۔ راستے میں کتنی آب و ہوا، قصبے اور شہر پہنچے وہاں تھے۔ ان میں گرجا، مندریں اور مساجد بھی ہوں گی۔ ان میں سے کسی میں کوئی شہسپہر بھی ہو سکتا ہے۔ سرد ز اور رامب راہٹ جیسا سپہرہ۔ یہ چہرے ان کے لئے پریشانی اور مصیبت کا باعث بھی بن سکتے تھے۔ دونوں نے اس موضوع پر بھی بحث کی۔

شہر اسماعیل نے کہا۔ "یہ دونوں چہرے جتنی دشمن ہو چکے ہیں۔"

آشوری نے جواب دیا۔ "جب تجھ کو گرفتار کیا گیا اور یہ بات مشہور ہوئی کہ تجھے قتل کر دیا جائے گا تو میں سرد ز سے ملا۔ اس سے تیری مدد کے سلسلے میں مشورہ کیا۔ اس وقت اس نے ہمیں ہائل بائرس کر دیا تھا۔ اب ہم اسے بائرس کر دیں گے۔"

شہر اسماعیل نے کہا۔ "وہ ہمارے راہ میں روڑے اٹھانے لگا۔"

آشوری نے کہا۔ "نہیں۔ وہ لوگ ایسا نہیں کر سکیں گے۔"

شہر اسماعیل نے پورے یقین سے کہا۔ "وہ ایسا سرور کر رہے گے۔"

آشوری نے پوچھا۔ "وہ کیا کریں گے۔ وہ کیا کریں گے؟"

اس کے پاس ہمارے خوف کھنے یا کر۔ کوئی راہ نہیں ہے۔ ہم تو

سلطان اور مسلمانوں سے بچنا چاہتے ہیں۔"

شہر اسماعیل فوری طور پر آشوری کی بات نہیں سمجھ سکا

لیکن جب سمجھا تو بہت خوش ہوا۔ "واہ! میں نے تو اس طریقے سے سوچا ہی نہیں تھا۔"

آشوری نے کہا۔ "شہزادی بیلیٹا خواجہ وزیر سے شادی

کر کے خوش ہے پھر ہم اس کی مرضی کے خلاف کام کیوں

کرتے۔"

شہر اسماعیل نے سرد آہ ماری۔ "انہوں تو مجھے بھی ہوا

تھا۔ شہزادی بیلیٹا قیامت ہے میں نے اس کی طرف ایک

جھٹک دیکھی تھی اور آج تک اسے بھلا نہیں سکا۔"

آشوری کو ہنسی آئی۔ "تیرے بتول دنیا بہت بڑی ہے اور

یہاں ہر طرف حسن بکھرا ہوا ہے پھر کسی ایک چہرے کو مرکز

نظر کیوں بنایا جائے۔"

شہر اسماعیل نے آشوری کو غور سے دیکھا اور پھر دونوں

ایک ساتھ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ شہزادی بیلیٹا کے ذکر نے

ان دونوں پر ایک ایسا لگتے بالکل واضح کر دیا تھا جس پر ابھی تک

دونوں متذبذب اور ٹکڑے تھے۔

شہر اسماعیل نے کہا۔ "دنیا کا ہر شخص اپنی دنیا دیکھ رہا ہے

اور اپنی مرضی سے اپنا ہر قدم اٹھا رہا ہے۔ شہزادی نے

مسیحت اور خانہ بدوش کو اپنی ستر زندگی پر قربان کر دیا ہے۔"

آشوری نے اسی حوالے سے رامب راہٹ کا ذکر کیا۔

"اس نے اپنی ذاتی شرافت اور عمری تعلوت کو نظر انداز کر دیا

اور اپنی ساری عیادت اور ریاضت شہزادی بیلیٹا پر نکلوا

کر دی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں بھی اپنی زندگی اور

شہزاد مسیح کے لئے اپنی کئی چیزیں قربان کرنا ہوں گی۔"

شہر اسماعیل نے تائید کی۔ "بے شک، بے شک۔"

خوی کے بعد وہ کئی جگہ گھرے۔ کبھی کسی سرانے میں، کبھی

کسی خانہ میں، کبھی کسی گرجا میں۔ وہ دنیا کی نظر میں پریشان مل

اور بے روزگار نوجوان تھے۔ انہیں روزی کی تلاش تھی اور اس کی تلاش میں ان کا سرچ کی طرف جاری تھا۔ یہاں تک کہ وہ غلط پہنچ گئے۔ غلط پر مسلمانوں کی حکومت تھی لیکن پورا شہر بہت پریشان اور خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ ان دونوں نے شہر کی سرائے میں قیام کیا۔ سرائے کے مالک نے ان دونوں کو مشورہ دیا کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے وہ غلط سے کہیں اور چلے جائیں۔ آشوری نے پوچھا ”کیوں یہاں کون سا زلزلہ آ رہا ہے؟“ سرائے کے مالک نے ان سے الٹا سوال کر دیا ”تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟“

آشوری نے جواب دیا ”ہم روزگار کی تلاش میں مگر سے بے گھر ہوئے ہیں۔ کیا بے روزگاری سے بڑی کوئی اور مصیبت ہو سکتی ہے؟“

سرائے کے مالک نے دونوں کو سمجھایا ”تم شاید نہیں جانتے کہ ساحل پر عیسائیوں کی افواج آ چکی ہیں۔ وہ مسلمانوں کی برہادی کا منصوبہ بنا کر آئی ہیں۔ تم دونوں بھی خس و خاشاک کی طرح اس سیلاب میں بہہ جاؤ گے۔“ اس لئے بہتر ہے کہ کہیں دور چلے جاؤ۔“

شاہر اسماعیل نے پوچھا ”کیوں ہم دونوں ہی کیوں اس سیلاب گراں میں بہہ جائیں گے؟“

سرائے کے مالک نے جواب دیا ”وہ مسلمانوں کی برہادی کا منصوبہ لے کر آئے ہیں اور اہل غلط ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔“

آشوری نے خوش ہو کر کہا ”ہم دونوں تو سبکی ہیں مگر ہمیں کیا ڈر ہو سکتا ہے یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے۔“ سرائے کے مالک نے نفرت سے دونوں کو دیکھا اور کہا ”تم دونوں مسیحی ہو گئے ہو تو پھر بھی کسی شر کے باشندے۔ تم خدا کا ڈر نہ کرو۔“

آشوری نے سرائے کے مالک کو قائل کرنا چاہا۔ ”ہم نے اسلامی حکومت کھڑا چکھا اب یہاں مسیحی آ رہے ہیں اور تم ان کی حکومت کھڑا چکھو گے لہذا احسب برابر ہو جائے گا۔“ سرائے کے مالک نے ان دونوں کو اپنی سرائے میں جگہ دینے سے انکار کر دیا۔ ”دفع ہو جا یہاں سے۔ ہم تمہاری قوم کا مقابلہ کریں گے۔ اس وقت تک ساحل بھی ہماری ہو کر آجائے گا۔“

شاہر اسماعیل جیسے نکاح اور آشوری سے کہا۔ ”پلو ہم دونوں کچھ دن غلطہ میں گزار لیں گے اور سرائے کے مالک سے بعد میں نمٹ لیں گے۔“ دونوں نے سرائے خالی کر دی اور ایک غلطہ میں چلے گئے۔ ان دونوں نے شہر میں ہر طرف دہشت مچا دی۔ یہ افواج عام تھی کہ تحقیقہ کا لیسر اپنے اہلکاروں کے ساتھ ساحل پر یخاڑ کر رہا ہے اور چند دن بعد غلطہ شہر میں داخل ہو جائے گا۔ غلطہ میں ان دونوں کو خوش دلی سے قبول کیا گیا۔

غلطہ کے راہب نے ان سے وہی سوال کیا جو دوسرے لپچکے تھے کہ کہاں اور کیوں جا رہے ہو؟

آشوری نے کہا ”ہم بے روزگار ہیں اور کام کی تلاش میں نکلے ہیں۔“

راہب نے پوچھا ”تم کیا کر سکتے ہو؟“

ایک نے اپنی شاعری گڈ کر کیا اور دوسرے نے تجارتی گڈ کر لیا۔ راہب نے شاعر کو مشورہ دیا ”تو خداوند سچا اور پاک مریم کی شان میں شاعری کر۔ خدا پرستوں سے ملے گا۔“ اور تجارتی گڈ کر نے کہا ”تو چھوٹی پنچوائی سببیں، ایش میں نہ آئے۔ انہیں تو اوروں کا کٹ

آشوری نے کہا ”ہم شیخ جاز ہے ہیں تو ہیں کام کریں گے اگر وہاں کے لئے کوئی تجارتی غلط مل جلتے تو ہر بلتی۔“

راہب مسکرایا ”ہاں ایسا بھی ممکن ہے۔ ہماری کوششوں اور بلادوں پر مسیحی دیا تمہارا ذکر اور آ رہی ہے۔ میں شیخ کے ایک راہب کے ہم نہیں ایک غلطہ دوں گا جس سے تمہارا کام ہو جائے گا۔“ اس کے بعد راہب نے شیخ کے راہب کے ہم ایک مختصر سا خط لکھ دیا۔

”خداوند سچا کے دو پرستار آ رہے ہیں انہیں ان کے شایان شان کام فراہم کر دیے جائیں۔“ راہب کی باتوں سے دو باتیں ان کے علم میں آئی تھیں۔ اس تو یہ کہ ”نہ درپوں اور راہبوں نے عیسائیوں کو مسلمانوں پر حملے کی دعوت دی تھی“ یہ راہب ان میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ دوم یہ کہ شیخ کا راہب بھی اسی حیثیت کا مالک ہو گا اور اس کے توسط سے یہ دونوں مسیحی فوج میں بے سنی داخل ہو جائیں گے۔ وہ اپنی جزلی تصور کی پہلی میز می پر قدم رکھ چکے تھے۔

۴

کہانی کے متاثرین پس منظر کے مآخذ

پروفیسر جی۔ ایف۔ ہارٹ۔ مسیحی تاریخ۔ ص ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸

اس نیرا شوبہ دور میں جب سدا جوق میل بہ کراں کی طرح چاروں
 طرف روں دوڑے تھے۔ مگر یہی دنیا عام اسلام سے ایک ایک ہاتھ کھینچ
 لے رہی تھی۔ چین و بڑا قزاقی و ہندوستان دوسری دنیا تھی جس کی تہذیب نہیں
 دوسری دنیا میں سے ایک یہ بھی تھی۔ وہ دوسری دنیا جو تو اس کے ساتھ
 میں پڑھیں گے۔ دیکھیں گے۔ ضابطہ وینا میں اس کے آس پاس موجود دنیا
 مگر ان کی فضاوں سے اوچھل رہی تھی دنیا میں مگر اپنے اہلکار گاہ کو جو ر کی
 دلیلوں سے جائز قرار دے دینا یہ لوگ امر کا کرتے تھے۔ ان کے عجیب و غریب
 دنیا میں سب کی چھتیاں مگر ہورت نہیں تھی کیوں کہ ان کو سرد رہورت
 کو اس دنیا میں نہیں سمجھتا تھا کہ اس کی ہستی اس کی تہذیب میں رہے۔ یہ سب
 سرد رہے۔ مگر وہ لوگوں کی دنیا میں لوگ کس طرح رہتے تھے، ان کی س طرح
 اس طرح سے سب دیکھیں مگر اس اور طرح
 پھر وہ۔ دو ہورت میں رہتے تھے۔ اور ان کے ہاتھ میں وہی وہی
 سچ گئی تھی۔ تاکہ یہ موضوع ورنہ ان کے غائب سے دلکش کیا فی۔

دوسری دنیا

الیاں میت پور





غلام کے راہب سے سفارشی خط
دونوں نے کرنا منع ہو گئے۔ دلوں میں
 قاتل کے ساتھ سفر کر رہے تھے اس میں گھڑ سوار ایک بھی نہ تھا۔
 ہر کوئی گدھ سوار فخر پر سوار تھا۔ ان دونوں کے پاس بھی دو گدھے تھے
 دوسرے مسافروں کے پاس تو تھیا بھی تھے لیکن ان کے پاس صرف
 خنجر تھے۔ ان خنجروں سے وہ رستیاں یا چیزیں کاٹنے کا کام لیتے
 تھے۔ راستے میں ڈاکوؤں کا خطرہ تھا اور قاتلے والے بہت چڑکتے
 رہتے تھے۔ شاعر اسماعیل نے سفر کی صورتوں سے گھبرا کے یہ ارادہ
 ظاہر کیا کہ وہ کہیں اور چلا جائے گا۔ وہ سلطان کا کام نہیں کرے گا۔
 آشوری نے اسے منع کیا اور کہا: ہم اپنے شاندار مستقبل کے لیے
 یہ کام کر رہے ہیں۔ سفری صورتوں کے بدلے میں ہم وہ سب حاصل کر
 لیں گے جس کا کام آدمی تصور بھی نہیں کر سکتے۔
 شاعر نے اندیشہ ظاہر کیا: اثنائے سفر میں اگر ہمیں قتل کر دیا
 گیا تو؟

آشوری نے جواب دیا: قتل تو ہم بہت گھروں میں بھی کر سکتے ہیں۔
 شاعر اسماعیل نے دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کیا: دنیا کے پھیر دلوں
 میں پڑنے کے بجائے اگر میں کہیں دو جاؤں شادی کر لیں اور دنیا کی
 لذتوں سے لطف اندوز ہوں تو کیا وہ سب اس سے بہتر نہیں ہو گا؟
 آشوری نے شاعر کا مذاق اڑایا: ال دزر کے بغیر تو کس طرح شادی
 کرے گا اور یہی کہ خوشی کس طرح سکے گا؟
 شاعر اسماعیل نے آشوری کی بات مان لی اور منہنی سوچ کو
 نظر انداز کر دیا۔

راستے میں انھیں جڑ بھی خانقاہ ملی دونوں اس میں گئے۔ انہوں
 سے باتیں کیں اور ان سے بھی منہ کے بڑے راہب کے نام سفارشی
 خط حاصل کر لیے۔

شاعر اسماعیل نے ہر خانقاہ میں جیسی ڈھیل نہیں دیکھی تو اس کی
 شاعرانہ حس کو تحریک ہوئی۔ اس نے ان نون کو پہلے بھی دیکھا تھا لیکن
 جس کیفیت سے وہ اس بار دوبارہ جڑا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔
 اس نے ان نون کو جب بھی غور سے دیکھا پاپا آشوری نے
 اسے منع کر دیا۔ وہ شاعر کے اس نعل کو گناہ سمجھتا تھا۔

شاعر اسماعیل عورت کے بارے میں دوسری طرح سوچنے لگا
 تھا۔ آدم و حوا کے بارے میں مذہبی کتابوں میں جو کچھ پڑھا تھا اس کے
 خیال میں وہ ایک طریقہ تھا۔ کسی عورت سے آج تک اس پر کوئی
 توجہ نہیں دی تھی۔ وہ خود ہی ان کی عزت محسوس کر رہا تھا۔ وہ خیل
 تھا اور خیالوں میں لطف اندوز ہوا تھا۔

آشوری اس کی حرکتوں سے بیزار نظر کرنے لگا۔ وہ شاعر اسماعیل
 کو سمجھاتا کہ تو زندہ کر جس رہبر کی نظروں سے مت دیکھا کر۔

شاعر اسماعیل نے اپنی بھوری زبان کھری: تو تم کہہ رہے ہو
 میں سمجھتا ہوں لیکن میری بھوری سیب ہے کہ مجھے اپنا تک یا احساس ہو
 گیا ہے کہ میری زندگی مختصر ہے اور میں ابھی تک اس نعمت سے محروم ہوں۔
 آشوری کو ہنسی آگئی: تم کی کمی کا احساس کیونکر ہو گیا؟
 شاعر نے جواب دیا: اس خوف کے ساتھ کہ قاتل لٹروں کے
 ہاتھوں برباد بھی ہو سکتا ہے۔ لیٹرے میں قتل بھی کر سکتے ہیں۔
 آشوری کو اس پر ہنسی آئی تھی شاید کام سے کام لے کر رہا ہو
 نے غار سے پھر دھکا کیا ہے اسے جو جانے دے پھر میں تیرا یہ مسئلہ
 بھی حل کر دوں گا۔

اس کے بعد آشوری بندی خزانہ کنیز کا ذکر کرنے لگا۔
 ان کا باقاعدہ راستے میں جس جگہ شہر نکلا تھا وہاں عداوتش کدے
 جتنی کا نوج کہ رہے تھے۔ ان کے کئی اطراف میں تین درخت تھے غنیم داروں
 میں۔ ویرانہ شکستہ دلوں پر چڑیلوں نے گھونسلے بنا رکھے تھے۔ آتش
 کدے اور بچے چھوڑ دیں پر گھڑنے سائیں سائیں کدے رہے تھے گہرا سا
 اور گہیرا دیرانی نے ماحول کو اثر انگیز بنا دیا تھا۔

شاعر اسماعیل کو آتش کدوں میں عبرت کا سامنہ نظر آیا۔ وہ
 آتش کدے میں تباہ گھومتا پھر تارہا۔

اس کی طبیعت کو دلوں پر گئی اور کدے سے آتش کدے کی
 دیوار پر چند اشعار نکھ دیے۔

”وگرا تم کہاں ہو کہ تم جس آگ کو مزیں بجھتے نہیں دیتے تھے
 آج اس کے دھوکے کے بھی گار نہیں ملتے۔“

آتش کدے کی آواز سے میرے سینے میں آتش جھوت مدھن
 کدی ہے۔

ابیراگ میرے وجود کو جلا رہی ہے۔
 آشوری اس کو تلاش کرتا ہوا آتش کدے سے میں آیا اور اسے

دیو دلوں پر کدے سے بکھتے ہوئے دیکھ کر چنچا: کیا کھد ہے ہر؟
 شاعر اسماعیل نے جواب دیا: میں کا نوج کر رہا ہوں یہاں تہذیب

کے ساتھ فنا ہو گئے۔
 آشوری نے اس کی شاعری پر بھی لب لہجہ کیا: غلام خیر سچ کی قسم

اگر میں شاعر ہوتا تو شاعری کی کدے میں بڑے بڑے کدے کے انجم کرتا ہوں
 شاعر نے پوچھا: کس طرح؟

آشوری نے جواب دیا: جس کسی کو راجی کرتا ہو شاعری میں
 اس کا عقیدہ کھد دے۔

شاعر اسماعیل نے آشوری کو دیکھتے ہوئے بھی اسے نظر انداز
 کر دیا۔ وہ کھدیر کے لیے ماضیوں کا چکا تھا۔ آشوری عورتوں کے سامنے

میں سے آتش کدے کے اندھا راہر آگ کے پرستوں کا قدم
 محسوس ہو رہا تھا آگ کی کدی سے اس کا جسم تڑپتا تھا۔ غلام خیر علم

نہیں ہر دم لگا کر ڈار ہا تھا۔ جہتیں اندر لگیاں اپنی خواہشوں کا ارتداد منجملے
تختِ محشر لے کر ہوئی سے وہ مانگ رہی تھیں تو ان کی قسمت میں
نہیں تھا۔

ہانک باہر سے شور و غل بلند ہوا۔ آشوری گھبرا کر آتش کدے
سے باہر نکلا۔ پھر فرما ہی دوبارہ اندر داخل ہو گیا۔ آشوری نے شاعر کو
بھی اپنے اصل ماحول میں واپس بلوایا۔ وہ بھی آتش کدے سے
نکلنے لگا۔ آشوری نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: "باہر مت جانا،
وہاں ڈاکو لوٹ مار میں مشغول ہیں۔"

شاعر اسماعیل نے کہا: "وہاں بیٹھے میں اپنا جو کچھ بھی ہے ٹٹ
ہائے لائے پچانا تو چاہیے؟"

آشوری نے پرچھا: "کیا تو ٹیڑھوں سے متاثر کر سکتا ہے؟"
شاعر اسماعیل نے جواب دیا: "نہیں، میرے پاس تو ایک طنز
کے برا کچھ بھی نہیں اندر میں اس طنز کے استعمال سے میں اس حد تک
واقف ہوں کہ اس سے رتی یا بنری کاٹ لیتا ہوں۔"

آشوری نے کہا: "اسی لیے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہی ویران آتش
کدے میں ڈھکا بیٹھا ہے جب ڈاکو لوٹ مار کر کے چلے جائیں گے تو
ہم بھی باہر نکل کے دیکھ لیں گے کہ ہم نے کیا لکھو یا لکھ کیا پچھا؟"
دونوں نے دہلیز کی آڑ میں بھاگ کر باہر کا منظر دیکھا۔ وہاں
قافلے کے جنگ جوت ڈاکوؤں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ تلواریں طرار ہی
تھیں اندر بھی پرانے دنے دار طارچا رہے تھے۔

شاعر اسماعیل نے مزید قہر کیا: "اگر اپنا سامان بھی لٹ گیا
تو ہم بالکل برباد ہو جائیں گے۔"

آشوری نے جواب دیا: "اس کی تو فکر ہی ذکر کر جب انسان باہر
نکلتا ہے تو اس کو ان مشکلات اور دشواریوں کا سامنا تو کرنا ہی پڑتا ہے۔"
شاعر اسماعیل تو فزون بھی تھا: "اگر ادھر آگے تو ہم مل بھی
ہے سکتے ہیں۔"

آشوری نے جواب دیا: "ہاں یہ بھی ممکن ہے۔"
شاعر اسماعیل نے سرواٹھ بھری: "ہلکی سیب سے بڑی غلطی یہ
ہے کہ ہم دوسروں کی بتائی ہوئی راہ پر چلتے ہیں اور اس میں اتنے زیادہ
منہک لگے حشر ہو جاتے ہیں کہ اپنی مرضی اور سوچ کا دخل باقی ہی
نہیں رہتا۔"

آشوری نے دیکھا، باہر قافلے والوں کا ڈاکوؤں میں کشمکش اور
مزاحمت کم ہو چکی ہے اور وہ ڈاکو زمین پر کچھ دیکھتے ہوئے آتش
کدے کی طرف پلٹے کر رہے ہیں۔

شاعر اسماعیل بڑبڑا رہا تھا: "میں سلطان سے بچا ہوا ہوں لیکن
یہاں یہ تھا اور ملے کے ہمارے قسطنطنیہ میں یہ ہونا چاہیے تھا۔"
آشوری نے منظر سے کی گھٹی بیکاری: "یہ ہم ہمدردی کبھی بھی

سکتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے تھا۔ وہ ڈاکو ہماری طرف کر رہے ہیں۔
شاعر کا خوف سے بڑا حال ہو رہا تھا۔ اس نے آتش کدے
سے فرار ہونے کا ارادہ کیا لیکن آشوری نے اسے روک دیا اور مزید
قہر کیا: "بھاگنا مست و ذہنی قس کر دیے جائیں گے۔"

شاعر اسماعیل نے بھی دیوار کی آڑ سے ہٹ کر دیکھا۔ دونوں ڈاکو
زمین پر کچھ دیکھتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔

شاعر نے پرچھا: "یہ زمین پر کیا دیکھ رہے ہیں؟ وہاں کیا تلاش
کر رہے ہیں؟"

آشوری نے جواب دیا: "وہ زمین پر ہم دونوں کے نقش قدم
دیکھ رہے ہیں۔ وہ بھی تلاش کر رہے ہیں؟"

شاعر کو بڑی حیرت ہوئی پرچھا: "نقش قدم؟"

آشوری نے جواب دیا: "ہاں نقش قدم۔"

شاعر اسماعیل سوالیہ نشان میں کر رہ گیا۔ وہ نقش قدم کا مطلب
ہی نہیں سمجھا۔

آشوری نے اسے سمجھایا: "ڈاکوؤں میں بعض کھوتی بھی ہوتے
ہیں ان انسانوں اور جانوروں کے پاؤں کے نشانات سے ان کا
تغاقب کرتے ہیں اور آخر کار پکڑ لیتے ہیں۔"

دونوں ڈاکو آتش کدے کے قریب پہنچ چکے تھے۔

شاعر اسماعیل کے چہرے کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔ اسے اپنی
موت ملنے نظر آ رہی تھی۔ اس نے بھاگنے کا ارادہ کیا لیکن آشوری
نے اسے بھاگنے نہیں دیا۔

شاعر اسماعیل نے کہا: "ہم تو ان سے لڑ بھی نہیں سکتے۔ اب
کیا ہو گا؟"

دونوں ڈاکو آتش کدے میں داخل ہو گئے اور انھیں دیکھ کر طنز
پرچھا: "تو تم دونوں ڈاکو یہاں چھپ گئے تھے؟"

آشوری نے جواب دیا: "ہم آتش کدے دیکھتے کہتے تو رنگ
ہماری عدم موجودگی میں آئے ہو؟"

ڈاکوؤں کو آشوری کے طنز پر مخاطب اندھکوں پر ہنر
پرچھا: "تم کون ہو اور کیا کرتے ہو؟"

آشوری نے شاعر اسماعیل کی طرف اشارہ کیا: "یہ شاعر ہے
اور میں ایک ہنرمند ہوں۔ ہم دونوں کا کام کی تلاش میں منع ہو رہے ہیں۔"

ڈاکوؤں کو آشوری کی باتیں اچھی لگیں۔ ایک نے پرچھا: "تم
دونوں کے پاس مال کتنا ہے؟"

آشوری نے جواب دیا: "ہم تلاش معاش میں نکلے ہیں، سب
کماؤں کے قوال بھی آجائے گا انی کو ل کچھ بھی نہیں۔"

دوسرے ڈاکو نے شاعر اسماعیل سے انرا و مذاق سوال کیا۔
"تیرا ساتھی تو ہنرمند ہے یہ جہاں جہاں ملے گا کھا لے گا لیکن تھی

جوشا عربی تو کس طرح کہلے گا؟

آشوری نے شاعر کی طرف سے جواب دیا: داد، تم لوگ تو بہت سادہ لوح ہو، شاعر تو کسی بھی بادشاہ، سلطان، امیر یا سردار کے دربار سے وابستہ ہو سکتا ہے۔ یہ جس کی شان میں بھی تصدیق ہو سکتی ہے کہ وہ اس کا مداح اور سردار مست بن جائے گا۔

ڈاکو نے پھر ویسوں کیا: تم لوگوں کے پاس ہاں کتنے ہیں؟ آشوری نے جواب دیا: تم لوگوں نے ہماری عدم موجودگی میں ٹوٹ مار کی ہے، ہم دونوں کے پاس جو کچھ تھا وہ ٹٹ چکا ہو گا۔ اس وقت ہمارے پاس کیا ہے، تم دونوں تلاش لے کر اپنا اطمینان کر لو۔ دونوں نے ان دونوں کی تلاش لی تو انھیں غلط کے راہب کا ایک سفارشی خط ملا۔ یہ خط منج کے راہب کے نام لکھا گیا تھا۔ ایک ڈاکو نے پوچھا: یہ کیا ہے؟

آشوری نے جواب دیا: ایک سفارشی خط غلط کے راہب کا منج کے راہب کے نام۔ دونوں ڈاکو سننے لگے: ہمارا واسطہ بھی کیسے نکلے بھوکوں سے پڑا ہے۔ اسے بھائی، انکس سے چلے تھے تو ہمارے لیے کچھ نہ کر ہی چلتے۔

آشوری نے جواب دیا: آئندہ اس بات کا خیال رکھوں گا۔ ایک ڈاکو نے اپنے ساتھی سے کہا: یہ دلچسپ آدمی ہے اس کو اپنے سردار کے پاس لے چلو، وہ اس سے مل کر بہت خوش ہو گا۔ دونوں کو ڈاکوئل نے قید کر لیا۔ ان کی تلاش لینے پر غلط کے راہب کا خط ڈاکو نے اپنے پاس رکھا، وہ واپس نہیں گیا۔ دونوں آگے آگے چلے رہے تھے اور ڈاکوئل کے پیچھے پیچھے توفان ٹوٹا جا چکا تھا۔ قافلے کے جواہر اراچی جان بچلے تھے وہ فرار ہو گئے تھے۔

ڈاکوئل کا سردار ٹوٹا بومال بندھو، تھا، وہ ایک پتھر پر جھٹ کر اپنے ساتھیوں کو احکامات دے رہا تھا۔ شاعر اور آشوری کو اپنے ساتھیوں کی تحریل میں دیکھ کر پوچھا: یہ کون ہیں؟

ایک نے دونوں کا تعارف کر لیا: یہ شاعر ہے اور یہ دوسرا اس کا ساتھی ہنرمند۔

سردار نے پوچھا: یہ دونوں کہاں تھے؟ ڈاکو نے دواکش کدے کی طرف اشارہ کیا: وہاں کاش کدے کے کھنڈ میں۔

سردار کے ہاتھ جھڑے کا ہالک تھا جو ہالک ہوا میں لڑا اور بکے بندیر کے شاعر اور آشوری پر برسے گا: ہم سے دھکے کھائے تھے۔ کیوں؟ تم نے یہ کیوں نہیں مویا کہ تم ہم سے بھاگ

کر جاؤ گے کہاں۔ میرے ساتھی تمہیں جہنم سے بھی کھینچ لائیں گے۔ ڈاکوئل کے ایک ساتھی نے سردار کو منج کیا: سردار! آپ انھیں نہ ماریں، یہ دونوں ہمارے خوف سے فرار نہیں ہوئے تھے بلکہ راتش کدے میں کھنڈرات سے دل بہا رہے تھے۔ سردار نے اچھے کھینچ لیا: احمق! کھنڈرات بھی کوئی دیکھنے کی چیز ہوتے ہیں۔ پتھر دونوں ساتھیوں سے پوچھا: ان کے پاس سے کچھ نکل بھی؟

ایک نے جواب دیا: غلط کے راہب کا ایک سفارشی خط منج کے راہب نے نامہ ہے یہ دونوں معاش کی نگر میں وہاں رہے ہیں۔

سردار نے ڈاکوئل کے پوچھا: نقدی کتنی تھی ان دونوں کے پاس؟

ساتھی نے جواب دیا: کچھ بھی نہیں۔ بیڑوں بہت پریشان ہیں۔ سردار نے کہا: ان دونوں سے پوچھ کر ان کا خیر کر لی سہ ہے؟ شاعر اسماعیل نے اپنے خیمے کی نشاندہی کر دی۔ وہ پہلے ہی ٹوٹا جا چکا تھا۔ سردار نے دونوں ڈاکوئل سے پوچھا: ان دونوں کو یہاں کیوں لائے ہو؟

ایک ڈاکو نے جواب دیا: سردار! دونوں مزے کی بات کرتے ہیں۔ ایک شاعر ہے دوسرا ہنرمند۔ ان سے آپ کام لے سکتے ہیں۔

سردار نے کہا: اس نصیحت کو ہم اپنے ساتھ کیوں رکھیں انھیں چھوڑ دیا مار دو۔

شاعر اسماعیل کا اپنے لگا آشوری نے سردار سے درخواست کی: آپ اگر ہمیں قتل کر دیں گے تو آپ کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا اگر چھوڑ دیں گے تو ہم آپ کو دعاؤں دیں گے۔

سردار نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ سامان پتھروں پر بار کر دو ان دونوں کو ساتھ لے کر یہاں سے نکل چلو۔

سردار کے حکم کی تعمیل نہایت مستعدی اور تیزی کے ساتھ کی گئی۔ شاعر اور آشوری کو بھی دو گھوڑے دیے گئے اور انھیں حکم دیا گیا کہ وہ ان سفر خاموش رہیں۔

اور پھر ڈاکوئل کا یہ قافلہ عام مسافروں کے قافلے میں تبدیل ہو گیا، یہ آبادیوں اور بستیوں میں آ رہی سے بچھ جاتے، وہاں داروئی کرتے اور پھر آگے روانہ ہو جاتے۔

شاعر اسماعیل اور آشوری اپنے انجام کا انتظار کر رہے تھے۔ آشوری کو منج چیتنے کی فکر تھی اور شاعر کو اپنی دین کی فکر تھی۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ سردار آخر کہاں سے کیا سلوک کرے گا؟

ڈاکو جب کسی قافلے کو روکنے جاتے تو ان دونوں کو اپنے

سامان اور چندہ کوٹل کے ساتھ کسی غری، جھگڑا باغ کے کنارے
خیموں میں چھوڑ جاتے۔ عام راہگیر یا بستیوں کے لوگ ان خیموں کو
مسافروں کا قافلہ سمجھ کر نظر انداز کر دیتے۔

ایک باغ کے کنارے اس طرح خیمے نصب کر دیے گئے
اور بیستر ڈاکو چادر سبز دور تا جروں کے ایک قافلے کو ٹہنے روانہ
ہو گئے۔ اپنے خیموں میں بارہ تیرہ ساتھی چھوڑ گئے اور انہیں ہدایت
کر دی کہ اگر شاعر اور آشوری فرار ہونے کی کوشش کریں تو انہیں
تیروں سے چھپنی کر کے ہلاک کر دیا جائے۔ ان ہرے داروں میں
وہ دونوں بھی تھے جو آتش کدے کے کندھ سے ان کو پکڑ کر
لائے تھے۔

آشوری نے اپنے خیمے سے نکل کر باہر کا بازو لینا شروع
کیا۔ شاعر اسامیل نے کہا: آشوری جو ان احتیاط کرنا کہیں تجھ کو
نقصان نہ پہنچا کر دیا جائے؟

آشوری نے جواب دیا: میں تو یہاں سے فرار ہونے کی
کوشش کر رہا ہوں اس کوشش میں میری جان بھری جائے؟
شاعر نے دل گرفتہ کیفیت میں پوچھا: ادھیں؟ میں کیا کر رہا ہوں؟
کیا مجھ کو یہیں ان ظالموں میں چھوڑ جاؤ گے؟

خیمے کے باہر دونوں کو باتیں کرتے دیکھ کر ایک ڈاکو نے
اس کے پاس جا کر پوچھا: کیا منصوبہ بن رہا ہے؟
آشوری نے کہا: ہم دونوں یہ سوچ رہے ہیں کہ ہمارا یہاں
کیا کام؟ ہمیں بلاوجہ کیوں لوگ دکھا ہے؟

ڈاکو نے جواب دیا: تم دونوں ہمارے ساتھ ہمارے کار
میں چلو گے وہاں تم دونوں پر قدر چلے گا اور پھر سزا پا جاؤ گے؟
شاعر اسامیل کی جان نکل گئی: پھر کیا ہو گا؟

ڈاکو نے جواب دیا: تیرے خیمے تو قتل کر دیے جاتے ہیں؟
شاعر جو تک پڑا قتل کر دیے جاتے ہیں؟ کیا ہم بھی
قتل کر دیے جائیں گے؟

ڈاکو نے جواب دیا: بالکل ہمارے سردار کی نظر میں جو لوگ
اُس کے کام کے نہیں ہوتے انہیں قتل کر دیا جاتا ہے؟

آشوری نے کہا: لیکن ہم دونوں تو گارڈ ہیں۔ میں ہنرمند
ہوں تم سب کے لیے تخت بنا سکتا ہوں، گریباں بنا سکتا ہوں؟
ڈاکو نے کہا: پھر تم سردار کو کچھ بنا کے دکھاؤ نا؟ اور شاعر
اسامیل سے کہا: تو سردار کی شان میں ایک قصیدہ تیار کرے۔ اور
نے چاہا تو تم دونوں سردار کا دل جیت لو گے؟

دوسرے دن دھیر کو سردار اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ
ہو جاس واپس آکا اور حکم دیا کہ فوراً یہاں سے کوچ کر دو۔
سلمان پھر دل پر لا دیا گیا ان خیموں کو خالی چھوڑ کر جنوب میں

دوانہ ہو گئے۔ شاعر اور آشوری قیدی کی طرح ان کے ساتھ سفر کر
رہے تھے۔ اونچے نیچے میڑھے میڑھے راستوں کو طے کرتے
ہر شے ایک غار میں داخل ہو گئے۔ اس غار میں بڑا ڈھیر تھا۔ اندھیرے
کو شموں کی روشنی سے دور کیا گیا۔ مشعلیں بھی روش کی گئیں۔ ان کی
تیز روشنی میں دونوں نے ہر طرف سال وند کے ڈھیر دیکھے۔ کوٹ کا
لایا ہوا سلمان بھی یہیں رکھ دیا گیا۔ یہاں کی دنیا باہر کی دنیا سے
بالکل مختلف تھی۔

سردار اپنے بڑے سردار بڑی عازمی کی وجہ سے اپنے ساتھیوں
میں ممتاز تھا۔ قد نسبتاً چھوٹا تھا، گھٹیا کچھ بڑی بڑی تھیں، ددان میں
سرخ ڈھبے دودھی سے نظر آتا ہے تھے۔

سردار بہت برہم تھا بے حد غصے میں۔ وہ اپنے چند ساتھیوں
سے محنت نالارض تھا۔

ایک ڈاکو نے شاعر اسامیل سے سرگوشی میں پوچھا: سردار
کی شان میں کوئی قصیدہ کہا ہے تو نہ؟

شاعر اسامیل نے جواب دیا: ہاں کہا تو ہے ایک قصیدہ؟
ڈاکو نے بدستور سرگوشی میں کہا: سردار ہم سے ناراض ہے؟
تو قصیدہ سننا کہ اس کی مزاحیہ کیفیت بدل سکتا ہے؟

بظاہر سردار دوسروں سے مخاطب نظر آتا تھا لیکن شاید
وہ کُن انھیوں سے اپنے ساتھی اور شاعر اسامیل کی گھس گھس دیکھ رہا
تھا۔ وہ عقاب کی طرح اپنے ساتھی پر چھٹا اور اس کو گدڑی
سے پکڑ کر یوں کھینچے گا جس طرح عقاب اپنے شکار کو غروں
سے پکڑ کر لے جاتا ہے۔

سردار نے شاعر کو حکم دیا: تو بھی میرے پیچھے پیچھے چل
آ اور ہمیں بتا کہ تم دونوں کس قسم کی باتیں کر رہے تھے؟
ڈاکو نے عرض کیا: میں بے گناہ ہوں؟

شاعر نے جواب دیا: میں بھی بے گناہ ہوں، ہم کوئی خاص
بات نہیں کر رہے تھے؟

سردار نے اپنے ساتھی کے دواں بخاشوں پر ہلچل کی
بارش کر دی: میں نے تیرے دو ساتھیوں کو قتل کر دیا کیونکہ وہ
اسی باتیں کرتے تھے؟

گروہ کے دوسرے ساتھی دم بخود تھے۔ سردار نے ان کی
طرف اشارہ کیا: ان سے پوچھ کہ تیرے ساتھیوں نے ہم سے کیا
خدا کی ہے؟

ایک ڈاکو نے اپنے سردار کی حمایت میں اپنے ساتھیوں سے
کہا: جب ہم قافلے کو کوٹ کر واپس آ رہے تھے تو دوسرے
ڈاکوؤں نے ہم پر حملہ کر دیا اور انہوں نے ہمیں کوٹ لیا۔ ہمارے
چند ساتھی ان ڈاکوؤں سے ملے ہوئے تھے۔ ان کی خبری اور مرد

سے ہم پر حملہ ہوا۔ وہ فکرائے سے بڑے ہوئے تھے۔
 سردار نے اپنے ساتھی کو بھڑکوں سے مارنا شروع کر دیا۔
 دوسرے ڈاکو نے مار کھانے والے کو مشورہ دیا: اگر تو
 اپنے دلیر ساتھیوں کے بارے میں کچھ جانتا ہے تو سردار کو بتا دے
 ورنہ جان سے جاسے گا۔
 ڈاکو نے انکار کیا کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔
 سردار نے شاعر سے پوچھا: یہ تجھ سے کسی قسم کی باتیں کر
 رہا تھا؟

شاعر اسماعیل نے سوچا کہ اگر جھوٹ بولا تو سردار اس کی
 پٹائی شروع کر دے گا اس لیے صاف صاف بتا دیا کہ اس کو سردار
 کا قصیدہ سمجھنے اور سننے کا مشورہ دیا گیا تھا۔
 سردار نے غصے میں دریافت کیا: تو نے قصیدہ کھا ہے؟
 شاعر نے خوش ہو کر جواب دیا: ہاں قصیدہ تیار ہے ابازت
 ہو تو سنناؤں۔
 سردار نے کہا: میرا قصیدہ بھی سنو گا پہلے تو میرا
 قصیدہ سنو۔

سردار کے وقار و ساتھی اس کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے اور
 اس کو سننے سے مشورے دے رہے تھے۔
 پٹنے والے ڈاکو بے ہوش ہو رہا تھا اس کی پیشانی سے خون
 بہہ رہا تھا۔

سردار نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے اپنے دل کو دوسرے
 قدم میں منتقل کر دیا کیونکہ اس کو شبہ تھا کہ ڈاکوؤں کا دوسرا گروہ یہاں
 تک نہ پہنچ جائے۔ اس کام میں کافی دقت لگا۔ یہ غار بھی موجودہ
 غار سے ملحق تھا اور اس کا راستہ بھی اسی غار سے ایک تنگ راستے
 کے ذریعے جاتا تھا۔ شاید اس دوسرے غار سے سردار کے دوسرے
 ساتھی واقف نہیں تھے۔ پرانے غار میں تھوڑا سا سامان بٹھنے دیا
 گیا اسے طے ڈاکوؤں کو خوش کرنے کے لیے سردار اپنے ہم پیشہ
 لوگوں کی دشمنی نہیں بول لیتا چاہتا تھا۔
 دوسرے غار میں بھی دشمنی کی گئی۔ دشمنوں کے علاوہ مشعلیں
 بھی جلائی گئیں۔

سردار نے فیصلہ سے دھکی کو بڑی احتیاط سے بند کر دیا۔ اس
 ناک کی روشنی دوسرے غار میں نہیں جا رہی تھی۔ سردار کے ساتھی اس
 قدر ہی مطمئن نہیں تھے کہ وہ سب ڈاکوؤں کے سننے گروہ سے خوفزدہ
 تھے کہ نہ ان کی تعداد بھی زیادہ تھی اور انک بھی غیر معمولی جیسے تھے۔
 سردار اپنے بائیں ہاتھ کو بلند کر لیا تھا اور اس کے ایک
 حصے کو ہنود بیکھ کر چھوڑ دیا تھا۔

اس قدر ہی ایک موقع تخت بھی موجود تھا۔ سردار اس پر بیٹھ

گیا اور اس کے ساتھی دباؤ کی طرح تخت کے سامنے کودا۔
 کھڑے ہو گئے۔

سردار نے آشوری سے پوچھا: تو کون سا ہتھیار جانتا ہے؟
 آشوری نے جواب دیا: میں بندوق ہوں۔

سردار خوش ہو گیا: تب تو تیرے لیے بڑے کام ہے؟
 اس کے بعد سردار نے اپنے چند آدمیوں کا نام اسے کر دیا اور
 سناٹک ہر جانے کا حکم دیا۔

یہ کل چھ تھے۔ وہ گریوڈزلی کرنے لگے۔ سردار، عمر، ہم
 بے تصور ہیں۔

سردار نے جواب دیا: دنیا تیرے... میرا مطلب یہ ہے
 کہ یہ سارے نام تمہارے پاس ساتھی نے بھالت بڑے بٹھے تھے؟
 سردار نے کوئی اشارہ کیا۔ اس کے وقار و ساتھیوں نے ان
 چھ گواہ کی بندوقوں پر ڈنڈوں سے ضربیں لگائیں جس سے وہ چیخیں
 مارنے لگے۔ اس کے بعد انھیں ریشم کی ڈنڈوں سے ہانپ دیا
 گیا۔ وہ داد دیا جاتے دہے اڑتے دہے لیکن ان پر کسی کو رحم
 نہ آیا۔

سردار نے اپنے وقار و ساتھیوں سے کہا: اب میں مزید ساتھی
 دھکار چھوڑاؤں اپنے گروہ میں زیادہ آدمیوں کا اعتماد کرنا
 چاہتے ہیں۔

ساتھیوں نے سردار کو جواب دیا: آشوری نہیں سمجھ سکا
 کیونکہ وہ اسی وقت کہیں اور تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ میں کن لوگوں
 میں بچیں گیا۔ وہ منہج کسی طرح پہنچے گا اور سلطان کا کام کس طرح
 انجام دے گا۔ اسے اس ماحول میں بھی ہندی ٹراولر کی یاد آ رہی تھی۔
 پھر اچانک ایک سٹاک کرنے آشوری کو جھنجھوڑا لایا تو اس
 وقت کہاں چلا گیا؟ دیکھ سردار تجھ سے کیا کہہ رہا ہے؟

آشوری نے سردار کے دل میں ہندوئے جگم بیلد کر دیا۔ اس نے
 جھوٹ کا سہارا لیا۔ سو فتن میں میرے بڑے بڑے میرا لشکر کرے
 ہوں گے۔ اگر میں ان کی محبت کا اسیر نہ ہوتا تو میں اس گروہ کا ایک
 رکن ہی جاتا۔

سردار نے اس کا مذاق اڑایا: احمق کیا کہہ رہا ہے۔ میرے
 گروہ میں ایک بھی ایسی نہیں چھوڑی تھی کہ اپنے گروہ میں کیوں شامی
 کرنے لگا۔

شاعر اسماعیل کو آشوری کے جھوٹ پر حسرت ہوئی اور چھا۔
 تیسرے بڑے بڑے سو فتن میں؟

آشوری نے جواب دیا: ہاں میری حاشی بھلا کتنی
 ہی کرتے رہ جائیں گے۔

سردار نے کلمہ تو جانتا ہے؟ غرضی کا کام جانتا ہے۔

تھکا کر اور مدد کا کوئی شکر نہ رہا

آشوری نے بے قراری سے پوچھا: آپ ضرور بتائیں، میں
بہن کی کرہی گا؟

سردار نے جواب دیا: میرا اپنا ایک حکم ہے بادشاہ کو
اور یہ فوج دی گئی ہے اس کے پاس بھی بادشاہ کی جیسی فوج ہوتی ہے
اور یہ فوج دی گئی ہے اس کے پاس بھی بادشاہ کی جیسی فوج ہوتی ہے
آشوری اس کی باتیں حیرت سے سن رہا تھا اس نے
سوچا، کہیں سردار پاگل تو نہیں ہو گیا۔

سردار اپنی بات کو تار مار رہا ہے وہ بھی غدار اور دغا دار
ہوتے ہیں۔ ہم بھی بادشاہوں کی طرح لوٹ مار اور قتل و غارتگری
میں مشغول رہتے ہیں۔

شاعر اسماعیل کو سردار کی باتوں میں غزوہ کا ہاتھ اس کاٹنا اچھا
لگتا تھا وہ کہتا تھا۔

سردار آشوری کو سمجھا رہا تھا کہ ہمارے پاس ایسے سپاہی بھی ہیں
جیسے حبیب بھی۔ ہم عداوتیں بھی کرتے ہیں موت اور قتل کی منہ
بھی دیتے ہیں۔ ہمارے اپنے قید خانے ہیں جہاں عرصے سے قیدی
اس طرح رہ رہے ہیں کہ انہوں نے رسول سے سورج کی روشنی تک
نہیں دیکھی اور شاہی مرنے کے بعد بھی کھلے آسمان تلے آٹا ان کے
مقدور میں نہیں۔

اس کے بعد سردار اٹھا اور اپنے دغا دار ساتھیوں سے کہا ان
خاندانوں کو اپنی جگہ سے ہٹنے بھی نہ دینا۔ ان پر مقدمہ چلے گا اور ان کو
ان کے کیسے کی سزاؤں کے سامنے لایا جائے گا۔

شاعر اسماعیل نے بڑی عبرت پکڑ لی اسے اپنے آپ پر حیرت
پر ہی ممتی گدہ ابھی تک اس عجیب و غریب دنیا اور ان کے
آدمیوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا اس کو سردار کی باتوں
میں نہایت صداقت نظر آئی۔

سردار نے آشوری کو ساتھ لیا اور اسی غار کے تیسرے حصے
میں چلا گیا۔ سردار کے ساتھ اس کے دغا دار ساتھی بھی چل رہے
تھے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں شعلہ تھی۔ وہ نانا شیدہ پتھر
کے ڈبوں سے اور چرچر رہتے تھے۔ اوپر چڑھتے چڑھتے وہ نیچے
اُترنے لگے۔ سردار آشوری کو سمجھا رہا تھا: یہ میری مملکت ہے۔
یہاں میری حکومت ہے، صرف میری یہاں کا ہر آدمی میرا جلا
ہے اور یہاں کے کوئی خاندان کا آدمی ربط و تعلق اور اس کی کامیابی
میں حصہ نہیں لے سکتا۔ میں نے یہاں ان میں گھوم بھرم کیا ہے
یہاں کوئی جگہ ہے ان کی فادیت اور محسوس ہر جگہ کیا ہے۔ یہاں کوئی جگہ
پر میرے خزانے نہیں ہیں۔ اس وقت میرے گدہ میں دو
آدمی ہیں میں ماہی ہے، چھ قندہ بھٹے ان میں سے قتل کر دیا

میں اپنے گدہ میں انا ڈھانپتا ہوں۔

آشوری حیرت سے سردار کے اس قسم کی باتیں سنا کر
رہا ہے۔

سردار نے پلٹ کر شاعر اسماعیل کی طرف دیکھا اور پوچھا: تم
تو بھی ہمارے ساتھ چل رہا ہے؟ کیوں؟ تیرے یہاں کیا کام؟
شاعر اسماعیل نے جواب دیا: جناب والا! اگر آپ کی
مملکت ہے اور آپ اس کے بادشاہ ہیں تو اس مملکت کے
بادشاہ کو شہر کی عزت بھی درپیش ہوگی اور میں خود کو اس کے
دامن مملکت و حشمت سے وابستہ کر سکتا ہوں۔

سردار نے ایک لمحے کے لیے رک کر شاعر کو گھورا اور پھر
فصلے بھی خود ہی کر رہا ہے؟

آشوری نے اس کی سفارش کی: میرا ساتھی ہے اس پر
بھی رحم فرمائیں۔

سردار کو ان باتوں پر غصہ آگیا: تو کون ہے سفارش کرنے والا؟
تجربہ کر رہی کس نے دیا کہ اپنے ساتھی کی سفارش کرے؟
آشوری کہہ گیا۔ اس نے مذمت کر لی: میں نے اپنے ساتھی
کی سفارش نہیں کی۔ میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ یہاں شاعر آپ کے کسی
کام کا نہیں، بھروسہ اس کو اپنے ساتھ رکھنے یا سزا دینے کا فائدہ ہے۔
سردار انھیں ایک ایسی جگہ لے گیا، جہاں پہلے سے لوگ
موجود تھے۔

سردار نے آشوری سے کہا: تو میرے لیے مفید ہے۔ میں
تجربہ سے ایک کام لینا چاہتا ہوں!

آشوری نے وہاں جو منظر دیکھا وہ بڑا عجیب تھا۔ وہاں جو
لوگ موجود تھے ان کے سر پر پاؤں میں ٹکڑی کے بڑے بڑے کتے
(پہلوں کی شکل کے) پڑے ہوئے تھے۔ ذہنی اور بڑے بڑے
کھتے۔

سردار نشان کے بارے میں بتایا: یہ میرے بڑے بڑے
نے انھیں قید کر دیا ہے یہاں کب تک قید رہیں گے کوئی نہیں جانتا
آشوری زبان کھولتے ہوئے پوچھا: کھد کو کیا کرنا ہو گا؟
سردار نے جواب دیا: کھد کو اس قسم کے کھتے رکھ دو۔
کہاؤ کہ پچاس کھتے ان کی جگہ کی دھڑ سے میں اپنے قیدیوں کو ریشم
کی ٹڈیوں سے بندھا دیتا ہوں اور یہ کھتے دو ریاں اتنی زیادہ قابل
افتخار نہیں ہو سکتیں، انھیں کاٹا جاسکتا ہے ڈھیلوں سمیت بھاگ
جاسکتا ہے لیکن ان کھتوں کے پاؤں یا گلے میں پڑ جانے کے
بعد کوئی بھاگ نہیں سکتا اس لیے مجھ کو پچاس کھتے رکھ دو
تو کام کر سکتا ہے؟

آشوری نے جواب دیا: یہ کام کوئی کاٹ کر جٹل سے

153

آشوری کو بڑی وحشت ہو رہی تھی وہ دنیا سے بالکل کٹ چکا تھا۔

شاعر اسماعیل مدنی نے لگا ب کیا ہو گا؟ میں تو کہیں کا بھی نہیں رہ گیا۔

آشوری نے اس کی ہمت بندھائی: مت گھبرا، ہم آج کل ان انٹرنیٹ سے گزر رہے ہیں ان کا قیروا چھانکے گا۔

شاعر نے جل کر تائید کی: ہاں قیروا چھانکے گا۔ شاید ہم دونوں یہاں سے سر کر ہی نکلیں گے۔

دونوں نے رات بڑے کرب میں گزاری۔

صبح ہوئی تو آشوری کو پہاڑی درختوں کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ درخت کاٹنے والے اس کی مرضی سے درخت کاٹنے کے لیے کام پہاڑ

کی بلندی پر پروردہ تھا۔ آشوری نے اپنے راہنی طرف نشیب میں درخت کے دھندلے مکانات دیکھے جس سے اسے اندازہ ہوا کہ وہ پہاڑی پر

کسی آبادی سے زیادہ دور نہیں ہیں۔

سردار نے شاعر اسماعیل کو بھی آشوری کے ساتھ لگا دیا اور کہا: جب تک میں اس کا اپنی ہدایت میں نہ مل جاؤں، تو اس سے بھی کام لیتا رہ۔

صوبہ کے درختوں کو کاٹ کاٹ کے بچا کیا گیا آشوری نے شاعر سے بس اتنا سا کام لیا کہ وہ درخت کاٹنے والوں کی نگرانی کرتا رہے۔

سردار کے دونوں نائبین ایک ساتھ کبھی بھی نہ جاتے تھے۔ جب بھی کہیں جاتے تو باری باری۔ ایک نہ ایک وہاں موجود ضرور ہوتا۔

دونوں میں سے ایک کا نام شب تھا اور دوسرے کا۔ یعنی۔ چند دنوں کے ساتھ نئے تھیں آپس میں خاصا بے لگت کر دیا تھا۔

جب صبح سے کاٹتے کرتے آشوری پسینہ پسینہ ہو جاتا تو دوپہر کا کھانا وہ دونوں نائبوں کے ساتھ ہی کھاتا۔ کھانے پر باتیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔ دونوں نائب شامی تھے۔

شاعر اسماعیل بھی انھی کے ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ باتوں ہی باتوں میں آشوری اور شاعر اسماعیل کو ظلم ہوا کہ پہلے ان دونوں کا فائدہ ان

بھی سکی تھا مگر ادھر پچاس سال سے وہ مسلمان تھے۔ ان دونوں کے کوئی مذہبی ملازم بھی تھے ان پر دوسری نے ظلم کیا۔ یہ کچھ عرصہ

ظالموں کا ستارہ کرتے رہے پھر ہمت جو لب دینے لگ گئی اور دونوں نے سردار کے گھر میں شمولیت اختیار کر لی۔ ہم دونوں

نے یہ کام نہایت جرات اور بہادری سے انجام دیا۔ اس کام میں ہوشیاری، بہادری، مکر و حیل اور اپنے پیشے اور سردار سے وفاداری

کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ یہ چیزیں ہم میں بد جہنا تم رکھ کر سردار نے ہیں پانا نائب بنالیا۔

آشوری نے پوچھا: کیا سردار کو حق توں سے کوئی مل نہیں؟ اس بستی میں عورت تو نظر ہی نہیں آتی۔

یعنی نائب نے جواب دیا: سیموں کی طرح سرطکی بھی

آشوری نے پوچھا: مگر یہ ساری باتیں آپ مجھے کیوں بتا رہے ہیں؟

یعنی نائب نے جواب دیا: اس لیے کہ تو ہمارے کام کا آدمی ہے تو بھی ہمارے گردہ کا ایک فرد ہی ہے۔

آشوری نے کہا: اس میں میں بھی ملے گا کیا؟

یعنی نائب نے جواب دیا: وہ سب کچھ حور اپنی مام حاشرقی زندگی میں مل نہیں کر سکتا۔

آشوری نے کہا: میں آپ کی پیش کش پر غور کر رہا ہوں۔ آپ مجھے کام کرنے دیں جو آپ کے سردار نے ہمارے لیے کیا ہے؟

کئی دن بعد سردار نے بڑے فکر مند چہرے میں کہا: یہ بدست ہے کہ تم دونوں سلطان الپ ارسلان کے آدمی ہو؟

آشوری نے سوال کر دیا: یہ عجیب و غریب خبر آپ کو کس نے دی؟

سردار کو غصہ آ رہا تھا: میں نے ایک بات تم دونوں سے پوچھی ہے اس کا جواب دو۔ میں نے تمہیں یہ حق نہیں دیا کہ تم مجھ سے کوئی سوال کرو۔

آشوری نے جواب دیا: ہم دونوں پریشان حال شہری ہیں۔ ہمارا سلطان سے کیا واسطہ؟

سردار نے کچھ سوچتے ہوئے کہا: ٹھیک ہے اگر تو اپنے جواب میں سچا ہے تو اب تو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گا۔ اب یہی

بہتر زندگی ہمارے کام آتی رہے گی۔

شاعر اسماعیل کچھ کہنا چاہتا تھا مگر درخت ناک ماحول نے اس کی قوت گروانی سلب کر لی تھی۔

سردار نے اپنے دونوں نائبوں کو حکم دیا: اس کو ہمارے ہنر مندوں میں پہنچا دو۔ سب یہ ہمیشہ انھی میں رہے گا۔

ان دونوں کو اس پہاڑی سلسلے کی ایک چھوٹی سی بستی میں پہنچا دیا گیا۔ یہاں حراف بھی تھے، رنگ ساز بھی، دباغ بھی، جراح بھی اور طبیب بھی۔ لوہار بڑھئی، انداز بھی اور کاتب بھی۔ لیکن پوری بستی میں عورت کا نام و نشان تک نہ تھا۔

یعنی نائب نے آشوری کو بتایا: یہ سرطکی آبادی ہوئی بستی ہے۔ ہمارے آدمیوں کو شہروں اور قصبوں میں نہیں جانا پڑتا۔ دراصل

ہمارا سردار ای طرح حکومت کے نظم و نسق کا تجربہ حاصل کر رہا ہے۔ اس کی آخری منزل حکومت ہے، وہ ڈاکو سے قانع ہی کر نیلے کے

سلسلے میں ہو گا۔

آشوری نے پوچھا: کیا سردار کو حق توں سے کوئی مل نہیں؟ اس بستی میں عورت تو نظر ہی نہیں آتی۔

یعنی نائب نے جواب دیا: سیموں کی طرح سرطکی بھی

ذاتی سامنے بھی ہے کہ عورت فتنہ و فساد کی جڑ بن جاتی ہے۔ سردار کا خیال ہے کہ اس کے ان آباد کاروں میں اس وقت تک سکون نہ ملے جتنی ہے جب تک کہ ان میں کوئی عورت نہیں آتی؟

آشوری ان سے یہ تو نہیں کہہ سکا کہ ان کا سردار پاگل ہے۔ مگر اسے یہی قہم کی اور یہی نامی نائب سے پوچھا: اس بے رنگ و بے لورہ آدمی میں لوگ دہستے کس طرح ہیں؟ اور خود آپ بنجاب وانا یہی نائب صاحب امیں کپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ بھی اپنی زندگی میں عورت کی کمی محسوس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے؟

یہی نائب اس بول سے لرز گیا، جواب دیا: بھروسہ نہ تھا کہ میں سردار اور اس کے احکامات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ہم نے ابھی تک اس پر غور ہی نہیں کیا کہ عورت کے ہارے میں سردار کی داسے میں کوئی نقص بھی ہے۔ ہاں اس پر ہم سب متفق ہیں کہ عورت فتنہ و فساد کی جڑ بن جاتی ہے۔

آشوری سردار کی بستی میں ہر شخص سے ملا وہ سب کسی مشین کی طرح اپنے اپنے جتن سے کام لے رہے تھے۔

فقیر سے دفن میں آشوری پر یہ بات واضح ہو گئی کہ سردار بہت فاضل انسان ہے اور حکم کرنے میں اسے لذت سی محسوس ہوتی ہے۔ سردار کا قرب بھی انھی کو حاصل ہے جو اپنی فطرت و طبع میں سردار کی طرح لذت کو ارادہ اذیت پسند ہیں۔

آشوری اور شاعر اسماعیل بہت پریشان تھے کہ وہ اس مہلت سے آخر تکلیں گے کس طرح؟ آشوری یہ بھی سوچ رہا تھا کہ سردار کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ وہ دونوں سلطان اب اس کے کوئی ہیں؟ اور سردار اگر یہ جان لیتا کہ ان دونوں کا تعلق واقعی سلطان اور اس کی فہم سے ہے تو وہ کیا کرتا؟

اپنا تک سردار اور اس کا نائب شعیب قاضی ہمہ گئے وہ اپنی کسی مہم پر روانہ ہو گئے تھے۔ ان کی فکر کو خود کی یہی نائب ہی سب کچھ تھا۔ یہ اپنے آدمیوں کی مدد سے ہر کسی سے ہنسے سنا کا شمار میں کام لے رہا تھا۔

آشوری نے وہ کچھ تیار کر دیے تھے کچھ اتنے بھاری اور مضبوط تھے کہ طاقتور ترین انسان بھی ان کے پاؤں یا گردن میں پڑ جائے گا۔ بعد اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔

یہی نائب آشوری کی ہنرمندی سے بہت خوش ہوا اور آشوری کے لیے اس کے دل میں عزت و احترام پیدا ہو گیا۔

آشوری نے یہی نائب کے احساس اور ہنر سے کوہنہ طرح مجاہد یا تھا وہ اس گرم کوہنہ پر ایک فیصلہ کن چوٹ لگاتا چاہتا تھا۔

وہ مزبور کے گھنیرے سائبان کے نیچے بیٹھا سوچ رہا

تھا کہ وہ یہاں سے نکلے کس طرح؟ شاعر اسماعیل بھی پاس ہی بیٹھا تھا، اس کے چہرے کی شکل کی مدد سے چھٹی تھی۔ آشوری کو اس پر زیادہ رحم آ رہا تھا اس لیے شاعر اسماعیل سے پوچھا: غلطی کے رابطہ کا سفارشی خط کہاں ہے؟

شاعر نے افسردگی سے جواب دیا: پتا نہیں۔ ماہلب اس خط کی ضرورت بھی کہاں رہے گی؟

آشوری نے مزبور کے تنے سے پشت نگاری اور دوسرے درخت کو دیکھنے لگا۔ میں یہاں سے فرار ہونے کی تدبیر سوچ رہا ہوں اس خط کی ضرورت ہے؟

شاعر نے بے وفائی سے اختلاف کیا: اب اس کی کوئی ضرورت نہیں؟

بیگاری مزدور تھیں اور شاخوں کی کاٹ چھانٹ میں مشغول تھے، مردوں اور مردہ دلی انسانوں کی طرح۔

آشوری نے کہا: ہر محل میں یہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جاؤں گا؟

شاعر نے کہا: ہو سکتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ یہ مشکل لوگ انسان نہیں وحشی دزدے ہیں اور اگر ہم نے یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی تو یہ ہیں بان سے مار دیں گے؟

آشوری نے شاعر سے اتفاق کیا: تیرا خیال بھی درست ہو سکتا ہے لیکن میں موت کے خوف سے آزادی کا خیال تو دل سے نہیں نکال سکتا؟

اپنا تک بیگاری مزدور میں خود غل ہونے لگا وہ چھ بٹارے تھے اور سامنے دوڑ کی چہر کی طرف اشارہ کر رہے تھے پھر ان دونوں نے یہی نائب اور اس کے چند ساتھیوں کو اس طرف بھاگتے دیکھا۔

آشوری اور شاعر بھی اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر اس طرف دیکھنے لگے۔

پھر آشوری بیگاری مزدور کے پاس گیا۔ وہاں فرش پر کھانا رکھا تھا۔ غالباً چند مزدور کھانا کھا رہے تھے لیکن اس شخص نے کھانے سے ہاتھ کھینچ کر تماشہ دیکھنے لگے تھے۔ وہ آشوری اور شاعر کو اپنے قریب دیکھ کر دیرلہ کھانے پر بیٹھ گئے۔

آشوری نے پوچھا: کیا برا یہ خود غل کیا تھا؟

ایک مزدور نے جواب دیا: وہ مزدور یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے سردار کا نائب ان کو گرفتار کرنے گیا ہے؟

آشوری نے پوچھا: یہ کس طرح معلوم ہوا ہے کہ وہ وہاں فرار ہو رہے تھے؟

مزدوروں نے جواب دیا: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ فرار کا منصوبہ
وہی مزدوروں نے بنایا تھا مگر اس پر عمل صرف دو نے کیا اور
بقیہ اکٹھے ان کی مخبری کر دی۔

آشوری نے سنا ہستہ سے کہا: خورنہ غلامی اسی کو کہتے ہیں "نادو کھانے
میں مشغول مزدوروں سے کہا: ختم کر دو جلدی کھانا اور اپنا کام شروع کر دو۔
یعنی نائب دونوں مخدوم مزدوروں کو پکڑ کے آشوری کے پاس
لے گیا اور دونوں کو دھکے دے کر آشوری کے قدموں میں ڈال دیا: ان
دونوں کے پاؤں میں ایک ایک کتھا ڈال دے۔

آشوری نے حکم کی تعمیل کی اور دونوں کے ایک ایک پاؤں
میں ایک ایک ذنی اور بڑا کتھا ڈال دیا گیا۔

دونوں تار و قطار دور سے جھٹکے ادا اپنے کیے پر شرمندہ تھے
مخلقی مانگ رہے تھے۔

یعنی نائب نے کہا: میں تم دونوں کو معاف نہیں کر سکتا تم
نے بہت غلط کام کیا ہے۔

ایک مزدور نے دعوہ کیا: اس بار آپ ہمیں معاف کر دیں ہم
آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔

یعنی نائب نے جواب دیا: تم دونوں نے اپنا اعتماد کھو دیا
ہے مجھے تمہیں معاف نہیں کر دیا جائے گا۔

آشوری لا تعلقی بنا رہا اور وہاں سے اٹھ کر میکاری مزدوروں
کے پاس چلا گیا۔ وہاں کام بڑے زور و شور سے جاری تھا۔

شام کو دونوں قیدی مزدوروں کو دوسرے مزدوروں سے
ہٹایا گیا۔ چھنے والے دی آٹھوں مخبر جیسے ادا ان کو بھی منسوب ہے کے
مناقبی فرار ہونا تھا۔

یعنی نائب دونوں کو لو لہان چھوڑ کر آشوری کے پاس گیا اور
پرسیا دیا: کیا خیال ہے میں نے ان دونوں کو جو سزا دی ہے اس کے
بد کوئی دوسرا مزدور یہاں سے فرار ہونے کی ہمت کر سکے گا؟

آشوری نے کوئی جواب نہیں دیا، ایسی خاموش رہا۔
یعنی نائب کو اس کی خاموشی گراں گزری اور درشت بھی میں

پوچھا: کیا تو نے میرا بول نہیں سنا؟
آشوری نے جواب دیا: سنا کیوں نہیں؟

اس نے پوچھا: پھر جواب کیوں نہیں دیا؟
آشوری نے جواب دیا: سردار! میں اس ماحول کا آدمی نہیں

ہوں اس لیے میں آپ کو وہ جواب نہیں دوں گا جس کی آپ مجھ سے
توقع کریں گے۔

یعنی نائب کو آشوری کا سردار کتنا بہت اچھا لگا وہ نرم
پڑ گیا۔ پوچھا: تو کیا جواب دے گا؟

آشوری نے جواب دیا: سردار! آزادی کا بدلہ ہر ماخذ میں

فطری ہوتا ہے میرا اس کا پیدائشی حق ہے۔ ہر ماخذ آزاد پیدا ہوتا
ہے پھر وہ رہے جا رہا ہوں اس سے اس کا یہ حق چھین لیتے ہیں؟

آشوری کی باتیں عجیب اور ناقابل فہم تھیں۔ یعنی نائب
بنو راس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا: ہر مزدور

میں سردار نہیں ہوں پھر تو بار بار مجھے سردار کہہ کر کیوں مخاطب کر رہے؟
آشوری نے جواب دیا: آپ مجھے قتل کر دیں یا کوئی اور

مزدور میں لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ سردار محض درندہ ہے سناٹا
اور خونخوار مگر آپ انسان بھی ہیں آپ واقعی سردار معلوم ہوتے ہیں؟

یعنی نائب حیران و پریشان گونگا ہو گیا ہوا تھا تو یہ کیا
کہہ رہا ہے؟

آشوری نے کہا: آپ نے دونوں مزدوروں کو قید کر دیا
اور سزا کر لو لہان کر دیا اگر آپ کا سردار ہوتا تو وہ انہیں قتل کر دیتا۔

آپ دونوں کا بھی فرق ایک کو کتر اور دوسرے کو برتر قرار دیتے
ہے یعنی نائب نے پوچھا: برتر کون ہے اور کتر کون؟

آشوری نے جواب دیا: آپ برتر ہیں اور آپ کا سردار کتر
یعنی نائب نے اسے جھڑک دیا: بندہ اپنی بکواس سے دور
لے گا تو تجھے قتل کر دے گا۔

آشوری نے کہا: میں سچ بول رہا ہوں اور اپنے اس سچ پر میں
اپنی جان قربان کر سکتا ہوں۔

یعنی نائب نے اسے دوبارہ ڈانٹا لیکن اس بار اس میں
پہلے جیسی تند خوئی نہیں تھی۔ ایسا سچ مدت بول کر اس سے تیری

ہمان چلی جاسے؟
آشوری اپنی کامیابی کا اندازہ لگا چکا تھا اس نے پی گوشت

جاری رکھی: سردار! آپ مجھے معاف فرمائیں کیونکہ میں نے آپ
میں جو کچھ دیکھا یا محسوس کیا، اس کا بر ملا اظہار کر دیا۔

یعنی نائب نے منہ پھیر لیا: تو باتیں بھی اچھی کر لیتا ہے،
کہیں سردار یا کسی اور کے سامنے ایسی باتیں نہ کرنا۔

آشوری نے اس کی سنی میں نہیں ڈوا اپنی بات کرتا رہا: سردار
میں کتنی ہی خصوصیات کیوں نہ ہوں لیکن وہ خشن نہیں ہے،

بادشاہوں اور ملکاؤں کی خصوصیات اس میں ہرگز نہیں، وہ
توڑا کو ہے جیسا آپ میں بادشاہوں کی خصوصیات موجود ہیں۔

یعنی نائب نے اسے پھر منع کیا: یہاں ایسی باتیں مت کر
اپنا کام کر اور بستی کے دوسرے آدمیوں کی طرح چپ چاپ رہا۔

وہ چپ گیا اور آشوری اپنی کامیابی کے امکانات پر غور
کرنے لگا۔

وہ اپنے غالی اوقات میں بستی والوں سے مل کر ماحول
سلطنت کی طرح اس کے ساتھ لگا ہوا تھا شاعر ماحول دونوں مزدوروں

کے ساتھ لگا ہوا تھا شاعر ماحول دونوں مزدوروں

کے حشر سے کچھ زیادہ ہی ڈر گیا تھا۔

آشوری نے ایک شخص کو دیکھا یا ادھیر عمر مریضی منوم ہوتا تھا اس کے سر کے بال کھوڑے تھے اور لمبے کڑتے کے نیچے غالباً پاجامہ نہیں تھا پندرہ لہو کی لاکھڑیں آری تھیں مگر اس جو نظر آری تھیں وہ عریاں تھیں۔

وہ آشوری کو دود سے گھور گھور کے دیکھے جا رہا تھا۔ وہ ایک جہر سے کے دود سے پر کھڑا آشوری کو اچھی نظر سے نہیں دیکھ رہا تھا۔

آشوری نے بھی اس کے احساسات کا اظہان لگایا تھا۔ شاعر اسماعیل نے آشوری سے پوچھا: اس بستی کا نظم و نسق سر راکس طرح پلاتا ہو گا۔ اداں سب کی اسے مروت و تدبیر کی پیش گوئی؟ آشوری نے اس ادھیر عمر کی طرف اشارہ کیا: یہ یہاں کا پرانا آدمی معلوم ہوتا ہے مگر اس سے باتیں کریں چل کے۔

لیکن اس سے پہلے ایک دوسرا آدمی ان کے پاس گیا۔ وہ آشوری سے پوچھا: مریض کے بڑے بڑے اوروں نے کتنے تم کو رہے ہو؟

آشوری نے جواب دیا: ہاں میں ہی یہ کام کر رہا ہوں۔ وہ بہت بخلا ہوا تھا: تجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ تو نے میرے بھائی کو کس عذاب میں ڈال دیا؟

آشوری نے کہا: میں تیرا مطلب نہیں سمجھا۔ اس نے کہا: قرار پرستوں والوں میں میرا ایک بھائی بھی تھا۔ تیرے ہاتھ پرستے بھاری اور بڑے کھٹے تھے۔ سے نہیں کا بھی نہیں دیکھا۔

آشوری نے پوچھا: تو کون ہے اور یہاں کیا کرتا ہے؟ وہ اس کا تب کہتا ہوا دود ستا و رات بھی میں ہی رکھتا ہوں۔

سب وہ ادھیر عمر بھی ان کے پاس آچکا تھا۔ آشوری سے کاتب سے کہا: تیرا بھائی یہاں سے جہاں لگا ہی رہا تھا؟ اس کو بھائی نہیں جانتے تھے۔

کاتب نے شفق سے کہا: میں تم سے مشورہ یا نصیحت نہیں چاہتا۔

آشوری نے بے مروتی سے کہا: نصیحت کیا ہے میں تم سے؟

کے نامہ کو یہ مشورہ دینے دیا: چون کہ دو بڑے بڑے وزنی کھوپ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے اور ہلکے کھٹے بھی جڑائے میں پر کھٹے تم سب کے سولے بتاؤں گا اور تب تم کا کسے فارغ ہو جایا کر دے گے تو تم سے پاؤں میں انھیں ڈال دیا جائے گا پھر میں دیکھوں گا کہ تم کس طرح بھاگو گے؟

کاتب نے ادھیر عمر شخص کی طرف دیکھا اور آشوری کے بارے میں رائے دی: یہ تو کوئی جتنی شیطان معلوم ہوتا ہے؟ ادھیر عمر شخص نے کاتب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا: اتنا زبان کو قابو میں رکھیں۔ کاتب اس کی عزت کرتے لگا ہے؟ آشوری نے اس ادھیر عمر شخص سے پوچھا: تو یہاں کیا کرتا ہے؟

اس نے جواب دیا: میں حراف ہوں اور مجھے یہاں ہی رہنے رکھا گیا ہے کہ سردار اور اس کے ساتھی جب کبھی اس سے خواہات ٹوٹ کر لستے ہیں تو ان کی شناخت اور دیر بندی میں کرتا ہوں؟ آشوری نے پوچھا: اور تو بھی یہاں خوش ہے؟

حراف نے جواب دیا: خوش یہاں کوئی بھی نہیں مجھے چار سال پہلے بارہوا کے بازار سے اٹھایا گیا تھا۔ یہاں سے یہی پتہ چلتا ہے۔

آشوری کو اس پر ہنسا، پوچھا: تم لوگ یہاں ہر شے رستے ہو۔ کبھی بناوٹ اور سرشتی بھی نہیں دیکھتے۔ حراف نے جواب دیا: یہاں کا تو دل سخت ہے نہ رحم ہا۔ مروت کو اس میں نہیں پیدا ہوتا۔ دوسرے جہر سے دایرہ کا شہر تو نے دیکھا ہی لیا؟

اس نے ایک وحشی روڑتا بھائی اور آشوری حراف وہ کاتب کو پتھر مارنے لگا۔ حراف اور کاتب تو بھاگ کر اپنے حراف میں چھپ گئے باہر صرف آشوری رہ گیا۔ اس نے وحشی کے دل اپنے ہاتھوں پر دھکنے کی کوشش کی نہ پوچھا: کیا بات ہے؟ تو آخر نہیں مار کیوں رہا ہے؟

یہ شاید ٹوٹا تھا کیونکہ اس کی کسی بات سے بھی یہ نہیں منوم رہا تھا کہ اس نے آشوری کی بات سن لی ہے۔

اس نے حراف اور کاتب کو تو نظر انداز کر دیا۔ آشوری کا گریبان پکڑ کر لکھتا ہوا ایک طرف بے گیا۔

آشوری نے گریبان پھڑانے کی کوشش کی اور پوچھا: "تو کون ہے؟" ادھیر عمر نے کسی زہد کی گراہ سے کہا:

اس نے پتھر کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا گریبان بھی زہر چھوڑا۔ اس نے کبھی کاتب کے سامنے لے کر دھککا دے کر پوچھا:

آشوری کی جان میں جاننا کی اور اس نے کبھی کاتب سے اس وحشی کی شکایت کی۔ یہ کیسا پاگل انسان ہے۔ مجھے۔ راجھی اور مجھے گریبان سے پکڑ کر جھپٹ بھی دیا۔

یہی کاتب اس سے ناخوش نظر آ رہا تھا۔ پوچھا: تو کس سے کس قسم کی باتیں کر رہا تھا؟

آشوری نے جواب دیا: میں ان سے ان کا حراف۔

کہہ اٹھا کیونکہ اب میں بھی میری رہتا ہے۔
یعنی نائب گونگے وحشی کی طرف دیکھ رہا تھا وحشی بھی کسی
حکم کا منتظر نظر آ رہا تھا۔ یعنی نائب نے اس کو چلے جانے کا حکم
دیا وہ اسی وقت وہاں سے چلا گیا۔

اب وہ آشوری سے مخاطب ہوا۔ پر تپ: تیرا ساتھی شاعر
کہاں ہے؟

آشوری نے جواب دیا: وہ یہیں کہیں ہوگا میرے ساتھ
تو وہ نہیں تھا؟

یعنی نائب نے کہا: دیکھ ہنرمند جوان! ہر ملک اور ہر
حکومت کے کچھ اصول و قوانین ہوتے ہیں یہاں کے کچھ اصول
اور کچھ قانون ہیں۔

آشوری نے محسوس کی کہ وہ جہاں کھڑا ہے وہاں دیوار
کے پیچھے کچھ لوگ موجود ہیں کیونکہ انسانوں کی آہٹ کو کہیں بھی
ماضی محسوس کیا جاسکتا ہے۔

یعنی نائب اس کو بتا رہا تھا: تو قانونی بہت زیادہ ہے۔
تیری باتیں تجھ کو سردا دیں گی۔ یہی لوگوں کو اس کی ایذا دینے کی
گنجائش ہے کہ وہ کسی جگہ اکٹھا ہوں اور انہوں باتوں میں وقت ضائع کر لیں
آشوری نے جواب دیا: مجھ کو اس کا حکم نہیں تھا اب میں
اس کا خام خیال رکھوں گا۔

یعنی نائب نے آشوری کے سرخ اور بوجھے ہوئے گار کی
طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: گونگے نے تجھ کو بھی بلایا؟

آشوری نے جواب دیا: ہاں وہ تھپڑ
یعنی نائب نے کہا: یہاں ہی جیسے کسی گونگے میں جی کا کام
ہی یہ ہے کہ کسی کا خیال یا لحاظ کے بغیر اپنے فرائض انجام دیں؟
آشوری نے یعنی نائب کو بتایا: آپ میری باتوں سے
خوش تو نہیں ہوں گے لیکن میں نے ہر ملک آپ میں سرداری کے
آئینہ اور خراس دیکھے ہیں اس لیے میں انھیں بتا رہا ہوں بغیر جی نہیں ہوتا
یعنی نائب نے کہا: تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اب ہم سے بچ
جو اس کرے گا۔

آشوری بڑا مان گیا: آپ یہ تہی اور کھری باتوں کو بگو اس
کہہ رہے ہیں بائیدہ میں خاموش ہوں گا۔

یعنی نائب نے اسے آرام کرنے کا مشورہ دیا۔
وہ اپنی پتھر بنی کوٹھڑی میں جاکے لیٹ گیا۔ شاعر اسما جیل
وہاں نہیں تھا۔ آشوری کو پھر اس اندیشے اور احساس نے گھیر لیا
کہ وہ یہاں سے نکلے گا کس طرح؟

تقریباً نصف ساعت بعد اس کے پاس ایک طبیب آیا
جسے یعنی نائب نے پھیرا تھا اس بستی کا طبیب۔ وہ اس کے سرخ

اور متروم رخسار کا علاج کرنے آیا تھا۔ اس نے بوجھے ہوئے گار کو
اچھی طرح دیکھا اور ایک مرہم دے کر بھجایا: اسے ایک ہفتے تک
صبح و شام لگا آ رہا۔

آشوری نے مرہم سے لیا۔ طبیب کچھ دیر کھڑا اسے دیکھتا
رہا پھر پوچھا: تجھ کو کس نے مارا تھا؟

آشوری نے جواب دیا: وحشی گونگے نے۔ ایک بھیس کیا۔
اس نے کئی گونا گونا تھا۔ وحشی گونگے کہیں کا؟

طبیب نے کہا: ویسے یعنی نائب آپ پر کچھ زیادہ ہراسہ ہے؟
آشوری نے بیزاری سے جواب دیا: ہو سکتا ہے اس سے
خود مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

طبیب بدستور کھڑا رہا۔ وہ آشوری سے باتیں کرنا چاہتا تھا۔
اس نے پوچھا: ویسے آپ یہ تو بتائیں کہ آپ خراف اور کاتب سے
باتیں کیا کر رہے تھے؟

آشوری نے اس کو جھڑک دیا: اب تو بھاگ جاتا یہاں سے
ورنہ وہ گونگا یہاں کن کے دھبے شروع کر دے گا۔

طبیب وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے تقریباً نصف
ساعت بعد بھی نائب نے اس کی مزاج پر ہی کی۔

یعنی نائب نے کہا: طبیب کیا تھا؟ مرہم دیا اس نے؟
اس سے اتفاق بھی ہوا یا یوں ہی؟

آشوری نے اس کا شکریہ ادا کیا: انا نے اور فائدہ کا پتا
تو دو چاندن بعد چلے گا۔

یعنی نائب نے اس کا ہنہ بکڑ لیا اور کہا: آ میرے ساتھ
چل نہا۔

آشوری نے پوچھا: کہاں؟
یعنی نائب نے جواب دیا: جی دو مزدوروں کو میں نے
پٹوایا تھا، اب میں ان کا علاج بھی کر رہا ہوں۔

آشوری نے بے اختیار کہا: آپ واقعی سرط میں تحقیقی سرط
یعنی نائب آشوری کو دونوں مزدوروں کے پاس لے گیا۔
وہی طبیب جو آشوری کے پاں آیا تھا ان دونوں کا علاج کر رہا تھا۔
وہ اس وقت بھی دونوں کے پاس بیٹھا تھا۔

یعنی نائب نے کہا: میں نے اپنے بارے میں تیری رائے
بلانے کے بعد خود کو ٹوٹا تو اندر سے میں غامض رقم دل لگا۔

آشوری اپنی کامیابی پر بے حد خوش تھا: آپ سرط میں
پختہ کی طرح سنت اور قوم کی طرح نرم۔ ایک سردار کو اتنا اعتقاد
ہی ہونا چاہیے۔

وہ دونوں کچھ دیر وہاں رہے اس کے بعد یعنی نائب اسے
اپنے گھر لے گیا۔ یہ بھی ایک سنگی روکڑی کا مکان تھا جسے

چھوٹے بڑے پتھر دی کوئلے اور دھوکہ کرمان کھڑا کر دیا گیا تھا۔
 یہی نائب نے پوچھا: شاید تو نے عاملوں کی صحبت کھائی
 ہے کیونکہ تیری باتیں ذرا طعنانہ ہوتی ہیں؟

آشوری نے آکر دیکھا: وہاں سو فائدہ میں جہاں کا میں رہنے والا
 ہوں خود درد سے کوسا کرتے تھکتے۔ چین سے ہندوستان سے۔
 مصر سے ایران سے۔ میں ان کی صحبت سے فیض اٹھاتا رہا۔
 یہی نائب نے اس کے اوپر پیشے لے لکھا ناٹک لایا۔ کھانے
 میں ایک پیار، آشوری کو زیادہ پسند آیا۔ مری نام کا چارہ اس نے باری
 کو ہار کر پوچھا: یہ کس چیز کا اچار ہے؟

باری نے جواب دیا: میرے اور تھیلی میں کئی دوسرے سلے
 بھی آتے ہیں۔ وہ بیس حد سے کامیاب ہوتے ہیں۔
 یہی نائب آشوری کے تجسس پر غمگین رہا تھا۔ تو واقعی ہنسنے
 ہے۔ اپنا پسند کیا تو اس کی ترکیب اور جزائے ترکیبی سے سوگ گئے گا؟
 ہاں ہی باتوں میں یہی نائب اپنے سردار کی شکایت کرنے
 لگا: وہ بہت سخت ہے کسی پتھر کی طرح۔ وہ کتاب سے سنگدل
 انتہا کر دے۔ وہ رحم و مروت کو انسانی کمزوری قرار دیتا ہے؟

آشوری نے کہا: آپ جس کو اپنا سردار کہتے ہیں وہ صرف
 قصاب ہے۔ قصاب آپ کا خون قدرت پر غور کریں۔ وہ سہول کا دل
 دیکھیں۔ کبھی گرمی، کبھی سردی، کبھی بارش، کبھی سخت گرتی ہیں سخت
 سردی کبھی بہت زیادہ بارش انسان کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔
 وہ سردار کو تو بالکل ایسا ہونا چاہیے؟

یہی نائب کے دل و دماغ کے تاریک گوشوں میں نور کی
 کرنیں داخل ہو چکی تھیں۔

اس نے کہا: سردار کتاب ہے، اپنے ماتحتوں اور زیر دستوں
 سے دور دور واد و دیان میں تکلف اور جواب کو مائل رہنے دے
 وہ نہ عیب ہاتا رہے گا اور یہ اپنا کام صحیح طرح نہیں انجام دیں
 گے۔ تیرا خیال ہے؟

آشوری نے جواب دیا: تیرے سردار کی سوچ ناقص ہے،
 عیب ڈھم ہے یا جانتے اس سے انسان کی کارکردگی پر کوئی اثر
 نہیں پڑتا؟

یہی نائب نے پوچھا: پھر بھی؟ اس باب میں تیری عقل کیا
 کہتی ہے؟

آشوری نے جواب دیا: یہ پوری دنیا جو آواز دہر گزرتی ہے،
 وہاں وہ مضطرانہ اپنا کچے کا انجام دے رہی ہے کیا اس
 کے پیچھے کسی کا خوف یا رعب کا اثر ہے؟

یہی نائب نے کہتا: شاید شاید ہی ہمت ہو؟
 آشوری نے غلے کر دی: نہیں، یہ ہمت ہرگز نہیں بہت سے

لوگ بیٹ کا ذکر کرتے ہیں مگر میں یہ پوچھتا ہوں کہ انسانی مدد کتنی بڑا
 ہوتا ہے اس کا حجم، اس کی مائی کتنی سستہ اس میں کتنی گنجائش ہوتی
 ہے؟ انسان کی محنت اور سعی و کوشش اس سے کہیں زیادہ ہوتی ہے؟

یہی نائب آشوری سے بہت سرگوب ہو چکا تھا۔
 آشوری کہہ رہا تھا: انسان کو اس کی ہر اس کی حرص اور
 سرگرداں بکھیتی ہے۔ تیرے سردار کے پاس کیا کچھ نہیں ہے؟ وہ پھر
 بھی مارا مارا پھیر رہا ہے؟

یہی نائب بڑک گیا: ہنرمند ہوں اب تصوف یا رہبانیت
 کی بات ہرگز نہ کرنا، یہ چیزیں میرے مزاج کے خلاف ہیں۔
 آشوری نے جواب دیا: سردار! میں خود ایک دنیا دار انسان
 ہوں میں تصوف اور رہبانیت کو خود بھی پسند نہیں کرتا۔ میں تو صرف
 یہ کہتا ہوں کہ زبان کی ہر سرگرداں اور بول و خیال زیادہ مل رہا ہو تو اس
 سے دوسروں کی ضرورت پوری کر دے؟

یہی نائب نے اس کی یہ بات نہیں مانی: عنت ہم کریں
 اور فائدہ کوئی اور اٹھائے، اب نہیں ہونا چاہیے؟

آشوری نے کہا: جبکہ آپ کی بستی میں یہی کچھ جو رہا ہے۔
 کام دوسرے کرتے ہیں اور فائدہ سردار اٹھاتا ہے؟

یہی نائب نے اسی پوچھ پوچھ کا توہمت سنی نظر آنے لگا
 تھا آشوری سے ایک اور مشورہ کیا: سردار ایک خطرناک مگر انتہائی
 سود مند مہم پر گیا ہو جسے وہ بلدی وہیں نہیں آئے گا۔ اس وقت
 ملک میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے آدمیوں کے دل جیت لوں۔ ان
 کو اپنا بنالوں، میں ان سب کو سردار کے مقصد کو وہ اصولوں اور
 طریقوں پر نہیں رکھنا چاہتا۔ میں انھیں اپنے اصول دینا چاہتا ہوں؟
 آشوری نے اس کے لیے وقت مانگا: بہت اچھا خیال
 ہے آپ کا، اس پر آپ بھی سوچیں اور میں بھی سوچوں گا؟

یہی نائب نے اسے بتایا: یہاں سے چند فرسخ دور
 منج کے ساحل پر قسطنطنیہ کے قیصر کی فوج اتر چکی ہے۔ سردار اس
 کا جائزہ لینے گیا ہے؟

آشوری کی پوری توجہ اس موضوع پر مبذول ہو گئی۔ سردار کا
 قیصر سے کیا واسطہ؟ قیصر اور عیسوی ترسلی نول سے جنگ کرتے گئے
 ہوں گے، سردار کان سے کیا تعلق ہے؟

یہی نائب نے جواب دیا: سردار نے اس بار زیادہ
 حوصلے سے کام لیا ہے۔ وہاں وہ فائدہ میسر کر لیتا چاہتا ہے۔
 وہ اسے اسلام کی خدمت سمجھ کر انجام دے گا؟

آشوری نے پوچھا: قیصر کے پاس کتنی فوج ہے؟
 یہی نائب نے جواب دیا: تقریباً دو لاکھ؟

آشوری نے اپنی حیرت کا ذکر کیا: اسے کاشان میسوں

کو میں بھی دیکھ سکتا۔

یہی نائب کو آشوب کی باتوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ اپنی کتاب باز پتا نہیں سردار کی اس مہم میں اسے کیا ملے اور کیا کھو دے۔ میں ہر حال اور ہر مسئلے میں خود کو چاقی و پختہ بند اور مستعد رکھنا چاہتا ہوں۔

یہی نائب نے آشوری کے مرتبہ اور عزاز میں اضافہ کر دیا اسکا اپنے ساتھ لے لیا۔

آشوری نے کہا: سردار! آپ تو جانتے ہی ہیں کہ شاعر سماعیل میرادو مستعد ہے میں اس کے خیر میں کس طرح رہوں گا؟

یہی نائب نے کہا: اگر تو اس کو اپنے ساتھ رکھنے پر رضامند اور تھرتھرتا ہوا اس کو بھی تیرے پاس بھیج دے رہا ہوں۔

کچھ دیر بعد شاعر اس کے پاس آگیا اور بٹنے عجیب انداز میں کہنے لگا: بھائی! ایک بات تو بتاؤ سب کیا ہو رہا ہے؟ خشک خشک ہے؟

آشوری نے شاعر کو سوجھایا: میں یہاں سے لکھنے کی تدبیر کر رہا ہوں اس کو شش میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

شاعر نے ٹھنڈی سانس لی: کیا ہم ایک قبرستان میں نہیں رہ سکتے ہیں۔ عجیب لوگ ہیں یہاں۔ دل سے ہر طرف سناٹا اور رانی؟

آشوری نے اسے اس قسم کی باتیں کرنے سے روک دیا۔
مزید باتیں نہ کر مجھ کو اپنا کام کرنے دے۔

شاعر نے کہا: مجھ کو تو ایسا لگتا ہے کہ تم سے کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی غلطی ضرور ہوگی اور یہ تو کہیں قتل کر دیں گے سب ہم

مگر یہی نہیں گے یہاں سے؟

یہی نائب ہلکا سا مسکرا کر نہیں کہاں چلا گیا تھا۔
شام ہوئی تو زندوں نے درختوں پر جمع ہو کر چھوٹا سا

شروع کر دیا۔ وہ سیرتے رہے تھے۔ بستی میں چراغ جل گئے۔
نائب کا مکان بلندی پر تھا وہاں سے نیچے کی طرف بستی کے چھوٹے

ٹھکانے چراغ بہت اچھے لگ رہے تھے۔
رات آگئی لیکن یہی نائب لاپتہ تھا۔ اس کا کہیں کوئی پتا نہ تھا۔

گوڑا کئی بار اس کے پاس آیا اور شکر کر پلا گیا۔ شاید یہی نائب نے
آشوب کے پاس سے میں اشاروں کنایوں میں کچھ بتا دیا تھا کہ گوڑا

اس کو دیکھ کر مسکراتے لگا تھا۔
اُدھی رات ہو گئی یہی نائب نائب تھا۔ آشوبی وہاں کس

کس سے پوچھتا کہ یہی نائب کہاں چلا گیا یہاں کے دوسرے آدمی
کہیں سامنے موجود نہیں تھے۔

شاعر سماعیل تو پاگل دربارہ تھا۔ اہل کھانا کے شائے اور
تھائی میں اس کی وحشت میں کچھ زیادہ ہی سناٹا ہو گیا تھا۔

رات کے پچھلے پہر صبح سے ذرا پہلے یہی نائب پشیل پریشیل

واپس آیا۔ اس وقت آشوبی سر جھکا تھا اور شاعر ہلکا سا رہتا تھا۔

یہی نائب نے شاعر سے کہا: تو اپنے ساتھی کو جگایا؟
شاعر نے کہا: وہ گہری نیند سو رہا ہے۔

یہی نائب نے اس کو برا بھلا کہا اور پھر کہا: اوکے ذرا
میں کہتا ہوں اسے بیدار کر دے۔ سردار! پس آگیا ہے اس کے یہاں

لکھنے کے چلے چلے تم دونوں اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جاؤ۔
شاعر سماعیل نے آشوبی کو جگایا اور اس کو یہ خوشخبری

سنائی کہ تیری عزت افزائی ملتی اور عارضی تھی اس لیے خوشی میں آگیا
اور اپنے چہرے میں دلچسپی۔

آشوبی نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملیں اور چراغ کی
روشنی میں یہی نائب کے چہرے کو دھندلا دھندلا دیکھ لیا۔

یہی نائب کو ایک ایک لمحہ گراں گزر رہا تھا۔ اسی نے پیچھے
کر دوڑوں کو دیا یہ کیا سستی اختیار کر رکھی ہے تم دونوں نے؟

آشوبی نے کچھ کچھ ہلکے خیر پوچھا: کیا بات ہے؟
خیریت تو ہے؟

یہی نائب نے دونوں کو ایک ایک ہاتھ پکڑ کر ان کے
بستر پر کھڑا کر دیا۔ بھدی کو بھری؟

دونوں بدحواس چہرے لکے اور باہر نکل کر پوچھا: ہم کس
اور کیوں جائیں؟

یہی نائب نے جواب دیا: میں تم دونوں کو دوبارہ اپنے
پاس بلاؤں گا اس وقت سردار! یا جو ہے اور وہ تم دونوں کو میرے

گھر میں دیکھ کر پاگل ہو جائے گا۔
آشوبی نے کہا: ٹھیک ہے مگر اب میں یہی اسی ہوگا

اپنے گھر پر لوں گا اور یہیں رہوں گا کسی اور کے گھر میں نہیں
اپنے گھر میں۔

یہی نائب نے اسے سمجھانا چاہا: تو بھئی بھئی باتیں مت
کر۔ سردار! آجکے دن میں سردار کے سامنے تم دونوں کو اپنے گھر میں

نہیں رکھ سکتا۔
آشوبی کو جب پوری طرح ہوش آگیا تو وہ یہی سے محنت

کرنے لگا۔
آشوبی اور شاعر سماعیل نیند کے آڑے ہانے سے اُٹھیں اور

ٹھکان محسوس کر رہے تھے۔ یہی نائب کے چلے ہانے کے بعد
دفتر کہیں میں بے دلی سے باہر گئے رہے۔ دونوں خوفزدہ ہو

رہے تھے کہ سردار کا کوئی بھروسہ نہ تھا۔ وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔
شاعر سماعیل نے کہا: تو کیوں ڈرتا ہے کیونکہ تو نے تو

اتنا شاذ کام کیا ہے کہ سردار کی طبیعت خوش ہو جائے گی۔
آشوبی نے جواب دیا: ہمت کام یا اگر کد کی نہیں بلکہ

جتنی بات تو رہے کہ سردار کو میری کوئی بھی بات بڑی لگ سکتی ہے۔
 وہاں نے وہ بات جڑی بیٹھنی سے گولکیتا ہونے سے تڑپ
 پہلے انھیں تیرا گئی اندر تک سوتے رہے۔
 یعنی آئینے میں وہاں کو بیدار کیا اور بتایا کہ سردار اتنے دنوں
 کا نرفانہا صاحب سے رہے۔

دنوں یعنی نائب میں ایک عجیب سی تبدیلی دیکھ رہے تھے۔
 اس نے آشوری کو بتایا: سردار تجھ سے خوش ہے کیونکہ تیرے بارے
 میں وہ سڑیل نے بھی اچھی گواہیاں دی ہیں۔

شاعر ساما میل نے پوچھا: اور میرے بارے میں؟
 یعنی نائب نے ناگواری سے جواب دیا: وہاں چل کے معلوم ہوگا۔
 ویسے میں نے جو کیا وہ سانسے بوائے گاؤ۔

وہ غور میں سردار نے بستی والوں کو جمع کیا تھا، شادی دیوان
 غلے نے میا تھا۔ سردار نے اپنے لیے ایک اونچا چوڑا بنایا تھا۔ وہ
 اس چوڑے پر کسی حکمران کی طرح بیٹھ گیا۔ دنوں ناٹیں بھی اس
 کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ سردار سے کتر جسے کے خدمت کار
 شادی محافل کی طرح اس کے گھس پاس کھڑے ہو گئے۔
 سردار نے ایک ایک کو بلا کر اس کے کام ادا کر دیے کے
 بارے میں مولات شروع کر دیے۔

اس نے آشوری کو یہ خوشخبری سنائی کہ لب وہ ہمیشہ ہیں
 ان کے ساتھ رہے گا کیونکہ اس نے جو کام کیا تھا وہ بہت شاندار
 اور معیاری تھا۔

دوسرے دن کو یہ مندری کہ ان کے پاؤں میں پڑا ہوا بھاری اور
 بڑا گھٹا اور اس کے لیے مستل کر دیا گیا۔ اس کے گھٹے نے پندلی گڑھی کر دیا
 تھا۔ وہ حقہ سوچ گیا تھا۔ سردار نے اسے ان کی منزا میں شمار کیا اور
 اعلان کیا کہ اس کا علاج نہیں کیا جائے گا۔

صرف اہانت کے بارے میں بیٹایا گیا کہ یہاں میں باغیانہ
 باتیں کہتے ہیں۔

سردار نے ان دنوں کو یہ مندری کہ وہ زندہ ایک دوسرے
 سے بے تعلق رہیں گے اور یہ کہ اگر وہاں میں باتیں کہتے دیکھے گئے تو
 انھیں مزدوروں میں شامل کر دیا جائے گا۔

چند مزدوروں کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ اپنے بیٹوں
 میں گم ہوتے ہیں جس سے ان کے کام پر ٹپڑتا ہے۔

ان کو سردار نے یہ مندری کہ ان کے سردار نے رات کو ڈھول
 طے بجا رہے ہیں اور رات کو جب وہ سونا پاتے ہیں تو ڈھول کو
 لہو شور سے بجایا جائے اور انھیں سوتے نہ دیا جائے۔

سردار نے انھیں بتایا کہ وہ یہ سب اس لیے کر رہا ہے کہ
 اس طرح وہ اپنے آدمیوں کو نظم و ضبط کا پابند کر دے گا جس سے بھی

کو نامہ پہنچے گا۔

یہ کہ وہاں کئی گھنٹے پہلے ہی۔

آخر میں شاعر ساما میل کو بلایا گیا۔

وہ کا پتا مختصر تھا۔ سردار کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔

سردار نے بستی والوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھٹیل کو وہاں جائیں۔

وہ سب خاموشی سے چلے گئے۔ اب سردار شاعر ساما میل

سے مخاطب ہو رہا تھا۔ اب تو بتا کر تو نے کیا کام کیے؟

شاعر ساما میل نے جواب دیا: میری بد قسمتی یہ ہے کہ میں کوئی

کام نہیں جانتا اور جو کام جانتا ہوں اس کا یہاں کوئی قدر دان نہیں۔

سردار نے آشوری کی طرف دیکھا: تیرا یہ ساکتی کیا ہوگا اس کو

رہا ہے؟ تو؟

آشوری نے جواب دیا: میں رہا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ

کیا کہہ رہا ہے؟

سردار نے کہا: تو نہیں جانتا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟

آشوری نے جواب دیا: میں رہا ہوں اور اس کی سمجھ پر ماتم کہ

رہا ہوں؟

شاعر نے کہا: میں نے سردار کی عدم موجودگی میں مزید غلطی ہوگا

کام کیا ہے؟

سردار نے پوچھا: تو نے شاعری کے علاوہ جو کچھ کیا ہے؟

اس کی تفصیل بتا۔

شاعر نے جواب دیا: میں نے سکڑوں کے ٹکڑے اٹھا اٹھا کر

لکھے ہیں۔ اور کام میں نے بڑی مگن اور تنہا ہی سے کیا ہے؟

سردار نے اس کا یہ جواب نہیں مانا۔ اس نے کہا: یہ کوئی کام

نہیں۔ اس کے علاوہ تو نے کیا کیا؟

شاعر ساما میل نے جواب دیا: اس کے علاوہ میں کیا کرتا اس

کام نے میرا خون پسینہ لیک کر دیا؟

سردار نے نفی میں سر ہلایا: نہیں۔ یہ کوئی کام نہیں۔ وہ کام بتا

جس کی محنت کو میں تیرے تاؤں میں شمار کروں؟

شاعر ساما میل کا جواب ہو رہا تھا۔

سردار نے کہا: میرے گرد کا ہر آدمی کچھ نہ کچھ کرتا ہے اور

وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے عزم میں کچھ حاصل ہوتا ہے۔ تجھ سے تو

بھی کچھ بھی نہیں ملتا ابھی تک؟

آشوری کو شاعر ساما میل نے کہا: ہاتھ مزدور اس کی حمایت میں ایک

نقطہ بھی اپنی زبان سے نہیں ادا کر سکتا تھا۔

سردار نے پوچھا: تیرا کیا تو شاعری

نہایت میں کچھ کہے گا؟

یعنی نے جواب دیا: میری نظر میں یہ ایک نفول سا انسان

سہریں اس کی حمایت میں کس رشتے سے کچھ کہیں :-
سرطسے شاعر سے پوچھا : شالہ سے تو نے بھلا سے لیے چند
دشوار سے ہیں :-

شاعر اسماعیل کے چہرے پر دھنک نورانی حجاب دیتا ہے
ایک قییدہ کب کی شلن میں موندوں تو کیا سنا اگر ایسا تہہ در تہہ کزلہ
سرور سے اجازت دوسرے کی شتار میں شلن گانا
سرور کے اس جواب نے بھی کو حیرت نہ کر دیا سرور نے
اس قسم کی بات کبھی کہی ہوگی نہ تھی :-

آشوری شاعر کے کلام کا کمال تھا اس لیے اسے یقین ہو
گیا کہ شاعر اسماعیل اب سرور کا دل جیت نہ سکا :-
وہ لوں تا تب شاعر پر پوری توجہ مرکوز کیے ہوئے تھے :-
شاعر اسماعیل نے اپنا قییدہ شروع کر دیا :-
"اے سرور! میں نے تجھ سے پہلے مسلمان کر دیکھا اور ان
کو خالی پڑھا تھا

وہ مسلمان جنہوں نے حکومت کی اور انسانوں کے حکیم شلن
رجوم کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنانے لگا
وہ مسلمان جو قانع تھے، شہر میں اور غلوں کے قانع تو ہیں
کے قانع

وہ مسلمان جن کے آباؤ اجداد بھی مسلمان تھے اور جنہیں مسلمان
دھڑے میں ملی تھی
وہ مسلمان جن کے آباؤ اجداد گھریے تھے اگرچہ پڑا ہے
انہوں نے مسلمانوں کو اپنے قیمنوں کی مدد سے ہزنی کرتے کرتے
مسلمان بن گئے

انہوں نے شہر اجاڑے، شہر بساتے، بے شمار انسان
کو خالی ہرایا

ایک ملک کو زلزلہ اپنے ملک کو ڈال کر دیا
وہ مسلمان جن کو لوٹ مار کا ملکہ کتاب اٹھائی ملتے تھے
انہیں عزت اور شہرت دی

وہ مسلمان جن کا ہر لفظ قانون ہوتا ہے، ان کو انسانوں کی
بائی پر اختیار کرتا ہے
جس کو چاہیں مار دیں، جس کو چاہیں بخش دیں انسان ان سے
لڑیں وہ سارے ہتکے

میں نے یہ مسلمانوں کو دیکھا، پڑھا انسان کو دانہ زمین سے
نواٹا

ان کی شلن میں قییدے لکھے اور انہیں آسمان شہوت پر
بگڑی

میں شاعر اسماعیل کو خلسہ دیتے تو انہیں پھر ایک بند میں

سنا اپنے رہنے سے سنا کی کہ
میں خرابیہ بڑے رنگ میں اس نے ذکر کیا ہے وہ کہہ رہی
تھیں کہ غارت

سنا کہ میں انہیں بالکل سنا کے تو یہ جانک دیکھ رہا تھا
باتیں کہ وہ ان کی آواز میں سن سکا کہ اس نے اپنی رشتہ دیکھ
مجھ کے چہرے پر نہیں کر سکی، کہ کو کب شرف قبولیت حاصل
مرا، میری یہ قبول ہوئی

اندر میں نے اسے زندہ کیا کہ حسب میں ہو گیا تو وہ رنگ :-
تو اس وقت ہنسنا بہت زیادہ تھا :-

میری دعا، میری زندگی کی بہترین دعا کہ اس کے بعد میں سے
"جی جی" دیکھو وہ کام میں تھوڑے ہی نہ کر سکوں گا

میری دعا قبول ہوئی، میں، پرائیوں کے تئیں مدت میں سنا کی
وہ مدت رفتہ رفتہ حیرتوں میں تھا کہ یہ "خطیب میرا مقصود
دہن پر بھیج دیا گیا، میں پیادہ تھا لیکن قادرِ مطلق سے کہوں کہ
میرے پاس بھیج دیا

آتش کدے میں سرور کے آدمیوں نے مجھے بجا کر دیکھا
وہ بڑا انسان باہر ہی خود ہے

وہ فی الحال مسلمان نہیں ہے لیکن اس میں جملہ مسلمان خرم
اور خصوصیات موجود ہیں

کہ عجب اندوہ بدبایا کہ بھادوں کی نظر میں اس کے سامنے
نہیں اٹھتیں بلکہ ان کے قدموں میں سجود دینا ہوتا ہے
وہ قانع ہے قبول کر لیں اور یہ قانع کا قانع وہ جس کا
کی طرح عنایت سے تجھ کے خزانے پر حیرت ہے
یہ بھی برقی قانع کی طرح انسانوں پر گریبے اور انہیں
کے خاک کد تیار ہے

اس کو انسانی، باطنی پرتا اختیار حاصل ہوتا ہے کہ جسے چاہے
ملدے جس کو چاہے صوفی کرے

اس میں مسلمانوں کی ساری خصوصیات موجود ہیں، میں نے
اسے دیکھا کہ گویا ہو گیا

میں اس کا قییدہ کوئی نہ لکھتا کہ میرے ہوا کا ایک ضمیمہ ہے
وہ گویا اس کو دیکھو اس کے کارنامے خود سے سنو اس کو
داؤد

ہاں کہ ہے وہ میں جس نے آغا عظیم القدر بنا دیا
بلکہ ہے وہ شہر قمر پر لکھا یا ملک جس کی خاک سے

یہ خلعت پیدا ہوئی
ملک میں وہ چمکے جس کے ساتھ یہ بہترین طویں والی

ملی گویا

بہارک میں اور درگ جو اس کے آگے چپھے ہاں شامند نہ
فردا درگ کی طرح رقصاں بہتے ہیں
میدار گڑگ میں بیجا اس کے حکایت سنتے ہیں اور ان کی قہقہے
کرتے ہیں

میدارک بھنگ میں گریزاں تیری مظلوم و مقصود ہنسی میں
نے سے تیرے سے دیکھا
اتنے زیادہ تیرے سے کہ میں نے س کی سانسوں کی گری
اپنے چہرے پر محسوس کی ہے
اے شاعر اسماعیل الب تو خدا سے یہ دعا کر کہ وہ سے نظر بد سے
محفوظ رکھے اور یہ کہ

باب بہار و ہوا میری دعا کرتا اس میں دغل ہو جائے
شاعر کا قصیدہ ختم ہوا اور ماحول پر سناٹا ڈھری ہو گیا۔
وہ دنوں نائب اپنے سرور درگ ملک کی نظروں سے دیکھ رہے
تھے، آشوب کی کوئیں ہو چکا تھا کہ شاعر نے میدان جیت لیا۔
سرور نے شاعر سے پوچھا: تو کیسی ہے؟
شاعر اسماعیل نے جواب دیا: میں کسی ہل اور اپنی سمجھت
پر مجھے فخر ہے؟

سرور نے پوچھا: تیرا مذہب سچ کو اچھا کہتا ہے یا بڑا؟
شاعر نے جواب دیا: وہ نے میں پر کوئی ایسا مذہب بھی ہے
جو سچ کو بڑا اور جھوٹ کو اچھا کہتا ہو؟
سرور نے کہا: اور تیرے دین کی اساس ہم انسانیت پر ہے یا
تشدید پر؟

شاعر نے جواب دیا: ہمارے عقائد و مسیح نے ہمیشہ ہم تشدد
کی تہن و تشنگی مذمت کی ہے؟
سرور نے اس سے حجت کی: پھر تو کیا بد مذمت اور بد سیاہ
مسیحی ہے کہ جھوٹ بھی دھڑکتے سے بولتا ہے اور تشدد کی تصریحیں
بھی کرتا ہے؟

شاعر عجیب ناظر اور متقا: وہ کس طرح؟
سرور نے جواب دیا: تو نے خون خرابے جنگ و جدل
مذمت اور سون کی تصریحیں کیں، تن کی مذمت سرائی میں پر کی دماغی
اور ذہنی قوت صرف کر دی، کیا مسیحیت میں ایسا ہے؟ کیا تو نے یہ
جو کچھ کہہ کر دے تو مسیح وہ مست ہے اور تیرا قصیدہ وادہ تیرا دین
تجربہ کو اس کی اہمیت دیتا ہے؟

شاعر نے جواب دیا: اس کے چہرے پر پیسے کی نمی
آگئی تھی۔

سرور نے مزید کہا: تو نے بد شاہوں، ناصحاب اور ڈاکوؤں
کی جھوٹی تعریفیں کیں تو نے یہی بھی جھوٹی تعریفیں کیں، تو نے یہ

جھوٹ بھی بڑا کہ جیسے تو نے میرے جیسے انسان سے شکر کیا
مانگی تھی تو تیرے لئے وہ بد بابت واپس گیا تھا۔ تجھ کو اس کا درگ
اور شکر کیونکر ہوتا؟ کیا تجھ پر اتنا ہوتا ہے؟ امام ہوتا ہے؟
شاعر دم بخود اور غادوش تھا کہ شوری اندر سے لرزہ اٹھ رہا تھا
نائب شاعر کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔

سرور نے کہا: تو نے بدترین جرم کیا کہ میری جھوٹی تعریفیں
کر کے مجھ کو گمراہ کرنے کی کوشش کی، ادیب تو مجھ سے انعام و اکرام
کی توقع نہ کر سکتا؟

شاعر نے عاجزی سے سر جھکا دیا اور سرور! مجھے صاف فرما
دیں میں انعام و اکرام کا امیدوار نہیں ہوں؟

سرور نے کہا: اس سے کیا ہوتا ہے تو مجھ سے انعام یا کچھ
ادب حاصل کرنے کا مستحق کس طرح ٹھہرتا ہے؟ کسی طرح بھی نہیں،
جبکہ میں اس کا حقدار ہوں کہ تجھ سے کچھ حاصل کر رہا ہوں۔ میرا پیشہ ہی یہ
ہے کہ میں جس پر ہتھ ڈالوں اس سے کچھ حاصل کر لیں۔ میں نے تجھ پر
ادب تیرے ساتھ پر ہتھ ڈالا تیرے ساتھ سے مجھے کچھ مل گیا تو
تجھ سے کچھ بھی نہیں ملا۔ یہ میری مروت اور میرے پیتے کے اصول
کے خلاف ہے کہ میں اپنے شکر کو ان ہی جھوٹیوں میں تیرے ساتھ
تیری ہاں کے ساتھ خرافات کر سکتا ہوں اور یہ ہے کہ میں تجھ کو
بلک ذکر و یاد تیرے بدلے سے زندگی کے ساتھ رخصت کر رہا
لیکن میں اپنا حق کسی حال میں بھی نہیں چھوڑوں گا؟

ماحول پر سناٹا ڈھری تھا کہ دیکھیے کیا ہوتا ہے؟

کچھ دیر بعد سرور نے اپنا فیصلہ سنایا: میں اس سے اپنے
حق کے طور پر زیادہ سے زیادہ جو شے حاصل کر سکتا ہوں اس کے
کپڑے میں اس کا لباس بدل دے گا۔ سرور نے کہا: تو نے جو زیادہ
سے زیادہ مزاج سے سکتا ہو، یہ سب کچھ کا لباس چھین کے رہنا
انسانی آبادی میں دھکیل دوں۔ یہی میرا انصاف ہے اور یہی میرا فیصلہ ہے؟
شاعر بد چلکی طرح پر تھی۔ سرور نے یہ نظم نہ کریں؟

سرور شعل ہو گیا: تو نے مجھے ظلم کہا، میں ظلم نہیں کرتا،
کہ تو نے فعل پر سنا کر دوسری کوئی سزا نہیں دے سکتا؟

اس کے بعد اپنے نائب کی کوئی حکم دیا۔ فیصلے پر عمل درآمد
کرنا تیرا کام ہے؟

آخر کی اپنے ساتھ کی بے عزتی نہیں دیکھ سکتا تھا اس نے
منہ پھیر لیا۔

یعنی نائب شاعر اسماعیل کے کپڑے اکڑنے لگے۔ شاعر
نہر احمق کی سیٹھی نے اپنی مدد کے لیے دو اکڑی اور بالیے شاعر
اسماعیل پچھنے ہوئے لگا۔

سرور نے کچھ کر چکا تھا اور جانتے جانتے کم دے گیا کہ اسے غلہ

کے باہر چھٹک دیا جائے۔
 آشوری نے کہا: ہستے شاعر کی منشا کی۔ اس پر اتنا غم تو نہ کریں،
 یہ بھی خط سے متنبہ کیا: ایسی زبان استعمال کر کہ تیرے ساتھ بھی
 یہی ملوک کیا جائے۔

شاعر اسامیل اپنے ساتھی کو آواز میں دے رہا تھا: میرے
 دوست میرے ساتھی میری مدد کر۔
 آشوری بھی وہاں سے ہٹ گیا۔

وہ اپنی کوٹھڑی میں بیٹھ جیسی سے ٹہلنے لگا، پھٹی سی کوٹھڑی
 میں ٹہلنا محال تھا لیکن وہ پھر بھی ٹہلتا رہا۔

کچھ دیر بعد یحییٰ نائب اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: آج تو نے
 غلط زبان استعمال کی تھی اگر سرکار سے تیری بہت من کی ہوتی تو شاعر جیسا
 تیرا بھی حشر ہوتا۔

آشوری نے پوچھا: وہ کہاں سے ہے؟ کیا اسے غار کے باہر
 پھنکوا دیا گیا؟

یحییٰ نائب نے جواب دیا: ہاں، وہ باہر چھٹک دیا جائے گا۔
 آشوری نے کہا: سرکار کیا آپ میرے لیک کام کریں گے؟
 یہ بھی نے جواب دیا: میں کام تو تیرا کر سکتا ہوں مگر وہ کام اس
 شاعر سے تعلق نہیں ہونا چاہیے۔

آشوری نے کہا: افسوس کہ میں انسان ہوں اور اپنے ساتھی کے
 حشر و میرادل بردہ رہا ہے۔

یحییٰ خاموش ہو گیا۔ وہ پھر سوچ رہا تھا۔
 آشوری نے کہا: آپ کسی بھی طرح اسے کپڑے بھرا دیں۔
 وہ لباس کے بغیر کس طرح کہیں جائے گا؟

یحییٰ نے جواب دیا: سرکار کی اس منزل کے خلاف تو میں بھی تھا
 لیکن سرکار کا حکم موت کی طرح ہوتا ہے اس سے انحراف یا ٹال ٹول
 ناممکن ہے۔

آشوری نے غلاط کے ماہب کا مندرجہ خط بھی پڑھ کر دیا۔
 اس کے لباس کے ساتھ یہ خط بھی شاعر کو دے دیا جائے۔
 یہ بھی نے یہ خط حیرت سے دیکھا پھر ہلچلا: یہ تجھ کو کہاں

سے آیا؟

آشوری نے جواب دیا: ہستی کے کاتب سے۔
 یہی دم بخود آشوری کو دیکھتا رہ گیا: اس نے تجھ کو خط کس
 طرح دیا؟

آشوری نے جواب دیا: یہ اپنے اپنے خاواقی اور تعلق کی
 بات ہے۔

یحییٰ نے خط توڑ لیا مگر ساتھ ہی تسلی کیا: ہنرمند جہاں!
 چند لمحوں میں تو شان پاتا تا آخر قائم کر لیا کہ کاتب نے اپنی

کی پرولیک کے بغیر یہ خط تیرے حوالے کر دیا۔
 آشوری نے کہا: سرکار کیوں دیر نہ ہو جائے تب یہ خط اس کی
 پہنچا دیں اس خط سے اسے کام مل جائے گا۔
 یہ بھی چلا گیا اور ایسا قاضی ہو گیا کہ سالاروں قاضی رہا اس کا
 کوئی پتہ نہ تھا۔

۱۵

مرزا نے آشوری کے بنائے ہوئے کپڑے دیکھے، بڑے بڑے
 پیتوں اور جلیبوں کی شکلوں کے۔ سرکار اس سے خوش تھا اس نے کہ
 ہمارے ساتھ وہی لوگوں مل سکتے ہیں جو کارآمد ہوں کام کے ہوں
 صرف باتیں بناتے رہتے ہیں۔ یہ کہیں۔ فضول ہیں۔
 آشوری خاموش رہا۔ سرکار کے ساتھ اس کا دوسرا نائب
 شعیب بھی تھا۔ وہ سرکار کی ہاں میں ہاں ملا رہا تھا۔

سرکار نے اپنے نائب سے کہا: تو تو ماننا ہی ہے کہ ہم
 سب عنقریب ایک طویل خطرناک اور شاذ و نادر ہم پر ہونے والے ہیں
 گئے تاپسی میں میرے ساتھ کافی ملاں انسان ضد ہو گا۔ اب میں
 اپنے اس کاروبار کے ساتھ ایک نیا کاروبار بھی شروع کرنا چاہتا ہوں۔
 اس کاروبار میں یہ ہنرمند میرے بہت زیادہ کام آسکتا ہے۔
 آشوری بدستور خاموش تھا۔

سرکار کو غصہ آ گیا: کیا تو گڑبگاہ ہے، بولتا کیوں نہیں؟
 آشوری نے عرض کیا: سرکار میں ہاتھ ہوں کہ میں آپ کی
 مرضی کے خلاف ایک نقطہ بھی اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا۔
 سرکار نے کہا: بہت خاموشی کی ہو رہی ہے تو میری مرضی
 اور میری بات کی کر رہا ہے۔

آشوری نے کہا: یہاں یا تو میں آپ کی ہاں میں ہاں ملاؤں یا
 پھر خاموش رہوں۔

سرکار نے کہا: ایک سوہمے اور کم دے دو سر سے۔
 اور اس کی تعمیل کرے اسی طرح دنیا کا کام اچھی طرح خوش اسوئی سے
 چل سکتا ہے مگر یہ سب میں ہیں اور اس کے بدلے میں اس طرح تو دنیا
 برباد ہو جائے گی، اور آخری عام ہو جائے گی۔

آشوری نے پھر کوئی جواب نہیں دیا۔ سوچنے سے بچا۔
 مسلمانوں سے جنگ کرنے جو یہی یہاں آئے ہیں میں نہیں کرتا۔
 کہ کے دنیا بھر کی غلاموں کی منڈی میں بیچ رہا چاہتا ہوں اس طرح
 میں کافی دولت کا سکون گاؤں۔

شعیب نائب نے سرکار کو یاد دلایا: یہ ہنرمند جہاں یہی ہے
 یہ ہماری اس خبر سے خوش نہیں ہو گا۔

سرکار نے طعنے کیا: یہ میرا ملا ہے یہاں میری حکومت
 ہے یہاں میرا حکم چلتا ہے یہاں مذہب کی بات نہیں ہو گی۔

آشوری کو سرحد کی تمام خیالی پرہیزی بھی گری محض۔ وہ لکھنے سے
نازد صیانتوں پر اس طرح عمل کر رہا تھا کہ وہ شکست اٹھا کر پروہنشی
کمرے قیدی بن جائی اور جی جھک خیز بات تھی۔

سرحد سے مکہ ویاڑ میں دیاں سے نیاہ کھٹے درکار
ہوں گے، وہ تیاہ بڑے اور نیاہ وڈنی نہ ہوں لیکن ان کی تھوڑی زیادہ
ہونی چاہیے۔

آشوری نے عرض کیا: مجھے اپنا گھروں آ رہے ہیں بہت زیادہ
محنت بھی چھو کر مکتا۔

سرحد نے جواب دیا: تم کو کافی محنت دے جائیں گے اور
بعد میں لو اپنے گھر بھی جائیں گے گا۔

شعیب نے کہا: سرحد نے تجھ کو جو تمام دیا ہے وہ یہاں
کسی کو بھی نہیں دیا تو اس کی قدر کر۔

آشوری نے ان دونوں کو سرسری نظروں سے دیکھ کر سر جھکا دیا
سرحد نے اپنے نائب سے کہا: یہ جوان مجھ کو گرا لیا مکتا
معلوم ہوتا ہے، اگھنا اور گھرا معلوم نہیں کیا سوچ رہا ہے۔

آشوری نے جواب دیا: میں یہ سوچ رہا ہوں کہ خدا نے سرحد
کو کتنی زیادہ عقل دی ہے کہ اس کی نصف اور نصف میں لپکتا دیتا ہے۔

سرحد ایک دم شغل ہو گیا: ایسی باتیں مت کر کہیں تو بھی اپنے
ماضی شاعر کے انجام کو پہنچ جائے۔

شعیب نے سرحد کو سمجھایا: سرحد اگر ہمارے ماحول کا آدمی
نہیں ہے۔ سبکے سبکے رہتے رہتے ہوتا ہے۔ سبکے سبکے
سیکھ جائے گا، انی افعال زیادہ سرنشہ دست نہیں۔

سرحد نے کہا: ہاں اس کو سمجھا دے کہ مجھ کو اور میرے ماحول
کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ وہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس کو غلوں میں
کھڑا کر کے فروخت کر دوں۔

سرحد بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ نائب شعیب شاید سرحد کے ایمار
آشوری کے پاس کھڑا رہا۔

آشوری سرحد کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

شعیب نے کہا: اب تو ہر کیا دیکھتا ہے؟ اور ہر میری
طرف دیکھ۔

آشوری اس سے مخاطب ہو گیا: میں بہتر نہ ہوں کام باقی ہیں
یہاں بھی جائیں گے اپنے بہتر انعام سے دوسروں کے دل میں جو رہتا
ہو گا۔ سرحد کا مقدر سب نہیں ہے۔

شعیب نائب نے اس کو کہا: یاد تو بہتر نہ ہونے کے ساتھ
ساتھ سب کو تو سب ہی ہے۔ سرحد اپنی بات اور اپنے کسی بھی معاملے
میں ملوث نہ ہوا شت نہیں کرتا بھی تو سرحد سے واقف نہیں ہوا
سرحد خاں کر کے بھی کر سکتا ہے۔ وہ تجھ کو غلام کی طرح بیچ بھی سکتا

سے اور کر رہا ہے تو سرحد ہاتھ پاؤں توڑ کے جھٹکے لیے معذور
کر رہے پھر تو زندگی بھر بھیک ہی مانگتا رہے گا۔

آشوری نے کہا: وہ سنا ہو گیا: تم ہی بتاؤ پھر میں کیا کروں؟
شعیب نے جواب دیا: سرحد کے احکام کی تعمیل۔ اور ایک
غلامی بات اور وہی نشیون رکھ۔

آشوری اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ بھولپن اور معصومیت
سے خوف اور ہشت بھری معصومیت سے۔

شعیب نے کہا: تو یہاں کی بستی میں رہتا ہے میرا وار کو
ہاں بھی رہتے نہیں کہ تو ان سے یا ان میں کسی سے بھی غیر ملکی تعلقات نہ بنائے
آشوری نے جواب دیا: میں اپنے کام سے کام رکھتا ہوں مجھ
کو کہانی اور خاموشی پسند ہے۔

شعیب اس طرح سکرایا جیسے وہ آشوری کی کسی بات پر بھی
یقین نہیں کر رہا: تو نے یہاں کے کاتب سے تعلقات استوار کیے
اور میرے ساتھی بیٹی کو بہت زیادہ اپنا گرویدہ کر لیا یہ باتیں کسی
عزت نہیں اور کم کر کے ہن کی نہیں۔

آشوری حیران تھا کہ ساری باتیں شعیب کو کس طرح معلوم ہوئی
جیکہ شعیب یہاں موجود بھی نہ تھا۔ اس نے سوچا کیا بستی میں بھی ایسے
لوگ موجود ہیں جو ایک دوسرے کی مخبری کرتے ہیں۔ خود سے غلامی
کی شاندار علامت تھی۔

شعیب نے اسے سمجھانے کی کوشش کی: تو یہاں سے
نکل نہیں سکتا ہاں سرحد کو راضی اور خوش رکھنے کے لیے بہت کچھ حاصل
کر سکتا ہے۔

وہ سمجھا کے چلا گیا وہ اپنی کٹھری میں چائیں گیا تو اسے یہ جگہ
کاتے ہوئے پہلے یہاں دعا دی رہتے تھے آشوری اور شاعر اسامیل۔
اب آشوری تمہارے گیا تھا۔

سرحد کو مشرق سے آندھی نمودار ہوئی، آسمان کا رنگ سرخ
ہو گیا۔ ایسا لگتا تھا گویا آسمان سے خون بہنے لگا ہے۔ تند تیز
ہواؤں نے چھوڑ کر ٹپکے ٹپکے دیا۔ اونچے اونچے درخت نرمی
ہو گئے۔ تپوئے بڑے چھتر بندی سے شعیب کی طرف
ٹھٹھک رہے تھے۔ ان کی رگڑ اور ٹھٹھک سے بول محسوس ہوتا تھا گویا
فریوں کے اندر حضور کی جنگ برپا ہے۔

بستی کے لوگ ہلکے آگے اور آٹا نہیں دینا شروع کر دیں۔
اذان ریتے والوں نے خود کو چٹانوں کے سونے کی تھل کی طرح
رک رکھا تھا۔ وہاں ہاتھ پاؤں پر تھکے ہوئے کھٹکے نہ میرے دلے
منہ سے اللہ کی بڑائی اور عظمت کی گواہی دی جا رہی تھی اور یہ کہ محمد
اللہ کے رسول ہیں۔

تو لوگ آواز نہیں دے رہے تھے تو یہ استفادہ میں مشغول

تھے۔ وہ اٹھ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہ رہے تھے۔
دل جلے سوخا آندھی پر برتا تبصرے کر رہے تھے۔ اس
معیت تھان کے دلوں سے سردی کی وحشت اور رعب زائل
کر دیا تھا۔ اس وقت وہ جس قسم کی باتیں کر رہے تھے اس سے ان
کی بہت خوبی میاں تھی۔

ایک نے اس آندھی کو ایلز کا قہر قرار دیا۔ وہ قہر جو سردار اس
کے ساتھیوں پر آسمان سے نازل ہو رہا تھا۔

دونوں فرار ہونے والے بھی نہ نئی حالت میں آسمان کی طرف
منہ اٹھائے سردار اس کے ساتھیوں کو کوس رہے تھے۔

کسی نے اپنے ساتھیوں کو یہ مشورہ بھی دیا کہ اس جنگی حالت
سے فائدہ اٹھایا جائے اور یہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش کی
جائے۔ یہاں جو کچھ اور جس شکل میں بھی ہو رہا تھا اس کے پیچھے یہی
ایک جذبہ یہی ایک احساس اور یہی یقین کارفرما تھا کہ اس سرخ آندھی
نے سردار اس کے ساتھیوں کے اثرات اور اختیارات کو زنگ زدہ کر
کر دیا ہے۔

اسی عالم میں معلوم نہیں کہ صبر سے بھنی خود راہ اور آشری کو
دونوں ہتھوں سے دھکیلتا ہوا اس کی کونٹھری میں لے گیا۔ اس نے
آشری کو بتایا کہ غصہ سب ایک دوسری آندھی آنے والی ہے
اور اس آندھی سے وہ بھی نہیں بچ سکیں گے جو سرخ آندھی سے
بچ گئے ہیں۔

آشری نے پوچھا: یہ دوسری آندھی... کہ صبر سے آ...
رہی ہے؟

یہ بھنی نے جواب دیا: سردار اور شعیب اپنی بستی میں اس
آزادی اور بے باکی کو برداشت نہیں کر سکتے جو سرخ آندھی کی وجہ
سے رونما ہوئی ہے۔

آشری کو بڑی حیرت ہوئی۔ پوچھا: کیا سردار اس آسمانی
معیت سے ذرا بھی خوفزدہ نہیں؟

یہ بھنی نے جواب دیا: نہ ہمارا ہونا تو بابر نہیں نکلے گا۔ سردار
کو اس سے نہیں ڈرنا۔ آندھی کیا چیز ہے؟

یہ بھنی چلا گیا اور کچھ دیر بعد آشری نے اپنی کونٹھری سے
بھاگ نکلا۔ وہاں سردار کے آگے بستی ڈالنا کو مار مار کے
خود کو داپس بھیج رہے تھے یہاں تک کہ نوڈلز کو بھی ہٹانے
نہیں کیا گیا۔ وہ درختیں تیغ کر رہے تھے کہ اگر اللہ سے یہ فیصلہ کر دیا ہے
کہ سرخ آندھی ستاس سوزمین کو برباد کر دیا جائے تو تمھاری اذانی
اللہ کے اس فیصلے کو بدل نہیں سکتیں۔ جو ہونا ہے وہ تو ہر کر رہا ہے۔
فدا یہ بعد سب کی ہوا کی آہ ہے ہاکی غائب ہو چکی تھی ہر
طرف انسان ناپید ہو گئے تھے۔

سردار کے آگے بھاگنا ان کے بستی ڈالوں کو بتا رہے تھے کہ
مسلمانوں نے جو گناہ کیے ہیں اللہ نے ان کے مذائب میں صیائیں
کا عظیم الشان لشکر بھیج دیا ہے، یہ سرخ آندھی بھی اسی مسئلے کی
ایک کڑی ہے۔

کو در بعد سرخ آندھی کا نوڈلٹ گیا۔ سردار بھی ہٹانے ساتھیوں
معیت کہیں غائب ہو گیا۔ اب وہاں ہر طرف سکون اور خام تھا۔
آشری کو حیرت تھی کہ سردار نے ان وقت کی اور جنگی سرکشل
کا معائنہ کیوں نہیں کیا؟ ان سے جواب طلب کیوں نہیں کیا؟

وہ اہل بھی کچھ زیادہ مار گیا تھا۔ ہر طرف سکوت اور تاریکی
کا پہرا تھا۔ آشری کو اپنی کونٹھری میں وحشت ہو رہی تھی۔ وہ بچنے
سے یہ جاننا چاہتا تھا کہ شاعر اسما جیل کہاں اللہ کس حال میں ہے اس
سائلے اور نہائی میں سلطان الپ اور سلطان انوار جرحن، شہزادی اور
ہندی نرلور کی بھی یاد آئی۔ پھر اسے یوں لگا جیسے ہندی نرلور
لڑکی نے سبھی کو تصور کی نظریں سے اوجھل کر دیا اور خود اپنی ٹوٹی و
شرارت اور شباب و رعنائی کے ساتھ اس کے وجود پر طاری ہو گئی۔
کو کونٹھری میں چھوٹا سا چراغ مل رہا تھا۔ اس کی نظریں چراغ
کے اوپر پھیلیں۔ پھر وہ اپنے آپ سے اور ہندی نرلور کی سے باتیں
کرنے لگا۔

کسی نے دروازے پر دستک دے کر اس کو بد مزہ کر دیا۔
وہ دوزخ کھلا کر بھنی ایک تھیلے کے سے اندر داخل ہو گیا۔
پوچھا: کیا ہم پہلے؟

آشری اسے اپنا ہاتھ اپنے سامنے دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔
جواب دیا: میں تو آپ کا انتظار کر رہا تھا۔

یہ بھنی نے کہا: میں نے تیری خاطر بڑے خطرات مول لیے
اب میں سوچتا ہوں کہ مجھ میں اتنی ہمت کہاں سے آگئی تھی؟
آشری نے پوچھا: میرے ساتھی شاعر کا کیا ہوا؟ وہ کہاں
اور کس حال میں ہے؟

یہ بھنی نے جواب دیا: میں نے اپنی جان بکھل کر اس کو پاس
بھیجا اور ترانہ شاعری خط بھیج دیا۔ ایک ماہ بھی ساتھ کیا ہوا ہے سرخ
(منج کے کی) ہاتھ پہنچا دے گا۔

آشری نے پوچھا: سرخ منج؟ کون سی جگہ ہے؟
یہ بھنی نے جواب دیا: ایک بلی ہے۔ اس سے گزر کر اس
منج پہنچ سکتا ہے۔

آشری کو اطمینان نہیں تھا۔ اسے یقین نہیں کہ چٹاکر اس
سرداری نظام کا کوئی شخص اتنی ہمدی اور عزت بھی لگا سکتا ہے۔
یہ بھنی نے بتایا: یہ بھی وقت اور اتفاق کی بات ہے کہ سردار
اپنے گناہ کے ساتھ صیائیں کی طرف ہمارا ہوتا ہے کسی اسمانی

فوج کو اپنی خدمات بھی پیش کر سکتا ہے یا پھر وہ اپنے طور پر ہی
میسائیل پر چلے گا۔ اس سے اس طرح وہ یہاں سے کافی دنوں
تک حدود غیر محفوظ رہے گا۔

آشوری نے پھر وہ لمحے میں کہا اس سے مجھے کیا فائدہ ہے
یعنی نہ جواب دیا۔ میں نے اپنے ساتھی شعیب سے تیرا
ذکر کیا تھا اس سے بھی تیری باتیں عجیب تھیں اور تعصبت کے لگا کر میں
نے تیرے ساتھی واکام اس کی مدد سے انجام دیا ہے۔
آشوری نے اسی ارادے میں مجھے کہا: "خیر یہ کام تو ہو گیا،
شاعر اسامیل منج پہنچ جائے گا لیکن اس سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا؟"
یعنی نے کہا: "حیرت ہے یہ تو کس قسم کی باتیں کر رہا ہے؟"
آشوری نے جواب دیا: "میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہاں
یہ جو کچھ ہوا ہے اس کا حاصل کیا ہے؟"

یعنی نے کہا: "دنیا کا ہر کام یہ سوچ کر کرنا کہ اس کا حاصل کیا ہے
کی ضروری بات نہیں ہے۔"

آشوری نے کہا: "میں آپ سے ہر کام کی بات نہیں کرتا، لیکن
بڑے بڑے کاموں کے پیچھے یہ سوال ضرور ہونا چاہیے کہ ان کا حاصل
کیا ہوگا؟"

یعنی نے اسے بتایا کہ ہزار سو ڈالر خرچ کر رہا ہے اس کے
پچھلے دنوں جمع کر کے کا بند بڑھے۔ وہ بہت سے عائد بدوش
چھاپا ملنے کی طرح قزاقی سے حکمران بننے کا خواہش مند ہے۔
مگر وہ بتا جلد سے سرطانی سب سے بڑی بلکا آخری خواہش ہے۔
اور ہم چہ کر اپنے سردار کے نائب میں اس لیے اس کے بعد اس کی
مگر حاصل کرنا ہماری سب سے بڑی اور آخری خواہش ہے۔
آشوری خاموش ہو گیا۔ چراغ کی روشنی میں دونوں کے چہرے
آہستہ سے لگ رہے تھے۔

یعنی نے پوچھا: "تو چپ کیوں ہو گیا۔ بولنا کیوں نہیں؟"
آشوری نے جواب دیا: "میں بول کے کر دیں گا کیا۔ مجھے اپنا
کام کرنا چاہیے میں یہی میری کوشش اور میری خواہش ہے۔"
یعنی کو پہلی بار یہ شخص قلم پاگل سا محسوس ہوا۔

دوسرے دن اول پیر یعنی آشوری کو ایک پہاڑی پر لے کر
یہاں سے انھیں نیچے میلانی منظر صاف نظر آتا تھا اس نے پہلی
اور پرستوت لیجر میں کہا: "سردار اپنے گروہ کے ساتھ منج جا رہے ہیں
وہاں جیسا بولے اس کا معرکہ ہوگا۔ سردار ان سے چھاپا مار جنگ
رہے گا اور ان سے ان کا مل نہیں لے گا۔"

آشوری نے آگے بڑھے جلتے ہوئے گھر سرداروں کو دیکھا،
جو وہاں سے قریب پہرہ بونگا درخت سے چھوٹے نظر آ رہے تھے۔
یعنی نے اپنے گروہ میں نذر ڈالی اور نذر پکارا: "میرے پورا"

عزت میرا ہے صرف میرا اب یہاں میرا کم چلے گا۔"
آشوری نے کوئی تبصرہ نہیں کیا اور پہلی کا ساتھ چھوڑ کے ایک
طرف چل گیا۔

یعنی نے اسے آواز دی: "بہتر نہ جوں کہیں؟"
آشوری نے جواب دیا: "لب میں اپنا کام شروع کر دیں، بارش
بہت ہو چکی۔"

یعنی تیز تیز قدم اٹھا، اس کے پاس پہنچا اور کہا: "تو اپنا کام
کسی اور کے حوالے کر دے اپنا نائب میں لے، وہ کر رہا ہے گا
کام، تیرے جتنے کام آتیری نگرانی میں؟"
آشوری نے جواب دیا: "کیا میں اسے کیا میرا نائب۔ میں زیادہ
سے زیادہ مصروف رہنا چاہتا ہوں۔"

یعنی نے پھر وہی بات محسوس کی لیکر یہ کچھ پاگل نہیں ہے۔
آشوری اپنا کام کرتا رہا، نیچے نیچے دل سے کسی شے کی طرح۔
سردار بہت سے قیدیوں کو لینے گیا تھا ان کو تاروں سے لکھنے کے
لیے چھوٹے بڑے سبکے بھاری کتھوں کی ضرورت تھی۔ گول پتوں
کی طرح اور جن میں چھوٹا سا سنی کا نشان شامل کر دیا ہو۔ صلیب کی
طرح مگڑی کے کھٹے انھیں قیدیوں کی گڑبگڑ پانڈل میں ڈال کر
قید کیا گیا جاتا تھا۔

بستی کے لوگ آشوری کے گرد بیدار تھے۔ وہ سب اس کو عزت و
احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ یہ تیرے بیٹے یعنی بھو دیکھ رہا تھا اس
نے یہ بھی دیکھا کہ بستی والے سب زیادہ مکی اور بدبے سے کام کر رہے
تھے۔ آشوری کا ایک اشارہ یا معمولی سی ہدایت یا سرزنش ان کے لیے
کافی تھی۔

وہ یعنی کی پروا کیے بغیر بستی والوں میں گھل گیا۔ اور یعنی کا
عمر قرار پایا۔ وہاں سے بڑی باتیں کرتا اس کے حوصلے بڑھتا اور
یعنی کا دل بڑھتا۔

یعنی یہ سب دیکھ رہا تھا اور انکاروں پر لڑے رہا تھا اسے
آشوری بڑا لگنے لگا تھا۔ وہ آشوری سے باتیں کرنا چاہتا تھا اس کو منع
کرنا چاہتا تھا کہ وہ یہ سب نہ کرے۔

کوتے کوٹے تنوں اور شاخوں پر آگے چل رہے تھے ساتھی
حسب نشان انھیں میں تبدیل کیا جا رہا تھا۔ بہت سے آگے آگے چلا
کے گھڑوں کو بول کر سنے میں مشغول تھے۔ کچھ میں بڑے بڑے بھراخ
کر رہے تھے۔ بعض چھوٹے چھوٹے محسوس نما گھڑوں کو جوڑ کر
پتہ بنا رہے تھے۔ اور یہ سب سے کام آشوری کی نگرانی میں ہو رہے تھے۔

یعنی آشوری کی بے نیازی اور بے فہمی سے ڈر رہا تھا اسے
اپنی باتیں بھی پورا نہیں تھی۔ سردار کو وہاں پر اپنا کام بھی نہ کر سکتا
آشوری اگر کسی وجہ سے کام نہ کر سکتا اس سے یہ کام نہ لیا جاسکا

تو وہ سرور کو اس کا کیا جواب دے گا۔ بس یہی سوجا اب یہی ہوا اس
اسے دے کے ہوتے تھا۔

یہی جیب ہدیہ خدا ہے عروج کو پہنچ گیا تو یہی نے
آشوری کو پہنچ گیا ہر مند جوں میں کچھ مر جس سے یہ دیکھ رہا ہوں
کہ تو یہاں کے اصول اور قواعد خواب تو بڑا ہے۔

آشوری نے جواب دیا: سرور! آپ نے مجھ پر احسان کیا
ہے اس لیے میں آپ کی باتوں کا برا نہیں مانوں گا۔ مجھے آپ بتائیے
کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

یہی نے کہا: میں کوئی نیا چاہتا ہوں کہ تو یہاں کے اصولوں
کی پابندی نہیں کر رہا؟

آشوری نے جواب دیا: میں نہیں جانتا کہ یہاں کے کیا اصول
ہیں لیکن میں فطرت اور قدرت کے اصولوں پر پوری طرح کاربند ہوں۔

یہی نے کہا: یہاں کے اصول یہ ہیں کہ لوگوں سے کام کی
مدد تک واسطہ رکھو اس کے بعد غیر شعلی ہر ماڈ، آپس میں غیر ضروری
باتیں مت کرو، جیب باتیں کرو تو خیال رکھو کہ کسی کو بناوٹ یا سرکشی
کی تعلیم تو نہیں دی جا رہی۔ تو عقلمند ہے تو انھیں یہ یاد کرو اسکا ہے
کہ ان کے ساتھ یہ تجربہ پیش آرہا ہے بیان کی تدبیر ان کا متحد ہے۔
اس لیے اللہ کے فضل سے وہ شاکر بندگی کی طرح اس پر قائم رہیں۔

آشوری نے جواب دیا: سرور! میرا جو کام ہے اس میں پوری
طرح توجہ دی اور جاں نشانی سے انجام دیتا رہوں گا اس کے علاوہ
کچھ چاہتے ہیں تو یہ کام میں نہیں کر رہا۔

یہی نے فرمایا: کیوں؟ کیوں نہیں کر رہے گایہ کام؟

آشوری نے جواب دیا: میرا کام میں غلوں اور ہندو سے نہیں
کر سکتا کیونکہ یہ تہوٹ اور سراسر غلط ہے لہذا دھکا دینے کے
متبادل ہے۔

یہی نے کہا: تو میری بات نہیں مانے گا۔ ہلا کہ میں نے
تیرا ساتھ دیا ہے اور تجھ سے امتیازی اور اعزاز کی سلوک کر رہا ہوں
آشوری نے پوچھا: آپ کچھ سے یہ کیوں چاہتے ہیں؟ ایسا
کیوں چاہتے ہیں؟

یہی نے جواب دیا: میں بس ذاتوں کی کارکردگی میں اضافہ
چاہتا ہوں۔ ان میں خوش ہنر، مگر، ٹیکنا چاہتا ہوں۔

آشوری نے جواب دیا: سب کچھ آپ فکر نہ کریں۔ اس کا بھی
طریقہ ہے میرے پاس؟

یہی نے کہا: میں یہاں کا نظم و نسق اپنے طور پر چاہتا ہوں
اپنی سولہ کے کامات اور تعلیم پر نہیں؟

آشوری نے یہی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ یہی نے پتا ہاتھ اس
کے ہاتھ میں نہ سنبھالا۔ دونوں ہاتھ مل گئے۔ آشوری کا خیال

رکے گا اس کی چوٹی چھوٹی خواہشوں کا احترام کر رہی ہے۔ وہ
آشوری اس کے لیے وہ سب کرے گا جس سے بس ذاتوں میں کچھ بہتر
اور تمام بند ہو جائے۔ اور یہی کے سب کے تمام ہو جائے۔
آشوری نے یہی کو یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ خود روبرو ہونے کی فکر
کرے اور کوٹ مارے ہر دولت جمع ہوتی ہے اس سے کام لے اس
سے آدمی کی وفا داریاں خرید کر آگے بڑھے۔

آشوری نے یہی کی مدد سے شانرا حاصل کر لیا خط بکھا۔
یہ خط منج کے سرکاری لکھنے کے پتے پر بھیجا گیا تھا اور اس نے اس کا ایک
انتہائی معتد سے کر لیا تھا۔ یہی اس معتد بیان پر ہنسا مگر وہ شیلہ
اور ہمایوں کا تھا۔ آشوری نے یہی کو یہ کہہ دیا کہ وقت یہ جتنی
دلایا تھا کہ وہ انھیں سرور کے قلعے میں زیادہ بلند تمام دلا دے گا۔
آشوری نے شاعر کو بکھا تھا۔

کیسا کے پاسی کو اقبالوں سے کر رہی ہیں
جہاں ہم دونوں کر پہنچا تھا، ہمیں وہ معلومات
دلا رہے ہیں۔ آگے چل کے عزت و تمام ہونے
گی۔ میں ابھی نہیں آؤں گا لیکن جب بھی آؤں گا
اس خوشخبری کے ساتھ کہ میں نے محنت سے اپنی
فصل اور ذہانت سے کام لے کر وہ کام کر دیا ہے
بعد نیک کے ٹیکسٹ اور دیا انجام دیا کہ میں یہاں
کا سرور یہی میرا تہذیب ہے اور میں اس کے
احسان اور قدرتی کاموں سے بھلا کا اسے وہ
بیشہ یاد رکھے گا۔

میری افواج سے جو کچھ حاصل کرنا ہے خودی روز
کر دو کس طرح؟ شاید یہ تجھ سے سچا پڑے ہیں
کہ یہ چیزیں حکام میں وہ اپنے شکاری شکار سے
آئی ہوں۔ ملنے کر دے گا۔

مجھے جی ٹی ٹی ٹی یاد آ رہی ہے اور میں یہ جو
کچھ کر رہا ہوں اسی کے حصول کی خاطر کر رہا ہوں۔
خداوند سچ سے تو بھی دعا کر رہا ہیں کہ کیا کریں؟
یہی نے اس کا خدا چوری سے پوچھا تھا اس نے آشوری
سے خط کے بارے میں چند سوالات بھی کیے تھے جن کے متعلق ہر وقت
مل گئے۔

شانرا نے پوچھا: کس قسم کی معلومات حاصل کر رہے ہیں؟
آشوری نے جواب دیا: میں ہندوؤں کی سرکندہ ہوں
پہنچا چاہتے ہیں۔ وہ کس طرح؟ نہیں، ہمیں معلوم کرنا ہے؟
یہی نے مذہب کے متعلق اس جواب پر پوری طرح جیس نہیں

کر اٹھا۔

اس نے دوسرا سوال کیا: تو وہ کون سا کارنامہ انجام دینا چاہتا ہے جو فیلسوف بہتری انجام کرتے ہیں؟

آشوری ہنسنے لگا: میں کب کو سرداری دلانا چاہتا ہوں۔ جب کب بڑے بن جائیں گے تو ہم بھی بڑے بن جائیں گے اور ہم دونوں اپنے مستقبل کی طرف سے بے فکر ہو جائیں گے۔

اس کا جواب بھی یحییٰ کی کچھ میں دیا۔

یحییٰ نے تیسرا سوال کیا: مہسی فراخ سے کیا حاصل ہوگا اور خوی کیا بھیجا جائے گا۔ اس سے کس کے ذریعے بھیجا جائے گا اور کون لوگ ہیں جو شاعر کے پاس کچھ لے جانے کے لیے موجود ہیں؟ آشوری نے جواب دیا: شاعر کو اپنی کافی سے جو کچھ ملے گا وہ اسے خوی روانہ کر دے گا کیونکہ خوی میں بڑے فروشوں کا ملک تھا رہتا ہے۔ اس کے پاس جلدی نثر لکھنے کی ضرورت کبھی نہیں ہے۔ بہت ساری جگہں ہیں جہاں اسے اپنے لیے خریدنا پڑتا ہے اور شاعر اس مسئلے میں خود کم خوی کے ہاجر کو بھیجا چاہیے۔ اس کے نمائندے منج ہی میں وصول کر لیں گے۔

یحییٰ نے پوچھا: وہ جلدی نثر لکھنے کی جس کا تو نے اپنے منہ میں ذکر کیا وہ کیا بہت خوبصورت ہے؟

آشوری نے جواب دیا: یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ بہت حسین ہے لیکن وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہے یہی کہہ سکتا ہوں۔ یحییٰ نے پوچھا: یہ کیسا محو کر ہے جو تیرے لیے تیار رکھا ہے؟

آشوری نے جواب دیا: اس کا میری خاطر صرف میری خاطر رکھا ہے۔ یہ کچھ میری عزت کرتا ہے۔

یحییٰ نے کہا: تب تو تو بڑے خوش قسمت ہے کہ تو اس تیری اتنی عزت کرتے ہیں۔

آشوری نے جواب دیا: میرا اس لیے کہ میں ایک بے غرضی انسان ہوں اور میری عزت کرتا ہوں۔

یحییٰ نے کہا: بندگی نثر اور شاعر کا دل چاہتا ہے۔ پوچھا: کیا وہ بندگی نثر و شاعر بہت حسین ہے؟

آشوری نے جواب دیا: میں کب کے مول کا جواب پہلے ہی دے چکا ہوں۔ مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔

یحییٰ کی روح کو اس طرح کے ذکر سے لذت حاصل ہو رہی تھی۔ پوچھا: اس کا رنگ کیا ہے؟

آشوری نے جواب دیا: وہ سرخ و سفید نہیں ہے اس کا رنگ سفید ہے جس کے بارے میں بندہ مست فی کہتے ہیں کہ ہر رنگ کا رنگ لکھ پاتا ہے۔

یحییٰ نے پوچھا: وہ قتل اندھ ہونا کیسی ہے؟

آشوری نے جواب دیا: وہ بہت ذہین اور مزاح شانس ہے۔ یحییٰ کے سوالات ختم ہی نہیں ہو رہے تھے اس کی آواز کیسی ہے؟

آشوری نے جواب دیا: اس کی آواز میں ترنم ہے۔ عجب وہ بولتی ہے تو ایسا لگتا ہے گویا بیل نغمہ خواں ہے۔ اس کی دل نہیں آواز دل میں نہیں ذہن میں آ رہی ہے۔ گوش اندھ کی دیر تک اس کی ملاوت سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔

یحییٰ کا بڑا حال تھا: اس کی آنکھیں؟ وہ کیسی ہیں؟

آشوری نے جواب دیا: خوابیدہ خوابیدہ سی حسن و شہب کے نشے سے سرشار۔ جو دیکھے بن پیسے ہلکے جائے، وہ جو صراحت جائیں دیکھنے والوں کو مست دے خود بنا دیں۔

یحییٰ مست و بے خود ہو چکا تھا: انہیں کے بال؟

آشوری نے جواب دیا: انہوں کی طرح سیاہ، کالی گھٹاؤں کی طرح غم اور گھیردیکھو تو یہی تمنا کر کہ ان میں روشنی ہو جاوے ان میں اپنا چہرہ چھپا کر غم دنیا سے جھلٹ حاصل کر لو۔

یحییٰ کا کام تم ہو چکا تھا: اور اس کا شہاب؟

آشوری نے جواب دیا: اس کی یہ کیا تعریف کروں؟ دیکھنے کی چیز ہے۔ ایسا شہاب کہ اس پر صد سالہ ہزاروں دیا جائے دنیا کے سارے گھٹاؤں سے تو تباہی عام ہو جائیں۔ مدتیاں ختم ہو جائیں۔

سب کو فراموش کر دیا جائے اس کے حصول کی خاطر ہر شے قربانی کر دی جائے۔ سے دیکھو تو یہ کب جاوے اپنے آپ میں نہ ہو جسے مل جائے اس کے لیے وہ ہر شے قربان کر دے۔ جس کو نہ ملے اس کے لیے قتل مارا، اور ہر شے قربان کر دے۔

یحییٰ کا حال بڑا ہو گیا۔ پوچھا: کیا ایسی دوسری بات بھی کہیں مل سکتی ہے؟

آشوری نے جواب دیا: ویس تو نہیں، اس سے بہتر فریضہ ملتی ہے کیونکہ اس کی نصحت اس پر ختم نہیں ہو گی۔

یحییٰ نے سر دھاک بھیری: جہاں سردار ہلکے جاتا ہے وہ عزت کے وجود کو اپنے پاس نہیں برداشت کر سکتا۔

آشوری نے پوچھا: وہ کیوں؟ اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟

یحییٰ نے کہا: اس میں کسویا ہر اٹھلہ ہو گی اس کی کوئی خاص وجہ؟ ضرور ہو گی کوئی خاص وجہ؟

آشوری نے کہا: اس کی چوٹ لگائی؟ ویسے اس بستی میں کسی عورت کا نہ ہونا اب ہے۔ مجھے کھانسی نے ٹھک ہو پھر سے مارا۔

سہمت نام کو فریضہ۔

یحییٰ نے کہا: میرا دل گھٹنے میں اس ضرورت کو عکس

کرتا میں مگر...
 آشوری نے کہا: آپ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ یہاں وہ کیا تدبیر کی جائے کہ بستی کا ہر آدمی مستعد اور بلاق و چو بند ہو جائے؟
 یعنی نے اس اور سرگوار چہرہ اور پراٹھا یا؟ ہاں میں نے پوچھا تو تھا؟

آشوری نے جواب دیا: اس کی بہترین ترکیب یہی ہے کہ یہاں ایک عورت لاکے رکھی جائے ایک عورت آباد کر دی جائے؟
 یعنی نے حیرت سے پوچھا: ایک عورت کیوں؟ کئی عورتیں کیوں نہیں؟ ہر مرد کے لیے ایک ایک عورت کیوں نہیں؟

آشوری نے جواب دیا: ہر مرد کے لیے ایک ایک عورت کا مطلب یہ ہو گا کہ انھیں سب کچھ مل گیا۔ پھر وہ اور کاہل اور کا اڑا ہو جائیں گے کام نہ کرنے کے بہتے تلاش کریں گے۔ مگر اور دیا کار ہو جائیں گے یہ چار پڑنے لگیں گے اور ان سے اولاد کا سلسلہ چل نکلے گا جو اس کا آمد اور پر سکون ماحول کو بالکل برباد کر کے رکھ دے گا۔ یہ بستی بھی بازار بن جائے گی۔ یہاں کا ہر آدمی آپ سے زیادہ اپنے بیوی بچوں کا وقار اور ادب ہاں شمار ہو جائے گا۔
 یعنی نے کہا: خوب بات ہے تو سماں باندھ دیا؟

آشوری نے جواب دیا: ہاں میں اس ماحول اور معاشرے کو مسابقت کی صورت دینا چاہتا ہوں؟

یعنی نے پوچھا: مسابقت کی صورت؟ کیا مطلب؟
 آشوری نے جواب دیا: مطلب یہ کہ آپ دس آدمیوں کو قطع میں برابر رکھ کر دیں اور ان سے کہیں کہ یہاں سے چار فرسخ دور پہاڑی کے دامن میں، جہاں شہوت کے وہ خستے لگے ہیں ان کے جھنڈ میں بیوی بچ خزانہ گرا ہے تم سب دوڑ کے وہاں پہنچو اور خزانہ نکال لو۔ جو کامیاب ہو گا خزانہ اس کا ہو گا۔ ہر مرد اور اپنی ہے مسابقت کا ماحول سے کہتے ہیں مسابقت کا معاشرہ یا

یعنی کی سمجھ میں پھر بھی بات نہ آئی۔ پوچھا: اس کا ایک عورت سے کیا تعلق؟

آشوری نے جواب دیا: وہ ایک عورت اسی خزانے کی طرح ہوگی۔ اس عورت کو یہاں کے چور دیں پھرو لکیں اس ماحول میں کیسے گھما گھسی پیدا ہوتی ہے۔ ہر شخص اس آدمی مصروف ہو جائے گا۔ ایک دوسرے پر مسابقت لے جائے گا کہ کون کون کون کون؟

یعنی سوچنے لگا: کچھ سوچتا رہا، معلوم نہیں کیا کہہ رہا تھا۔
 لگے لگے بچھڑ میں ہوا: سرگوار! یہاں کسی عورت کا وجود برداشت نہیں کر سکتا میں سرگوار کیا جواب دوں گا؟

آشوری نے جواب دیا: سرگوار! آپ کس سرگوار کی بات کر رہے ہیں۔ وہ سرگوار جو زندہ ہے، متنازع ہے، بالکل بالور اس کی

سرگوار کے دل پر ہے جو مجھے لب لباب اپنی سرگوار کی باتیں کر رہا۔
 اس کا دور تھا ہوا آپ کی سرگوار شروع ہونے والی ہے؟
 یعنی سرگوار سے تو نذر تھا؟ ایسا ناممکن ہے سرگوار پھر سرگوار ہے؟

آشوری نے حوصلہ بڑھایا: آپ ہمت نہ ہریں آپ اس ماحول میں ایک عورت ضرور لائیں اور پھر تاشاد لکیں؟
 یعنی خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا، کوئی جواب نہیں دیا۔
 آشوری بستی کے ہر فرد سے ملتا اور باتیں کرتا، مختلف موضوعات پر۔

لوگ اسے اپنے دکھ درد میں شامل کرنے لگے تھے۔ بستی والے آشوری کو اپنا ہمدرد سمجھنے لگے تھے۔ وہ اس سے مشورہ بھی کرتے تھے۔

قراف نے کہا: میں نے چار سال پہلے اپنے بیوی بچوں کو چھوڑا تھا۔ وہ مجھے بہت زیادہ یاد آتے ہیں۔ میں ان سے دوبارہ کب ملوں گا؟

دنگ سار نے اپنا ذکر چھیڑ دیا: ان لوگوں نے مجھے طلب سے انھویا تھا، میری شادی کو صرف چھ ماہ ہوئے تھے۔ یمن سل گزرتے گئے وہ میرا انتظار کر رہی ہوگی؟

کاتب ذرا عمر رسیدہ تھا، کسی کوئی پچاس کا۔ اس نے کہا: "الغایہ کا امیر میرا محسن تھا، میں اس کے پاس کام کر رہا تھا اس نے وعدہ کیا تھا کہ سلجوتی سلطان الپ ارسلان سے مجھے مرادے گا۔ وہاں اس کا وزیر خواجه بزرگ الفاکیر کے امیر کا دست ہے۔"
 آشوری سب کو ایک ہی تہہ دے رہا تھا: یعنی کو سرگوار کہو اور اسی کی وفاداری کا دم بھرو، کام آسان ہو جائے گا۔
 انھی ہنگاموں میں یعنی کو خبر ملی کہ سرگوار ٹوٹ مار میں زخمی ہو گیا ہے اور کہیں زیر علاج ہے۔

اسی دوران شاعر اسماعیل کا جواب بھی آگیا۔ تدبیر جواب ملے کہ واپس آچکا تھا، شاعر نے جواب میں لکھا تھا۔

پادری سے مل چکا تھا، میں نے تیرے بارے میں پوچھا تو میں نے جواب دیا کہ سرگوار دست لہانے ہی والا ہے۔ پادری نے دھڑکیا، کہ وہ درجہ دل میں مجھے کام دلا دے گا۔ تیرے آٹے تنک میں بہت سا کام کر چکا ہوں گا۔ تو وہاں سے تنکے کی کوشش کر۔ میں تیرا اور یعنی کا ہمیشہ احسان نہ اور تنکے گزرتے رہیں گے۔ سرگوار نے تو مجھے بالکل پرہیز کر دیا تھا۔ میری تو ہوشی ہمیشہ تم دونوں کی احسان مند رہے گی۔

یہی بیچ میں بھی ہمارے ہر طرف ڈیرا ڈالے ہوئے
 ہیں۔ میں میں کئی ملکوں کی فرقوں کے لوگ ہیں۔
 آہٹ، جذباتی۔ حریفوں کی طرح۔ کس طرح
 بھی یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ مذہبی جنگ لڑنے آئے
 ہیں۔ ان کے ہر ڈیرا ڈالنے کا تیسرا خسرو اور لیات
 کے نقشے میں چھوڑا جلدی کرنے کی کوشش کر۔

یہ کچھ اس کچھ لوگ آئے تھے۔ میں نے انہیں
 سب کچھ صاف صاف بتا دیا ہے۔ وہ مجھ سے
 تیسرے حکمانے کا عمل بدعنوانی کر رہے تھے
 اس تھانے کے بارے میں بڑی شکایات ہیں
 نے انہیں سرسری طور پر تو کچھ بتا دیا وہ ان کی کچھ
 نہیں کیا۔ طلب کی حکومت ختم ہو گئی اسے بھی
 قیصر نے بدبو فروج ختم کر دیا اس لیے آشوبی لڑائی
 تیری مدد حاصل ہے لیکن یہ ملکی شکایت ملکی
 کو روکا کر دی گئی ہے۔ نہ انہی میں اس ملک کو
 ڈاکوؤں اور لٹیروں سے پاک کر دیا جائے گا۔
 تو وہیں کیا کر رہا ہے اس پر کس طرح قابو پانے کا،
 میری سمجھ میں تو کچھ نہیں رہا۔

خطا ہمارے ختم ہونے کا تھا معلوم نہیں کیوں۔ یعنی کاشمیر میں
 تھیں اس کا کوئی جواب نہ دے سکا اس نے یہ خط بھی کر سکا ہے
 بغیر بلا و است کا شوقی کر دے دیا تھا اندیشہ یہ نہیں سوچ سکا
 تھا کہ تیرے خط کا جواب بھی دے سکتا ہے۔

یعنی کو جیسے عادی خبریں کہ سرور زخمی ہے۔ کہیں بددوش
 اپنا علاج کر رہا ہے اس کا جو منہ دہندہ ہو گیا۔ وہ خود کو واقعی
 سرور عسوی کہنے لگا۔ وہ بستی میں بدھ بھی گیا، ہر کسی نے اس
 کو سرور کہہ کر ہی مخاطب کیا۔ بستی کا ہر فرد اس سے اس طرح پیش
 آ رہا تھا کہ وہ سرور یعنی کا تھا اور ہاں شاد ہے۔

آشوبی اپنے کام میں کھویا ہوا تھا ہمارے بھی نے اس
 کے کام میں طاقت کی۔ ہنرمند جوان اس کچھ دلوں سے یہ عسوی
 کر رہے ہیں کہ یہاں کا سرور واقعی میں ہوں۔

آشوبی نے جواب دیا آپ یہ صرف عسوی ہی نہیں ہیں
 بھی کریں۔ ایک اپنے سرور سے زیادہ شاید سرور ہیں۔
 یہی نے کہا: یہاں ملک و مذہب کے فرق نہیں۔ نہ بول کا کوئی
 ملک ہے میں اس پر لا شریعت غیر سے قابو پانے میں سرور کو اس
 سے بے دخل کر دینا چاہتا ہوں۔

آشوبی اپنے دل میں بے حد غور سے تھا کہ آخر کار وہاں میں

پھوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

یعنی اس سے بڑھ کر ہر بات ایک بات تو بت نہ سوا کی رہی
 پاس کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟

آشوبی نے جواب دیا: مقابلہ نہیں، بستی کے یہ لوگ
 کریں گے۔ بڑوں، صلحت نا اندیش، وہ اپنے اپنے محل پر مبارک
 قائل لوگ ہیں۔

یعنی نے فکر مندانہ میں سوچتے ہوئے کہا: یہ لوگ
 لوگ سے ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میں دوسرے آدمیوں کا بندہ بنے
 کروں گا۔

اس وقت چند خوروں نے بھی کو بتایا کہ بروہہ فرد شول کا ایک
 ناقلہ دشمنی بجا رہا ہے اور وہ کسی وقت بھی ہمارے ان علاقوں
 کے سامنے سے گزرنے لگا۔

یعنی نے کہنے دل لے اس علاقے کے چر دہ ہے تھے جو
 وہ بھر مویشی چراتے تھے اور اپنے گرد و پیش کی خبریں ان ڈاکروں
 کو پہنچا دیتے تھے۔ یہی چر دہ ہوں کا دوسرے چر دہ ہوں سے واسطہ
 تھا اور یہ کام بڑے منظم طریقے سے باضابطہ انجام پاتا تھا۔

یعنی نے کہا اس بستی کے طور پر آدمی تھے وہ علاقوں کی
 حفاظت پر تھے اور وہ بستی سے زیادہ سردار کے وفادار تھے۔
 یعنی کا کام یہ دینی دیتا ہے متعلق نہیں تھا وہ علاقوں کی حد تک
 محدود تھا اس کو تو شہر کا زیادہ تجربہ نہیں تھا۔ لیکن ڈاکوؤں جیسی
 سٹاک اور سخت کوشش اس میں تھی۔

وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ فارے نکل اور ایک پہاڑی
 کے چھبے گھٹ کے بیٹھ گیا۔ قافلے کا راستہ پہاڑی کے بل پر
 سے گزرتا تھا۔

یعنی نے اپنے ساتھیوں سے کہا: مجھے قافلے کے مالدار
 سے کوئی واسطہ نہیں، میں چند لڑکیاں چاہتا ہوں۔

ساتھی حیران تھے: لڑکیاں؟ کس کے لیے؟ سرور تو اس
 جنس سے بڑا تھا۔

قافلے سے پہلے گھر سوار کا ایک دستہ لشکر آ رہا اس
 پاس کا جائزہ لے رہا تھا۔

چر دہ اپنے کویشوں کے ساتھ پہاڑی کے چھبے یعنی
 کے پاس پہنچ گئے اور یعنی کو بتایا کہ یہ بڑی خطرناک جگہ ہے۔
 یعنی نے پوچھا: وہ کس طرح؟

ایک چر دہ نے کہا: بروہہ فرد شول کے ساتھ ان کا
 جنگ جو دستہ بھی ہے۔ لڑکیوں اور مردوں کو سخت حفاظت
 میں دشمن سے جایا جا رہا ہے۔

یعنی کے پاس گدس آدمی تھے اور چر دہوں کی اطلاع کے

موجب بردہ فردشوں کے دستے میں پہچاس جنگ جوتھے۔
ایک چرواہے نے پوچھا: ”یعنی نائب! آپ کے دس آدمی
پہچاس سے کیسے لڑیں گے؟“
یعنی نے جواب دیا: ”ایک تیسرے تیسرے ذہن میں اگر
اس پر ہوشیاری سے عمل ہوا تو اپنے ہی ایک پہچاس کو بے وقوف بن
دیں گے۔“

چرواہے نے کہا: ”تیسرے کون سی تدبیر؟“
یعنی نے پوچھا: ”تیسرے دیوڑھی کل کتنے مویشی ہیں؟“
چرواہے نے جواب دیا: ”تقریباً ہزار۔“ بکریاں بکیریں اور گائیں۔
یعنی نے کہا: ”تو انہیں بردہ فردشوں میں ہٹا دے۔ اس طرح
کنا انہیں ان کے ہٹکائے جانے کا علم نہ ہو۔“

چرواہے نے پوچھا: ”اس کا فائدہ؟“
یعنی نے جواب دیا: ”پورا قافلہ افراتفری کا شکار ہو جائے
گا ان کا دستہ مویشیوں میں الجھ جائے گا اور ہم اپنا کام کر جائیں گے۔“
چرواہے کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی: ”اوہ اس
سلسلے میں میرے مویشی جو مارے جائیں گے۔“

یعنی نے جواب دیا: ”اس نقصان کو میں پرہیز کر دوں گا۔“
چرواہے تیار ہو گئے۔ ہزار مویشیوں پر چار چرواہے تعینات
تھے۔ مویشیوں کو پہاڑی کے پیچھے چھپا دیا گیا۔ ایک چرواہا سامنے
کی چٹان پر بیٹھ گیا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ”وہ جسے
ہی قریب آئیں گے میں آئینے کا رخ سورج کی طرف کر دوں گا تو
اس اشارے کے ساتھ ہی تم سب مویشیوں کو قافلے کی طرف
ہٹا دینا۔“

یعنی نے کہا: ”اور یہ کام اتنے زور سے انجام دیا جائے
کہ مویشیوں کی بھاگ دوڑ سے گرد و غبار کا طوفان اٹھ کھڑا ہو سکے اس
افرا تفری اور گرد و غبار کے طوفان میں اپنا کام بآسانی لگڑیں گے۔“
بردہ فردشوں کا پہچاس نفری دستہ آہستہ آہستہ محو سفر تھا۔
وہ اس پس کا جائزہ لیتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔

انہوں نے چرواہوں کو دیکھی جو اپنے مویشیوں کا پہاڑی
کے پیچھے بے جا رہے تھے۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ چرواہے
اپنے مویشیوں کے خوف سے بھاگنے لپے جا رہے ہیں۔
بردہ فردشوں آدمیوں پر کسے ہوئے کہاؤں میں حسین و جمیل
لڑکیاں اور عورتیں کو چھپائے آب گینوں کی طرح ان کی حفاظت
کرتے ہوئے محو سفر تھے۔

اپنا ایک پہاڑی چٹان سے بھی سی چکی اور چٹان کے پیچھے
سے ہزار مویشی اڑتے بھاگتے قافلے کے سامنے آگئے۔ جنگجو
نوجوانوں کا دستہ جڑواں ہو کر ان کی طرف بڑھا، ان کی کمر میں

خیمیں آ رہی تھیں کہ یہ کیا ہو گیا۔
مویشیوں کے پیچھے چرواہے نمودار ہوئے۔ وہ تین تین کر
ہڈیاں لنگ رہے تھے۔ انہوں نے پہچاس نفری دستے سے ہڈی
درخواست کی: ”خدا کے لیے ہمارے مویشیوں کو روکنا یہ بھیگ
جائیں گے۔“

سواروں نے مویشیوں کا پھینکا کیا۔ گرد و غبار نے انہیں نظر
سے محو کر دیا۔ یعنی نے اس سے قافلہ اٹھایا اور ایک بارہ بردہ اور اونٹ
لے کر ایک فارم میں روپوش ہو گیا۔

اس منصوبے پر نہایت ہوشیاری اور چالاک کی سے عمل درآمد
ہو گیا تھا۔

چرواہے اپنے مویشیوں کو قافلے میں کہتے رہے اور قافلے کے
جوانوں کی مدد کرتے رہے۔ گرد و غبار چھٹا قطع صاف ہوا تو بردہ
فردشوں نے اپنے اونٹوں کی گنتی کی۔ ان میں ایک اونٹ کم تھا۔ وہ
بار بار اونٹوں کو گنتے رہے لیکن ہر بار ایک اونٹ کم نکلا۔ پورے
قافلے میں تھک چکے گئے۔ انہوں نے دھپ اپنے خیمے نصب کر دیے
اور اونٹ کی تلاش میں ادھر ادھر پھیل گئے۔

یعنی نے دونوں لڑکیوں کو کہا: ”میں سے اتنا کر آگے روانہ کر
دیا اور اونٹ کو غار سے باہر کر دیا۔ قافلے والوں نے غالی اونٹ
دیکھ کر شور مچا دیا۔ وہ یہ نہیں دیکھ سکے تھے کہ غالی اونٹ کہ جسے ایک
دونوں لڑکیاں اپنی کٹاری پہنچا دی گئیں۔ یہ دونوں نہ صرف حسین
بلکہ بہت شائستہ بہت بڑے بچہ اور قافلے بھی تھیں۔ ان کی آوازیں
شرعی اور پرہیز تھیں۔“

ان دونوں کو یعنی نے اپنے گھر میں پہنچا دیا۔ یعنی کے ساتھی
پریشان تھے کہ وہ سردار کو کیا جواب دیں گے۔ کیونکہ سردار تو کس حال
میں بھی عورتوں کے وجود کو نہیں برداشت کر سکتا۔

یعنی نے آتشوری کو دونوں لڑکیوں کے سامنے بے جا کے
کھڑا کر دیا۔ یعنی نے دو لڑکیاں حاصل کر لی ہیں تب بتا ان سے
کسی طرح کام لینا ہے۔

دونوں لڑکیاں اس منہاں اور غیر آباد فاصلوں میں غور فرما رہی
پریشان تھیں۔ وہ دوری تھیں۔

یعنی نے انہیں تسلی دی: ”تم دو کیوں رہی ہو؟ ہم بڑے لوگ
ہیں ہیں۔“

آتشوری نے بھی انہیں مہلکا دیا۔ تم دونوں پریشان نہ ہو تم
ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔

ایک لڑکی نے پوچھا: ”مگر تم لوگ ہو کون اور میں یہاں کیوں
لائے ہو؟“

یعنی نے جواب دیا: ”ہم لڑکیوں لیکن ہم یہ بھیجیں گے۔“

کرم دونوں کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔
ایک لڑکی نے پوچھا: تم خود یہ کہتے ہو کہ تم لوگو ہوا نہ پھر یہ
بیتس دے دے ہو کہ ہمارے ساتھ زیادتی نہیں کرو گے کیا یہ متضاد باتیں
نہیں ہیں؟
یہی نے جواب دیا: ہم متضاد باتیں نہیں کر رہے۔
آشوری نے دونوں کے نام دریافت کیے: تم دونوں کے
نام کیا ہیں؟

ایکس جواب دے کر یہی تھی زیان حوصلہ مند تھی اس نے جواب
دیا: میرا نام تہینہ ہے اور اس کا نام بدشگ ہے۔
یہی نے دونوں سے کہا: اب تم دونوں کا نام کو بتائیے باتیں
بعد میں ہوں گی۔

یہی آشوری کے ساتھ کھڑکیوں کے ذخیرے کے پاس
ہو گیا یہاں بستی کے لوگ اپنے کام میں مشغول تھے۔
ابھی دھڑلے لڑکیوں کی خبر مشہور نہیں ہوئی تھی مددگار درخت
کے ایک تہ پر بیٹھ گئے یہی نے پوچھا: اب ہم کیا کریں گے؟
آشوری نے پوچھا: میں نے تو ایک لڑکی کا مشورہ دیا تھا
آپ دوسرے آئے۔

یہی نے جواب دیا: کہا دوسرے میں دو تھیں آئے سائے
بڑھی ہوئی ایک ہی اونٹ پر۔ میں دونوں کو لے آیا۔
آشوری نے کہا: بستی والوں کو آنا ج یا اور جو کچھ دیا جاتا ہے
وہ سب ہی دونوں کی تحویل میں دے دیا جائے۔ ان دونوں کو فائدہ
سامان کے ساتھ دو خدمت گار دیے جائیں اس کے بعد بستی دہرا
سے کر دیا جائے گا پندرہ ان کو جو کچھ درکار ہو ان دونوں سے لے لیا
جائے اور ساتھ ہی انھیں ڈالیں دیا جائے کہ یہاں ہر شخص کو اپنی
مدد میں رہنا ہوگا۔

یہی نے اپنے آدمیوں کی شکایت کی: وہ سردار کے خلاف فریاد
نہیں ہی سے ڈر رہا ہے۔ وہ بھی نہ کبھی سردار کو بھی جبر دلا کر سکتے ہیں۔
آشوری نے مشورہ دیا: آپ اپنے ان آدمیوں کو بھی خوش
رکھنے کی کوشش کریں ان کی وفاداریاں خریدیں اور جب سردار
سے صلہ نامہ ملے گا اس کو وہ سے بڑا کہ خود سرحد میں جائیں۔
یہی کے لیے یہ خطر تک اور یہ کچھ کام تھا۔

یہی کا سوتھا ہی قدر مسکراتا ہوا آیا اور یہی نے پوچھا: یہاں
دور کیاں کہاں سے آئے ہیں؟

یہی نے جواب دیا: یہ انسانوں کی بستی ہے اور وہاں میں بھی
انسان ہی ہوتی ہیں۔

قدر نے کہا: وہ انسان تو ہوتی ہیں لیکن سردار انھیں پسند
نہیں کرتا۔

یہی نے اسے بھی تنہا اپنے پاس بٹھا لیا اور سمجھانے لگا۔
"سردار کو کیا پسند ہے اور کیا نا پسند؟ ہم یہ کہاں تک دیکھیں گے؟"
آشوری نے بھی قدر کو سمجھایا: تو اپنے اس سردار کو بھلا دے
اور یہی کو اپنا سردار مان لے۔

قدر نے کہیں یہ بات عجیب نہیں تھی لیکن سردار کا رعب
اور بدبر وہاں ہر دل پر ماری تھا۔ جواب دیا: جب تک سردار
ہم میں موجود ہے ہم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔

ایک آدمی ان کے پاس بھاڑا ہوا آیا اور یہی کو خبردار کیا۔
"آپ کے گھر کے سامنے لوگ جمع ہو گئے ہیں اور آپس میں
ہنسی مذاق کر رہے ہیں۔"

آشوری درہی نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے
دیکھا اور مسکرائے۔

قدر نے آہستہ سے کہا: اب تو ایسا ہی ہوگا۔
یہی آشوری اور قدر دوسروں کی نظروں سے بچنے کے
وہاں پہنچے جہاں دونوں لڑکیاں کھسی گئی تھیں۔ انھوں نے سردار کی
آڑ سے مکان کے سامنے جمع ہونے والوں کو دیکھا۔

وہاں لوگ گائے گا رہے تھے اور ایک دوسرے سے
چھیڑ چھا کر رہے تھے۔ یہی کے وہ ساتھی تھے جو قادیوں
میں دھڑلے کی نگرانی پر تعینات تھے اور یہی کے مددگار تھے۔
یہی چاکل بن کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ غاموش ہو کر اصرار
اور ہرج مہج مگنے لگے۔

یہی نے انھیں روکنا چاہا: ٹھہرو یہاں یہ کیا ہو رہا ہے؟
ایک نے کھیا نے لیچے میں جواب دیا: قادیوں کے
بہتر تھے دے بھی تک دونوں لڑکیوں کو قتل کر رہے ہیں۔
دوسرے نے جواب دیا: ہم یہی اطلاع دینے آئے تھے۔

یہی نے جواب دیا: اب یہاں دور لڑکیاں رہتی ہیں یہی
اپنی جگہ بدل رہا ہوں۔ تم لوگ یہاں نہیں آئے۔

وہ چپ چاپ وہاں سے چلے گئے۔
یہی نے قدر سے کہا: تم ان لوگوں میں بڑاؤ انھیں بھلاؤ
کہ وہ کہندہ ایسی حرکتیں نہ کریں۔

قدر چاکل تو یہی نے آشوری سے پوچھا: یہ بھلا نظر دار
جو کہ لڑکی اپنی اپنی جگہ چھوڑ کے یہاں جمع ہونے لگیں گے
تو ان کی حفاظت کون کرے گا؟

آشوری نے جواب دیا: ان لڑکیوں کو بستی کے کسی مکان میں
پہنچا دیں بستی والے انھیں وہاں نہیں آئے دیں گے۔

یہی نے کہا: ابھی یہی تجھ پر بھی ایک بات واضح کر دیتا
چاہتا ہوں۔

آشوری اس کی صحبت دیکھ رہا تھا۔
 یہ بھی نے کہا: تو نے ایک لڑکی کا ذکر کیا تھا میں نے لڑکیوں
 سے کیا سبب بتاؤ جو نہ ایک عیسائی پائے رہے کی اور وہ بھری بستی
 کے کسی مکان میں، تیری مرنی اور شور سے ہے۔

یہ بھی نے: پتے سے روشنی کو پسند کر لیا تھا اسے اپنے
 گھر میں رکھ لیا اور تھینے کو آشوری کے حوالے کر دیا۔ بستی میں ایک
 ایسا مکان تھا جہاں پچاس سالہ کاتب کے ٹروں میں تھا اور خاما بڑا
 تھا، دو کمرے، پھر مشق، اور وہ ایسی کوٹھڑیاں تھیں جن میں کسی
 بھی چیز کا ذخیرہ کیا جا سکتا تھا۔ تھینے کو اس مکان میں چھوڑ دیا گیا
 اور اس کو رہائش گاہی کہ یہاں کسی کو اندر نہ جائے دیا جائے۔ کاتب
 اور ضرب کو اس کی ترافی اور حوکیداری پر لگا دیا گیا۔

بستی میں ایک پھل سی بچ گئی۔ جو لوگ ایک دوسرے
 سے بے نیاز اور ناقص تھے۔ بچے میوؤں کی طرح رہ رہے
 تھے اپنا تک چاق و پوند ہونے کے تھے۔ مستند اور خوش حال
 جن آپس کے تعلقات بھی ایسے ہو گئے تھے۔ ان سب کی
 نظر میں اس ایک مکان پر مرکوز ہو گئی تھیں۔ انھوں نے اپنے
 دوسرے ہاتھ ترک کر دیے تھے اور اب ہر کوئی اس ایک
 مکان کے سامنے سے گزرنے لگا تھا۔

یہ بھی نے بستی والوں میں اعلان کر دیا کہ ان کے کھانے اور
 ضروریات کا سامان تھینے کے گھر سے ملے گا اور اس کا ایک
 وقت مقرر ہو گا، شام کو کام کے بعد۔ لوگوں کی کارکردگی دیکھی
 جانے لگی جو اچھا کام کر رہے تھے اسے تھینے کے گھر کا معائنہ اور
 تھینے کا معاملہ وہ دیکھ کر بنا دیا جائے گا۔

اس اعلان نے بستی والوں کے خوش و خوش میں اور
 زیادہ اضافہ کر دیا۔ وہ ایک دوسرے پر بہت متعلق بن گئے تھے۔

یہ بھی اور آشوری تھینے کے پاس گئے۔ تھینے نے ان
 دونوں کا خندہ پیشانی سے ساتھ لیا اور ہنستے ہوئے پوچھا
 "سنو بول اس پوری بستی اور پورے علاقے میں ہم دونوں کے
 سوا کوئی لڑکی یا عورت نہیں۔ کیا یہ درست ہے؟"

تھینے مسکرائی تھی اور اس کے چہرے پر پریشانی یا خوف
 نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی تھی۔

آشوری نے جواب دیا: "بی بی اہل بیت یہ ہے کہ ہمارا سردار
 اس نے بھی کی طرف اشارہ کیا۔ اس سردار سے بھی بڑا ہے
 اور اس کو عورت یا لڑکی سے نفرت ہے۔"

تھینے نے پوچھا: "آپ کا وہ ہمارا سردار کہاں ہے؟"
 آشوری نے جواب دیا: "وہ یہاں سے دھکیلا ہوا ہے۔"

تھینے نے پوچھا: "مجبور وہ آجائے گا تو میرا کیا ہو گا؟"
 یہ بھی نے جواب دیا: "یہ کہ جتنا ہمارا کام سہجہ تر نہیں۔
 ہم تو تجھے سے یہ جاننے کا شوق کر رہے ہیں کہ لڑکیاں جاتی ہیں؟"
 تھینے نے کہا: "تم لوگوں سے جو کچھ کیسا سچا نہیں کیا۔
 میں تو یہ جانتی ہوں کہ ہم دشمن میں جس کے پاس ہے بھتے اور
 ایک با اثر و طاقتور عباسی، میرے ہاں تم لوگوں کو صاف نہیں
 کر رہے گا۔"

یہ بھی نے لگا: "اس بے کار اور فضول واقعے کو اپنے دل
 سے لگان دے کیونکہ یہاں تک کسی اور کی رسائی ممکن نہیں۔ یہ
 میلوں میں پھیل ہوا سلسلہ ہم نے برصغیر میں بھجا اور تلاش کیا ہے۔
 وہ ایسا لڑکے یہاں تک آ بھی گیا تو ہم اور آگے ملے جائیں گے۔ اس
 کے علاوہ ان پر خطر ہمارے دل میں ہر کوئی داخل بھی نہیں ہو سکتا۔"

تھینے نے پوچھا: "تم لوگ ہم دونوں کو یہاں کیوں لائے ہو؟"
 یہ بھی نے آشوری کی طرف اشارہ کیا: "یہ ایک بے نشان
 ہنرمند ہے۔ اللہ نے اسی قدر عقل بھی دی ہے کہ تجھ کو رہائے
 گا کہ تجھ کو ہم کیوں لائے ہیں؟"

تھینے نے آشوری کی طرف دیکھا۔ اس بے شکی ہنرمند
 اور غیر معمولی عقلمند کو اپنی بارگاہ سے دیکھا۔ پوچھا: "کب تو
 سبھی ہے؟"

آشوری نے جواب دیا: "ہاں میں سبھی ہوں۔ مگر کیوں؟ تو نے
 یہ سوال مجھ سے کیوں کیا؟"

تھینے نے حقارت سے کہا: "عورتوں اور لڑکیوں کے
 حقیقی قدردان مسلمان ہوتے ہیں۔ تم سبھی عورتوں کو سمجھتی کی لون
 سے جانے دے مجھ سے کیا کام لو گے؟"

آشوری نے جواب دیا: "میں سبھی ہونے کے باوجود یہ
 جانتا ہوں کہ عورت ایک طاقت کا نام ہے اور یہ وہ کام کر سکتی
 ہے جو مرد نہیں کر سکتے۔"

تھینے نے حیرت سے آشوری کو دیکھا: "یہ تو کہہ رہا ہے
 ایک عیسائی۔ پتا نہیں کیا کہہ رہا ہے؟"

آشوری نے بھی سے کہا: "میرا خیال ہے میں اس وقت
 اتنا ہی کافی بہت باقی بچھڑتی رہی گی۔"

تھینے نے پوچھا: "ہم اس جہنم کی کب تک رہیں گے؟"
 یہ بھی نے جواب دیا: "لڑکی، یہ جہنم نہیں ہے یہ تو کیا
 کہہ رہی ہے۔ ہم تجھ کو حیات کا نام دے سکتے ہیں۔"

تھینے نے کہا: "میں رہتا ہوں مغرب بھی ہوں اور بچے
 علم مجلس بھی دیا گیا ہے لیکن یہاں یہ چیزیں بیکار ہیں۔"

یہ بھی نے پوچھا: "یہاں تجھ کو جو کچھ دیکھا ہو گا ہم تجھے بتاتا
 ہے۔"

کر رہے تھے۔

تھیں نے کہا: میں اکیلی کب تک اس طرح رہوں گی؟ کم از کم دو چار عورتیں تو یہاں پر رہنا چاہئیں، اس کے علاوہ چند سادہ کارہ میں پتہ دینی چاہیے کہ کس کو کس کو؟

یہی نے آشوری کی طرف دیکھا آشوری نے جواب دیا، تو اس کی نگرانی تیری ہر خواہش پوری کر دی جائے گی بستر تیرے قریب سے تھکان کر کے اور تمام چاہتیں میں وہ...

تھیں نے اس کی بات کا اشارہ کیا: میں تو آپ کے قریب سے ہوں آپ جو چاہیں گے مجھ سے کر سکتے ہیں۔

انہی باتوں کے دل میں کسی نے وہاں سے پر دستک دینی آشوری نے بائیں کے دروازہ کھولا، باہر کاتب کھڑا تھا۔

آشوری نے پوچھا: کیا بات ہے؟

کاتب کی نظر سے اس کے دروازے میں سے گزر کر اندر کا ہانڈو لے رہی تھیں۔ کیا تو مجھے اندر نہیں بلائے گا؟

آشوری نے پوچھا: کام کیا ہے؟

کاتب نے جواب دیا: اب میں دروازے پر کیا باتوں کر کیا کام ہے اور میں یہاں کیوں آیا ہوں؟

یہی نے دھند سے پوچھا: کون ہے؟

آشوری نے جواب دیا: کاتب ہے، کوئی بات کرنا چاہتا ہے۔

یہی نے کہا: اساتذہ میرے پاس لے آؤ۔

کاتب کا چہرہ خوشی سے تھماتے ہوئے آشوری سے کہا: یہ سب بات، وہ جانتا ہے کہ میں کتنے کام کا ہوں۔

آشوری کاتب کو اپنے ساتھ یہی لے گیا۔ کاتب نے تھیں کو خور سے دیکھا اور یہ بھول گیا کہ وہ یہاں کیوں لایا ہے؟

یہی نے کہا: بیٹے میان کام کی بات کرو اور یہاں سے دھن ہو جاؤ۔

کاتب کو یہی کا طرزِ خطاب بہت بڑا لگا۔ اس نے کہا: محترم سردار! میں تو یہاں اس لیے آیا تھا کہ میں آپ کو یہ صاف صاف بتا دوں کہ بستی میں نقص ان کا اندر پیدا ہو گیا ہے۔

یہی نے پوچھا: وہ کیوں؟

کاتب نے جواب دیا: فرصت کے اوقات میں رگ یہاں اس مکان کے سامنے جمع ہونے لگے ہیں۔

یہی نے پوچھا: پھر؟

کاتب نے کہا: آپ کے اس روم کو میرے پڑوس میں لگا ہے اس لیے اس کی دھند میرے سران پڑی۔ میں اس کی

حفاظت کرتا ہوں اور کسی کی مجال نہیں جو اس مکان یا اس روم کی طرف بڑی نظر اٹھائے۔

یہی نے کہا: بڑے نیس، تم اس کی نگرانی کرو۔ میں آج ہی سے دو آدمی بٹھا دوں گا۔ وہ دونوں اس کی حفاظت کریں گے۔

کاتب نے کہا: محترم سردار! آپ زیادہ مطمئن ہیں لیکن تجربہ میرے پاس زیادہ ہے۔ آپ یہاں کسی جوان کو ہرے داری پر نہ بٹھائیں اس کام کے لیے میں کافی ہوں۔ آپ مجھ پر بھروسہ کریں۔

یہی نے کہا: آپ غور کیجئے کہ میں آپ اس کی حفاظت نہیں کر سکتے۔

کاتب نے ملنے آکر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہی پوچھا: آپ یہاں میری عمر اور میرے بڑھاپے کا ذکر کرتے ہیں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ...

آشوری نے پوچھا: آپ کو جو کچھ کہنا ہے کہیے اور باہر جائیے؟ کاتب نے آشوری کو گھورا: صاحبزادے! یہاں کے سردار تم نہیں یہ شخص ہے؟ اس نے یہی کی طرف اشارہ کیا: میں سردار کے بات کرنے آیا ہوں۔

یہی نے کہا: یہ بہتر مزدوران میرا ساتھی اور مشیر بھی ہے اس کا خیال بھی درست ہے کہ جن لوگوں کا کام تو کس طرح انجام دینے کا جو ان کو بڑا مہرنا بھی جانتے ہیں۔

کاتب نے اس کے جواب دیا: سردار! میں کسی کو جانتا نہیں ہوں، میں نے بھی سپر گری سیکھی ہے۔ میں تنہا اس پانچ کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ وہ ان انہوں سے تھیں کو دیکھ رہا تھا: میری عمر اتنی زیادہ نہیں ہے یہاں کی قید اور مصائب نے مجھے وقت سے بہت پہلے اس ملک کو پہنچا دیا ہے۔

آشوری نے کہا: بات چیر دینی جوانی اور بھاری کی ہے تم اس کی حفاظت نہیں کر سکو گے۔

کاتب نے جواب دیا: تم اس روم سے پوچھو میں نے اس کی کتنی حفاظت کی ہے۔ اس کی حفاظت صرف میں کر سکتا ہوں جو ان میرا کیا مقابلہ کریں گے؟

یہی نے پوچھا: مجھ کو کب سے یہی بات کرنا چھوڑ دو کوئی اور بات بھی؟

کاتب نے جواب دیا: یہی بات لہو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے، آپ اس پر غور تو کریں۔

یہی نے تو گرائے میں کہا: اب تو جانتا ہے۔

کاتب نے سمجھ کر وہ خواہش کی: میں ہار ہا ہوں لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے اس پر غور فرمائیے گیے گا۔

یہی نے کہا: یہاں میری حکومت ہے یہاں کا سردار میں

ہوں تو کون ہے جو میری مرضی کے بغیر یہاں آئے گا اور اس روٹی کو
تائے گا؟

کاتب نے ہاتھ جاتے کہا۔ میں نے تو اس لیے اس
خطرناک کام کی ذمہ داری قبول کرنے کا ذکر کیا تھا کہ آپ کے
بتول میں ہونے والا بھی ہوں اور لڑکی کا پڑوسی بھی۔ میں اس کو اپنی بیٹی
سمجھتا ہوں اور بیٹی کی حفاظت اس کے باپ سے بہتر کون کرے گا؟
یہی نے آشوری سے کہا اس کو باہر نکال کے دروازہ
بند کر دے۔

آشوری نے کاتب کے شانے پر ہاتھ بکھریا اور اس
طرح وہ اس کو دروازے تک لے گیا۔ کاتب نے باہر نکلنے سے
پہلے ایک بار پھر تہینہ کی طرف دیکھا اور آشوری سے کہا: "تو ہی
سرور کو سمجھا کہ اس کام کے لیے مجھ سے بہتر کوئی نہیں ملے گا۔"
آشوری نے اس کو باہر نکال کے دروازہ بند کر دیا۔
یہی نے آشوری سے پوچھا: "کاتب باہر جاتے جاتے
کیا کہہ رہا تھا؟"

آشوری نے جواب دیا: "پر تہینہ کی حفاظت مادہ نگہداشت
کے لیے اس سے اچھا اور مناسب آدمی نہیں ملے گا۔"
تہینہ نے دونوں کو بتایا کہ اس شخص نے مجھے بہت سنا
ہے۔ یہ بار بار میرے پاس آتا رہا اپنی خدشات مجھے پیش کرتا رہا۔
یہی نے تہینہ کو سمجھا دیا: "تو کہہ دے کسی کو جو اپنے پاس
نہیں آئے۔" لیکن وہ لوگوں کو ترسے پاس اپنے کسی کام
سے آئیں گے انھیں دوسکے گی نہیں۔ مجھ کو چند روز سے دے دیے
جائیں گے وہ تیری مدد کریں گے۔ اس۔ اور اب تو مجھے یہ بتا کہ تجھ
کو اپنے لیے کیا کیا درکار ہے؟

تہینہ نے درخواست کی: "سرور! آپ انہیں یا نہ مانیں لیکن
یہ حقیقت ہے کہ میں تنہائی سے سر جھاؤں تو اس لیے روشنگر کو
آپ میرے پاس بھیج دیں۔ دو تین گھر رسیدہ عورتیں اور خیرام
کر دیں۔ میں خود روشنگر رقص اور غنا سے غیر معمولی دلچسپی
رکھتی ہوں۔ اس لیے چند آلات موسیقی بھی خیرام کر دیے جائیں۔
بربط، چنگ، مزمار (بانسری) اور دف۔ فی الحال یہ کافی ہیں۔"
یہی نے اسے یقین دلایا: "روشنگر کے سوا تیری ہر مطلوبہ
شے خیرام کر دی جائے گی۔"

آشوری نے اسے ہدایت کی: "اور تو بھی بطور خاص یہ خیال
رکھے گی کہ بستی والوں کو بہت زیادہ ترسب شگنے دے۔ اس
طرح کہ انھیں اس کا احساس بھی نہ ہو کہ ہم ایسا کرتے ہیں۔"
تہینہ نے یہی سے پوچھا: "سرور! کیا ایسا ممکن ہے کہ
انسان دنیا میں کر جائے اور اپنے باپ کو ترس دے؟"

یہی نے جواب دیا: "میں نہیں جانتا کہ ایسا ممکن ہے یا نہیں
لیکن تو ناممکن کام ضرور کرسکتی ہے۔"

پھر یہی اور آشوری نے تہینہ سے ایک گیت کی فرمائش
کی: "وہ گیت جو چند ستانی برہما سے شاعر کو بچھڑے شاعر کہتے
ہیں۔ اور بطور خاص چڑا ہے کو ہم برسات میں کہتے ہیں۔ تہینہ
تسوں کو بتایا: "میں شاعر بھی ہوں اور اس کے بول بھی سیرت ہیں۔"
یہی نے کہا: "خوب! کاتب تو زیادہ مزہ آئے گا۔"

تہینہ نے ایک ایسا گیت شروع کیا جس میں ایک
معاذرت زدہ لڑکی کو ہم برسات سے شکایت کر رہی ہے کہ
جب تجھ کو معلوم تھا کہ میں اپنے محبوب سے دور تنہا ہوں۔
پھر تو یہاں کیا لینے آئی۔ جاؤ، قہر بوجھ کیا تجھ کو اتنی سی
بات بھی معلوم نہیں کہ میرے محبوب کو پروا نہیں پسند آگیا۔
میرے محبوب! اپنے وطن میں کیا نہیں ہے۔ منور تیرے
لئے تھری بنا ہوا ہے۔ اس کی چھاؤں تیرے حسین جسم کی حفاظت
کرے گی۔

دھوپ سے دھوپ کی حدت اور شدت ہے۔
کیا تو اپنے زیر تن کو بھی بھول گیا۔ وہ زرخیز جوالذیت
ملاو البیت (زیر تن گھروں کا ستون) ہے۔

ہاں! ایک کتاب ہے جسے وقت ٹوٹاؤں اس کو بولے کہ
کتابوں میں میں ہر امن کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ سب
ہیں وہی ہو چکے ہیں۔ علم نفسیات کی کتابیں پڑھتے
نہ توں نگاہ سے جسے تہینہ نے شاعر کے لیے لڑکی کا ہونے
پر دست شمار ہیں۔ علم نفسیات میں یہی فیملی فرق ہے۔

۴۸
حماقت کی ہر وہ بات جسے عقلندی سے پیش کیا جائے
عقلندی کی ہر وہ بات جسے حماقت آئینہ انداز
ن پیش کیا جائے لطیفہ کھلا ہے۔

۴۹
ایک (لاؤ) سے واقف ہوں جسے لڑکھٹا نے
مذمت مال کی۔ نہ کل وہ جیل میں ہے۔
اگر وہی مجائبہ گھر کے کئی لڑکھٹا اور بے ہے۔

۵۰
فصلت شمس پر جو جس قلم سے مستطیر پر ہنسن
ماہر ہر لے جلتا ہے اور اپنے بل کے مشے میں
پریشانی کا شروع کر دیتا ہے۔

و از ترقی جنی ہر شے ہر کام آتی ہے اس کی ہر چیز
فیع بخش ہے۔

اس کا پھل مٹا کھاتے ہیں اس کا تیل گھریں کو روشنی
رکھتا ہے اور کھانوں کو لذت بخشا ہے۔

اس کو تیل یا مٹا ہر چیز میں لے سکتے ہیں سو کام ثابت
ہوتا ہے۔

اب اس کا یہی تیل بادشاہوں کے مسح میں کام آتا ہے
اس کا گردا گرد کھاتے ہیں گھنٹیاں بجاتی ہیں۔

کتے میں بھرتوں کی ایک مجلس میں تھکا آگے سے زیتون کو دھرتوں
کا بادشاہ قرار دیا گیا۔

میرے محبوب! آج شام کو لایا گیا جملہ زیتون کے
درخت نہیں ہیں۔

جہاں شاہ غرور و دلدادہ انجیر بھی نہیں ہوتے۔
آج دی کا کر یہ سب تیرے لیے میری طرح اپنی اپنی

آخرش واپس ہوتے ہیں۔
نوم پر شکل کی کینا اور سرور آمیز ہوا میں تیری منظر

ہیں میری طرح۔
اس کی اواز باہر بھی سنی جاسکتی تھی سدا کا زبرد ہم اس

کی تشریف دہلی میں طوفان کا شمار ہی نہیں۔
بہر حال کے اس پاس ایک جمع ہو گئے۔ ان کی بستی میں ہر

بہر ہدا کی تھی اور وہ اس بہار سے خود کو نہیں مل سکتے تھے۔
آشوری نے دیوار کے ایک کونے سے جھانک کر دیکھا تو

مست و سرشار آنکھیں دھڑکنے لگیں۔ بستی کے ایک کونے میں
کے زعباد بے سبب بے نیلایم تھے۔ آشوری کو خوشی ہو

رہی تھی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا یہ لوگ کہیں ہی
بیکٹ میں گئے۔ یعنی اپنے سرور سے لڑھائے گئے بستی کے

لوگ بکلی سے۔
یعنی نئے آشوری کو روکے سے جھانکتے دیکھا تو خود بھی جھانک

لگا ہوا آشوری سے پوچھا یہ یہاں کیا کر رہے ہیں؟
آشوری نے جواب دیا یہ بھی وہی کہہ رہے ہیں جنہاں ہم دہلی

کر رہے ہیں؟
یعنی کہ وہ شک پیدا ہو رہی تھی۔ اس نے آشوری سے کہا

وہیں نے تیری تجریر و عمل کیا اب اس کے اثرات بھی دیکھ رہا ہوں
اب اس سے کام لینا تیرا کام ہے۔

یعنی باہر نکلا تو ہجوم منتشر ہو نہ لگا۔ یعنی نہ بے سبب
کا اظہار کیا؟ تم لوگ یہاں کیا کر رہے تھے؟

یہاں کئی کاتب ہیں پیش تھا اس نے سب کی طرف سے
جواب دیا کہ ان کی کشش ہم سب کو یہاں کھینچ لگاتی تھی ہمارے

کان کا ان کے مسح میں جتنا تھکے اور ہمارے جسم اس کی ہر ہر ہڈی
و خود میں محسوس کر سکتے تھے اسی طرح اس کا ایک جملہ اشد

لطف افروز ہوتا ہے۔
یعنی نے خستے ہو کر کہا: لڑھکتے تو ہیں، ہاتھ سے مارا

جائے گا؟
کاتب نے جواب دیا: محترم سرور! آپ مجھے بلانے سے

مددیں لیکن بڑھانہ کہیں؟ میں لڑھکتا نہیں ہوں؟
یعنی کوئی اور بات کہہ کر غصہ نہ لگایا اور اس کے ہاتھ ہی

آشوری باہر نکلا اور کاتب کو ہاتھ پکڑ کر آگے لے گیا۔ پوچھا سرور
یعنی سے تیری کیا بات ہو رہی تھی؟

کاتب آشوری کا اصرار منہ ہو گیا کیونکہ کاتب کا ہاتھ
پکڑنے کے تہیذ کے سامنے لے گیا تھا اس نے جواب دیا: یعنی

سرور کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مجھے ہار بار لڑھا کہیں۔ وہ سرور میں
مگر جھوٹ بولتے ہیں؟

آشوری نے کہا: میں سرور سے منع کر دیا تاکہ تجھ کو لڑھا
نہ کہیں کیونکہ تو واقعی لڑھکتا نہیں ہے؟

کاتب خوش ہو گیا: اللہ آپ کو خوش رکھے آپ کتنے سچے
انسان ہیں؟

آشوری نے اسے خوشخبری سنائی: تو فکر نہ کر تہیذ کے
سلسلے میں تو خود کھڑا ہوتا ہے میں تیری خواہش پوری کر دیا گا؟

کاتب نے آشوری کی پیشانی پر بوسہ لگا کر فرمائی ہے مگر
مسلمانوں سے بہتر؟

آشوری نے تہیذ سے کہا: لڑکی ایک کاتب تیرا بیوی ہے
اب آج یہ تیرا محافظ و مددگار قرار دیا گیا میں سرور سے بھی

بات کر لوں گا؟
کاتب اب بقیات پر گیا۔ اب میں سرور کی بکلی پر ثابت کر سکتا

ہوں گا کہ میں بڑھتا نہیں ہوں؟
آشوری نے تہیذ کو کہا: یہاں جا رہا ہوں سرور کی عدم

موجودگی میں یہ کاتب ہی ہمارا مددگار و نمائندہ رہے گا؟
تہیذ مسکرا رہی تھی: آخر کار یہ نوجوان جو بڑھتا نہیں ہے

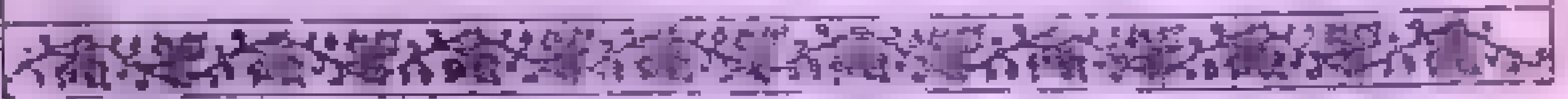
کامیاب ہو گیا؟
آشوری باہر نکلا اور اپنے گھر جانے لگا تو راستے میں اسے

بستی کا جو بھی ملا وہ اس سے زیادہ احترام اور ادب سے پیش آیا۔
سہا آشوری کی خوشنودی حاصل کر کے تہیذ تک پہنچنا چاہتے تھے۔

یعنی کہ اپنے سرور کی طرف سے فخریہ تھا اسے پس ہی
فکر پریشان کر رہی تھی کہ سرور کی وقت بھی آگیا اس تبدیلی کو ختم

کر دے گا وہ اپنی مستقل سرور کی کے خوش کرے خود خوشی طلب
ہے

مصلحتاً ان بہت کم حق شہسب سے مزید دے کر سکے میں جمع کر دیتے۔ ایک حضرت شیخ نصیر الدین محمود چرخ شاہ کے لیے سوئ چاندی کے برتنوں میں کھانا بھیرا کر اگر کھانے کے آچے ہو گا تو ایک سوئ چاندی کے برتنوں میں کھانا دیا۔ وہ صوفیہ کے ملک کے خدمت گاہ میں کیوں کیا؟ اگر کھانے سے وہ بڑا کر رہا ہو گا تو یہ تو بہت بڑا کام ہو گا۔ یہ تو بڑا کام ہے ایک برتن سے چاندی کے برتنوں میں ہر کھانے سے چاندی یا بدبو۔ ہمارے منہ سے نہ کر رہے۔



دیکھ رہا تھا۔ اب وہ اس پہاڑی علاقے کی اپنی غل واری سمجھ رہا تھا۔ دیکھ رہا تھا کہ یہ کون سی خدمت سمجھ رہا تھا اور اس کے افساد اور دیکھ رہا تھا کہ یہ کون سی خدمت سمجھ رہا تھا۔

دشمن بھی اس کی بددیانتی اس طرح غل واری سمجھ رہا تھا کہ وہ اس کی خاطر سردار سے تیرا کرنا نہ کرے۔ اس لیے تیار ہو چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سردار سے ملنا۔ کہنے کے لیے اس میں شہنشاہت اور استقلال ہمیں کئی خوشیاں ہیں ان کے بغیر سردار سے نہیں جیت سکتا تھا۔ وہ سنی دلوں کو اپنے ساتھ لے کر ان کے ہاتھوں میں غل واری سمجھ رہا تھا کہ اس کے لیے اسکو ہتھیاروں پر پابند تھا۔ وہ بڑا جو خزانے کی ہفت ظلمت پر ابھرتا تھا۔ یہ بھی ان کو بھی اپنے اعزاز میں بنایا جاتا تھا۔ وہ اس دوست اور دوست کے ہونے مال کو مہمان سے نال سے جانا پابند تھا۔ اور بارہ نکلی کے کسی دربار سے گزرنے کے واسطے ہر گز میرا نہ تھا۔ ہاتھ سے زندگی گزارنا پابند تھا لیکن یہ سب کچھ اسی وقت ممکن تھا جب وہ سردار سے نجات حاصل کیا۔ یہ اس کی بوجھ میں یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ شادی سے بھی بچی کو بھی مشورہ دیا۔ یہ سب سردار سے نجات حاصل کرنے کے بعد وہ کہ جو تیرے دل میں ہے۔

سردار بھی جو کہ اس کو پوچھ کر گیا تھا یہی کہتا نہیں تھا۔ یہ بھی نے اپنے معتبر ترین افساد کو نہ دے کے ان دلوں پر متعلق رہا۔ یہ سب سردار اور اس کے ہاتھ غل واری سمجھ رہا تھا۔ اس نے اپنے لیے اس کو بڑا بڑا سردار در اس کے ہاتھ میں ہی اندر داخل ہوا۔ انہیں قتل کر دیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا مشورہ تھا جس پر غل واری سردار کے وہ دلوں میں کھینچا۔ انہی نے انہی نے اس وقت کے لیے اپنے ہاتھوں کو بچی کیا۔ انہیں نے غل واری کے افساد کے لیے اس کے افساد کے لیے بتایا کہ یہی کام جو تیرے مرغوب ہے۔ وہ سردار کے ہاتھ میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت تم چور ڈاکو قہر کی اور بڑوں کو ہتھ پورہ کو ہتھ اور شہر کی تعمیر کے دشمن اور تمہاری مالک میں۔ اس کے لیے یہ کہیں کہ تم اپنا اس پیشہ باز کا بڑا اور یہ کام چھوڑ دو تو تم تباہی میں یہ کہیں کہ تم چھوڑ دو۔ یہیں تجھے نہ تو اس کام کا بہت کچھ مشورہ میرے پاس تھا۔ اس لیے اس کے ہاتھ میں ہر سب سے تم بھی کچھ ہاتھ پر ہے۔ تم بھی کر سکتے ہو۔ ہر کام تم کر

بہت کم حق شہسب سے مزید دے کر سکے میں جمع کر دیتے۔ ایک حضرت شیخ نصیر الدین محمود چرخ شاہ کے لیے سوئ چاندی کے برتنوں میں کھانا بھیرا کر اگر کھانے کے آچے ہو گا تو ایک سوئ چاندی کے برتنوں میں کھانا دیا۔ وہ صوفیہ کے ملک کے خدمت گاہ میں کیوں کیا؟ اگر کھانے سے وہ بڑا کر رہا ہو گا تو یہ تو بہت بڑا کام ہو گا۔ یہ تو بڑا کام ہے ایک برتن سے چاندی کے برتنوں میں ہر کھانے سے چاندی یا بدبو۔ ہمارے منہ سے نہ کر رہے۔

اس غل واری بھی تھا اس نے یہ دیکھ کر نہ بڑھ سکے ہوئے دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

یہ غل واری کے ساتھیوں کو بھی بس سردار کا خوف تھا۔ ان دلوں میں یہ بات نہیں تھی کہ یہیں سردار کو یہ حریف سن گا۔ وہ ہر اس کے کس طرح سے گا؟

سب سے پہلے قدر سے پوچھا کہ آپ سے جو کہا وہ بہت خوب ہے۔ یہ سب اس وقت ممکن ہو گا جب ہر سردار سے نجات حاصل کریں گے۔ یہ ایک طرف زور و مالک ہے۔ یہ بھی سب سے بہتر ہے۔ اس کی مشورہ مدد میں رہے اور اس کو کر دے۔

ان میں وہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے ایک سے ایک غلوں میں کہا۔ ہم سب سردار سے اپنی طرح وقت میں کیا یہ خطرناک ہے نہیں میں۔

یہ بھی سب جواب دیا۔ ہمارے میں اس وقت ہمارے حاصل کرنے کے لیے ہیں یہ سب کرنا پڑے گا۔ ہمارے ہاتھوں سے دیکھا دیکھا۔ اگر ہم ہمارے میں عزت دار تمام ملک کر کے میں تو ہمارے حاصل کریں گے۔

یہی نے نہیں حکم دیا اس وقت میں تھلاہ سارا ہر روز
باری آواز میرے ہاتھ پر محبت کردہ وفاداری اور حیرت کی محبت !
ساتھیوں نے یہی کے سیدھے ہاتھ پر اپنا سیدھا ہاتھ رکھ
دیا اور سب سے وفادار رستے کا عند کیا۔ قدیان میں سب سے زیادہ
سرگرم اندر پر خوش تھا، اور خوش خوش تھا۔
یہی نے ان کو یہ کہہ کر منتشر کر دیا کہ جاؤ اور میرے دوست
احکامات کے منتظر رہو۔

قدر نے سب کے لئے جانے کے بعد یہی سے اپنے
بارے میں کہا: سردار! میرا شمار ان تمام لوگوں میں نہیں ہو گا
آپ کا اس شرط پر ساتھ دوں گا کہ آپ معاشرے میں جو تمام بھی
ماحول کریں گے اس میں آپ کا نائب رہوں گا۔
یہی نے وعدہ کیا: مجھے منظور ہے یہ

قدر نے پھر خوش انداز میں یہی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر تو یہی
آپ کے لیے اپنی ہاتھ بھی دے دوں گا آپ سے فکر ہو جائے گی
یہی نے بھی اس کا ہاتھ خوش انداز سے دے دیا تو میرا
نائب ہے اور ہر جگہ میرا نائب ہی رہے گا۔

آٹھویں نے یہی کو مبارکبادی کا انکار اس نے اپنے
لیے جس لوگ کا انتخاب کیا ہے وہی عزت و افتخار کی راہ ہے۔
یہی نے کہا: مجھ کو تیرا تعاون بھی دے گا رہے ہر قسم کا
تعاون، مشورہ کا تعاون، ہنرمندی کا تعاون!

آٹھویں نے وعدہ کیا: میں آپ کا ہر ماں میں ساتھ دوں گا
اور ہر سے فارغ ہو کر یہی دو دشمن کے پاس گیا۔ دشمن
اور اس اور اندر وہ اپنے ماضی حال اور مستقبل پر آنسو بہا رہی تھی۔ وہ
شاعر بھی تھی اور متغیر تھی۔ یہی ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔ دشمن
کے چہرے پر کرب اور مایوسی کے آثار تھے۔ وہ گارہی تھی اور
وہ ہی تھی۔

• بیخ، جو میرا دل ہے اس نے مجھے کچھ نہیں دیا۔
عسرت اور غصہ، بھوک اور ناامودی نے مجھے یوں گروید
میرے پیسے مجھے پہنچ دیا، معمولی، حقیر سی عزت اور
معاذ ہے پر۔

میرا لنگ ابو یحییٰ میری صورت اور عقل و ذہانت کا ڈال
ہو گیا۔

اس نے مجھے اچھے اچھے کھانے کھانے سب ٹکری دی۔
اور مجھے ہنرمندوں کے حوالے کر دیا۔

رقی تھیں نے منہ سنبھالیا۔ ہر قسم کے رتھی سکھایا۔
اور ایک سبب سے یہی نے کالے کی قہیم دی۔ ایک مثال کا
استاد تم مجس کا استاد تھا۔

پھر میں اس رقی نہیں رہی کہ دشمن اور بغداد کے انرا مجھے
اپنے محل میں رکھیں اور مجھ سے ملتی بھلائی۔

یہی اسے نہ سنا ہے ہر نمازے اور تو نے کیا کیا یہ تو نے
کیا کیا؟

میرے کاشیا نے کے پاس کی حیلہ نے دام لگا رکھا تھا۔
حیلہ جو زمانہ بھی کھڑا تھا۔

حیلہ، جو میری قسمت ہے۔ حیلہ جو میرا بخت و سیاہ
ہے اور حیلہ جو وقت بھی کھاتا ہے۔

اس نے آٹھویں سے پہلے ہی مجھے گرتا کر دیا، اسیر
کر دیا۔

اسیر بھی کس کا؟ ڈاکوؤں کا، وحشیوں اور سفاکوں کا، دھوری
میری قسمت!

اب میں ہوں، وحشی لوگ ہیں، میرے چاروں طرف غلام ہیں۔
اندھیرے میری قسمت کی طرح تیرا وقار۔

یہاں دن میں بھی آٹھویں کی سیاہی راج کرتی ہے۔ یہاں میں
ہوں میرا مقدر ہے اور اندھیرے ہیں۔

دشمن اور بغداد کے امیر! تم کہاں ہو، آؤ اور مجھے ان اندھیر
سے نکال کر اپنے مثبت آٹھویں میں لے جاؤ۔

اے سلطان عادل! اے سلطان عالم! آپ رسولان انور
کیں نہیں دیکھتا کہ

کنز و دولت پر کیا ظلم ہو رہا ہے۔ تیری حکومت میں یہ لوگوں
کی حکومت کیسی؟

تو عیسائیوں سے جنگ کر، کافروں سے جہاد کر تو ہم غلاموں
کو اندھیری غلاموں سے نکال!

اس کی پرہیز آواز میں ایک کراہ تھی۔ یہی کراہ اپنے پیٹے سے
اور زیادہ عزت ہو گئی۔

وہ پھانک و شک کے سامنے گیا اور مؤویزہ کھڑ ہو گیا۔
• مت گھبرا۔ مت پریشان ہو۔ میں تجھ کو دین سے ہاؤں گا تو کسی

امیر کا شہستان کہوئے!
دشمن کے دونوں منہ اندر آنسوؤں سے تر ہو رہے تھے۔

یہ بھٹی کر ڈھنک کے اشک آلود رخسار دیکھ
 یہ بھٹی کر کر ڈھنک لے وہ روشتک کو خوشی و غم
 دیکھتا ہوتا تھا وہ حسرتیں جن کا روشتک نے اپنی پڑتوں کا داغ
 میں ڈک کر کیا تھا بھٹی کے دل و دماغ پر غم میں لگا ہی تھیں۔ اسے
 اپنے ٹاکو جو نے پر غلامت ہو رہی تھی۔ کیونکہ روشتک جن کی ترنا
 کہہ ہی تھی بھٹی کا شمار ان میں نہیں ہوتا تھا۔ روشتک اپنی موجودہ
 حیثیت سے ناخوش اندازندہ تھی۔

یہ بھٹی ناخوشی سے ایک طرف بیٹھ گیا اور اپنے شکنے والے غم کو
 دلوں پر حملہ کرنے لگا۔
 روشتک نے اس پر کوئی توجہ دینے بغیر باہر کا رخ کیا۔
 پہلے تو یہ بھٹی اس کے باہر جانے کے ارادے کا اظہار نہیں لگا سکا تھا
 لیکن جب وہ بالکل باہر نکل گئی تو یہ بھٹی اس کے پیچھے دوڑا کہہ
 کہاں، لڑکی یہ کہاں جا رہی ہے؟
 روشتک کوئی جواب دینے بغیر آگے بڑھتی رہی۔



یہی نے دھڑکا سے شانے سے پڑایا: لڑکی ایر تو کیا کر رہی ہے۔ یہ بھیڑیلا کی بستی ہے یہاں کے مرد تیری درگت بنا دیں گے۔

دوشنگ نے کٹی جھٹکے دیے اور خود کو پھرنے کی کوشش کی پھر دھند میں پریٹ گئی۔

بہر تقدیر اور دوسرے کئی مرد موت زد تھے۔ قدیر نے آگے بڑھ کر یحییٰ کی مدد کی اور دوشنگ کو زمیں سے اٹھانے میں مدد دی۔

دوسرے کئی مرد ہنس رہے تھے اور پوچھ رہے تھے۔ ”سرور! ہماری مدد دکا رہو تو ہم حاضر ہیں۔“

یحییٰ نے دوشنگ کو اپنی طرف جھٹکے سے کھینچا اور دروازے سے قسربا چھین کر اسے اندر لے گیا۔ قدیر ان دونوں کے پیچھے پیچھے اندر داخل ہو گیا اور یحییٰ سے پوچھا: بات کیا ہے؟ یہ اس کو بڑکیا گیا ہے جو یوں بھاگ رہی تھی؟

یحییٰ نے دوشنگ کو تالین پر گرا دیا اور قدیر کو باہر نکل جانے کا حکم دیا: ”یہ تو اندر کس کی یا زنت سے آیا ہے؟“

قدیر اندر جہاں تک آیا تھا وہیں کھڑا رہا، طشرا پوچھا: سرور! آپ مجھ سے کچھ کہہ رہے ہیں؟

یحییٰ سخت مشتعل تھا: ”ہاں یہ میں تجھی سے کہہ رہا ہوں کہ تو یہاں سے فوراً نکل جا۔“

قدیر نے باہر جاتے ہوئے کہا: ”سرور! ویسے میں یا تو رہا ہوں لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ آپ زیادتی کر رہے ہیں!“

یحییٰ نے آگے بڑھ کر قدیر کو دھکا دیا اور جب وہ باہر نکل گیا تو وہ ڈھونڈا سے بند کر لیا۔

قدیر کے ساتھیوں نے اسے دھکے سے باہر نکلنے دیکھا تو زور زور سے ہنسنے لگے۔

ایک طرف سے آواز آئی: ”موت کا دھجور ہی ایسا ہے کہ جہاں بڑگی وہاں ہنگامہ مزمہ ہو گا۔“

کسی دوسرے نے کہا: ”اب یہاں کاسکون ختم ہو جائے گا۔“

قدیر کا اپنی بے عزتی کا احساس تھا، اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ”یحییٰ سرور کو آخر ہو کی گيا ہے ابھی تو یہ پورا سرور بھی نہیں بتا اور ایک معمولی سی لڑکی کی خاطر ہمیں رنکے دے کر باہر نکال رہے ہیں۔ اس طرح کیسے نہیں کی جا۔“

ایک نے اپنی اسٹدی: ”لوٹ کے مال میں بھی کاحترہ ہوتا ہے۔“

قدیر نے ٹائید کی ڈشنگ، اس پر ہم سبہ تھک کر رہ گئے۔

اندر یحییٰ مرد دوشنگ کو ڈانٹ رہا تھا: ”اس وقت تو

بھیڑیلا میں رہ رہی ہے۔ یہ بات میں بار بار کس طرح بتاؤں۔“

دوشنگ اپنی زندگی سے بیزار تھی: ”تم سب بھیڑیے جو مجھے حیر بھاڑتے ہو میں تمہاری سے اکتا گئی ہوں۔“

یحییٰ نے دوشنگ کو ایک قدم صبر سے کام لے لیا میں تجھ کو تیشہ سیاں نہیں دکھوں گا۔“

دوشنگ نے کہا: ”پھر تم مجھے توحید کے پاس کیوں نہیں بھیج دیتے؟“

یحییٰ نے جواب دیا: ”ایک مجبوری ہے تو یہاں کے حالات اور ماحول سے واقف نہیں ہے۔“

دوشنگ نے کہا: ”میں واقف ہونا بھی نہیں چاہتی تم مجھے توحید کے پاس پہنچا دیا ہلاک کر دو۔“

یحییٰ کو رنج رہا تھا کہ اس نے آشوری جو ان کا مشورہ قبول کر کے کیسی مصیبت مول لے لی ہے۔ دوشنگ کو جواب دیا: ”تو دو دن صبر کر، پھر وہی ہو گا جو تو چاہتے گی۔“

دوشنگ نے وعدہ لیا: ”دو دن صرف دو دن، اس کے بعد میں کوئی قدر نہیں سنوں گی۔“

یحییٰ نے دوشنگ کو اندر چھوڑا اور باہر سے دروازہ بند کر دیا اس نے باہر ایک سیاہ چوڑے پر قدیر اور دوسروں کو باتیں کرتے دیکھا وہ کہیں میں بحث و مباحثہ کر رہے تھے۔

یحییٰ کو شبہ گزرا کہ اس کے بلتے ہی یہ لوگ دوشنگ کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ اس نے قدیر کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور پوچھا: ”اس وقت اس ماحول میں میں کون اور کیا کروں؟“

قدیر نے جواب دیا: ”آپ یحییٰ ہیں اور ہمارے صوفی ہیں۔“

یحییٰ نے کہا: ”یہ جو کہ رہا ہے اس کا میری قدم موجودگی میں بھی خیال رکھے گا۔“

اندر دوشنگ بھا اور وہ میری آبرو ہے۔“

قدیر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے یحییٰ کے بند دھڑکے کی طرف دیکھا پھر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

یحییٰ نے کہا: ”قدیر کیا بات بتا رہے ہیں میری بات کا جواب نہیں دیا۔“

قدیر نے جواب دیا: ”یحییٰ سرور! جب تک ہمارا عمل سرور موجود ہے آپ کی حیثیت اٹھ سرور کی ہے۔ وہ کئی بار لڑکے دوشنگ تو وہ ہے کیا، ایک کینز ہر نو شہر سے ماسل کی گئی ہے۔ ہم اس کا احترام کیوں کریں؟“

یحییٰ نے کہا: ”وہ میری پسند ہے میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں، مگر سرور کا معاملہ تو یہ مسئلہ بھی اس کے کہتے ہی ملے پابانے گا۔“

قدیر نے جواب دیا: ”آپ یہاں جانا چاہتے ہیں یا نہیں؟“

یہی تھی جتنی بات پر زور دیا۔ روشنگر کی مخالفت
 کرنا وہ میری ہی نہیں تیری بلکہ تم سب کی آبرو ہے۔
 یہی تھی یہ کہہ کر چلا گیا۔ تیرے کو انہی آگئی، اس نے ابستہ سے
 کہا: روشنگر کسی کی بھی آبرو نہیں اور ٹوٹ کا مال ہے اور
 اس مال پر ہم سب کا حق ہے۔

یہی تھی جسے جانتے ہی تیرا ویرانہ ہو گیا، سر کوئی اٹھ کر قدیر
 کے آس پاس کھڑا ہو گیا اور پوچھا: یہی سرور کیا کہہ رہا تھا؟
 قدیر نے ساری بات بتا دی اور بھی قہقہہ مارنے لگا۔
 دیکھو! واللہ اس عزت آبرو کا کوئی جواب نہیں؟
 قدیر نے کہا: میں نے یہی سرور سے صاف صاف کہہ
 دیا ہے کہ جب تک سرور موجود اور زندہ ہے یہی کی حیثیت
 نائب کی ہے اور یہ کہ روشنگر ٹوٹ کا مال ہے اس پر
 سب کا حق ہے۔

ایک نے قدیر کی پشت پیچھا پائی اور کہا: واللہ تو نے تو
 یہی سرور کو ٹوٹ توڑ جواب دیا ہے، ورنہ ان شکر اللہ تیری عمر میں
 برکت ہے۔

ایک دوازدہویں والا ایک چشم کہنے لگا: روشنگر پر ہم
 سب کا حق ہے، یہی سرور کو ہمارے حق تسلیم کرنا ہوگا۔
 قدیر نے اشارے سے انہیں صبر کی تلقین کی اور کہا: تم
 سے کام لو، قہقہہ کرو، پھر وہی ہوگا جو تم سب چاہو گے۔
 ایک چشم دوازدہویں نے پوچھا: یہ روشنگر ہمیں مل
 سکتی ہے؟

قدیر نے جواب دیا: ضرور مل سکتی ہے، اس قدر صبر و تحمل
 سے کام لو، پھر جو چاہو گے وہی ہوگا۔
 وہ سب روشنگر کے در پر بیٹھ کر گیت گانے لگے۔
 کسی شاعر کا عشق کلام، ان کی آوازیں اندر روشنگر کے
 کان تک پہنچ رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد اندر سے پیچھا پانے کی آواز سنائی دی، روشنگر
 ان سے کہہ رہی تھی: دوازدہواہر سے جس نے اسے کھول دیا
 ان سب نے قدیر کی طرف دیکھا اور پوچھا: کیا دوازدہواہر
 دیا جائے؟

قدیر نے کسی قدر تامل سے جواب دیا: ہاں کھول دیا
 بلے، اگر میں تامل نہ مٹاؤں کیسا؟
 انہوں نے دوازدہواہر کو دوازدہواہر کے جھٹکے سے کھن
 کر نکال کر اس کی آواز دوسروں کے ساتھ ساتھ روشنگر
 نے بھی سنی۔

وہ دوازدہواہر کو کھول کر باہر آگئی لیکن قدیر نے باہر آنے سے

یاد دہش بختگیر

① — ملاحظہ فرمائیے کامیاب سے اپنا مول
 یہ ہے کہ لوگوں کو قرض دے دیجیے۔

② — سب سے پہلے وہ چور سے بھاگتا رہتا ہے، جنہیں
 میں نے پہلے بھی نہیں دیکھا ہوتا۔

③ — مجھے نہیں ہے کہ میں آپ سے پہلے بھی مل
 چکا ہوں ابھی آپ کا نام تو یاد نہیں ہے مگر آپ
 کا باکس یاد ہے۔

④ — مجھے یہ تو یاد ہے کہ وہ ان لڑکیوں میں سے
 ایک ہے، میں نے اس کی محبت کی مگر مجھے یہ
 یاد نہیں کہ وہ کون سی والی ہے۔

⑤ — میری بڑی کا ملاحظہ بڑا خراب ہے، وہ کبھی
 کچھ نہیں بولتی۔

⑥ — (قریب سے امتیاز احمد ملتوی کے حصار است)

روک دیا وہ کہار: روشنگر، اتنا اندر ہی رہو، تیرا ہر اکا کسی
 طرح بھی مناسب نہیں ہے۔

روشنگر نے جواب دیا: تب پھر تم لوگ اندھا بھاؤ
 میں نہائی سے تنگ آ چکی ہوں۔

قدیر نے کسی قدر تامل سے اس کی بات من لی اور کہا: میں
 اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ اندھاؤں گلیتھ باہر چلا دیا گئے
 اور نیچے ہی یہی سرور کا رکھائی دے گا یا ہر دلوں میں جنور
 کر دیں گے۔

قدیر نے دوازدہویں ایک چشم کے علاوہ ایک بد شکل
 رہزن کو اپنے ساتھ لیا اور اندر چلتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے
 کہا: تم نکل کر نا، تم جنوں کے بعد تم لوگ اندر جاؤ گے، یہی
 تم سب کی بجلی پر نظر رکھنا۔

روشنگر ان کا سب سے پہلی سے انتہا کر رہی تھی کی باتوں
 کا چند قدم بڑھ کے استقبال کیا۔

قدیر اور اس کے دونوں ساتھی روشنگر کو قریب سے
 دیکھ کر بہت خوش ہوئے، قدیر نے بڑی بڑی سرگوشی میں انہیں
 کھایا: زیادہ ہے قہقہہ مٹا دینا، اس وقت تم دلوں کا جہنم
 کے پاس بیٹھو۔

دوازدہویں ایک چشم نے قدیر سے اتفاق نہیں کیا: ہمارے جہنم
 کیوں؟ یہ تو مجھے نیم عمر گدہ ہی ہے۔

روشنگر نے قہقہہ کو تسلیم کر لیا: واللہ تم نے تو مجھے باغ
 باغ کر دیا، میں تم سب کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں لیکن تمہارا سرور
 یہی مجھے سات پر دلوں میں چھپا کے رکھنا چاہتا ہے۔

تدیر میں جواب دیا: "اے خدا! کیا ممکن ہی نہیں!"

دلدار عشق ایک چشم سے اپنی لمبے دیڑھم شراق میں ،
 رہنمائی اس دنیا میں بھی کچھ اصول کچھ قواعد ہیں۔ نوٹ
 کاغذ ہمیں تسلیم ہوتا ہے اور سرورِ سمیت کسی کو بھی یہ حق نہیں
 پہنچتا کہ وہ ہم سے اس حق کو ختم کر دے اور یہاں کے سرِ ذخیرہ
 خواہد اور اصول کی خلاف ورزی کرے ۔

دو شک انھیں دیکھ دیکھ کر سکا رہی تھی : فرسوس کر رہی
یساں تھادی مہمان ہوں تھادی تو اس بھی نہیں کر سکتی :

قدرتِ حق جو بسویا در دشمنی است با حق
شرش گوشتِ ایم تیری آواز کے سحر میں کھو جاتا چاہتے ہیں یہ

دوستک نے شریر رہنے میں پرہیزوار و داسی عالم میں
اگر بھی سردار آجائے تو؟

تدیر نے جو لب و لہجہ ہم سے نہیں ڈرتے اور انہی
کچھ دیر پہلے اسی پر یہ واضح کر دیا ہے کہ خوش کے دل پر اتنا ہی
ہمارا بھی حق ہے جتنا کہ غنی پر درگاہ

روشنک نکلا۔ گریہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔ چہلو
اور باتیں کرو۔ میں تمہائی سے بیزار نہیں ہوں۔

تینوں دشمنوں کے ساتھ پیشہ گئے۔ دینے، قریب
 لکھائی شدہ وراثت دیکھ رہے تھے۔

بدلتک نے پوچھا: باہر جھڑگ موندھو میں کیا وہ یہاں
نہ نہ میں آئیں گے؟

سید محمد رفیع شکر سے پوری چھٹی پر جو پڑھو گا وہ سب کام
آپ کا کام ہو گا۔ آمین

منہ سے کہہ رہا تھا کہ سب قہر نہ ہو۔

تو کہہ دے کہ میں نے وہاں سے کچھ تمہاری باتیں سنی ہیں
تو کہہ دے کہ میں نے وہاں سے کچھ تمہاری باتیں سنی ہیں

روزوں پر پہنچے تھے وہاں : تمہی چور کی ہولی تھی اور جس
روز سب کے پاس پہنچنے لگے یہ دن تھا کہ بھتہ

قدر کے پورے پورے ہی روٹس کو سمجھنا یہ دلچسپ شغل
یہ ذرا مت بے گولوٹ کاٹاں سے دروٹ کاٹاں تم سب کا
برتاؤ کے لئے یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ تیرا شمار روٹ کے محل
میں نہیں کیا جاتا۔ تم سب آپس میں کس طرح متعلقہ رہیں گے یہ

روشنک قدر ملک : ہمیں بہت خور سے شن رہی تھی۔ حور
بیا : میں خور بھی بہت پریشان ہوں کہ تم لوگ مجھ کو کس طرح
اکٹھی میں تقسیم کر دے گے۔

قدیر نے کہا: میرے پاس اس کامل موجود ہے تو اگر افسی
جو تو میں تجھ کو یہاں سے نکال لے چلوں۔ میں شریعہ زندگی کو لانا
چاہتا ہوں۔ میں تجھ کو طلب ہے بناؤں گا اور وہیں عزت کی زندگی
گزارا دوں گا۔

یاد رہے کہ جو اب دیا میرے لیے ہے اس سے بھی اور کی بات ہوگی کہ میں تیرے ساتھ عزت کی زندگی گزاروں گا۔

تدبیر کو یہ یقین نہیں تھا کہ ردِ شتب اس کی بات آتی تھی
 سے اس نے گی، اس نے کہا: تب پھر یہ طے پا گیا کہ تو ندب میں
 میرے ساتھ خیریت سے رہے گی۔

دشمنک نے خوشی کا اظہار کیا : ہاں یہ بات طے پا چکی ہے
میں تجھی کو یہاں سے نکال دے گا جسے کامنصوبہ بناؤں گی کہہ رہا ہوں
نکرنہ کر :-

یاد رہے کہ ریشم ایک چمٹم اپنے ساتھیوں کو سمجھا رہا تھا کہ ہماری زندگی بڑی مشکل ہے۔ ہم سب کو باری باری روٹھنے کے پامس سے بھائی بھائی گارہہ خود بھی تم لوگوں سے ملنے کے لیے یہ ہیں۔
ایک خندہ تیز فراق سے کہا: اوجھائی ایک چمٹم! اندھا
کے دیکھ، وہاں قدر کیا کر رہا ہے؟

دراز دیش یک چشم نے خواب دید میں اندر وہیں جا
 رہا ہوں اور قیرونو تم سب کے پاس بھیجتا ہوں میرا خیال ہے
 وہ بچے زیادہ دلچسپ ہیں۔ اس سے فٹ لوار پھر تم سب کا
 راستہ صاف ہو جائے گا۔

دیکھو، نے کہا، یہ کون سی مشکل بات ہے؟
 دیکھو، میں نے اسے بتا دیا اور تم کو بتا دی جا پار۔

۱۰ تقدیرِ ایامِ موتِ جان، وہاں تمن سے لیے خطر است میں،
دراز نہ رہی یک چشم بھی تخری سے اندر گ، ورنہ قدر کو تباہی

نئے تھیں۔ ڈیڑھ سے بچھایا کہ باری باری سب روشنگر کے پاس
ہو گئے مگر وہیں جان رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ گریسی بات قدر

اپنی نہیں سے اُس دے تو بھربھریاں کر لیں گے لیکن کسی اور
کی یہ بات سمجھیں۔ انہیں گئے :

تدبیر و تدبیر سے راستے سے ہٹ کر نکلیں گی۔ دعوای اس کو بہ
نہایت نوبت رکھیں گے۔

دور رشتہ ایک چٹوٹے پتے مانتی ہے کہ ادا تو یہاں کیا کر رہا ہے، ہم بھلا دور وہاں تو کیونٹہ گئے ہیں اس سے خیر وار کرنا

بات کیا تے، یاہ کیا ہو رہا ہے؟

اس نے خواب دید : یا ہر کچھ نہیں ہو رہا۔ ایک بھوکم خدای
سندہ از قیاس کائنات سے تیس درجہ بھی خواب و بیکہ رہا ہے۔

روشنگ نے سہم کر پوچھا: وہ لوگ اندر تو ہیں کہاں گئے؟
 دراز ریش نے اکر کر جواب دیا: جب تک میں یہاں بوجھ
 ہوں، دعوم کا ایک شخص بھی اندر آئے گا خیال تک اپنے دل میں
 نہیں لاسکتا۔

روشنگ نے شور دیا: "میرا خیال ہے کہ سب کو اندر آنے
 دیا جائے۔ وہ میرا کیا کر لیں گے۔ بس ذرا بھڑاس نکال لیں گدڑی
 براہروی کی؟"

دراز ریش یک چشم گرم ہو گیا: روشنگ، ابھی تو ان سے
 واقف نہیں ہے۔ وہ سب قزاق ہیں اور تجھ کو نوٹ کا مال سہی کے
 ہر قزاق تجھ سے اپنا حق وصول کرے گا اور جب آخر میں میں تجھ
 سے ملوں گا تو تیرے پاس میرے لیے کچھ بھی نہیں ہوگا۔

روشنگ سرتاپا سوال بن گئی: آخر تو براہ کیا کرنا چاہتا ہے؟
 اس نے جواب دیا: "یہ کہ اس وقت تو بیٹریوں میں چھنس
 گئی ہے اور خیریت اسی میں ہے کہ تو یہاں سے میرے ساتھ
 نکل چل۔ میں تجھ کو انطاکیہ لے ہوں گا اور وہاں تیرے ساتھ
 عزت و آبرو کی زندگی گزاروں گا۔"

روشنگ نے منہ نشکا کے جواب دیا: "پاہتی تو میں بھی
 رہی ہوں لیکن یہی سردانا اور قدرا یا نہیں ہونے دیں گے۔
 ایک چشم دراز ریش نے خوشی سے ٹسکراتے ہوئے کہا:
 "بس تو میرے ساتھ چلنے کی ہاں بھر لے، یہی وہ قدیر سے
 نجات دانا میرا کام ہے۔"

روشنگ نے جواب دیا: میں نے ہاں بھر لی۔ اب تو
 اپنا کام کر۔

باہر قزاقوں کا دعوم اندر آنے کے لیے بے چینی تھا۔ اسی
 نے باہر نکل کے دعوم کو سمجھایا: روشنگ کہتی ہے کہ میری محفل
 میں آنا ہے تو ن سنور کے شکرے پاس میں آؤ، اور سب ایک
 ساتھ آؤ، ورنہ آج رات تم سب کا شکار کرے گی۔

ایک قزاق سنہ پوچھا: کیا یہی سردانا ہیں کہنے کے گاؤ؟
 دراز ریش نے جواب دیا: روشنگ کی طرف سے اجازت
 ہے۔ یہی سردار کو تم راضی کرو۔

دعوم اپنے غور سے اور لباس تبدیل کرنے چلا گیا۔ دراز ریش
 قزاق سے کہا: روشنگ! میں یہاں کے راستوں سے خوب
 واقف ہوں۔ چند ساتوں میں تجھ کو ایک ایسی جگہ پہنچا دوں گا کہ
 یہی اور قدیر تیرا آتش پا بھی نہ پا سکیں گے۔

روشنگ نے کہا: مجھ کو ڈر نہیں ہے۔ وہ میرے ساتھ
 مجھے بھی مار دیں گے۔

اس سنہ اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیلاتے یہ ناممکن ہے۔ اس کے

پہلے میں ان دونوں کو مار دوں گا۔

روشنگ نے اپنی بھوری ظاہر کی: میں ان دونوں کے
 جیتے جی یہاں سے نہیں نکلوں گی۔ میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔
 دراز ریش یک چشم کو غصہ آ گیا: "تو تو بڑی ڈر لوگ! ہڈوں
 نکلی خیر کوئی بات نہیں، اگر تیری یہی شرط ہے تو میں یہ شرط پوری
 کر دوں گا۔"

وہ چلا گیا اور روشنگ اپنی لٹائی ہوئی آگ کا تماشا
 دیکھنے کے لیے تیار ہو گئی۔ اس نے اپنے گھر کا دروازہ اندر سے
 بند کر لیا۔ دوسرا دروازہ، جس سے قدر گیا تھا وہ زیادہ مضبوط
 نہیں تھا اسے بھی بند کر لیا لیکن ادھر سے وہی آسکتا تھا۔ ہوا سرد
 سے ہاتا رہا۔ کیونکہ ادھر پہاڑی چٹانیں دیوار بن کر مائل ہو گئی تھیں
 اور مکان کے پہلے دروازے والے حصے کو بالکل بند کر دیتی تھیں۔
 کافی دیر بعد کسی نے پہلے دروازے پر دستک دی، اندر
 سے روشنگ نے پوچھا: کون؟

باہر سے جواب ملا: "یہی سردار ہوا دروازہ کھول۔"
 روشنگ نے دروازہ کھول دیا۔ یہی سردار آشوری در
 کئی دوسرے ہند مندوں کے ساتھ اندر داخل ہو گیا اور روشنگ
 کو تنگ دیا۔ چل میرے ساتھ، تھینے کے پاس۔
 روشنگ نے جواب دیا: لیکن اس وقت تو خود آپ کی
 زندگی خطرے میں ہے۔

یہی سردار نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا: کیا تو نے میری بات
 نہیں سنی؟ میں یہاں کا سردار ہوں۔ میری ہون خطرے میں نہیں ہے۔
 روشنگ نے اپنا ہاتھ پھینکا: پتا تو یہی سردار کی گرفت
 اور زیادہ مضبوط ہو گئی۔

روشنگ نے اسے سرگوشی میں بتا دیا: قدیر آپ کا
 دراز ریش یک چشم ساتھ آپ کو تڑپ کر رہے ہیں۔
 یہی نے کہا: میں جانتا ہوں لیکن میں نے کہہ دیا کہ میں
 یہاں کا سردار بھی ہوں۔

آشوری جواب نے یہاں پہلی بار زبان کھولی: تو یہی سردار
 کی بات سمجھ کیوں نہیں رہی، تو یہاں سے جلد از جلد نکل چل۔
 روشنگ یہی کے ساتھ نکل کھڑی ہوئی، آشوری جوان
 اور دوسرے ہند مندوں کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔

یہی سردار اپنی مانتی قزاقوں کی طرف سے پھٹا پھٹا
 ہند مندوں اور مزدوروں کی ہستی میں چلا گیا اور روشنگ کو تھینے
 کے پاس پہنچا دیا۔

یہی نے کہا: میں نے تیری خواہش پوری کر دی، اب تو
 یہاں رہو۔ میں اپنے ساتھیوں سے ملتا ہوں۔

دشک تجھ پر چڑھ کر دھنکے تھی۔ تھین پریشان ہو گئی۔ پوچھا: کیا بات ہے؟ وہ کہہ رہی تھی؟
دشک نے یہی سڑکی طرف اشارہ کیا: "ان کی چلنے خطرے میں ہے۔ ان کے دکاندار ساتھی قریب دکاندار کے گھر میں قتل کر دیتا پلٹتے ہیں۔"
یہی سڑک ہٹنے لگا وہ دونوں مجھے نہیں مار سکتے کیونکہ میں ان کا سردار ہوں۔

آٹھری جڑی نے بھی دشک کو دلا سا پیار تو مت گھبرا ہم غریب یہاں سے نکل چلیں گے۔

دشک اپنی سادش کا کوئی انجام دیکھے بغیر تھینہ کے پاس پہنچ چکی تھی۔ قریب دروازہ لیش ایک چشم قابض تھے لیکن دشک کو یہ یقین تھا کہ دونوں یہی سڑک کے غلات کوئی نہ کوئی ہنگامہ بند کر دیں گے۔ وہ اس ہنگامے کا انتظار کر رہی تھی۔

یہی سردار دادا شری جڑی وہاں سے چلے گئے اور کچھ دیر بعد جیب واپس آئے تو دشک سے پوچھا: "ہاں تو تو اسی وقت قریب دروازہ لیش ایک چشم کے بارے میں کیا بتا رہی تھی؟"
دشک: "یہی کہ اطمینان اور سکون سے پریشان تھی۔ اس نے ذرا کمال سے بتایا: قریب دروازہ ایک چشم اپنے طور پر مجھ سے چلیں واپس آ رہے تھے۔"

یہی نے پوچھا: اچھا پھر؟

دشک نے کہا: "قریب نے مجھ سے کہا کہ تو میرے ساتھ طلب چل میں وہاں باعزت زندگی گزاروں گا۔"

یہی نے پوچھا: اور تو نے اس سے کیا کہا؟
دشک نے کسی قدر گھبرائے لیکن کہا: "میں نے اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں یہی سڑک کی لمانت ہوں تو مجھ سے اس قسم کی باتیں نہ کر۔"

یہی مسکرا رہا تھا۔ پوچھا: اور اس دروازہ لیش ایک آنکھ کالے کیا کہا؟

دشک کی پریشانی میں ہٹاؤ ہو جا بلکہ چلا وہ یہی کہ اطمینان چلا سکوا ہٹ سے خوش رہ تھی۔

یہی نے پھر وہی کہہ دیا: "تو نے بتایا نہیں کہ اس ایک آنکھ کالے بدعاش نے مجھ سے کیا کہا؟"

دشک نے جواب دیا: وہ مجھے غلط ایک سے ہلنے کی ترغیب دے رہا تھا لیکن میں نے اس سے بھی یہی بات کہی کہ میں تیرے یہی سڑک کی لمانت ہوں تو مجھ سے اس قسم کی باتیں مت کر۔

یہی سوختے دشک کا شکر یہاں کیا؟ میں تیرا شکر گزار

ہوں کہ تو نے قریب ایک آنکھ کالے قزاق پر مجھ کو ترجیح دی؟
دشک اس کی باتوں میں طنز محسوس کر رہی تھی۔
یہی سردار ڈینگیں مارنے لگا: "تو کی امیں یہاں کا سردار ہوں اور یہاں کے لوگ میرے تابع فرمان ہیں۔ تجھ سے وہ ملنے نے کیا کہا اور تیسے انہیں کیا جواب دیا، یہ پچھنے والی باتیں نہیں ہیں۔"

دشک نے خوف سے پوچھا: تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟

یہی سڑک نے جواب دیا: "پتا نہیں تو سچی ہے یا جھوٹی، لیکن تجھ کو ہر حال میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ میں یہاں کا سردار ہوں۔" یہی سڑک چلا گیا اور تھینہ نے دشک کو سمجھایا: "یہ قزاق ہیں، بہت سی چاراک لوگ۔ ہم انہیں آسانی سے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔"

دشک نے جواب دیا: "یہ قزاق ہوں یا بارشاہ، میں تو آدمی میں غیرت ہوں اور میں انہیں بے وقوف بنا سکتی ہوں۔" تھینہ ہنسنے لگی: "وہ دونوں مرد جن کا تیسے ذکر کیا ہو سکتا ہے انہوں نے یہی سڑک کو سکرایا پر وہ باتیں کی ہوں؟"
دشک پھر سم گئی: "ہو سکتا ہے لیکن ان کی باتوں سے ابا نہیں لگس رہا تھا۔"

تھینہ نے اسے سمجھایا: "ہم دونوں جس مصیبت میں مبتلا ہو کر قمار ہیں اس سے بچھٹکارا پانا آسان نہیں ہے۔ یہاں ہر آدمی آٹھری دونوں سب سے مختلف اور پچاسا علوم آقا ہے باقی سب شاطر اور حیار ہیں۔"

دشک نے تھینہ سے اپنی طرح اتفاق نہیں کیا: "شاطر اور حیاروں کو سچائی اور دیانت طری سے شکست نہیں دی جا سکتی ان کے لیے ہمیں بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔"

ابھانک باہر سے لوگوں کی آواز دھڑکے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ دونوں کا دھڑکنے بندوں کی پوری ہستی کو اپنی طرف متوجہ کر چکا تھا۔

آٹھری جوان کا شاعر اسماعیل سے بیس اس مددک رابطہ قائم تھا کہ یہی سردار دونوں کے درمیان طوطا بنا ہوا تھا اور یہ سوچ سوچ کر ہول چلا تھا کہ اگر کسی طرح یا کسی وجہ سے یہی سردار سے وہ عروم ہو گیا تو اس کا حشر کیا ہوگا؟ سلطان اسد سلطان اس کے بارے میں کیا سوچ رہا ہوگا اور عیانیل کا متحدہ محاذ قسطنطنیہ کے قصبے کے ساتھ منہ میں کیا کر رہا ہے؟ وہ اس بار سے صرف اتنا جان سکتا تھا کہ شاعر اسماعیل نے

قیصر قسطنطنیہ میں رہا کرتا تھا اور پورے منہج اور اس کے نواح میں ہر طرف مسیحی کی سستی تھی۔ مسلمانوں نے ان کے خلاف سے سارے علاقہ خراب کر دیا ہے۔

شاہ رخ میں غیص سے شوری جو ان کو یہ بھی کھدیا تھا کہ اب وہ مسیحیوں یا الپ ارسلان کے لیے مسیائیوں کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتے گا اور شوری جو ان کو یہ مشورہ بھی دیا تھا کہ وہ بھی جی جی کرے اور سلطان اور مسلمانوں کا خیال دل سے نکال دے۔
 آشوری مذہب میں جتن ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کیا مجھے شاہ رخ میں خلیل کا جم خیاں ہو جانا چاہیے۔ کیا سلطان الپ ارسلان بڑے سختی و داکہ مسیائیوں کا اپنی پندہ بیس ہزار سپاہ سے مقابلہ کر سکے گا۔ شاید نہیں کی ایشیائے کوچک اور اس سے ملحق ملکی دنیا کو قیصر کے حق میں مسیحوں کے لیے اپنے علاقوں سے دستبردار ہو جانا پڑے گا؟

یعنی آشوری کی اس خدو کتابت پر نظر میں رکھنا تھا۔ ابتدا میں تو وہ یہ سمجھتا رہا کہ شاہ رخ میں اس آشوری جو ان معاشی چکر میں جکڑا ہوا ہے لیکن جب اس نے ان مصلحتوں میں سلطان الپ ارسلان اسلام اور قسطنطنیہ کے قیصر اور مسیائیوں کا ذکر پڑھا تو اس میں جھٹس بیدار ہو گیا اور احساس پیدا ہوا کہ دونوں اس قدر کے اہم انسان ہیں۔ آشوری بھی وہی بے وقوف انسان نہیں تھا۔ وہ کئی کے سوالات کے جواب دینے کے لیے پہلے سے تیار تھا۔
 چنانچہ یہی نے آشوری سے پوچھا کہ تو سچ سچ بتا کہ تو کون ہے اور سلطان الپ ارسلان سے تیرا کیا تعلق ہے؟
 آشوری نے جواب دیا میں مسیحی ہوں لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کے لیے کام کر رہا ہوں۔ میں شاہ رخ میں خلیل کی مدد سے قیصر قسطنطنیہ اور مسیائیوں کو کسی بھی طرح یہ باور کرانا چاہتا ہوں کہ وہ سلطان الپ ارسلان اور مسلمانوں سے جنگ نہ کریں۔
 اسی میں ہم سب کا فائدہ ہے۔ مسیائی اور مسلمان امن سے رہ کر ایک دوسرے کو بہت زیادہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور عالم انسانیت کا اسی میں فائدہ بہت ہے۔

یعنی یہ حیرت سے پوچھا کہ حالانکہ تو مسیائی ہے اور یہ باتیں کہ قیصر اپنی دوا کھا دے اس سے مسلمانوں پر تلوار ہو جائے اور شاہ رخ کو یہ تھیں جس سے کہ مسیحی کامیاب ہوں گے اور مسلمان ناکام؟

آشوری نے جواب دیا ایک میں جی نہیں مسلمان بھی یہی کہہ رہے ہوں گے۔

یعنی یہ کہ جو وہ ف اپنی بات کہ مسلمانوں کی بات مسلمان کریں گے یا میں کروں گا اور میں قیصر کی فتح پر تھیں نہیں کھنہ

آشوری کو اس پر بڑی حیرت ہوئی وہ کہوں؟

یعنی نے جواب دیا اس لیے کہ جنگیں بہر حال اور تجربہ سے جیتی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کو اس کا تجربہ بھی ہے نہ یہ بھی رکھتے ہیں لیکن قیصر اور مسیحی دنیا میں نہ تو کوئی باقاعدہ جہد بہت اور نہ شاندار تجربہ ہے۔ پھر وہ یہ جنگ کسی طرح جیت لیں گے؟

آشوری یہی کے طرز استدلال اور حیران ہوا جواب دیا بہر حال میرا حوالہ کام ہے میں کرنا چاہتا ہوں؟

یعنی نے سوال پوچھا میں کیا اگر میں پہلے سے یہ سب باتیں تو شاعر اسماعیل کے ساتھ تجھ کو نہیں یہاں سے نکال دیتا لیکن اب یہ ممکن نہیں رہا۔

آشوری کو درد پیدا ہوا کہ کہیں یہی اسے نقصان تو نہیں پہنچائے گا؟

اس کی فکر اور تشویش کا اندازہ اس کے چہرے سے لگا کر یہی نے اپنی بات کی وضاحت کی۔ اب میں الجھ گیا ہوں میں یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھی عیار اور مکار ہیں۔ میں ان پر زیادہ بھروسہ نہیں کر سکتا۔ باہر کی دنیا میں میرا کوئی ریخیر خواہ اور بھندہ نہیں۔ اس لیے وہاں میں تجھ سے کام لوں گا۔ تو سلطان کے پاس مجھے لے جائے گا میں اس کی توجہ میں شامل ہو کر جہاد میں حصہ لوں گا اور اس طرح دنیا اور آخرت میں محترم ہو جاؤں گا۔

آشوری نے اس سے متین دلایا میں آپ کے لیے جو کچھ کر سکتا ہوں ضرور کروں گا۔

یعنی نے اپنے اندیشے ظاہر کیے سردار تمہی بہت اہم کو میں اپنے علاج معالجہ میں مشغول ہے۔ میرا ساتھی اور سردار کا نائب شعیب اس کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں کسی بھی دن یہاں آسکتے ہیں۔ سردار کے ٹوٹے ہوئے ہل و دولت کی حفاظت میں کر رہا ہوں۔ میں نے سردار کی اس چھوٹی سی حکومت کا نظم و نسق بھی سمجھا رکھا ہے۔ میں اس کے آدمیوں اور ہنرمندوں سے بھی کام لے رہا ہوں۔ یہ سب اس وقت تک میرے وفادار رہیں گے جب تک سردار ہم میں واپس نہیں آجاتا۔ اس کے بعد یہ سب ناقابل اعتبار ہو جائیں گے۔

آشوری نے پوچھا اس طرح یہی سردار آپ کتنا کیا بہت ہیں؟

اس نے جواب دیا نہ وہ ف یہ کہ اب میں یہاں سے بہر حال نکلنا چاہتا ہوں اور ان میں تیری مدد بہت ضروری ہے۔

آشوری نے اسے دلایا میں آپ کی مدد فرماؤں گا لیکن پہلے آپ یہاں۔ میں تو سہی؟

یہی سرور واقعی ہمت زیادہ کر مند ہو چکا تھا۔ دونوں
 ٹوکیوں نے اور زیادہ پریشان کر دیے تھے۔ انہیں بھی یہاں
 سے نکال دیا گیا تھا۔
 آشوری نے کہا: آپ کو جو کچھ بھی کرنا ہو، بلا تردد کریں
 سرور! آپ کیا تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔
 دونوں بائیں کرتے ہوئے ہنر مندوں میں چلے گئے۔ وہ
 اپنے اپنے کام میں بڑی تندی دکھا رہے تھے۔ ان دونوں
 نے ان میں ایک ایسے شخص کو بھی دیکھا جس کو یہاں نہیں ہونا
 چاہیے تھا۔ یہ قزاق تھا۔ اس کو اس بستی اور ہنر مندوں سے
 کہنے کی اجازت نہیں تھی۔
 اس قزاق نے دونوں کو آتے دیکھا تو مزہ چھپانے لگا۔
 پہلے وہ ہنر مندوں سے بائیں کر رہا تھا۔
 یہی نے اسے گڈی سے پکڑ لیا اور پوچھا: تو یہ کیا
 کر رہا ہے؟

قزاق نے خوشامد شروع کر دی۔ میں انہیں کہتا
 رہا۔ کچھ کر لیتا۔ اندر ہو رہا تھا۔
 یہی نے محسوس کیا کہ اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھی
 جوان اس قزاق میں دلچسپی لے رہے تھے۔
 یہی کو یہ بھی حیرت تھی کہ یہ قزاق اس بستی میں آیا کس
 طرح؟ کیونکہ انہیں اس طرف کہنے کی نہ تو اجازت تھی اور نہ
 اجازت کے کا کوئی راستہ تھا۔
 یہی نے گڈی تو چھوڑ دی مگر زبان سے پکڑ لیا۔ یہ
 ہرچیز میں پوچھتا ہوں تو یہاں تک کیا کس طرح؟
 قزاق نے جواب دیا: یہی سرور! آپ مجھ سے یہ نہ
 پوچھیں کہ میں یہاں کس طرح آیا، بلکہ صرف یہ پوچھتے رہیں کہ میں
 یہاں کیوں آیا؟ آپ مجھ سے بار بار یہی سوال کریں۔
 آشوری کو قزاق کے جواب پر ہنسی آئی۔ اُنکے ہنسیپٹا
 مزے دریا میں کرتا ہے۔
 یہی صرف مسکرتہ گھبراہٹ میں مجھ سے بار بار ایک ہی
 سوال کیوں کرتا ہے؟

قزاق نے جواب دیا: اسی سے کہ میں نے آپ کو بھی
 یہ نہیں بتایا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں۔
 یہی نے کہا: تو نے بتا دیا کہ تو یہاں ہنر مندوں کو کام
 کرتے دیکھ کر مشت اندازہ مجھ سے آیا ہے۔
 قزاق نے ہنس کر درخواست کی: پہلے آپ میز پر بیٹھیں
 تو پھر یہ پوچھیں کہ آپ کو جواب دوں گا۔
 یہی قزاق کو کام کرنے والوں سے اتنی دوسلے گیا کہ

اس کی باتیں نہ سن سکیں پھر قزاق سے پوچھا: میں تو اب بتا کر
 تو یہاں کیوں آیا تھا؟

قزاق نے جواب دیا: سچ سچ بتا دوں؟
 یہی نے کہا: میں سچ سچ بتا دوں صرف سچ، سچ کے
 سراپے بھی نہیں۔
 قزاق نے کہا: آپ میرے سچ سے، نامی یا پریشان نہ
 نہیں ہوں گے؟
 یہی نے سختی سے تیسہ کی ڈی میں اپنے سرواں کا سچ
 جواب چاہا۔

قزاق نے جواب دیا: میں نے جب سے یہ سنا ہے کہ
 آپ یہاں سے نکلتا چاہتے ہیں اور اپنے ساتھ بھی کچھ نکال
 لے جانا چاہتے ہیں میں باہر کی دنیا کے مطابق بنا چاہتا ہوں۔
 یہی نے اپنے ذہن پر غور کیا اور پوچھا: کیا اس سے
 قزاق نے جواب دیا: تو یہاں نہ رہو۔
 یہی کوئی نہ ہو تو ضروری ہے کہ وہ یہاں ہنر مندوں سے کہنے
 سے بچتا رہے۔

آشوری نے بد میں نہ تھی اور اگر شریعت آدمی نے
 کسی کوئی سیدھی بات کہہ کر بھی تھوڑی سی ہنر مندوں
 سے کہی۔

یہی نے بھی قزاق کے ہر بات کی قدر کر لی۔ جب تو
 یہاں سے ہٹے گا تو ہم یہاں سے ہٹے گی بھی قبول
 کریں گے۔

قزاق نے درخواست کی: پھر تب تک جو یہاں ہیں
 ہیں ہنر مندوں سے کچھ سیدھی باتیں کریں۔
 ہنر مند انہیں بڑی تشویش سے دیکھ رہے تھے۔ یہی
 بھی اس تشویش کو محسوس کر چکا تھا۔

آشوری نے کہا: اگر سارے قزاق اس طرح سوچنے لگیں تو
 یہی قزاق کو اپنے ساتھ ایک غلامی کی طرح لے گیا۔
 یہاں اور کئی نہیں تھا۔ قزاق سے کہا: اب آپ اپنے ساتھیوں میں
 وہی نہیں ہٹے گا۔ یہاں سے۔ میں تجھ کو ہنر سیکھنے پر لادوں گا۔
 قزاق نے درخواست کی: آپ مجھ کو اپنے ساتھیوں میں
 وہاں بسنے دیں۔

یہی نے اسے قید کر دیا اور جواب دیا: وہاں میں یہاں
 قید رہا۔ اس دوران میں یہ محسوس کر لیا کہ تو یہاں کیوں آیا تھا؟
 آشوری نے جاپس سے ہوئے حیرت سے پوچھا: یہ قزاق
 کی نہیں بلکہ ہوتا؟

یہی نے جواب دیا: آشوری جوان! تو ہم میں سے نہیں ہے

اس لیے تو بھی نہیں بھڑکے گا۔ یہ قزاق ہے قیاد اور قزاقانہ
 آشوری نے اس کو سس کیا: "میرا خیال ہے یہ غلط ہے اور
 آپ اس پر تاحی مشہور کر رہے ہیں"
 یحییٰ نے جواب دیا: "وہ مکار ہے جو ٹالہ سکاویں دھکا
 دے رہا ہے"

آشوری کو سبھی یقین نہیں کر رہا تھا۔ یحییٰ آشوری کو ان ہنرمندوں
 کے پاس لے گیا جن سے قزاق باتیں کر رہا تھا۔ آشوری سے کہا: "تم
 جب تک یہاں ہیں ہمیں ہر مصیبت کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ نستی مصیبتوں
 اور الجھنوں کا۔ میں ہنرمندوں سے بات کرتا ہوں تاکہ یہ باتیں خود سے
 نہ گماندہ پھر گئے۔ یہ علوم ہو جائے گا کہ تو کن لوگوں میں رہ رہا ہے؟"
 یحییٰ نے غصہ سے ہنرمندوں کو دہاں سے الگ لے جا کر
 ایک پتھر پر بٹایا اور ان سے پوچھا: "مجھ کو پتہ چلے گا کہ وہ
 قزاق تم سے کیا بات کر رہا تھا؟"

دونوں ہنرمند ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے۔
 یحییٰ نے دونوں کو چھوڑ دالا: "ایک دوسرے کی شکل مت
 دیکھو جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو!"
 ایک نے جواب دیا: "مگر اس نے کیا بتایا؟ آپ نے یہ
 سوال اس سے بھی کیا؟"

یحییٰ نے کہا: "میں نے یہ سوال اس سے بھی کیا اس نے
 جو کچھ بتایا اس پر میں حیران ہوں۔ مجھے تم لوگوں سے ایسی امید تھی؟
 دوسرے نے اپنے ساتھی سے کہا: "میں نے تو پہلے ہی
 یہ کہا تھا کہ اس کی باتوں میں مت کانا۔"

آشوری کی حیرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔
 یحییٰ نے دونوں سے کہا: "تم دونوں سب کچھ سناؤ
 بتاؤ۔ میں نے قزاق کو قید کر دیا ہے شاید تم دونوں بھی اس کے
 ساتھ ہی قید کر لیے جاؤ۔"

آشوری کی نظریں اپنا ایک بستی کے کام کرنے والوں پر پڑ
 گئیں۔ انھوں نے کام چھوڑ دیا تھا اور سب ایک جگہ جمع ہو کر آپس
 میں صراحہ شور مچا رہے تھے، اور وہ بار بار یحییٰ اور اپنے دونوں
 ساتھیوں کو دیکھ رہے تھے۔ آشوری نے یحییٰ سے کہا: "وہاں ادھر تو
 آئیں! میری ایک بہت تو نہیں؟"

یحییٰ نے دونوں کو دودھ کا قند سید کر دیے اور آشوری
 کو جواب دیا: "پہلے میں ان دونوں سے سنتے ہیں اس کے بعد
 تم سے بات کر لیں گا۔"

آشوری نے کہا: "آپ جلدی کریں، ہنرمندوں کی طرف
 دیکھیں ان کے چہرہ کچھ ادا کہہ رہے ہیں؟"
 یحییٰ نے اس طرف دیکھا تو اس کے ہاتھ زک زک گئے۔ بستی

کے لوگ عجم کی شکل میں یحییٰ کی طرف چلے آ رہے تھے۔

یحییٰ نے دونوں کو چھوڑ دیا اور بڑھتے ہوئے عجم کے
 پانچواں ایک بات سے تم سب نے اپنا اپنے کام کیوں چھوڑ دیے؟
 بستی کا طاقت ور مزدور جرد خوں کے تنے اور شاخیں
 ادھر ادھر پہنچا کر تاتھا، آگے بڑھا اور یحییٰ سے کہا: "یحییٰ سرور! یہ
 تو نے بہت غم کر لیا ہے یہ سلسلہ بند ہونا چاہیے۔ ہمارے سونے
 اور سونے کو چھوڑ دے؟"

یحییٰ کا غصہ ٹھہر گیا۔ پوچھا: "اگر میں ان دونوں کو نہ چھوڑوں تو؟"
 مزدور نے جواب دیا: "دونوں کو چھوڑ دیں، اسی میں
 بہتری ہے؟"

یحییٰ نے کہا: "میں یہاں کا سرور ہوں اور مجھ کو تیری اس
 سرکشی کی میں مزاحمے سکنا ہوں؟"

مزدور نے جواب دیا: "یحییٰ سرور! تم نہیں جانتے کہ یہاں
 کا اصل سرور کون ہے؟ یہاں وہ ہے۔ اب تم اور یہاں کے قزاق
 تیری سرور کی کو نہیں مانتے؟"

یحییٰ کو خوف کا جھکا سا تو لگا مگر اس نے اسے ظاہر نہیں
 ہونے دیا: "جب تک سرور نہیں آئیں، یہی سرور ہوں اور
 سرور کے کہنے سے پہلے پہلے میں تجھے جہنم داخل کر سکنا ہوں؟"
 کئی دوسرے مزدور بھی آگے بڑھے: "ٹوٹ کے مال پر
 سب کا حق ہوتا ہے یحییٰ سرور! تم نے اپنے قزاق ساتھیوں کا
 حق مانا ہے اور وہ سب بھی بغاوت کر چکے ہیں وہ ہمارا تعاون
 چاہتے ہیں اور ان کا قزاق ساتھی ہم سے یہی چلے کہنے کیا تھا؟"
 آشوری نے یحییٰ کو آہستہ سے کھپایا: "یحییٰ سرور! ا
 آپ نرمی اور بھلائی سے کام لیں سختی نہ کریں؟"

یحییٰ کی سمجھ میں یہ بات نہ گئی، اس نے دونوں کو چھوڑ دیا
 اور عجم سے کہا: "میں تو تم سب کو سرور کے کہنے سے پہلے ہی
 یہاں سے نکال دینا چاہتا تھا لیکن اگر تم نے اپنا معاملہ اپنے ہاتھ
 میں لے لیا ہے اور اسے چالاک اور ناقابل اعتبار قزاقوں کی مدد
 سے حل کرنا چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں؟"

بستی والوں میں پھوٹ پڑ گئی، ایک بڑھی نے بسوے
 کو اٹھاتے ہوئے کہا: "یحییٰ سرور! پرچہ کی دوا اور سرور کے
 کہنے سے پہلے پہلے اغرت طریقے سے یہاں سے نکل چلو،
 قزاقوں پر مت بھروسہ کرو، وہ دھوکے باز ہوتے ہیں؟"
 طاقت ور مزدور نے بستی کی مخالفت کی: "وہ قزاق ہیں
 تو یحییٰ کا سرور ہے انہیں پرکھیں بھروسہ کریں؟"

بستی کے مایوں نے مزدوروں سے انکار کیا اور
 یحییٰ سرور کی حمایت میں اس کے پاس جا کھڑے ہوئے اور سلسلہ

رفع دفع کرادیا۔

یہی سردار نے انہیں حکم دیا کہ آج کام نہیں ہو گا پختا پنے
ٹھکانوں پر واپس جاؤ اور کل تک یہ فیصلہ کر لو کہ تم میرے ساتھ
یہاں سے لکنا پسند کرتے ہو یا قیام اور کار قرائنوں کے مشورے
پر سردار کا انتظار کرو گے؟

یہی سردار نے آشوری جوان سے کہا کہ آ، میرے ساتھ چل
اور ان بد بختوں کو ان کے محل پر چھوڑ دے۔

تومند مزدور نے پلا کر یہی سردار کو خبردار کیا کہ سردار! تمہارے
ساتھ قیدیوں اور دزدانوں کی ایک جٹم کے بارے میں پوچھ
رہے ہیں یہ دونوں کہیں ہیں، زندہ بھی ہیں یا قتل کر دیے گئے۔

یہی نے آشوری سے کہا کہ آج اس کی کسی بھی بات کا
جواب نہیں دینا ہے کل اس کے مزاج بھی پوچھ لیا گا۔

وہ آشوری کو بستی کے باہر ایک چھوٹے سے غار میں لے
گیا۔ دیکھا اگر میں کسی وقت کسی وجہ سے تم سے نہ ملوں تو
غارتی سے یہاں چلا آئے گا۔ ہم یہاں سے باہر نکل جائیں گے۔

اور اس غار سے نکلنے کا راستہ صرف میں جانتا ہوں۔
آشوری نے پوچھا کہ اس غار کے بارے میں کوئی اور کچھ
نہیں جانتا؟

یہی نے جواب دیا کہ یہ میری دنیا انتہائی صرف میری۔
آشوری اور یہی کچھ دیر اس غار کے سامنے رہے۔ آشوری

اس جگہ کو اچھی طرح ذہنی نشین کر رہا۔

جب یہ دونوں اپنے اس گھر کے سامنے پہنچے جہاں
تھیمینہ اور دوشنگ رہ رہی تھیں تو آشوری نے اس گھر میں مہول
نے یا وہ جہل بیل محسوس کی۔ اندر سے مردوں کی آوازیں بھی نہ تھیں۔
اس نے یہی کوشاں رہے سے منع کیا کہ اندر نہ جائے اور پہلے اندر
کی باتیں سننے کی کوشش کرے۔

دونوں پتھر کی دیوار سے کان لگا کر کھڑے ہو گئے۔ اس
کی دواڑوں سے دوسری طرف کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔
تومند مزدور کی آواز بالکل صاف سنائی دے رہی تھی۔
وہ تھیمینہ یا دوشنگ سے کہہ رہا تھا کہ دیکھو یہی سردار کی آواز ہے
وہ نہیں۔ اس کے ساتھ تھیمینہ نے تو صاف صاف کہہ دیا ہے
کہ ٹوٹ کے مال میں ان سب کا حق ہے۔

اس آواز کے بعد بوڑھے کاتب کی آواز سنائی دی۔ تو
یہاں سے نکل۔ یہی سردار اگلی آتیری خامت آجائے گی۔

مزدور نے دواڑ سے ہنسنے لگا۔ میں تیرے یہی سردار سے
اب نہیں ڈرتا۔ اب اسے سردار ماننا بھی کون ہے؟

بوڑھے کاتب نے جواب دیا کہ اسے ہم سب اپنا سردار

مانتے ہیں ایک تیرے سامنے سے کیا ہوتا ہے؟

مزدور نے شاید بوڑھے کاتب کو حکم دیا کہ اچھا، میں
پھر آؤں گا اور پہلے تیرے اس یہی سردار کا حساب کتاب برابر
کر دوں اس کے بعد تیری مزاج پرسی کر دیں گا۔

آشوری اور یہی وہاں سے ہٹ کر ایک پتھر کے چھوٹے
چھب گئے، تومند مزدور وہاں سے جا رہا تھا وہ گھر سے

نکلا تو اس دونوں نے آڑے دیکھا اس تومند مزدور کے ساتھ
اس کے دو ساتھی بھی تھے۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

تومند مزدور نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم دیکھنا اس
یہی سردار کی کیا حرکت بناتا ہوں؟

ایک مزدور نے اس سے درخواست کی کہ استاد آؤں
میں سے ایک پر تو میرا حق بھی ہونا چاہیے۔

تومند مزدور نے جواب دیا کہ پہلے اس نام تھا سردار یہی
کلام تمام ہونا چاہیے اس کے بعد جتنے گھر سے ہوں گے۔

دو تھیلوں دودھ ہوتے ملے گئے اور اس نسبت سے ان
کی آوازیں بھی دودھ ہوتی چلی گئیں۔

ان کے چلنے جانے کے بعد یہی بہت فکر مند ہو گیا۔
صرف اس کی سرداری بلکہ اس کی جان بھی خطرے میں نہ رہی تھی

آشوری بھی فکر مند ہو چکا تھا۔ اس نے یہی سردار کو مشورہ
دیا کہ کب دونوں ٹوکریوں کو لے کر جلد از جلد یہاں سے نکل جائیں۔

یہی نے آہستہ سے جواب دیا کہ پہلے میں اس شہر
مزدور سے ٹھوں گا اس کے بعد یہاں سے نکل جائے گا کوئی
مضروبہ بناؤں گا۔

اب بوڑھا کاتب شاید تھیمینہ سے باتیں کر رہا تھا یہی
نے آشوری کو گمان سے پکڑ کے روک دیا تھا۔ دواڑ کب جا

اور اس بوڑھے کاتب کی باتیں سن رہے۔
آشوری جہاں تھا وہیں تک گیا۔

بوڑھا کاتب تھیمینہ کو سمجھا رہا تھا تو نے اس موسم
مزدور خیمہ شکی باتیں سن لیں؟

تھیمینہ نے جواب دیا کہ ہاں سن لیں اور ایک اس کی ہی کیا،
کئی کی باتیں سن چکی ہوں اور ہر روز سنتی ہی رہتی ہوں۔

بوڑھے کاتب نے کہا کہ اور تو پھر بھی میرے بارے
میں نہیں سوچتی؟

اس بار دوشنگ کی آواز سنائی دی۔ بوڑھے بیان، آپ
کے بارے میں کیا سوچا جلتے آپ تو قبریں پاؤں لٹکانے

پرستے ہیں؟
کاتب ایک دم مشتعل ہو گیا کہ تو مجھے بوڑھا کہہ رہی ہے

خانہ کھر میں بوڑھا نہیں ہوا۔ غور کا زخم اتنی اذیت نہیں دے گا جتنا یہ لفظ بوڑھا مجھے دکھ دے رہا ہے۔

تھینے نے کہا: آپ نے دونوں کے سامنے مجھے اپنی بیٹی کہا تھا ادب آپ مجھ سے عشقہ پائی کر رہے ہیں۔

بوڑھا کاتب ہلنے لگا: دیکھو وہ سب مذاق تھا ایک قسم کا دکھاوا تھا۔ اس وقت ان دونوں سے میں ہی تجھے چاہ سکتا ہوں تو کئی بھیرے میں ان سب کا مقابلہ کروں گا۔

دو شکستہ نواس کا مذاق بنایا: وہ صحت مند نوجوان تھا جو یکنی سردار کو مار دینا چاہتا ہے تو اس کا کس طرح مقابلہ کرے گا؟ بوڑھا کاتب ہلنے لگا: اس کا مقابلہ کرنا بہت آسان ہے۔

پہلے میں اس شیطان سے دوستی کروں گا اور اس کے شتعال کو اورد زیادہ ہمواروں کا اور پھر جب وہ یکنی سردار کو اپنی راہ سے ہٹا دے گا تو یہاں اذیت میرے میں دھوکے سے اس کو قتل کر دوں گا۔ بس اللہ اذیت خیر صلا۔

تھینے نے اذیت مذاق دریافت کیا: اور پھر اپنی اس بیٹی تھینے کو تم یہاں سے کس طرح نکالو گے اور کہاں لے جاؤ گے؟ کاتب کو غصہ آگیا: تو میرا مذاق اڑا رہی ہے اور میرا دل دکھا رہی ہے۔ تو میری بیٹی نہیں ہے۔

یکنی سردار نے آشوری سے سرگوشی میں کہا: اس بہت ہو گی، اب ہم اندر چلیں گے۔

اس کے بعد دونوں ہانک گھر میں داخل ہو گئے۔ بوڑھا کاتب انھیں دیکھ کر ہٹا گیا اور تھینے اور دو شکستہ سے کہنے لگا: میں جو کہتا تھا کہ دونوں بس آنے ہی والے ہیں سو آ گئے، میرا اندازہ بھل گیا اندازہ ہے۔

آشوری نے کہا: کہیں پل دیے بڑے میاں! کچھ دیر تو ہٹھریں آتی بھی کیا جلدی؟

کاتب نے آشوری کو رحم طلب نظریں سے دیکھا: ہنر مند جوان! میرا مذاق سارا ڈھکے زخم سے زیادہ اذیت دہیہ لفظ بوڑھا ہے میرے لیے۔

یکنی نے اسے حکم دیا: بوڑھے! تو ابھی نہیں ہلے گا۔ بوڑھا کاتب سناٹے میں آگیا: میں رگوں یہاں؟ مغرب میرا یہاں کیا کام۔ کپ دونوں سے پہلے میں ان دونوں کی چوکیدگی کرتا رہا، اب میری یہاں کیا ضرورت ہے؟

یکنی نے جواب دیا: لیکن میں جو کہتا ہوں کہ ابھی نہ جا کر یہاں سے کہیں نہیں جاسے گا۔

دو شکستہ نے شہرے میں بوڑھے کاتب کو سنبھالا: بڑے نیل آمانی میں ہائیں۔

کاتب نے بڑا سا منہ بنایا: اب میری یہاں ضرورت تو نہیں لیکن آپ کا حکم سزا کھوں پر رکب جانا ہوتا۔

آشوری نے جو کچھ سنا تھا اس سے بہت زیادہ پریشان تھا۔ اس کو بیٹی کے ساتھ اپنی زندگی بھی خطرے میں نہرا رہی تھی۔

وہ یکنی کو یہی سمجھا رہا تھا کہ میں سرکش تو منور مزدور کا اقتدار کر رہی کے بعد کوئی اور کام کر سکیں گی کاتیز اور شاعر باغ وہ سب سوچ چکا تھا اور فیصلے کر چکا تھا۔ جو ان حالات میں ہی کر سکتے۔ یکنی نے آشوری سے کہا: تو اس مزدور کو یہاں بڑا۔

اس سے کہہ کر میں اس سے منہ پھرتا ہوں۔

آشوری نے پوچھا: کیا وہ میرے بڑے سے ابھرتے؟

یکنی نے جواب دیا: نہیں کئے گا تو نہ کئے تیرا کام نہا ہے ہو کر۔

آشوری نے یکنی میں پڑ پڑ پر محسوس کیا۔ وہ غصے میں تھا۔ وہ ہلنے لگا تو یکنی کچھ دیر کے ساتھ ساتھ لگا اور اس کو کھینچنے لگا: اس سے کہتا، یہاں اکیلے آئے۔ پتے ساتھ کسی کو نہ لے۔

آشوری نے کہا: ست اگر وہ اکیلا نہ آئے۔ تو یہاں۔

یکنی نے جواب دیا: اگر وہ نہ مانے اور اپنے ساتھ کسی کو لانا ہی چاہتے تو کوئی مشاعرہ نہیں، وہ جیتے ہیں ساتھ لانا چاہتے تھے کئے۔

آشوری پوچھا: تو یکنی نے بڑے میاں کاتب کو بھینچ دیا یا کر پوچھا: میں آپ کو بڑے میاں ارز و مذاق کہتا ہوں، درنہ مجھے اندازہ ہے کہ آپ کی عمر بیس بیس سال سے زیادہ نہیں۔

بڑے میاں کا غروں خان بڑھ گیا: آپ یہی بات دونوں لڑکیوں کے سامنے بھی کہہ دی تو بڑی مسرہانی ہو گی۔

یکنی نے یکنی دیا: میں دونوں کے سامنے بھی یہ بات کہہ دوں گا۔ آپ یہاں دونوں کی میرے ذریعے میں۔ آپ کے تجربہ جت، وہ حکم کے پیش نظر میں یہاں سے نکل کر تھینے کو آپ کے حوالے کر سکتا ہوں، لیکن کیا خیال ہے آپ کا؟

بڑے میاں کا حال ہی کچھ اور ہو گیا: اگر یہاں جو بڑے تو میں زندگی بھر آپ کا احسان مند رہوں گا۔

یکنی نے اپنی تشویش کا ذکر کیا: لیکن وہ تو منور مکتب مزدور شاید ایسا نہ ہونے دے۔

بڑے میاں نے کہا: وہ یہاں کیوں نہیں ہونے دے گا۔ آپ سردار میں یہاں ہر شخص پر آپ کا حکم چلے گا۔

یکنی نے کہا: کاتب پھر سے غیر منوئی گفتگو توں، گھر کے باہر کھڑا ہو جا اور یہی ہے وہ سرکش مزدور آنا دکھائی دے۔

یکنی نے کہا: کاتب پھر سے غیر منوئی گفتگو توں، گھر کے باہر کھڑا ہو جا اور یہی ہے وہ سرکش مزدور آنا دکھائی دے۔

یکنی نے کہا: کاتب پھر سے غیر منوئی گفتگو توں، گھر کے باہر کھڑا ہو جا اور یہی ہے وہ سرکش مزدور آنا دکھائی دے۔

یعنی نے بڑے میاں کو باہر کھڑ کر دیا اور خوراند تھینا اور
 روشنگ کے پاس پہنچا۔
 دونوں بچی کے تھوڑے تھوڑے ہی تھیں انھیں آہرا تھے
 نہیں نظر کرتے تھے۔
 روشنگ نے بچی کی سیدھا غامری کو خوش گواہی میں ہانپنے
 کی کوشش کی۔ میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے تھینا
 کے پاس پہنچا دیا۔
 بچی نے کہا: "اور مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم دونوں
 کو یہاں رکھ کر اپنی جگہ میں امتشا اور افتراق پھیل دیا۔"
 تھینا نے کہا: "یہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے ہمارا کیا
 تعلق۔ ہم نے تو نہ سے وہ سب نہیں کیا، جودہ کر رہے ہیں۔"
 یعنی نے جواب دیا: "میں تم دونوں سے بات کر دل کا
 لیکن ابھی نہیں۔ میں پہلے ان سے نمٹ لوں جو میری جان کے
 درپے ہو رہے ہیں۔"
 روشنگ نے اپنی بھوری کا ذکر کیا: "یہاں کا ہر شخص تو ہم
 پر عاشق ہو رہا ہے، ہم انھیں کسی طرح منع کریں کہ وہ ہم پر عاشق
 نہ ہوں۔"
 تھینا نے کہا: "بڑے کاتب ہی کو دیکھ لیں، کبھی وہ ہلا
 محافظوں جاتا ہے اور کبھی عاشق۔ کبھی باپ بھڑک جاتا ہے۔"
 بڑے کاتب بچا کا بچا کا آیا اور بچی کو اطلاع دی کہ وہ
 جوں، ہنر مند جوں کر رہے ہو، کیا ہے مزید اس کے ساتھ
 نہیں ہے۔"
 یعنی فوراً باہر نکل گیا اور کاتب کو اندر بٹھارے سے لا کر دیا۔
 یعنی نے روشنگ دیکھا، آشوری جہان تھا اور بھلا یعنی آگے
 بڑھ گیا اور پوچھا: "وہ مزور کہاں ہے جس کو ہم نے برا بھلا
 آشوری نے جواب دیا: "وہ ذرا دیر بعد آئے گا، لیکن
 جناب اس کے تھوڑے وقت میں آئیں گے۔"
 یعنی نے کہا: "تو اس کے تھوڑے فکر نہ کر، ہم دوسری قسم
 کے انسان ہیں۔"
 آشوری نے کہا: "اور شاید وہ تنہا نہیں آئے گا اپنے
 ساتھ آٹھ کس مزور بھی لائے گا۔"
 یعنی نے بڑے اطمینان سے جواب دیا: "اس کی تو تو
 فکر نہ کر۔ میں بن کا سردار ہوں۔"
 آشوری اس خطرناک کھیل سے بہت زیادہ خوفزدہ نظر
 آ رہا تھا۔
 یعنی نے کہا: "دیکھا آشوری جہان اس طرح یہاں کے
 لوگ میرے یا کسی اور کے وفادار نہیں ہیں اسی طرح میں بھی

ان کا وفادار نہیں۔"
 آشوری اس کا مطلب ہی نہیں سمجھ رہا تھا: "یعنی ہاں آپ
 کیا کہہ رہے ہیں؟"
 یعنی نے جواب دیا: "دیکھا اس وقت میرے پاس زیادہ
 وقت نہیں ہے اور اس قلیل وقت میں میں جو قدم اٹھانے والا
 ہوں اگر تو تفصیل سن لے تو میں جانتا ہوں کہ تو اس سے اتفاق نہیں
 کرے گا، لیکن میں مجبور ہوں۔"
 آشوری خاموشی سے سب کچھ سنتا رہا، اب وہ یہ بھی
 نہیں پوچھنا چاہتا تھا کہ آخر کیا کرنے والا ہے۔
 یعنی نے آشوری سے کہا: "جب وہ اپنے ساتھیوں کے
 ساتھ یہاں آجائے تو اس سے کہہ دینا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو باہر
 ہی کھڑا کر دے، تو مزور سرکش مزور مجھ سے تنہا ملے گا۔"
 آشوری نے کہا: "شاید وہ میری یہ بات نہ مانے۔"
 یعنی نے جواب دیا: "نہ مانے تو انھیں بھی اندر بھجھ دینا۔"
 آشوری ان کا راستہ، مکے کے لیے کھڑا ہو گیا۔
 یعنی نے اندر جانے کے روشنگ اور تھینا کو حکم دیا: "میں
 آنے کے لیے تیار ہو جاؤ تم دونوں، آج یہاں جتنی ضرب
 برپا ہوگا۔"
 روشنگ اور تھینا بھی حیران اور پریشان تھیں کہ بچی سردار
 کو آج یہ ہو گیا کیسے!
 انھیں برپا ہونا میسر اور دف ل چکے تھے۔ دونوں نے ان
 آلات موسیقی کے ساتھ یعنی کے سامنے بیٹھا پاؤں تو یعنی نے
 نئی میں سرگ کر کہا: "نہ اس طرح نہیں آج تم دونوں لباس بھی ایسے
 پہنو کہ مزور سازش اور سرکشی بھول جائے۔"
 دونوں لباس تبدیل کرنے اندر کوٹھری میں چلی گئیں۔
 جب واپس آئیں تو قیامت بن چکی تھیں۔ ان کا لباس لیکن کے
 نشیب و فراز کو زیادہ مازب نظر بن چکا تھا اور وہ لوگ جو اس
 کے طبع کار، حمل ان کے لیے تھے، سامان بن چکی تھیں۔ یعنی خود بھی
 ان کے سحر میں مبتلا ہو چکا تھا۔ دونوں کے پورے جسم کا نظارہ
 سے ہائز، لہنے کے بعد وہ بے اختیار بول اٹھا: "مزور کی سرکشی
 تو کی۔ وہ تو کیا۔ تم دونوں سے ایک ہی نظروں ہلاک کر
 دو گی۔"
 تھینا نے پوچھا: "ہیں اور کچھ بھی کرتا ہے یا پھر بننا
 سونا ہی کا ہے؟"
 یعنی نے جواب دیا: "تم نظروں نے بھی چھڑو گی اور تم
 بھووش کر دو گی۔"
 روشنگ نے حیرت سے پوچھا: "اس کو کس قدر سحرش

مزدور کے لیے ۹

یہ بھی نے جواب دیا: "ہاں اس حق میں ہندو باقی مزدور کے لیے
تہمینے پوچھا کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ سرحد پر
اسے یہ عزت کیوں بخشیں گے؟"

یہ بھی نے جواب دیا: "مذہب اس لیے کہ وہ حق اپنی جہتی
طاقت ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور مسمری کا دوسلہ دار ہے
اس لیے میں اس کی یہ عزت مزدوروں کا
دونوں بھی سرحد کے تھوڑے اندازہ کی بھی نہیں کہ وہ اس وقت
یہ بھی سرحد کے علاوہ بھی کچھ ہے۔"

بڑھا کاتب بھاگتا ہوا اندر آیا اور بھڑک کر کہہ کر سرحد
آپ کا ساتھی آشوری جوان تنہا رہا ہے۔
یہ بھی کھڑا ہو گیا اسے نہیں اسے سنہرے سولہ کیا آشوری
تنہا کر رہا ہے؟

بڑھے کاتب نے دونوں تیاہتوں کو دیکھا تو سب کچھ
نکھڑی گیا: "والہ نظر لگے ہیں۔"
یہ بھی باہر نکل گیا اور آگے بڑھ کر آشوری سے پوچھا: وہ
سرکش مزدور کہاں ہے؟

آشوری نے جواب دیا: "اس سے کہہ تم جھوٹے
دہا ہوں؟"

یہ بھی نے کہا: "اس کا اس وقت آنا بہت سزاوی ہے۔
اسے ہر محل میں یہاں لانا ہوگا۔"

آشوری نے جواب دیا: "یہ بھی سرحد اور مزدور کے کا
جہاں تک میں سمجھتا ہوں اپنے ساتھ آٹھ دس مزدور ساتھ
بھل لائے گا۔"

یہ بھی نے کہا: "ٹھیک ہے وہ آٹھ دس نہیں پوری بستی
کو اپنے ساتھ لے گئے لیکن اس کا یہاں آنا یہ حد ضروری ہے۔
آشوری ڈلا ہوا تھا: وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مسک
آئے گا۔"

یہ بھی نے بھڑکی بات نہ برائی: "وہ سچ آئے لیکن کس
مزدور اگر وہ نہیں آئے گا تو مجھے دوبارہ ہاٹنا پڑے گا۔"
آشوری نے جواب دیا: "آئے گا مزدور آئے گا۔"
یہ بھی سرحد سے دیوار کے ایک درخت کی طرف اشارہ
کیا جو آشوری کے پیچھے رہتا ہے پانچ سو سال سے کھڑا تھا
تو یہاں کی درخت کے نیچے اس کی جڑ میں بیٹھ جاتا اس سرکش
کا انتظار کرتا رہا جب وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آئے تو اس سے
کہہ دیا کہ اپنے ساتھیوں کو اس درخت کے نیچے روک دے اور
میسے پاس تنہا آئے۔"

آشوری کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کہ اس طرح یہ بھی ہوتا ہے
یہ بھی: "پس بھاگ گیا۔ بڑھا کاتب زمین اور دشمن کے ملنے
بیٹھا رہا۔"

یہ بھی نے خلاف معمول ہنستے ہوئے بڑھتے کاتب سے کہا:
"اس میں سنا خوب سوچ بھی کر یہ فیصلہ کیا ہے۔ ان لڑکیوں کے
ہنسنے میں آپ، ساتھیوں کی شکایات کسی حد تک دور کر دی جائیں۔
یہ مکان جس میں دونوں لڑکیاں رہتی تھیں کئی حصوں پر مشتمل
تھا۔ اس کا مٹی سے بنی دو کمرے پر مشتمل تھا اور یہ دونوں کمرے
مٹی سے بنے تھے۔"

بڑھے کاتب نے پوچھا: آپ ہماری شکایت کس طرح
رو کر رہے گے؟

یہ بھی نے جواب دیا: "میں تم سب کا سرحد میں لڑاؤ کے
سور کو نہیں ہے کہ وہ آپس میں مساوات قائم رکھے۔
دشمن کاتب کے دل میں خرابیاں بیدار ہو گئیں۔ شہر
کو بول غم نہ ہے۔ مساوات واقعی بہت ضروری چیز ہے۔
یہ بھی نے کہا: "اب میں رقص و سرود کی عقل کو روک دوں گا۔
اس مچل شہر کے نامی نامی لوگ آئیں گے۔ ان نامی لوگوں
میں محنت نہ تو ان مزدور بھی شامل ہے۔"

بڑھے کاتب کو اپنا خیال آیا کہ اس مچل نامی سے اس
کو نہ نکال دیا جائے اس لیے ڈرستہ ڈرتے پوچھا: اس نامی لوگوں
میں مجھے بھی شامل کیا جائے گا یا نہیں؟

یہ بھی نے جواب دیا: "اس میں تو جی شامل ہے تو ہر نامی
نہ ہوتا۔"

کسی نے مٹی درپردہ شک دی۔ یہ بھی اٹھ کر بھاگا اور وہاں
سے پھر ویر بھاگیا۔ دونوں حصوں کا درمیانی بندھنا سرحد داروں کی تھوڑی
کھلا ہوا تھا اور بڑھے کاتب نے پندرہ سو لڑکیوں کو اندر آتے
دیکھا۔ ان کو قاتی کمروں میں بٹھرا دیا گیا اور وہاں آگے بڑھے میں
کو سمجھایا: بستی کے یہ لوگ بھی رقص و سرود سے نفرت نہ تو
ہوں گے۔"

مکان کے رکنوں میں قایم بھی رہے گئے اور تہمینہ اور
دشمن کو حکم دیا گیا کہ رقص و سرود کے لیے تیار ہو جاؤ۔
آشوری گھبراہوا اندر داخل ہوا اور یہ بھی کو بتایا: "مزدور
مزدور اپنے چھ مایوں کے ساتھ آگے آئے اور وہ بے پروا
سب کے ساتھ یہاں آئے گا میں اس کو دیوار کے نیچے روک
آیا ہوں۔"

یہ بھی آشوری کے ساتھ تو مزدور کے پاس چل دیا اور
آشوری کو گھرایا: "اس کے چھ مایوں سے باتیں کیسے؟ اور

میں اس سرکش مزدور کو کھانڈوں کا راز
یہی کو اس پر حیرت تھی کہ مزدور کو تواری کہاں سے مل
گئیں جبکہ پوری بستی میں ہتھیار کسی کے پاس بھی نہیں تھے نہ ہی
وہ ہتھیار کھسکتے تھے۔

تو مزدور نے یہی کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اس کے
استقبال کو کھڑا بھی نہیں ہوا رعونت سے یہ ٹھار بار اس نے یہی
مزدور کو سرسری نظر سے دیکھا اور کہلا میں وہاں نہا نہیں جاتوں کہ
یہی نے نہایت بے تکلفی سے اس کے شانے پر ہاتھ
دیکھ دیا میں بھی کب پاتا ہوں کہ تو وہاں نہا جانے لیکن پہلے میری
بات تو سن لے یہ

سرکش تو مزدور نے کہا ہاتھ پھیر تامل کیوں یہ سب
میرے ساتھ چلیں گے؟
یہی نے کہا پہلے میری بات تو سن لے اس کے بعد جو
مجھ میں آئے کرنا

مزدور نے ایک طرف سر کے ہونٹے کہا ہتھیار یہاں
میرے پاس ہی بیٹھ کر باقی کرنا
یہی نے ہال بیٹھنے سے انکار کر دیا نہ میں یہاں نہیں
بیٹھ سکتا تو ذرا سی دیر کے لیے ادھر میرے پاس آ جا
سرکش مزدور ٹوٹا دھڑا آٹھ کر یہی کے پاس چلا گیا اور پچھا
میں تو کیا بات کرنا ہے؟

یہی نے اس کے بائیں شانے پر ہاتھ رکھ دیا میں کئی
ماہ سے تیری دلیری اور جرات پر خود گردا ہوں۔ سر شاہ سے میں
نے تیری سخاوت چھوٹی تھی۔ میں تجھ کو اپنے گروہ میں لینا چاہتا ہوں
میں تیرے جیسے جوانوں کی تلاش رہتی ہے۔ باہر سے سردار کا
پیغام آ گیا کہ تجھ کو فاکوڈ میں شامل کر لیا جائے۔ تجھ کو خوشخبری
ہو کہ آج اس خوشی میں قس دوسروں کی مثل کا انعقاد عمل میں لایا جا
وہ اپنے تمام محفل کا حامل ہوں گا۔ اب اس میں تیرے مولی
مزدوروں کو لے جانا بہت محروم ہو گا ہے۔ تیری عزت کم ہو
جائے گی دوسروں کی نظر میں اس لیے تھوڑی دیر انھیں کہیں
رہتے رہے؟

سرکش مزدور نے کہا یہ میرے ہائی میرے ساتھی ہیں؟
یہی نے جڑ بھیا دھست، لیکن اب تو عام آدمی
کہا نے گا اس لیے اس محفل میں عام آدمی نہیں جائیں گے؟
سرکش مزدور کچھ دیر سوچا اور خود کر بار ہا اس کے صلیب
آرمی میں گیا اور کہا: بھائیو! میں کچھ دیر بعد تمہیں بھی بلالوں گا۔
وہاں قس دوسروں کی عام محفل میں بھی جائیں گے۔ کچھ دیر بعد تم بھی
نکلتا ہذا ہو سکو گے؟

ہائی مزدور کے نہیں گئے۔ پھر کچھ سوچا کہ وہ اپنے
ساتھ کس کو سرگرمی میں سمجھانے لگا وہ میں نہیں خطبے میں نہیں
وانا چاہتا۔ تم میرے کسی پیغام یا چیز کا انتظار نہ کرو بلکہ
کا پیغام آئے تو تم پیغام لانے والے کے ساتھ ہی جانا اور
خود ان کو اس سے میری چیز سنائی دے تو تم اپنی تواریں پیغام سے باہر
کر لینا اور وہ کے میرے پاس پہنچ جائے؟

اس کے ہائی وہاں بیٹھتے بیٹھتے رہ گئے۔ سرکش مزدور
نے تواریں نیا کر لی اور یہی کے قدم سے قدم لٹکے چلتے لگا
رات میں پوچھا یہی سردار آپ کو میری تواریں پر تو کوئی اعتراض
نہیں۔ اگر میری تواریں؟

یہی نے جواب دیا: مجھ کو تیری کسی چیز پر بھی کوئی اعتراض
نہیں، تو تواریں اپنے ساتھ لے جاتے پر خوش ہے تو ساتھ چلے؟
یہی اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا اور اس سرکش کا جیوں
سے تعارف کر لیا۔ ہنرمند تو کیرا یہ ہمارا انتہائی مخلص اور بہادر
کارکن ہے۔ آج سردار کی طرف سے ہیں یہ پیغام ملتا ہے کہ اس کو
بھی اپنی جماعت میں شامل کر لیا جائے چنانچہ اب یہ ہمارا بہادر
ساتھ ہے؟

تو مزدور سرکش مزدور کا تھیں۔ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اس
کے سامنے دو خوبصورت زرخیز لڑکیاں غلم نامی بلرک رہی تھیں یہی
پتے ہوئے چلی تھیں۔

سرکش مزدور نے تواریں اپنے پولوس رکھ لی۔
دشمن کی جنگ سے تھی اور سرکش مزدور کے چہرے پر
ہلک کر پوچھا: آپ کیا مشا پسند کریں گے؟
سرکش مزدور کہیں اور تھا: زندگی میں اتنی عزت طلب نہ رہائی
پہلے کبھی نہیں ملی تھی اس نے بھی سر تپا کیتہ جیسا میں حرب
دیا کچھ بھی۔ جو آتے تا چاہے استاد سے یہ
تھیں نے تواریں قبضہ کر لیا۔ یہ محفل حرب ہے یا کوئی مذہم لگا
یہاں تواریں لایا کام؟

اس نے تواریں سونے سے بند کو غیری میں پھینک دی۔
سرکش مزدور اس کو منع بھی نہیں کر سکا کہ یہ کیا کر رہی ہے
یہی لکھا خودی نے سکون کی سانس لی۔
یہی کا تب مزدور کی قسمت بد شک کہ وہ حقانہ روح
وہ تھا: اسے کاش میں بھی جہان ہوتا اور ان کو اپنی طاقت سے
مروغوب کر سکتا؟

یہی نے بد شک و تھین سے کہا: اس غریب کو خوش
کر دے اس لیے کہ زندگی میں پہلی بار اس نے یہ تمام حاصل کیا ہے؟
وہاں لڑکیوں کے جسموں پر غلم لکھا تھا، بلکہ یہی

سازوں پر تیار کیا ہوا۔ مزدور دونوں کے نیم غریبوں جسم کی جھلک ہی پر قربان ہوا چارہ تھا۔
تہینہ نے رقص شروع کیا اور دشمنک نے گانے کا آغاز کیا۔

”دُنیا کسی کی بھی نہیں، میری نہ تیری۔
یہ طاقت کی ہے۔ طاقت عقل کی ہو یا جسم کی۔
طاقت طاقت ہے۔ دُنیا کے مظاہر پر نظر ڈالو۔
دولت، حکومت، عقل و دانش، علم، تندرست، تھیں، ہنراؤ فن۔
یہ طاقت کے مختلف نام ہیں۔ حسن بھی ایک طاقت ہے،
جس سے

ایک کمزور صنف نازک طاقتور مردوں کو مغلوب کر لیتی ہے۔
وہ لوگ، جو معمولی کام کرتے ہیں یا بد قسمت ہوتے ہیں۔
دو جو عمارتیں بناتے ہیں راج مزدور، سما اور کاری گر۔
وہ جو مکان اور محل تعمیر کرتے ہیں۔ بادشاہ، دربار اور امیر۔
دونوں برابر تو نہیں ہو سکتے۔ مگر محل کھڑا کر کے محل کے برابر
کھڑا رہتا ہے۔

محل تعمیر کرانے والا محل کس انداز میں ہو رہا ہے۔ دونوں
برابر نہیں ہو سکتے۔

جنگیں لڑتے اور جیتنے والے بادشاہ اور فاتح اور
جنگوں میں سر دھڑکی بازی لگا دینے والے سپاہی۔
یہ دونوں ایک تو نہیں ہو سکتے۔ دونوں مساوی تو نہیں ہو سکتے
فاتح کو ملک ملتا ہے۔ شہر ملتے ہیں خود و قصور ملتے ہیں
خزانے ملتے ہیں۔

سپاہی کو زخم ملتے ہیں۔ انعام و اکرام کے نام پر زکوٰۃ کی طرح
مال ملتا ہے۔

اور کبھی کسی کو موت ملتی ہے۔ آخرت ملتی ہے۔ دونوں
برابر تو نہیں ہو سکتے۔

اسے وہ انسان جو اپنے ملک اور قسمت پر قانع ہے۔
اپنے خول سے باہر نکل۔ ہمت اور جوصلے کو کام میں لا۔
چھوٹے چھوٹے پرندوں کا شکار مست کر ڈیڑھ پونڈ کر۔
دُنیا انھی کی ہے جو اس سے کچھ مانگتے نہیں سمجھتے۔
طاقتور کلائیوں کو مزدور دے ادا ان سے تلواریں چھین لے۔
جن سر پہ پتاج ہے، اُسکے بڑھ ادا کر اپنے سر پہ
دکھ لے۔

زکوٰۃ قبولی ذکر، بلکہ وہ سر پہ کو دے۔
رحم اللہ علیہ کی امید پر زندہ رہنا چھوڑ دے لہ خدا ہم
میں جا۔

عاشتوں کی طرح اپنے محبوب سے عشق و محبت کی بھیک
مت مانگ۔
کچھ بیکار کہ مجھو بائیں تیری ایک نظر گرم کی طلب انہ آئیں۔
باندھ کھا اجمام سب کا ایک ہے چہرہ حسرتیں۔ لے کر رہنے
کا فائدہ۔

زندہ رہ مزدور کی طرح، اور تیرے جب موت یہ رہے سامنے
کھڑی ہو تو۔

تا تعداد حسرتیں تجھ پر نہ ذکر رہی ہوں۔ آسودہ اور خوش خوش
موت کو گلے لگا لے۔

نا کام اور کامران برابر نہیں ہو سکتے۔ راقم اور مرحوم مساوی
نہیں ہو سکتے۔

تہینہ کے رقص نے روشنی کی آواز اور کام کے مغموم
کو چار چاند لگا دیے تھے۔ سرکش مزدور غم کو روشنی کا طالب
سمجھ رہا تھا۔ اس نے فاتحانہ شان سے ماحول پر نظر ڈالی وہ روشنی
کہاں رہی۔

”اللہ تیرے حسن اور آواز کو ترقی دے۔ دوائے حق خودی کو دیا۔
بروٹھا کا تیب خود پر نفرت کر رہا تھا کہ اس نے خود کو جانی لیا ہی
ضائع کر دی۔

آخری سوچ رہا تھا کہ اسے یہاں سے نکل کر کچھ بی جانا
چاہیے وہ نہ غمراہ لگاں اس کا نومہ کہے گی۔

یعنی خوش تھا کہ اس نے یہ بات بھی حیات کی تھی اس نے
مزدور سے پوچھا: کچھ مزدور کیا؟

مزدور نے تلواریں کر ٹھہری پر نظر ڈالی بہت تیرا صوفی
مزدور آیا۔

یعنی نے کہا: اب تو بھی ہمارے گروہ میں داخل ہو جائے گا
اور یہ تمام تجھ کو اپنی طاقت کی وجہ سے حاصل ہو گا۔

سرکش مزدور نے تہینہ سے کہا: میری تلوار کہاں ہے؟
وہ تو دے۔

یعنی نے کہا: تلوار بھی مل جائے گی پہلے میرے ساتھ آ۔
گروہ میں شامل ہونے کی رسم تو ادا ہو جائے۔

سرکش مزدور نے پوچھا: یہ رسم کہاں ادا ہو گی؟

یعنی نے جواب دیا: یہیں اسی مکان کے دوسرے
حصے میں۔ اور رسم کی ادائیگی کے بعد ایک بار پھر میں دوبارہ غنیمت
طرب گرم ہو گی۔

یعنی کھڑا ہوا تو اس کے ساتھ سرکش مزدور بھی کھڑا ہو گیا۔
یعنی نے آشوری سے کہا: تو بھی ہمارے ساتھ رہ۔ اور
تو بھی دیکھ کہ ہم اپنے گروہ میں بہادر ہوں تو کس طرح نالاکہ تھیں۔

چلتے چلتے یحییٰ نے بڑے کاتب سے کہا: اور بڑے میاں! آپ بھی آجائیں۔

بڑے کاتب نے ٹھنکنا دیا: پھر وہی بڑے میاں! یہ لوگ مکان کے دوسرے حصے میں چلے گئے۔ وہاں بھی برآمدے میں قالین بچھا ہوا تھا اور اس پر چھوٹے بڑے پندرہ سولہ گائیچے رکھے ہوئے تھے۔

یحییٰ نے مدد نشینی خود اختیار کی اور سرکش مزدور کو اپنے سامنے بٹایا۔ آشوری سے کہا: تو ادھر میری داہنی طرف بیٹھ جا۔ بڑھاکا کاتب کھڑا دیکھا۔ یحییٰ نے اس سے کہا: میں نہیں جانتا کہ اس محل میں کپ کے لیے کون سی بیگ مناسب ہے۔ جو کپ کی جگہ ہو وہاں بیٹھ جائیں۔

بڑے میاں نے ہمت سے کام لیا اور یحییٰ کے بائیں طرف بیٹھتے ہوئے کہا: میں کاتب ہوں، ہمیشہ اپنے آقاؤں کے قریب رہتا ہوں۔

سرکش مزدور کی پشت تھینا اور روشٹک والے حصے کی طرف تھی۔ آشوری اور کاتب کا منہ اس طرف تھا۔ ان دونوں نے دیکھا کہ روشٹک نے دروازے کو بند کر دیا اور مزدور کا اپنے ساتھیوں سے رابطہ ختم ہو گیا۔

یحییٰ نے سرکش مزدور سے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: خداد۔ یعنی حیرت ہے کہ آپ کو ابھی تک میرا نام بھی نہیں معلوم؟

یحییٰ نے کہا: میں عالم آدمیوں کو شکوں سے جانتا ہوں، ناموں سے نہیں۔

خداد نے پر حوش لبھریں کہا: لیکن میں نام آدمی نہیں بولتا۔ یحییٰ نے جواب دیا: تو پہلے بھی نام آدمی تھا اور اب بھی نام آدمی ہے اور اس وقت تک نام آدمی رہے گا جب تک تیرا منابہ ہمارے گردہ میں شامل نہیں ہو جاتا۔ خداد کو کچھ شبہ سا ہوا، اس نے ادھر ادھر دیکھ کر اپنے پیچھے بند دروازے کی طرف دیکھا: میری تلوار کہاں ہے؟ یحییٰ نے پوچھا: کون سی تیری تلوار؟ وہ تیری تلوار نہیں تھی۔

خداد نے جواب دیا: اسے میں اپنے ساتھ لایا تھا۔ یحییٰ نے کہا: اس بستی میں تو کسی کے پاس بھی تلوار نہیں۔ پھر تیرے اور تیرے ساتھیوں کے پاس تلواں کہاں سے آئیں گی؟

خداد نے پوچھا: آپ کے گردہ میں شامل ہونے کی رسم کب رہی گی؟

یحییٰ نے جواب دیا: ہاں تو ٹوٹ کے مل میں تیرا بھی حصہ ہوا کرے گا۔

خداد نے کہا: بیشک، میں بھی سب کے ساتھ برابر کا حصے دار ہونا چاہتا ہوں۔

یحییٰ نے پوچھا: اس کے بعد تو سرداری کی امید کرے گا؟ خداد نے کہا: یہ آپ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں؟ یحییٰ کا غصہ ظاہر ہوتا جا رہا تھا: یہ تو مزدوروں کا سردار کس طرح بن گیا؟

خداد نے جواب دیا: میں مزدوروں میں سب سے زیادہ طاقتور ہوں، انھوں نے اپنی مرضی سے مجھے اپنا سردار بنالیا۔ یحییٰ کی آواز اونچی ہوئی جاری تھی: تجھ میں اتنی ہمت کہاں سے آئی کہ تو ہماری برابری کرنے لگا؟

خداد نے پوچھا: آپ مجھ کو کہاں کیوں لائے ہیں؟ یحییٰ نے جواب دیا: تیری سرکشی کی سزا دینے کے لیے۔ تیری حماقتوں پر مقدمہ چلانے کے لیے۔

خداد کھڑا ہو گیا: مجھ سے دھوکا کیا گیا، مجھے قریب لایا گیا؟ یحییٰ بھی کھڑا ہو گیا اور اس سے مالی بجائی۔ دونوں کمر وں سے پندرہ بیس رہزن باہر آ گئے اور خداد کو گھیر لیا۔

اب خداد کچھ چکا تھا کہ اس کے ساتھ کس قسم کا کھیل کھیلا گیا ہے۔ اس نے بے بسی سے کہا: مجھ کو دھوکا دیا گیا ہے۔ یحییٰ نے آگے بڑھ کے خداد کے گال پر ٹھانچہ رسید کر دیا اور جواب دیا: دھوکا میں نے نہیں خود کو دینے اپنے آپ کو دیا ہے۔

خداد نے یحییٰ پر جوابی حملہ کرنا چاہا مگر اس سے پہلے ایک رہزن نے خداد کے پہلو میں خنجر اتار دیا۔

خداد نے چیخ ماری: دھوکا۔ مجھ سے دھوکا کیا گیا؟ دوسرے رہزن نے دوسرے پہلو میں خنجر اتار دیا! دونوں طرف سے خون کے نوارے جاری ہو گئے۔

یحییٰ نے کہا: موت چیخ۔ اب تیری آواز تیرے مزدور ساتھیوں تک نہیں پہنچے گی۔ آشوری نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور بڑے کاتب نے منہ پھیر لیا۔

خداد دروازے کی طرف بھاگا مگر کسی رہزن نے اوڑھ بٹنا کے گرد اور خنجر وں سے چور سے جسم کو گود ڈالا۔ اس پر کئی رہزن حملہ آور ہوئے۔ خداد چیخ رہا تھا: ظالم یحییٰ! یہ کیا کیا تو نے۔ اپنے آدمیوں کو روک رہا ہے۔ میں تو بھی سردار ہوں گا۔

یحییٰ آشوری کی غیر حالت پر مسکراتے لگا اور اس کا منہ اپنے سامنے کر لیا۔ آشوری جہان میں رہ کر تا تو کیا کرتا ہی مجھ سے

قلم میں مجھ کو دیا گیا تھا۔

آشوری نے کہا: میں یہ کر رہا ہوں مگر یہیں دیکھ سکتا ہوں۔
یعنی نے کہا: ”مجھ سے کون کہتا ہے کہ تو یہ منظر دیکھو
اپنی آنکھیں بند رکھو۔“

تو یہ چیخ رہا تھا اور دم کی درخواست کر رہا تھا۔
یعنی نے حکم دیا: اس کا سر کاٹ کے اس کے ساتھیوں
کے سامنے ڈال دو اور ان سے کہہ دو کہ یہ ہے تمہارا سردار۔ تم
سرکشی کی یہی سزا دیتے ہیں۔“

کچھ دیر بعد عدا کا سر اس کے جسم سے الگ کر دیا گیا۔
یعنی نے خود ہاتھ پر دھک دی۔ دوسری طرف سے
دو دھک تے دو دن کھول دیا۔ دونوں منہ کی چیخ پکار مٹی
تھیں دو بے مدد سہمی ہوئی تھیں۔ دھک نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟
یعنی نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ سر پریدہ لاش کے سامنے
سے ہٹ جائیں۔

دو دھک نے دو سے دیکھا ایک ایسی لاش اس کے
سائے پڑی تھی جس کے کانڈھے پر سر نہیں تھا۔
دو دھک کی چیخ نکل گئی۔ تہمینہ بھی یہ منظر نہیں دیکھ سکی۔
یعنی نے عدا کا سر ایک بڑے رومال میں باندھ لیا اور
آشوری کو اپنے آٹھ دس ساتھیوں سے کہا: تم سب میرے
ساتھ آؤ۔“

یعنی ان سب کو مزدوروں کے پاس دیوار کے نیچے
لے گیا اور کہا: تم سب کو تمہارے سردار نے بلایا ہے۔“
رومال میں بندھا سر خون پٹکار رہا تھا ایک مزدور کی
اس پر نظر پڑ گئی اور پوچھا: ”یعنی سردار! اس رومال میں کیا ہے؟“
یعنی نے جواب دیا: ”تمہارے سردار کا سر! اس کے بعد
رومال کھول کے سر مزدوروں کی طرف اچھال دیا گیا۔ اس کو اپنے
گھسے لٹکے پر استراحت سے رکھ دو اور دیوار پر کھدو کہ کمزوروں
کو ان میں خوب نہیں دیکھنا پائیں۔“

مزدوروں کی تھر تھری تھوٹ گئی۔ یہی نے سختی سے حکم
دیا: ”اپنی گھاریں ہمارے حوالے کر دو۔“

پھر ایسا لگا جیسے گھاریں پھٹنے کا مقابلہ ہو رہا ہے۔
یعنی نے گھاریں اپنے قبضے میں کیں اور کہا: تم ہمارے
دعا دے ہو اور اپنی مدد سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا۔
یعنی انھیں عدا کے بے سر کے لاشے پر لے گیا اور کہا:
”یہ عالم تھا! ایسا عالم تو خود پر ظلم کر گیا۔“

بڑے میاں سے سسے۔ ہاں ست قدم ہونے کی کوشش
کر رہے تھے۔ یہی نے ان کو روک لیا پوچھا: ”آپ کہاں چلے؟“

بڑے میاں نے جواب دیا: ”میری طبیعت ٹھیک نہیں
ہے اب میں آرام کروں گا۔“

یعنی نے درشت لہجے میں زچہ پڑا: ”تو اپنی مرضی سے نہیں
جاسکتا اور اگر جاسے گا تو منہ کی طرح عبرت کا منہ بن جائے گا۔“

بڑے میاں سمجھ کر گونے میں کھڑے ہو گیا۔
یعنی نے آشوری سے کہا: ”تو یہی ہے سب بڑا شت
نہیں کرے گا اس لیے تو کہیں چلا جا اور آرام کرے۔“

مزدوروں کو ہٹا کر کے ان کے گھروں میں بھیج دیا گیا
اور بڑے میاں کو حکم دیا گیا: ”تو ان دونوں کے پاس ٹھہر دینا
وقت تک رہ جب تک کہ میں کوئی دوسرا حکم نہ دوں۔“
مہنروں کو حکم دیا گیا: ”تم بھی اپنے اپنے محلکازوں پر نہیں
جاؤ اور میرے دوسرے حکم کا انتظار کرو۔“

وہ خود آشوری کو اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔ آشوری نے
آج تو کچھ دیکھا تھا اس سے قزاقوں کے مزاج اور طبیعت
کی عدم اعتمادی بالکل واضح ہو گئی تھی۔ یہی دن میں زیادہ
مستقل اور سمجھدار نظر آتا تھا وہ بھی بلا کا ناقابل اعتبار تھا۔ اس
نے سوچا، یہ شخص کسی بھی وقت مجھ کو بھی ٹھکانے کا ملے۔

اب بڑے میاں تہمینہ اور دو دھک سے تہمینہ
ہوئے بھی ذرا احتیاط ہو گئے تھے۔ دونوں بڑیاں بھی اپنے محل
سے خوفزدہ تھیں۔

دو دھک نے بوڑھے کاتب سے پوچھا: ”اب سید بڑ
لوگ یہاں سے نکل جائیں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ نہیں جائیں گے۔“
وہاں میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔“

بوڑھے کاتب نے دو دھک کو یہ سنا تو
تو یہ پاپتی سے کہیں بھی قتل کر دیا جاؤں؟“

دو دھک نے کہا: ”یہاں ہماری باتیں تیسہ کوئی ہم
تو نہیں سن رہا۔“

بوڑھے کاتب نے جواب دیا: ”دیواریں گوشہ میں ہیں،
جو اسن رہی ہے، پھر سکوت ماحول تو سن رہا ہے یہ سب کچھ
کسی پر بھی بھروسہ نہیں کر سکتا۔“

باہر چند نوجوانوں نے مشتہ لگانے شروع کر دی۔
اتنی زور سے گاسپ تھے کہ ان کی آواز وہ ان کا ایک ایک
لفظ اندر پہنچ رہا تھا۔

بوڑھا کاتب خستے میں باہر گیا اور ان سے پوچھا: ”جوڑا
کیا تم مزید زندگی نہیں چاہتے؟“

نوجوان کاتے کاتے رگ گئے۔ ایک نے تہمینہ سے

کہا: واللہ کیل کر دیا میں نے تو یہ سنا تھا کہ بوڑھے جنت میں نہیں جائیں گے پھر یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟

دوسرے نوجوان نے جواب دیا: یہ آغ بنی تو جنت میں داخل ہوا ہے۔ میں چار دن جنت میں رہ گیا تو خود بخود جنت ہو جائے گا۔

بوڑھے کا تب کو غصہ آگیا، اس نے تینوں نوجوانوں کی پٹائی کر دی: "وہ میں دین سے کتنا ہی دور بھی نیکی میں یہ مذاق! یہ امانت نہیں برداشت کر سکتا یہ مذاق! امانت ہی نہیں ہے بلکہ ایک قسم کی بدترین گستاخی ہے!"

نوجوانوں نے بڑے میاں کو بے بس کر دیا لیکن اسی وقت بھی آگ ادا اس نے تینوں نوجوانوں کو گرفتار کر لیا۔ انہیں بھی قیدی رہنروں کے پاس پہنچا دیا گیا۔

آشوری کو اس بات پر حیرت تھی کہ پندرہ بیس قترق اس کے ہاں خار بنھ ہوئے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا اور خود سے سوچ کر رہا تھا کہ آخر ایسا کیوں ہے؟

یہی نے بوڑھے کا تب سے پوچھا: ان نوجوانوں سے تیرا جھگڑا کیوں ہوا؟

بڑے میاں نے جواب دیا: "انہوں نے ایک بد رشت کی بے حرمتی کی تھی میری دینی حیثیت اسے نہیں برداشت کر سکتی۔" یہی نے تفصیل سنی تو بہت خوش ہوا اور بوڑھے کا تب کی بڑی تعریف کی۔

قتراقوں والے حقے میں بڑی بڑی مٹی۔ وہ قدیر اور یک چشم داماد ریش کے لیے پریشان ہو رہے تھے اور اب ان کا ایک وہ ساتھی بھی غائب ہو چکا تھا جو قتراقوں کے لیے بستی والوں کو ہمنوا بنانے گیا تھا۔ وہ بھی سردار سے ان تینوں کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ ان کے پندرہ بیس ساتھی بھی کے جوں شمار بن گئے تھے۔ ان سب نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ یہی کسی طرح قابو میں لا کر مار دیا جائے۔ وہ یہی کے وعدے و وعید پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ یہی کو جہان جلد یہ پھانچا جیسا جائے کہ سردار آ رہا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کی اس تدبیر سے یہی کے جوصلے بہت ہو جائیں گے۔

یہی نے ہنرمندوں کی بستی میں داخلے کے راستے بند کر دیے تھے۔

آشوری جوں بھی کے ساتھ ساتھ چل پھر رہا تھا۔ یہی اس کو ایک طے کے لیے بھی تنگ کرنے کو تیار نہ تھا۔ اس بات کا اندازہ خود آشوری نے بھی لگایا تھا۔ اب یہی کی توجہ دونوں

لڑکیوں کی طرف سے تھوڑی سی مٹی تھی۔ اس پر اسرار چلا کہ تیار مٹا داتا وہاں اختیار قتراق کے بارے میں آشوری نے جرح کی تھی سوچا تھا وہ غلطی ارتقا تھا۔ اس نے سوچا کہ اب یہاں سے ڈار ہونا ہی بہتر ہے۔ یہی جوں سے خراب ہونا ہے۔ آشوری نے یہ بھی سوچا کہ یہ قتراق کسی ناخوشگوار بات پر اسے قتل بھی کر سکتے ہیں۔ یہی نے سردی کو فکر مند جوڑ دیکھا تو پوچھا: "تو اس کیوں ہے؟" آشوری نے چھپانے کی کوشش کی مگر نہیں چھپا سکا جواب دیا: "میں سچی ہوں اور خونریزی دیکھ کر خود بخود ہوتا ہوں۔"

یہی نے معذرت کی، "فسوس کہ میں نے اس سرکش مزدور کے ساتھ جرح کی کیا بدرجہہ بھوری کیا، اگر میں ایسا نہ کرتا تو میری سرداری خطرے میں نہ پڑ جاتی۔"

آشوری جوں نے سکوت اختیار کیا اور یہی نے بھی زیادہ

بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ یہی نے اپنی تیاریاں مکمل کر لیں۔ وہ اپنے ساتھ صرف ان لوگوں کو لے جانا چاہتا تھا جو اس کے لیے کام آتا اور مددگار ہوں۔ مزدور قسم کے لوگ جو باہر نکل کے برابری کے دعوے دار نہ ہوں۔

روشنگ اور تھینے کو وہ اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا اور اپنے ساتھ ہی رکھنا چاہتا تھا۔ بوڑھے کا تب پر اسے رحم آتا تھا اور اس کو وہ اپنے لیے خطرناک بھی نہیں سمجھتا تھا اس لیے اس کو بھی ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ وہ آشوری کو ہر حال میں اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ آشوری کو اپنا وسیلہ بنانا چاہتا تھا۔

روشنگ کو قدیر اور داماد ریش ایک چشم کا بھی کئی بار خیال آیا۔ وہ ہانسا چاہتی تھی کہ ان دونوں کا حشر کیا ہوا؟

پوری بستی میں ایک پر اسرار خاموشی غاری تھی اور اتنی پر اسرار خاموشی میں یہی کی خاموشی خطرناک تھی۔ یہی کے مامی قتراق بھی خاموشی سے جو کام انجام دے رہے تھے اس کا بھی کسی کو کوئی غم نہیں تھا۔ چند کراہت مندوں پر بھا دیا گیا تھا جو قتراقوں اور بستی والوں کے درمیان حامل تھیں۔ انہیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ کوئی غیر معمولی بات محسوس کریں تو یہی کو اس سے خبردار کر دیں۔

قتراقوں میں میں چل رہی تھی کہ یہی نے ان سے ملنا نہ جانا ہی بند کر دیا تھا۔ انہیں کچھ پتا نہ تھا کہ یہی کیا کر رہا ہے۔

یہی کے ایک پہرے والے نے یہی کو خبر دی کہ دوسری طرف سے پتھری دیوار کو توڑ مارنے کی کوشش کی جا رہی ہے کیونکہ کہ اس کی پتھر دیوار سے ٹکرانے کی کوشش کی جا رہی ہے جس پر خبر بھی دی گئی کہ کوئی دیوار میں ایک سوراخ ہو چکا ہے۔

کہیں سے جہانگ کہ دوسری طرف دیکھا جاسکتا ہے۔
اور پھر یہ اطلاع دی گئی کہ دوسری طرف کے قزاق اپنے
سرورائے یعنی سے ملنا چاہتے ہیں۔ ان کے پاس زمینی سردار کا کوئی
خاص پیغام آیا ہے۔

یعنی نے کسی چیز کسی اطلاع یا پیغام کا کوئی جواب نہیں دیا۔
وہ جس غامض اور اہم کام میں مشغول تھا اسے انجام دیتا رہا۔

دوسری طرف سے دباؤ بڑھتا رہا اور یہی کہے جو کیدار کو
یہ دھمکی دی گئی کہ وہ دوسرے قزاقوں کو یہی کی طرف آنے دے
ورنہ وہ لوگ پتھر پٹی دیوار گرا کے آبائیں گے اور پھر کسی کو بھی
معاف نہیں کریں گے۔

یعنی کو یہ پیغام بھی پہنچا دیا گیا اور پھر سے دار قزاق نے
اندیشہ ظاہر کیا کہ شاید دو تین دن میں پتھر پٹی دیوار گرا دی جائے گی۔
یعنی نے جواب دیا: ”وہ جو کر رہے ہیں انہیں کرنے دو
مجھے جو کرنا تھا کر چکا اب فکر کی کوئی بات نہیں۔“

پھر سے دار نے پوچھا: ”میں ان کو جواب کیا دوں؟“
یعنی نے جواب دیا: ”یہ کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں غلط کر
رہے ہیں اور سردار کے کہنے پر ان سے اس کا حساب لیا جائے گا؛
اس کے بعد یہی نے آشوری اور بوڑھے کاتب کے ساتھ
چند حامی قزاقوں کو لیا اور کسی قید خانے سے قدیر، درازدیش
ایک چشم اور خیر قزاق کو نکال کر اسی جگہ لے گیا جہاں سرکش مزدور
ملا کر قتل کیا گیا تھا۔“

ہامی قزاق اس طرح کردوں میں چھپا دیے گئے۔ قدیر
درازدیش ایک چشم اور خیر قزاق ریگشی ڈوریلوں سے باندھ دیے
گئے تھے۔ ان کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور لوگوں
کی ڈوریاں اتنی مختصر تھیں کہ ان سے چلا تو جاسکتا تھا مگر جہاں نہیں
جاسکتا تھا۔

اسی جتنے میں روشنگ اور تہمت کو بھی بلایا گیا نہ پیشی ڈوروں
سے بندھے ہوئے قیدیوں کے پیچھے گاؤ تیکے رکھ دیے گئے
اور یہی نے انہیں شکر اتے ہوئے اجازت دی: ”تم لوگ بے تکلفی
سے ٹیک لگا کے بیٹھ جاؤ کیونکہ میں ایک تراجم انسان ہوں اور
تراجم میری سرشت میں ہے۔“

قدیر نے دانت پیسے: ”یعنی سردار میں نے تیرا ہمیشہ ساتھ
دیا اور تو نے اس کا یہ بدلہ دیا؟“

یعنی نے روشنگ کی طرف دیکھا: ”روشنگ! اس وفادار
شخص نے میری قدم کو جو دگی میں مجھ سے چھپ کر جمع سے کیا
میں کی تھیں؟ ذرا بتانا تو!“

روشنگ ایک لفظ بھی نہ ادا کر سکی۔

یعنی نے قدیر سے کہا: ”روشنگ تو لڑکی ہے، شرم و حیا
سے کچھ بتائے گی نہیں تو خود ہی بتا دے کہ تو نے روشنگ سے
کیا منصوبہ بنایا تھا؟“

قدیر نے جواب دیا: ”اس پر شاہی سیراق سے جتنا تیرا
یہ ٹوٹ کا مال ہے؟“

یعنی نے طنز یہ کہا: ”اچھا تو جلی ہوئی رشتی میں بل بدستور
موجود ہیں تو اپنے حق کی بات کر رہا ہے؟“

قدیر نے کہا: ”میں بندھا ہوا ہوں مجھ کو آزاد کر دے پھر یہ دیکھ
لیں گے کہ کون کتنا بہادر ہے؟“

یعنی نے کہا: ”کیا میں شکل و صورت سے یہ دعویٰ نظر آتا
ہوں؟ میں مجھ کو آزاد کیوں کر دوں؟“

اس کے بعد یہی درازدیش ایک چشم سے مخاطب ہو گیا۔
”اور تو نے کیا سوچ کر روشنگ کو در نظر لیا تھا؟“

ایک چشم درازدیش نے جواب دیا: ”یعنی سردار! میں بھی
یہی سمجھتا تھا کہ اس لڑکی پر شاہی سیرا بھی حق ہے جتنا آپ کا۔“

یعنی نے پوچھا: ”ادب تیرا کیا خیال ہے؟“

ایک چشم درازدیش نے جواب دیا: ”اب سیرا یہ خیال ہے
کہ سردار اور اس کے ماتحتوں کے حقوق مساوی نہیں ہوتے؛“

اس جواب نے قدیر کو بے چین کر دیا وہ اچھل پڑا: ”یہ تو
کیسی بزدلی کی بات کر رہا ہے؟“

درازدیش ایک چشم نے جواب دیا: ”میں اپنی غلطی کا اقرار
کر رہا ہوں۔“

یعنی نے خیر قزاق سے پوچھا: ”اد تو کیا کہتا ہے؟“
اس نے جواب دیا: ”میں بے گناہ ہوں۔ مجھے معاف
کیا جائے؟“

یعنی نے تینوں سے پوچھا: ”تم تینوں کیا چاہتے ہو یہ بھی
بتا دو؟“

قدیر نے کہا: ”میں نے روشنگ سے کیا کہا اور کیا چاہا یہ تو
پوچھ لیا، اب روشنگ سے بھی پوچھ لو کہ اس نے کیا کہا اور کیا
چاہا تھا؟“

درازدیش ایک چشم نے بھی قدیر کی تائید کی: ”ہاں اس سے
یہ سزا پوچھا جائے کہ اس نے ہم سے کیا وعدہ کیا تھا؟“

روشنگ بہت زیادہ گھبرا گئی: ”یہ الزام ہے مجھ پر؟“
یعنی نے جواب دیا: ”روشنگ! سنو جو کچھ کہا تم دونوں
سے خوفزدہ ہو کر کہا اس لیے یہ قابل معافی ہے۔“

اس کے بعد اس نے روشنگ اور تہمت سے کہا: ”یہ اس
ہجران کے عزرائیل پہلی اور آخری نرم طرب ہے۔ میں چاہتا

ہوں کرتی اللہ سرور اور زیر دست ہر فرقہ شادیاں ملے۔
 تہینہ نے پوچھا کیا رقص و موسیقی سے انھیں بھی۔۔۔
 یہی نے جواب دیا: ہاں انھیں بھی لطف اندوز ہونے
 کا موقع فراہم کیا جائے۔
 اس نے دونوں کو حکم دیا: (باریک کپڑے) کا لباس
 زیب تن کیا جائے اور اس طرح رقص کا مظاہرہ کیا جائے جس طرح
 سادی حقوق کے دعوے اور غلو کے سامنے کیا گیا تھا۔
 تہینہ اور دشنک کسی معمول کی طرح لباس تبدیل کرنے
 پہلی گئیں۔

دونوں ایک چشم نے درخواست کی: میرے دونوں ہاتھ
 پشت سے کھول کر آگے باندھ دیے جائیں تو شاید رقص و موسیقی
 میں مزہ بھی آئے۔

یہی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: تو ہاتھوں کی رہائی
 پاتا ہے میں تجھ کو یہ حلیت سے روک کر دینا چاہتا ہوں۔
 داندیش ایک چشم کا چہرہ نق ہو گیا: یہی سرور میں نے
 تو اپنی عملی کا اعتراف بھی کر لیا ہے۔

یہی نے جواب دیا: میری نظر میں تو زیادہ خطرناک ہے۔
 قدرت زیادہ خطرناک۔ اس نے اس میں بھی سرکشی کی بات
 کر کے اپنے تئیں ہوا میں کے یکساں ہونے کا ثبوت دیا ہے جبکہ
 تو نے خوشامد باتیں کر کے اپنے اصل احساسات اور جذبات
 کو چھپایا ہے۔ تو نے ہاتھوں کو پیچھے سے کھٹوا کے آگے
 بند ہونے کی درخواست کی تھی جس کا میں نے یہ مطلب لیا کہ تو
 ہاتھوں کے کھٹے ہی مزاحمت شروع کر دیتا۔

تہینہ نے خوش ہو کر داندیش ساتھی کا مذاق اڑایا: تو نے
 یہی سرور کی زیر کی دیکھ لی؟

یکسہ چشم داندیش نے جواب دیا: یہاں اس سے مجھ پر
 میں یہی سرور کی سرور کی کا دل سے قانع ہوں۔
 بوڑھے کا تہینہ آشوری کے کان میں کہا: میرا خیال
 ہے ہم دونوں مل جائیں یہاں سے۔

آشوری نے جواب دیا: نہیں، یہاں دلچسپی کے خلاف
 ہے یہی سرور اس سے ناراض ہو جائے گا۔
 یہی سرور نے پوچھا: یہ تم دونوں میں کس قسم کی سرگوشی
 بردہا ہے؟

بوڑھے کا تب نے جواب دیا: میں تھک گیا ہوں آرام
 کرنا چاہتا ہوں۔
 یہی نے کہا: تو آرام کرنے میں لیٹ جا۔
 اس کے بعد اس نے آشوری سے کہا: میں جاتا ہوں کہ

تو بہت زیادہ رحم دل ہے کہ تو چاہتا ہے تو یہاں سے چلا جا۔
 تہینہ آشوری سے کہا: میں حیران ہوں کہ تم دونوں میں
 کیا قدر مشترک ہے جس نے ایک دوسرے کو دست بٹا
 رکھا ہے؟

یہی کو غصہ آ گیا: تو اپنی زبان بند رکھا اور اپنی زبان سے
 آشوری کا نام سنتا ہے۔
 لیکن قدر باز نہیں کیا اور آشوری کو مشورہ دیا: موجب تجھ
 سے کام نکل جائے گا تو تیرے ساتھ بھی ہم سے مختلف سلوک
 نہیں ہو گا۔

یہی نے آشوری جوان کو بازو سے پکڑ کے اٹھالیا: تو
 دوسرے حصے میں چلا جا اور وہاں کچھ دیر تو بھی آرام کر لے۔
 آشوری کے ساتھ بڑھکا کا تب بھی کھڑا ہو گیا: اس جوان
 کے ساتھ مجھے بھی آرام کرنے کی اجازت مل جائے۔
 یہی نے کہا: چل تو بھی آرام کر لے، حالانکہ تو دوسروں
 سے زیادہ جوان ہے۔

بوڑھے کا تب نے جواب دیا: میں جوان نہیں ہوں پہلے
 مجھے غلط فہمی تھی لیکن اب یہ غلط فہمی دور ہو گئی ہے۔
 یہی ہنسنے لگا: اچھا تو بھی آرام کر لے، شکر ہے کہ تم نے
 خود کو بوڑھا تسلیم کر لیا۔

یہی آشوری اور کا تب کو تہینہ والے حصے میں لے گیا اور
 کہا: فی الحال تم دونوں آرام کرو لیکن جب میں جواؤں کا تو
 ضرور جانا۔

آشوری نے کہا: میں سو جاؤں گا اس لیے عاتری سے
 استنشا چاہتا ہوں۔

یہی نے دیکھا دشنک اور تہینہ ملے کا باریک لباس
 زیب تن کر کے خود اپنے موٹی گئیں۔

یہی نے دونوں کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور شرعاً بچے
 میں کہا: اب وہ دونوں باسانی مریض بن گئے۔

تہینہ نے آہستہ سے اس کی سفارش کی: یہی سرور اکیلا
 انھیں معاف نہیں کیا جاسکتا؟

یہی کی تیوریوں پر نکل پڑ گئے: اس طرح سوچنا تیرا کام
 نہیں ہے۔

تہینہ نے سہم کر جواب دیا: ٹھیک ہے میں معافی
 چاہتی ہوں۔

یہی نے دشنک کی طرف دیکھا جو نظریں چڑا رہی تھی۔
 یہی نے تہینہ سے پوچھا: اب ایک بات تو بھی بتا دے، تہینہ
 کی ہلن بٹن کی سفارش تو نے اپنی طرف سے کی تھی یا دشنک

کی جھڑپ پر؟

دردِ مشک نے گھبرا کر جواب دیا: یہ میری خواہش یا استدلال نہیں ہے۔

بہشتی نے دونوں کو تیسہ سہ کی دھمکیوں میں خود کوں کے مشورے اور اشارات میں ہوں وہ کبھی خوش اسلوبی سے انجام نہیں پاتے۔

بہشتی ان دونوں کے ساتھ قیدیوں میں داخل ہو گیا اور ان دونوں حضرات کے درمیان جو دروازہ مائل تھا اسے کھینچ رہا۔

گھم کے لباس نے قیدیوں میں بھولان پیدا کر دیا۔ وہ بے بس ہونے کے باوجود دونوں کے حق و جلی و کشی میں کھونٹے۔ یہی نے دونوں کو حکم دیا: یہ برابر کے حقدار لوگ ہیں اس لیے سب مل کے اجتماعی کشت ماحصل کریں گے۔ تم دونوں! ہمارے گاؤں چند روزہ زندہ گی کے بعد چند لمحوں کو رہیں اور پرکھت بنا دو۔

اس بار دردِ مشک نے قصہ در تہمین نے گانا شروع کیا۔ تہمین نے گانے میں لہجہ، سوز، تھکا، مڑکیاں تھیں اور گانے میں نور تھا۔ انسانوں کو، جو، یہ کیسی مخلوق ہے، دنیا بھر کی مخلوق کا استخراج۔

ان میں شیر کی شجاعت، لومڑی کی ہلاکی، شتر کا کینہ، بھڑیے کی زندگی، گدھے کی طاقت۔

غریب کو دنیا بھر میں جہیز ہے ہمارے انسان میں بیج کی یا گلی ہے۔ یہ کائنات کی حیرت انگیز تہمتیں ہیں، اللہ کا شاہکار۔ یہ فیاضیت تھی ہے، غنیمت ہے، غنیمت ہے، یہ ہم دل سے یہ تھا ہے۔

دائے بیج بڑوں کی یہ مدد جو کینہ اور ذلیل بھی ہے۔ میں نے شاید دل کو نہیں دیکھا کہ وہ اپنی فوج تیار کر کے اپنی ہی نسل کو تباہ کر رہے ہوں۔

میں نے بیوں، بندوں اور دوسرے کو بیوں کو آپس میں برسرِ پیکار نہیں دیکھا۔

لیکن یہ انسان ہی ہے جو یہ کام کرتا ہے۔ یہ اپنے دشمن کو جواب دیتا ہے۔

قتل، یہ قتل ہے۔ یہ چوریاں کرتا ہے اور چوری پکڑنے والے کو ہلاک کر دیتا ہے۔

یہ ایک ڈنڈے کا نڈے لڑتا ہے اور بستیوں پر حملہ آور ہو کر لوگوں کو قتل اور ان کے

مال و زر پر قبضہ کر لیتا ہے۔ ایک تہذیب دوسرے تہذیب کو

قتل کر دیتا ہے۔

ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کو مار دیتا ہے۔ دوسروں میں آپس میں قحطی ہیں۔

اور قتل و غارتگری کا بازار گرم کر دیتی ہیں۔ سماجی نسل کشی صرف انسان کرتا ہے۔

رقیب و رقیب کو مار دیتا ہے۔ جیسی مجبور خود نہیں مارتا، ناشکی کو خود کشی پر مجبور کر دیتا ہے۔

لہذا ایسے بات کو نہ ماننا چاہیے جو کہ اس لیے سمجھیں کہ یہ تو باتنا تھا یہ دنیا میں قتل و قتل بھیجائے گا۔ تو خدا بارگاہ ایزدی بکھلا۔

اور انسان اشرف المخلوقات۔ ایسا کیوں ہوا؟ کہ وہ بچ جو دنیا میں۔

خواب ہے، پہلی بار آدم کے سامنے ایس کے پرچہ بستر پر خود ہوا تھا۔

یعنی بلا حق ہو گیا اس نے کہا کہ گناہ کیا جائے۔ حکم کی تعمیل میں گمانا بھی بند ہوا اور قتل بھی۔

یعنی نے پوچھا: یہ بے پردہ کلام کس کا ہے؟ تہمین نے جواب دیا: میں وثوق سے کہہ نہیں کہہ سکتی لیکن شاید ناہنا شاعر ابو العلاء معری کا ہے۔

یعنی نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا: وہی ابو العلاء جو میں کے قبیلے تور سے تعلق رکھتا تھا اور شام کے بچے مصرۃ انسان میں پیدا ہوا تھا؟

تہمین نے جواب دیا: ہاں شاید وہی؟ یعنی نے پوچھا: مجھ کو یہ شاعر پسند ہے؟

تہمین نے جواب دیا: ایک مجھ کو گناہ نے مجھ کے مذاق اور بھلا لوگ اس کو پسند کرتے ہیں۔

یعنی نے کہا: یہ اپنے کلام سے غامض گستاخ سوم ہوتا ہے۔ تہمین نے حوصلے سے کام لیا: سچ بولنے والے گستاخ ہی کہلاتے ہیں۔

یعنی کو تہمین پر حیرت تھی کہ یہ اس کو ہر کی گلیا ہے۔ اس نے پوچھا: لڑکی یا بچہ کو ہر کیا گیا ہے۔ سچ بولنے والے گستاخ کہتے ہیں، یہ تو کس طرح ثابت کرے گی؟

تہمین نے جواب دیا: جب ایسے شاعر کو سمجھو کہنے کے مسئلے میں یہ سچ اگلا تھا کہ اس کا دم اس لیے سجدہ نہیں کر دیا کہ یہ دنیا میں قتل و قتل ہے۔

یہ سزا دی گئی کہ وہ قیامت تک کے لیے مڑو و مڑو قتل پر لایا گیا۔ یہ سزا نہیں تھی، بلکہ اس سچ کو گستاخی نہیں قرار دیا گیا؟

یہ بچی کا چہرہ سرخ ہو گیا یہ ابلیس کو جو سزا دی گئی تھی وہ اس کے بچے کی نہیں بلکہ اس نے اللہ کے حکم کی تعمیل نہیں کی تھی۔
وہ حکم نہ اٹا کی سزا تھی یہ

تہمت نے جواب دیا: میں ایک کثیر ہول اور میں نے
شعر و شامری کا علم بھی حاصل کیا ہے۔ میرا ذہن کشادہ ہوتا اور
مجھے عقل و فکر کی باتیں بہت اچھی لگتی ہیں لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں
کہ جس طرح ابوالاعلا مہدی کو اس کے زمانے نے مسترد کر دیا تھا
اسی طرح مجھے بھی ٹھکرا دیا جائے گا۔ اور آپ مجھ کو قتل بھی کر
سکتے ہیں۔“

یعنی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا: "باجوڑیوں کا تباہ
 آشوری جوان کو بڑا گریساں ہے۔ اس کی باتیں ان مددوں کو بہت
 اچھی لگیں گی۔"

وہ آدمی دونوں کو بلاتے چلا گیا۔
 یہ بچی نے قیدیوں سے پوچھ کر رات کو تھیندہ لگا کا، سدا کیا ہے،
 قیدیوں نے جواب دیا: "مجھے کو بہت اچھا لگا تھا اور ریشم کی۔
 اوریاں میرے گوشت میں پیوست ہو چکی ہیں۔"
 بچی نے گنگا کے کنارے یہ دعا پڑھا: "ایسا ہو گا کہ اس
 میں تیار ہونے والی چیزیں ذخیرہ ہو جائیں۔" اور اس کا ایک دوست میرا
 حق نام سواں اللہ تو منظور۔

تہمینہ کے جواب دیا کہ یہ بہت نہیں ہے۔ اس کا جواب دیا کہ
یہ تو نسلِ انسانی کا راز ہے۔ ان کا یہ سبب ہے کہ وہ ہم سے
سب سے زیادہ خوش ہو رہے ہیں۔

۱۔ جب تک کہ ہم اپنے دل سے اللہ کی یاد نہ کر لیں،
 اللہ کی رحمت سے محروم رہیں گے۔
 ۲۔ جب تک کہ ہم اپنے دل سے اللہ کی یاد نہ کر لیں،
 اللہ کی رحمت سے محروم رہیں گے۔
 ۳۔ جب تک کہ ہم اپنے دل سے اللہ کی یاد نہ کر لیں،
 اللہ کی رحمت سے محروم رہیں گے۔

[illegible]

مذہبوں ایک دوسرے آئندہ دیکھ رہے تھے۔
یہ بھی نے کہا: ہمیں کے قیام و خروج کا پتہ نہ ملتا ہے۔

کز او در گستاخ شاعر تھا، وہ بزرگم خود سچا اور صاف گو شاعر تھا
 لیکن یہ میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ جھوٹا تھا۔
 تمہنے کہا کہ وہ جھوٹا نہیں تھا یہ میں کہہ سکتی ہوں لوگ
 اس کی سچائی کی وجہ سے اس کی غلاف عقیدہ باتیں بھی برداشت
 کر لیتے تھے۔

یہ بکلی نے کہا: میں جو رکچہ جی ہوں اس سے قطع نظر میں شرم اور ان کی اچھی شاعری کو بے حد پسند کرتا ہوں اور میں خود میراثی ریاست اور صلاحیت محسوس کرتا ہوں کہ ابوالعلا کو جھوٹا کہا ہے تو اسے جھوٹا ثابت بھی کر دوں۔

قیدیوں کو ان باتوں میں اس لیے مزہ آ رہا تھا کہ اس سے
 ان کی زندگی کو قدر اور موقع مل رہا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ
 سنیچرے ہی یہ باتیں ختم ہوں گی انہیں قتل کر دیا جائے گا۔
 تھیمز نے منہ پھیر لیا وہ سچی کی باتوں سے بیزار نظر آ
 رہی تھی۔

یحییٰ نے س کا چہرہ زبردستی اپنے سامنے کر لیا اور کہا۔
 اے س تیرا بچاؤ اور برداشت کیا ہے اب تو میرا بچ بھی سن
 اور برداشت کر۔

اس کے بعد میں نے آشوری کو بشورِ خاص مخاطب کیا۔
 میرا بلوٹھو، میرا چچیک کی وجہ سے تین سال کی عمر میں ناہینا
 ہو گیا تھا۔ اسے لٹی ہانڈی اور قنوطیت کا شکار رہا۔ یہی بادست
 اور قنوطیت ہے۔ خانسری میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس کا ذرا لکھنی
 اس کی شناخت تھی۔ وہ اپنے بارے میں ہمیشہ یہی کہا کرتا تھا کہ
 میں رہیں انہیں ہوں لیکن وہ قید خانوں کا قیدی۔ ایک قید خانہ
 تو اس کا گھر تھا۔ دوسرا قید خانہ اس کی گورچشمی ناہینا ہے۔

برائے خواتین جو اس وقت سے دستِ حقِ لیکن آشوری بس
 نام کی حد تک، وانہذا کو جانتا تھا، وہ یہ شاعر بھی تھا اور ناچتا بھی۔
 یہی ایسی بات کرتا رہتا، براہِ علم اسے شادی نہیں کی تھی اور
 پھر دستِ حق وہ شادی کو، ساقیِ مٹلی سمجھتا تھا اسی لیے اس
 نے یہ مٹلی نہیں کی۔

قدیم کنار وہ بڑی سی جہے دفائی کا شکار ہا ہوا میری
 فرج۔ مہر شاداب سے بچہ سے کچھ وعدے کیے تھے رینہ دلیہ کی
 سے متعرف ہو گئی۔

یہی ہے کہ: تو اپنے بھائی بزرگ پر پہلے وہ من جو میں کہ

تہینہ کو بھی یہ نصیب آئے: تختہ گریہ وہ تہینہ کے پسندیدہ شاعر
کی بہ عرق کر رہا تھا۔

پیشانی پر ایک کے احساں اور عہدوں سے بے نیاز آتی بات

کرتا رہا۔ ابوالفضل یعنی اس یاس زندہ نابینا شاعر نے اپنی لوح مزار کے لیے ایک شعر کیا تھا۔ شاید یہ شعر آس کی قبر کی لوح پر کندہ بھی ہو:

یہ غلطی میرے پاس ہے کی کہ میں پیدا ہوا۔
لیکن میں نے ایسی غلطی نہیں کی؟

تہیمنہ نے کہا: یہ شاعر کا اپنا خیال تھا اس پر آپ کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

یعنی نے جواب دیا: مجھ کو اس پر کیا اعتراض ہو گا میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس نابینا اور ناکارہ انسان سے شادی کرنے کے لیے کوئی عورت تیار ہی نہ ہوئی ہوگی۔ اس کی یاسیت بھی میرے اس خیال کی تائید کرتی ہے کہ اس کو زمانے نے ٹھکرا دیا تھا کسی عورت نے بھی اسے اس وقت نہیں سمجھا ہوگا کہ اس سے شادی کرنے۔ اس پر شاعر کا یہ کہنا کہ خود اس نے یہ غلطی نہیں کی تھوڑے بالکل جھوٹ زندگی بھر سچ بولنے کا دعویٰ دار اپنے لوح مزار کے اپنے ہی شعر سے جھوٹا قرار پا گیا۔

آشوری نے کہا: "افسوس کہ میں وہ کلام نہیں سنی سکا، جو ان حالات میں بھی موضوع بحث بن گیا۔" پھر تہیمنہ سے پوچھا: کیا تجھ کو ابوالفضل کا ایسا ہی اور کلام بھی یاد ہے؟

تہیمنہ نے جواب دیا: کیوں نہیں، لیکن یہ لوگ اسے بھی نہیں برداشت کر سکیں گے؟

قدیر نے پھر یہی پرتن کیا: یہ لوگ سے تیری کیا مراد ہے۔
یعنی ایک شخص ایک انسان کا نام ہے اسے لوگ تو نہیں کہا جاتا؟
یعنی نے کہا: اس وقت میں تیری ہر بات برداشت کر لوں گا زندگی کی آخری خواہش کی طرح یہ

قدیر نے جواب دیا: تو کیا برداشت کرے گا برداشت تو میں کر رہا ہوں۔ ریشم کی زندگی میرے گوشت میں داخل ہو گئی ہے اور اس سے جیہ جگہ سے خون رسنے لگا ہے لیکن میں یہ سوچ کر اس اذیت کو برداشت کر رہا ہوں کہ یہ دکھ اس دکھ سے زیادہ نہیں جب میں قتل کر دیا جاؤں گا اور میرے جسم کا سارا خون پھڑپھڑائے گا بہہ جائے گا۔

یعنی نے تہیمنہ سے کہا: میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے تو آشوری کے ساتھ ہیں ابوالفضل کا وہ کلام سنا دے جو تو سننا چاہتی ہے اور میرے خیال میں اسے ہم سب برداشت بھی کر لیں گے؟

دوشنبہ کس کسنگری ہو گئی۔

یعنی نے اسے منع کر دیا: میں رقص نہیں ہوگا۔ میرے

پاس زیادہ وقت بھی نہیں ہے؟

دوشنبہ بیٹھی اور تہیمنہ کا سننے کے لیے تیار ہو گئی۔
اب جو کلام سناؤں گی اس کی دہرائی میں نہیں لیں گی کیونکہ یہ میرا کلام نہیں ہے تنہا شاعر ابوالفضل کا جہت ویر کر میں یہ کلام خرابائی پر مشتمل ہی ہوں؟

یعنی نے حکم دیا: سننا سننا۔ میں جو حکم دے رہا ہوں کر سننا تہیمنہ نے بہترین دھن اور آواز میں ابوالفضل کا کلام گایا اور سننا شروع کر دیا۔

"ہم جیتے ہیں اور ہنسنا صریح خواہش ہے۔

ہمیں رونا چاہیے اور پھوٹ پھوٹ کر دنا چاہیے۔

زمانے نے ہمیں شیشہ سمجھ کر ریتہ ریتہ کر ڈالا۔

اب ہم پھر کبھی شیشہ نہ بن سکیں گے۔

عقل کو رہنا بنا، اور عقل جس کی تصدیق کر دے وہی کر۔

یہیں بلکہ عقل ہی بہترین شیر ہے۔

تورات میں جو قانون درج ہیں ان میں سے کوئی قبول نہ کر

تو صاف گرتی کاٹواں ہے وہ تجھے وہاں نہیں ملے گی۔

سیسی گمراہ ہو چکے ہیں۔ یہودی سرگرداں ہیں۔

بحر سی خط راستہ پر جا رہے ہیں۔

ہم فانی انسان دو گروہوں سے مرکب ہیں۔

ایک وہ جو غمگین ہیں مگر بے دین۔

اور دوسرے وہ جو دین دار ہیں مگر بے وقوف۔"

یعنی نے تہیمنہ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا: "اب بس بھی کر،

پھر وہی گستاخی اور دل آزاری کی باتیں!"

تہیمنہ نے غصے سے اس کا ہاتھ اپنے منہ پر سے ہٹا دیا۔

میں نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ یہ ابوالفضل کا کلام ہے میرا نہیں؟

آشوری نے بھی ناخوشی کا اظہار کیا: شاعر نے تو سبھی

کو ناراض کر دیا؟

تہیمنہ نے جواب دیا: سچ اکثریت کو ناراض اور اقلیت کو

خوش کرتا ہے؟

یعنی نے اکتائے لہجے میں کہا: اب مجھے اس دربار سے

چلے جانا ہے اس لیے کام اور کام کی بات ہو جانا چاہیے؟

اس کے بعد اس نے تینوں قیدیوں سے پوچھا: میں نے

تھکا ہوا حق تمہیں دے دیا۔ ان دونوں لڑکیوں کے رقص اور طرب

سے ہم بھی یکساں اور برابر لطف اندوز ہوئے؟ اب تو تمہیں ہم سے

یشمکت نہیں ہونا چاہیے کہ میں مساوی حقہ نہیں دتا؟

قدیر نے جواب دیا: تجھ کو تو کرنا ہے کہ اس قصوں تفسید

کی کوئی مزدت نہیں؟

درازیش و چشم کوب بھی یہ امید تھی کہ اسے معاف کر دیا جائے گا۔ اس نے کہا: مجھ کو تو آزاد کر دیں میں زندگی بھر آپ کی تابعداری کروں گا۔

یہی نے جواب دیا: مجھ سے تابعداری میں وہ میرے ساتھ ہیں اور میرے ساتھ ہی باہر مائیں گے تو قیدی کا ساتھی ہے اس کا ساتھ دے، اس کا ساتھ نہ چھوڑو۔

درازیش ایک چشم رونے لگا: یہی سردار میں آپ کا ساتھی آپ کا تابعدار ہوں اس لیے مجھے اپنے ساتھی سے علیحدہ نہ ہونے دیا جائے، جواب میں اس کے تابعدار ساتھی آدم خور کتوں کی طرح کمروں سے باہر آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں خنجر تھے۔

یہی نے ان کی طرف اشارہ کیا: دیکھو یہ میرے ساتھی میرے تابعدار ہیں میں انہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا ان کے گھر آباد کر دوں گا، ان کو مال و قدر سے مالا مال کر دوں گا، انہیں شہروں میں آباد کر دوں گا، اپنے ساتھ انہیں امراء و وزراء کے درباروں میں ملازمتیں دلاؤں گا۔

آشوری نے روشنی کو دیکھ کر وہ تھینک کر وہاں سے ہٹا دیا۔ کاتب نے کہا: میں بھی جانا چاہتا ہوں۔

یہی نے آتشوری سے کہا: یہاں جو زندگی کا کھیل شروع ہونے والا ہے اسے تو بھی نہیں دیکھ سکے گا اس لیے تو بھی یہاں سے ہٹا دیا جائے۔

جب یہ لوگ وہاں سے چلے گئے تو یہی نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا: اپنا کام انجام دو اور اس کا آواز درازیش ایک چشم سے کمزور ہو کر یہ جیب تک جیسے گا بہت شرم کرے گا۔ درازیش ایک چشم شرم بھرنے لگا: مجھ کو معاف کر دے سردار یہی سردار اب قائم نہ کرے۔

لیکن یہی سردار حکم دے چکا تھا۔ اس کے عامیوں نے درازیش ایک چشم کے پہلو میں خنجر آ مار دیا۔ ایک خوفناک چیخ بلند ہوئی پھر وہ سر لورہ دوسرے پہلو پر ہوا اور پتھر پہلوں سے لٹک کر کے اوندھے منہ زمین پر گر دیا۔ وہ ترپنے سکے لگا۔

دوسرا حکم قریب نے دیا گیا اسی طرح اس پر خنجروں سے چلے گئے اچھو بھی اوندھے منہ زمین پر گر گیا۔ آخری منہ لپٹنے والا قزاق مخبر تھا۔ اسے بھی ہلاک کر دیا گیا۔

اس کے قریب ابھڑا کمریوں کے ساتھ روشنی اور تھینک کے پاس پہنچا اور کہہ اہا تم یہاں سے چلنے کے لیے تیار کی گئے۔

ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔

آشوری اور بوڑھا کاتب دونوں ہی تیار تھے۔ وہ یہاں سے نکل بیٹھا گئے کے لیے بے فکر تھے۔

ایک جگہ انہیں بتایا گیا کہ دوسری طرف سے قزاق بھی دروازہ توڑ کے اس طرف آئے ہیں، چلے گئے ہیں، یہی جواب و قریب نہیں ہے۔

بستی والوں کو کچھ بتا نہ تھا کہ یہی سردار وہاں سے قزاق ہوا ہے۔ اس نے آشوری کو جو غار دکھایا تھا وہاں باری باری وہ پہنچ گئے، بستی والے یہی سردار کی اس نقل و حرکت کو اس کے روزمرہ معمولات کا حصہ سمجھتے رہے۔ دونوں لڑکیوں کو دوسروں کی نظروں سے بچانے کے نہایت احتیاط سے مذکورہ غار میں پہنچا دیا گیا۔

اس غار میں داخل ہوتے ہی اسے دوسروں کے لیے بند کر دیا گیا۔ اس غار کے بارے میں یہی کے سوا دوسرے نہیں جانتے تھے اور چونکہ یہاں دوسرے کئی غار اور تھے اس لیے ان کا بچھا کرنے والے یہ نہیں سمجھ سکے تھے کہ یہی سردار اور اس کے ساتھی کس غار سے قزاق ہوئے ہیں۔

یہاں اس نے کاتی پوٹلیاں اور گھڑیاں رکھی دیکھیں۔ آشوری نے یہی سے پوچھا: "ان میں کیا ہے؟"

یہی نے اس کے کان میں کہا: خزانہ، سونا چاندی، ہیرے جواہرات، آخریہاں سے نکل کر گزر بسر کے لیے کچھ تو چاہیے۔

یہاں اندھیرے کو دور کرنے کے لیے مومی شمعیں جلائی گئیں۔ ان کی روشنی میں یہی سردار نے اپنے ساتھیوں کو لگے جانے کا حکم دیا۔ ان کے سر پر پوٹلیاں رکھی تھیں۔

روشنی اور تھینک کو نیم تاریکی اور غار کے اوپے نیچے لپٹ کر یہ سفر کر کے شہر پر ہوا تھا۔

بوڑھا کاتب بھی بڑا کھڑا ہوا تھا۔ اس کو بستی چھوڑنے کا اندیشہ تھا۔ بستی میں کئی آدمیوں سے اس کی بڑی دوستی تھی۔

آشوری یہی کے ظلم و جبر سے ناخوش تھا۔ اسے یہی برا لگنے لگا تھا۔ وہ بکا قزاق تھا۔ بے رحم، مکار اور ناقابل اعتبار۔

کئی گھنٹے چلتے رہنے کے بعد یہی ایک کھلی جگہ پر رُک گیا۔ انہوں نے یہاں سکون کی سانس لی اور ان سب سے اپنے سر پر کھلا آسمان دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔

قزاقوں نے اپنے سروں سے پوٹلیاں اور گھڑیاں اتار کر پتھروں پر رکھ دیں اور جس کو چاہی جگہ لی وہیں دراز ہو گیا۔

یہی۔ آشوری کو ایک طرف سے جانے کے لیے ملنے لگا۔ لیکن روشنی اور تھینک بھی یہیں ایک چٹان کے سائے میں

بیٹھی تھیں، اور آشوری کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ بوٹیاں اور گھڑیاں بھی یہیں سیلتے سے رکھی تھیں اور یہ جگہ یعنی کے ساتھ ہوں سے الگ تھا۔

یعنی کو آشوری کی انفرادی کا احساس تھا۔ اس نے آشوری سے اس انفرادی کی وجہ بھی پوچھی۔

آشوری نے جواب دیا: ”یہ بھی سردار میں جس ماحول اور معاشرے کا انسان ہوں وہ سچ بھی بولا جاتا ہے۔“

یعنی نے حیرت سے کہا: ”میں نے یہ کب کہا کہ وہاں تھوڑا بولا جاتا ہے؟“

آشوری نے پوچھا: ”کیا آپ نے بستی والوں سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ انھیں بھی اپنے ساتھ لے چلیں گے؟“

یعنی نے جواب دیا: ”ہاں میں نے ان سے یہ وعدہ کیا تھا، پھر؟“

آشوری نے کہا: ”پھر یہ کہ آپ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا؟“

یعنی نے کہا: ”اول تو حبیب میں نے ان سے یہ وعدہ کیا تھا اس وقت میرے دل میں یہ تھا کہ وعدہ پورا نہیں کرنا، ان کو دلاسا دیا تھا کہ وہ خاموش رہیں اپنا کام نکل گیا بات ختم ہوگئی۔“

آشوری نے فاسوس کیا: ”آپ نے انھیں دھوکا دیا، آپ کو ایسا نہیں کرنا تھا۔“

یعنی ہنسنے لگا: ”آشوری جوان! تو ایک بھولا بھالا انسان بنے تو اپنے کام سے کام رکھ۔ اس فحش باتوں میں وقت ضائع نہ کر۔“

آشوری نے جواب دیا: ”یعنی سرور! آپ چاہیں تو مجھے قتل کر دیں مگر میرے دل پر جو لہجہ ہے اسے بات کہنے اتاروں گا ضرور۔“

یعنی نے اجازت دے دی: ”بات کر۔ میں تجھ کو منع نہیں کر رہا۔“

آشوری نے کہا: ”آپ سے اپنے ساتھیوں کو بڑے بے ہمدردی سے قتل کر دیا۔“

یعنی نے جواب دیا: ”میری یہ باتیں تیری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ وہ مجھ سے بدھن ہو گئے تھے اور میں انھیں بالکل ناقابل اعتبار سمجھنے لگا تھا۔ ایسی صورت میں دوستی یا تعلقی برقرار رکھنے کا یہ مطلب ہوتا کہ میں ان میں سے کسی ایک یا کئی کے ہتھوڑا لہا تا۔ وہ مجھے صاف نہیں کرتے۔ وہی کام میں نے کر دیا۔ دوستی میں جب اس حد تک بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو یہ دیکھ کر دوستی یا تعلقی برقرار رکھنے کا کوئی ٹوٹا ذریعہ نہ رہتا تھا۔ اگر بات تو اسے کا ایک لاؤنڈا اگر نہیں ہے تو دوست کو ہلک کر دے اس میں

بیچ کا کوئی راستہ نہیں۔“

آشوری نے کہا: ”میں دیکھ رہا ہوں کہ میں لوگوں سے کب کا کام نکل جاتا ہے آپ ان کو بھول جاتے ہیں یا نظر انداز کرتے ہیں؟“

یعنی نے جواب دیا: ”یہ بالکل ذاتی باتیں ہیں۔ اور میں چاہوں تو ان کے جواب نہ دوں لیکن مجھ کو جس سے تعلقی برقرار رکھنا ہے اس لیے تیرے ماحول کے جواب دوں گا ضرور۔“

آشوری اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔

یعنی نے کہا: ”مختار وابستگی محدود ہوتا چاہیے۔ میں اپنے پیچھے وابستگان کی فوج نہیں رکھتا چاہتا، کام لو اور بھول جاؤ اور اگر بھولو نہیں تو رشتہ نہ لگاؤ، یہ میری فطرت، میری سوچ اور میرا رویہ ہے۔“

آشوری نے ان قزاقوں کی طرف اشارہ کیا جو یعنی کے خدمت گار ہیں۔ ہونے تھے یہ کب تک آپ کے ساتھ ہیں؟“

یعنی نے جواب دیا: ”جب تک تم دونوں ایک دوسرے کے لیے کارآمد و مفید ہیں۔ اس کے بعد الگ ہو جائیں گے۔“

آشوری نے کہا: ”ذرا کھل کر بات کریں۔“

یعنی نے جواب دیا: ”میری طرح میرے ساتھی بھی حیران ہیں اور ان کا بھی وہی مزاج ہے۔“

آشوری نے کہا: ”یہ تو میں بھی جانتا ہوں اور اسی لیے پوچھ رہا ہوں کہ آپ کب تک آپس میں وابستہ اور متعلق رہیں گے؟“

یعنی نے جواب دیا: ”بھولے بھالے جوان! میں نے انھیں ان کی خدمات کا معمول مولا منہ دیا ہے اور مزید کا وعدہ کیا ہے تب کہیں وہ لوگ میرا کام کر رہے ہیں۔“

خنگ ہواؤں نے نشہ طاری کر دیا تھا اور وہ لوہے غنودگی محسوس کر رہے تھے۔ یعنی نے آشوری کی ڈوبتی بند آنکھوں میں خمد دیکھا تو اس نے دیا: ”خند تجھے بھی آ رہی ہے۔ اچھو دیر سو لیں اس کے بعد قیہ منہ مٹے کریں گے۔“

آشوری نے آنکھیں بند کر لیں اور سڑا کچھ دیر بعد جبہ بیدار ہوا تو دیکھا کہ وہاں نہیں تھا۔ آشوری اٹھ کر اصرار دھری یعنی کو تلاش کرتا رہا۔

وہ قزاقوں کی طرف بھی گیا وہ لوگ بھی ہونے ہی نہ تھے۔

آشوری نے چند قزاقوں کو دور سے آتے ہوئے دیکھا تو گھبرا گیا کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آ گئے؟ وہ ان نوواردوں کی خبر دینے کے لیے یعنی کو تلاش کرنے لگا لیکن یعنی کا کہیں پتہ نہ تھا۔

اس نے سوچا کہ میں خدا خواستہ یعنی کو اس کے کارہائیں کرنے والے دن کے لالچ میں لٹکانے تو نہیں لگا دیا؟

وہ تھینے اور دھسک کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: ”یہ

یہی سوار کہیں چلا گیا؟

دشمن نے جواب دیا: کہیں چھپا آرام کر رہا ہوگا۔ وہ بہت چوک ہے۔

آٹوری نے اپنی تشویش کا ذکر کیا: یہ سب بہت یاد رکھو اور غید میں کہیں یا تو نہیں کہ ان میں سے کسی نے یہی سوار کو... تھینک بننے لگی۔ تو اتنے دنوں سے ان کے ساتھ ہے اور پھر بھی انہیں نہیں سمجھ سکا؟

آٹوری نے جواب دیا: میں نے ان کو کد لینے کے بعد یہ سوال کیا تھا مایہ خاس اندیشے کا ذکر کیا ہے۔ تھینک نے کہا: یہی سوار اتنا سہول اور کم عقل انسان نہیں ہے کہ اس کے ساتھ قزاق اس پر قابو پا سکیں۔ آٹوری نے نوادہ دل کا ذکر کیا: چند نئے چہرے یہاں آگئے ہیں۔

تھینک کو بھی تشویش ہو گئی: اگر یہ بات ہے تو یہی سوار کو تلاش کرو۔

کئی دنوں نے یہی سوار کو پتہ چلا۔ قزاقوں نے بھی ان دنوں کو ہنسی خوشی قبول کر لیا اور ان سے باتیں کرنے لگے۔

کچھ دیر بعد ایک چٹان کے پیچھے سے یہی بھی نمودار ہوا۔ ان نوادہ دن کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ ان سے باری باری ملے۔ طر اور مصافحہ بھی کیا۔ ان میں وہاں تم لوگوں کا اشتہار کر رہا تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا: اس مقام کو دیا ہے۔

یہی نے پتہ چلا: کتنوں کا؟ میرے ساتھ کافی سامان ہے۔ دوسرے نے جواب دیا: جب آپ باہر نکلیں گے تو وہاں ہتھیار پر میس گیسے خستہ دکھائی دیں گے۔ یہی بہت خوش ہوا: جیس گیسے! ماشاء اللہ! بھگوان اللہ! سنے کافی ہیں!۔

ایک نے کہا: ہم نے پناہ دہ پورا کر دیا اب آپ بھی اپنا دھنچا کر دیں۔

یہی نے جواب دیا: میں اُری کھرا ہوں اور جس سے جو وعدہ کرنا ہو رہا ہے اس کا پورا پورا پورا پورا دیتے ہوئے پڑھتا ہوں۔ میرا تم سے کیا ملے ہوا تھا؟

اس نے کہا: پندرہ گدھوں کے ہزار دینار۔ ہم میں گیسے سائے ہیں تاکہ آپ کو اپنا سامان سے جانے میں دشواری نہ ہو۔ یہی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا: اب آپ کا بھل کر سے۔ نوادہ دن کو کچھ بھی نہیں۔ تم چلو جو ڈھائی ڈھائی سو دینار کی کس۔ تو کچھ بھی نہیں اور بھی میں گدھوں کی قیمت بھی شامل ہو گئی ہے۔ پندرہ بہت خوش تھے! بیشک ان میں گدھوں کی قیمت

بھی شامل ہے۔

یہی نے کہا: میں بہت فکر مند تھا اگر تم لوگوں نے گدھوں کا اشتہار نہ کیا تو ہم سب اس طرح سے ہاریں گے۔ ان ہاروں میں ایک یہ بھی تھا جو بہت سنجیدہ تھا۔ وہ دروازے کی مسکراہٹ بھی اس کے چہرے پر نہیں تھی۔

یہی نے اس سے پوچھا: تو کیا سوچ رہا ہے؟ اس نے جواب دیا: میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ نے یہ پوچھ بھی کیا ہے خطرناک کام کیا ہے۔ سہ درجہ بھی گتہ تو پاگل ہو جائے گا اور پھر دورانِ تفتیش جب اس کو یہ معلوم ہوگا کہ تم یہاں تھے آپ کے اس کام میں جیس گدھوں سے مدد کی تھی تو وہ ہمارا بھی دشمن ہو جائے گا اور ہمیں بھی اپنا سیک کے ساتھ بھٹکے ہو گئے۔ یہی نے نہایت خوش اخلاقی سے پوچھا: اس طرح تو کیا کہنا چاہتا ہے؟

اس نے جواب دیا: یہ کہ اتنے خطرناک کام... ہزار دینار یہ بہت کم ہے جبکہ گدھوں کی قیمت... سب سے شامل ہے۔

یہی مسکرا کر ہنستا: پھر بھی۔ تو کچھ کت سے مدد نہ مان کر۔ اس نے جواب دیا: یہ بلی وزر تو آپ اپنے ساتھ لے



بڑے دست یکا طویش
عوض کے بدایا کہ سے تو
دروں کے چہروں پر وارٹھیاں تھیں ان میں
سے ایک نے کہا۔

مصافحہ کیجئے کیا آپ کو چین بڑا
اسکول میں میسٹر کا س فیلو نہیں تھے؟
دوسرے نے کہا: غصہ! کیر نکہ میری
کلاس میں کوئی دارمی دلا رہا نہیں تھا۔



جہاں سے میں آپ کا نہیں ہوں اس میں جہاں جتنے بھی ہونا چاہیے
 یہ بھنی سوچنے لگا: ہاں یہ بھی وہ مدت ہے۔ پھر کیا وہ جائے؟
 اس نے جواب دیا: ہزار وینار کے مہوہ بھی کچھ ملتا پاتے۔
 بھنی نذر نذر سے ہنسنے لگا: و نذر۔ اگر تو یہ دانت نہ بھی
 کہتا تب بھی میں تم ہاروں کو ہزار وینار کے غر وہ بھی بہت کچھ دیتا۔
 اب جبکہ تو نے اس کا منہ لبر کر دیا ہے تو تیری خوشیاں و ذراحت
 ہم پھاٹکا ہو گئی ہے۔ کیا خیال ہے وہ ہزار وینار مزید کافی ہوں گے
 وہ خوشی سے اچیل پڑا ایک ہزار مزید بھی کافی ہوں گے
 مگر اس میں اگر ایک ہزار کا مزید اضافہ کر دیا جائے تو ہم ہزار ہزار
 وینار آپس میں تقسیم کر لیں گے۔

بھنی نے معنی خیز انداز میں انھیں گھورا: ہزار ہزار وینار
 آپس میں بانٹ لو گے تو گدھوں کی قیمت کون ادا کرے گا یہ حساب
 کس کے سر ہو گا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ گدھے چوڑی کے ہوں۔
 منت کہے؟

وہ گھبرا گیا: نہیں نہیں۔ گدھے کی قیمت ادا کی گئی ہے۔
 بخدار والے۔ برت کیسہ۔

بھنی نے جواب دیا: بس پھر ٹھیک ہے میں چار ہزار
 وینار ادا کر دوں گا۔

وہ تینوں اپنے ساتھی کی بات سے بہت خوش ہوئے
 اور اس کی ذراستی کی تعریف کی۔

بھنی نے ان چاروں کو ضیافت کا دعوت کیا: میں تم چاروں کا پیچہ
 شکر گزار ہوں۔

ان کی ایک چٹان پر دعوت کی گئی۔ ان کی خدمت میں چار ہزار
 وینار کی چار تھیلیاں پیش کی گئیں اور چاروں بھنی سے باتیں کرنے لگے۔
 بھنی کے چار ساتھی قزاق بھی اسی چٹان پر ضیافت میں
 شریک کر لیے گئے۔ آشوری سے کہا گیا: تو ہم سے دودھ دیکھو
 تو ہم میں سے نہیں ہے اور اپنی فخری باتوں سے مزہ کرنا کر دیتا ہے؟
 آشوری کو بھنی کی یہ باتیں بہت پسندیں انھیں اللہ وہ ان سب
 سے نذر چٹان سے پاؤں لٹکا کے بیٹھ گیا۔

بھنی نے ان چاروں سے درخواست کی کہ اس کی عدم موجودگی
 میں سردار کو اس کے بارے میں کچھ بھی نہ بتایا جائے۔
 چاروں نے وعدہ کر لیا۔

بھنی نے کہا: میں بخیر کا نام تو نہیں لوں گا لیکن مجھے آج ہی
 بتایا گیا ہے کہ اپنا زخمی سردار انھی پہاڑیوں میں کہیں نہ پوٹا ہے؟
 اس عجیب و غریب اور غیر متوقع انکشاف نے سبھی کو
 حیران اور پریشان کر دیا۔

چاروں میں سے ایک نے کہا: ہو سکتا ہے بخیر کی یہ اطلاع

غلط ہو۔

بھنی نے جواب دیا: نہیں، یہ خبر غلط نہیں ہو سکتی۔ اس
 نے آج تک کوئی غلط خبر نہیں دی۔
 اس سے پوچھا گیا: اگر وہ یہیں کہیں ہے تو کیا ہمارا اس سے
 سامنا بھی ہو سکتا ہے؟

بھنی نے جواب دیا: ہاں، سامنا بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے
 اس تجربہ کو دیا ہے بھیج رہا ہے کہ ایک ٹھیک ٹھاک معلوم ہو جائے گا۔
 ایک نے پوچھا: وہ کہاں ہو سکتا ہے؟
 بھنی نے پچھلے کھڈ کی طرف دیکھا: بخیر نے اس کھڈ میں شبہ
 ظاہر کیا تھا۔

چاروں اس کھڈ کی طرف دیکھنے لگے۔ کون سا کھڈ؟ کہاں؟
 بھنی نے اپنے ساتھی قزاقوں کو آنکھ کے اشارے سے
 کوئی سکریا جس کی نقیل راں ہوئی کہ چاروں کو دھکے دے کر
 کھڈ میں گرا دیا گیا۔ چاروں کی چیخیں ایک ساتھ بلند ہوئیں اور یہ
 آوازیں دور دورے ہوتے گھر سے کھڈ میں کہیں تک ہو گئیں۔

بھنی نے چاروں تھیلیوں پر قبضہ کیا اور اپنے ساتھیوں سے
 کہا: "احتمول" نے یہ نہیں سوچا کہ ان ویناروں کے تم لوگ زیادہ

مستحق ہوس میں اسے تم لوگوں میں تقسیم کر دوں گا؟
 ایک نے پوچھا: مگر کب؟

بھنی نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر شکر دیا: تم لوگ جب
 ہمارے لوگ بچے کوئی نذر نہیں۔

دوسرے قزاق نے کہا: آپ جب چاہیں ہیں۔ بس
 ہم مرتد آپ کے وفادار دیکر ہاں شکر دیں گے۔

بھنی نے انھیں قس دلا دیا: یہ وینار تم لوگوں کے ہی شرف
 تم لوگوں کے۔ اس کے علاوہ بھی تمہیں تھا کہ جتنے ملے گا۔ باہر

نکلے۔ ہی تم کو اختیار ہو گا کہ ہمارے ساتھ رہو یا الگ ہو جاؤ؟
 آشوری نے یہ نظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا تو خود پر

نصر میں کرنے لگا۔ اس نے سردار بھنی کا احترام کیا تھا اور اسے
 اپنے ساتھ سلطان اور دوسرے اطراف سے بلوانے لیے ہمارا تھا۔

کیا یہ شخص اس لائق ہے کہ اسے کسی دربار سرکار میں پہنچایا جائے؟
 شاید نہیں۔

بھنی نے اپنے ساتھیوں سے بڑی ہلکی چوڑی باتیں کہیں
 اور کہا: میں وفاداری کا وفادار ہوں۔

شاید کئی قزاق بھنی کے بتائے ہوئے طریقے سے ملوث نہیں
 تھے اور وہ بھنی کا قہار نہیں کر رہے تھے۔

بھنی ان کے مہرلوں سے ان کی نگرانی و شبہات کو پھیلایا
 تھا۔ اس نے انھیں دھمکی دی: میں نے اپنے ہاں شکاروں اور

و قتلہ ہوں کو کبھی فراوش نہیں کیا اور قتلہ ہوں اور بزدل کو کبھی صاف نہیں کیا۔ جو بھی مجھ کو شک و شبہ سے دیکھ رہا ہو وہ مجھ سے ہڈا ہو جائے، میرا ساتھ چھوڑ دے میں اس کو اس کا حق دے کے رخصت کر دوں گا۔

سبھی نے یحییٰ سر راہ پر پورے اعتماد کا اظہار کیا اور معافی چاہی۔ سب نے بالاتفاق کہا: ہم نے آپ سے مرنے دینے کا عہد کیا ہے جسے ہر حال میں نبھائیں گے۔

یحییٰ نے ان سب کو حکم دیا کہ یہاں سے نکلو اور پہاڑی سلسلوں سے نکل کر عہد کروا میں وہاں آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاؤ گا پھر تم میں جس کسی کو چلیں گی اختیار کرنا ہوگی وہ مجھے چھوڑ کر چنپ ہل چلا جائے گا اس طرح آنکھوں کی تھوڑی بہت شرم بھی مانع نہیں آ سکے گی۔

سلسل چلتے رہنے کے بعد وہ باہر گئے ان سے ملنے ایک ہری بھری چراگاہ تھی۔ اس چراگاہ میں گھوڑے، گدھے اور گائے بیل ہر طرف چرنے میں مشغول تھے۔

وہ شمال میں مرغزار کی حد پر بہت سے خیمے نصب نظر آئے رنگ برنگے چھوٹے بڑے خیمے۔ ان شاطروں نے خیموں کی وضع قطع اور ان کی تنصیب کے انداز سے یہ جان لیا تھا کہ یہ کسی کارواں کسی قافلے کے خیمے ہیں۔ یحییٰ اپنے بیس گدھوں کی فکر میں تھا جن پر وہ اپنا سامان لاد رہا تھا وہ بھی سفر کر سکتا تھا وہیں پہاڑی چٹان کے سائے سے دو آدمی نمودار ہوئے اور یحییٰ کے آدمیوں سے یحییٰ کے بارے میں معلوم کرنے لگے۔

”تمہارا سردار کس سے ہے؟“

”قزاقوں نے یحییٰ سے توادیا یعنی سمجھ گیا کہ میں دونوں گدھوں کے مالک میں اس لیے بڑے اعتماد سے پوچھا ہے۔“

”بیس گدھے کہاں ہیں؟“

دونوں نے ایک طرف اشارہ کیا ”تجھے بیس گدھے قافلے داروں کے مویشیوں سے لگے گا جس چر رہے ہیں۔“

یحییٰ نے کہا ”انکھیں میرے حواسے کروا دیا پتا دے دو۔“

دونوں نے چاروں کے بارے میں پوچھا ”وہ کہاں ہیں؟“

اس سے بھی کچھ بات کرنا ہے۔“

یحییٰ نے بے غفلت سے جواب دیا ”وہ تو اپنے دوسرے ساتھیوں کے پاس پہلے گئے۔ وہ ہی گدھوں کی قیمت دے چکے ہیں۔“

دونوں خاموش ہو گئے اور کچھ دیر بعد کہا ”وہ قیمت تو ادا کر گئے لیکن ہم ان چاروں کے ترسنا سے کچھ سے ایک

درخواست کرنے والے تھے۔“

یحییٰ نے کہا ”اب تم دونوں ان کے بغیر بھی بات کر سکتے ہو۔ بلکہ کیا بات کرنا ہے؟“

ایک نے کہا ”ہم نے آپ لوگوں کے لیے خیموں کا انتظام بھی کیا ہے۔ ہم دونوں ہی قزاق ہیں۔ ہمارا گروہ کسی درخت سے ہم پر ہم ہو گیا۔ آپ ہم دونوں کو اپنے گروہ میں داخل کر لیں۔“

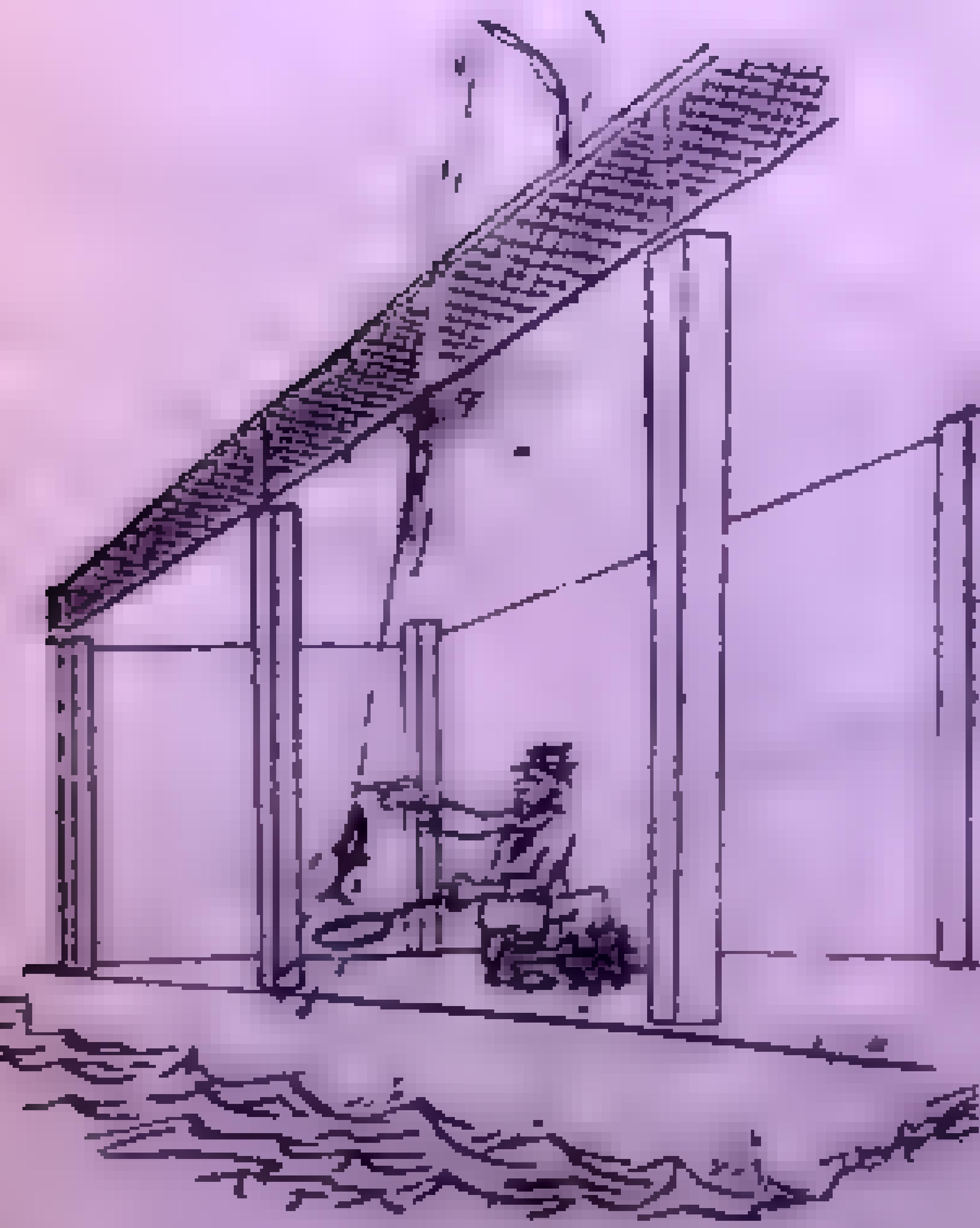
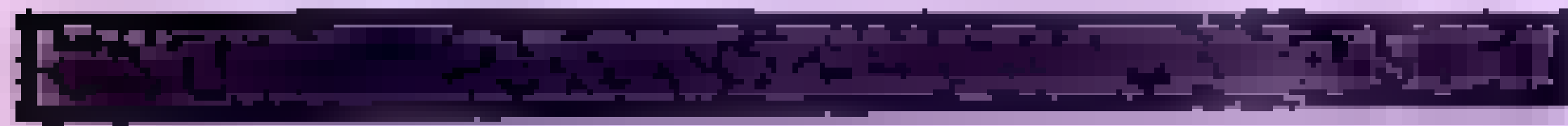
یحییٰ نے غصے سے کہا ”تم نے کیا کہا اور دوبارہ تو کہنا۔“

دونوں میں سے ایک نے دوبارہ کہا ”ہم دونوں ہی قزاق ہیں اور اپنے گروہ سے بچھڑ گئے ہیں، براہ کرم ہمیں بھی اپنے گروہ میں شامل فرمائیں۔“

یحییٰ نے سخت لہجے میں اپنے قزاق ہونے سے انکار کر دیا

”میں قزاق نہیں ہوں۔ تم دونوں نے میرے بارے میں غلط سنا ہے۔“

ایک نے بڑا سائنہ بنایا اور کہا ”اگر آپ قزاق نہیں ہیں تو دلدار صوفی بھی نہیں ہیں کہ ان پہاڑوں میں روپوش عبادت میں مشغول رہتے ہوں۔“



یہی نے اپنا لہجہ نرم کیا۔ میں نہ تو قزاق ہوں اور نہ سمونی۔
میں حلب کے حکمران کا باغی ہوں اور اس کے خوف سے اپنے
ساتھ بی سیمیت مدد لوش ہو گیا تھا۔ اب جب میں نے یہ سنا
کہ میسائیوں نے منہج پر قبضہ کر کے حکمران کو وہاں سے بے دخل
کر دیا تو میں باہر آگیا۔

دونوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا اور
ایک نے یہی سنا کہ دوسری نے یہی سنا۔ یہ تو آپ کا کہنا ہے
میں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اب آپ کہاں ہیں؟ اے اے کیا کریں گے؟
یہی نے جواب دیا: اب ہم منہج باغی کے اور حیاٹوں
کے قہر سے جا رہے ہیں۔ ہم جنگ بھڑوگ اپنے لیے محفوظ
دبلاؤں کی فکر میں رہتے ہیں۔

دوسرے نے کہا: چلیں یہی سہی، اپنے ساتھ ہم دونوں
کو بھی قہر کے دباؤ میں لے چلیں۔ قزاقی نہیں تو سپاہ گری سحر
ہیں تو کام دیکار ہے۔

یہی نے جواب دیا: ہاں یہ ممکن ہے ایسا ہو سکتا ہے۔
ہمارے ساتھ قہر کے پاس چلنا، وہاں اگر میرا کام بھی گیا تو تم
دونوں ہی برسرِ بیکار ہو جاؤ گے۔

دونوں نے کہا: اپنے چند آدمی ہمارے ساتھ کر دیں ہم
بیسوں گے یہاں لے گئے ہیں۔

جن تلاقوں نے یہی سے اختلاف کیا تھا وہ دونوں کے
ساتھ ملے نہ گئے تو یہی نے اپنا نہیں روک دیا نہیں، تم نہیں
پھر پانچ دوسرے قزاقوں کو بلا کر دونوں کے ساتھ کر دیا۔ ان
پانچوں سے معنی خیز انداز میں آہستہ سے پوچھا: یہ تو تم نے بھی
سن لیا ہو گا کہ ہم کیا ہیں دونوں سے زیادہ ہمیں مت کرنا۔

جب وہ چلے گئے تو یہی انھیں دیر تک گدھوں کی طرف
چراگاہ میں ہاتھ دیکھتا رہا اور اس نے یہ بھی دیکھا کہ دونوں
اس کے پانچوں آدمیوں سے باتیں کرتے جا رہے ہیں۔

یہی نے آٹھویں سے پوچھا: چھ گدھڑ سواری آتی ہے؟
آٹھویں نے جواب دیا: بہت اچھی، کچھ ہیں۔
پھر یہی نے یہی سوال روشتنگ اور حیمت سے کیا۔

تم دونوں گدھڑ سواری کر سکتے ہو؟
دونوں نے جواب دیا: نہیں، ہمیں گدھڑ سواری نہیں آتی۔
یہی نے پوچھا: پھر تم دونوں ہمارے ساتھ کس طرح
چلو گے؟ یہاں نہ تو اونٹ ہیں نہ گدھڑیں۔

دونوں نے جواب دیا: اچھی گدھوں پر سوار کریں گے،
آہستہ آہستہ آپ بھی اپنے گدھوں کی رفتار تیز کریں گے۔
یہی نے آٹھویں کو الگ لے ہا کے مشورہ کیا: میں اپنے

کس بھی آدمی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔

آٹھویں نے پوچھا: کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے؟
یہی نے جواب دیا: خاص بات ہوئی نہیں ہو سکتی ہے۔
مجھ کو خطرے کی بو عموماً بخیر ہی ہے۔

آٹھویں نے پوچھا: کس وجہ سے ڈرتے ہو؟
یہی نے جواب دیا: وجہ کوئی نہیں، بس میری ایک سی
بیماری ہے جو مجھے خطرات سے قبل اندقت خبردار کرتی ہے۔

آٹھویں نے ابھر اُدھر دیکھا اور جواب دیا: لیکن مجھ کو تو
یہاں ایسی کوئی بات نظر نہیں آ رہی۔
یہی نے آٹھویں کو منع کیا: ابھر اُدھر مت دیکھا اور

میں کہوں اس پر تو خدشہ ہے۔
آٹھویں نے کہا: ٹھیک ہے آپ کیا کہتے ہیں، کہیں؟
یہی نے کہا: تو بڑے کاتب کو اٹھکڑ میں لے اور اس سے

کہہ کر وہ سفر کے لیے تیار رہے ہیں اپنے تمام آدمیوں پر سب سے
دیا وہ بھروسہ کرنا ہوں ان کو اپنے ساتھ سامنے کی چراگاہ میں سے
جاؤں گا۔

آٹھویں پریشانی تھا کہ یہی کتنا کیا جانتا ہے۔ پوچھا: کیا آپ
کھل کر بات نہیں کریں گے؟
یہی چڑچڑاہو رہا تھا جھجکا کر بولا: تو باتیں زیادہ کرتا ہے

میں اپنے ساتھیوں کی مدد سے چند گھوڑے لے کر آتا ہوں ہم
اپنے ساتھ جو کچھ لے جاسکتے ہیں اپنا کھانے کے گروانہ ہو جائیں گے
بقیہ کو ہمیں ان احقاق میں چھوڑ دیں گے۔ آخر ان کا بھی تو کچھ حق ہے۔

آٹھویں نے کہا: یہی سردار میں نہیں جانتا کہ آپ ایسا
کیوں کریں گے مگر آپ ایک بات میری بھی سن لیں۔
یہی نے کہا: میرے پاس تیری بات سننے کا وقت

نہیں ہے۔
آٹھویں نے سرکشی اختیار کی: اگر آپ کے پاس میری بات
سننے کا وقت نہیں ہے تو ٹھیک ہے آپ باغی۔ میں آپ کا ساتھ

نہیں دوں گا، ہم دونوں کے لئے خدا جہاں میں آپ اس اختلاف
کی بنیاد پر چاہیں تو مجھے قتل کر دیں۔
یہی نے جواب دیا: جو کچھ کہنا ہے بلند کہہ دے، اگر تو

ہمارے پاس زیادہ باتوں کا وقت نہیں ہے۔
آٹھویں نے کہا: یہی سردار انسانی معاشرے میں چیزیں
ملتی ہیں اور خریدی جاتی ہیں۔ نوٹ لکھی ہوئی ہے مگر قابلِ اعتبار

معاملہ یا سوداوی ہو تا ہے جس میں غریب نے ادا کرنے والے کی
آناؤز مرغی شامل ہوا۔ . . .
یہی نے جھپٹ کر بات کاٹ دی: پھر وہی ہو گا جو کہتا

ہے جلدی کہہ دے، میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔
 آشوری نے کہا: یہ آپ اپنے ساتھیوں کے خلاف مسلسل
 سازشیں کیوں کر رہے ہیں؟
 یعنی نے چراگاہ کے اس ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا: ادھر
 دیکھ ان خیموں کی طرف۔ وہیں خیمے تو ہیں لیکن ادنیٰ ایک بھی نظر
 نہیں آتا۔ کیا یہ بات حیرت انگیز نہ لگتا دینے والی نہیں؟
 آشوری نے اس طرف دیکھا تو دانتی وہیں ایک ادنیٰ بھی
 نہیں نظر آ رہا تھا۔

یعنی نے دوسری طرف اشارہ کیا: اور دوسرے دیکھ۔ اس طرف
 اپنے آدمیوں کی طرف، وہ گڑھوں کی طرف نہیں، خیموں کی طرف
 جارہے ہیں۔

آشوری نے اس طرف دیکھا، بات بھی درست تھی۔
 یعنی نے کہا: یہی دیا میں جو بھیجے ہو گا کہ یہی ہیں،
 اب تو میرا انتظار کریں گھوڑے لے کر آئیں۔
 یعنی سردار اپنے دو آدمیوں کے ساتھ گھوڑے لینے چلا گیا۔
 آشوری نے دوسرے قزاقوں کی طرف دیکھا وہ باتوں میں
 مشغول تھے۔

آشوری نے بوڑھے کاتب سے کہا: تم کو ہمارے ساتھ
 چلتا رہے تو تیار رہو۔
 بوڑھے کاتب نے پوچھا: کیا ان سب سے الگ ہو
 جاتے؟
 آشوری نے بھی جھٹکا کہ جواب دیا: زیادہ باتیں نہ کر۔ بس
 تیار رہو۔

اس کے بعد وہ دوشنبہ تہینہ کے پاس گیا۔ تم دونوں
 بھی تیار ہو، ہم یہاں سے چائیک روڈ پر جائیں گے۔
 دوشنبہ اور تہینہ تیار ہو کر بیٹھ گئیں لیکن ان کی سمجھ میں
 نہیں آیا کہ اس طرح آشوری کتنا کیا چاہتا ہے۔

آشوری نے دیکھا، یعنی سردار اور اس کے دونوں ساتھی
 دوڑتے ہوئے قریب ترین گھوڑوں کے پاس گئے۔ یہیں پر گول
 ہو گئے اور تین کو اپنے ساتھ لیا اور انھیں دوڑاتے بھاگتے اپنے
 آدمیوں میں لے آئے۔

آشوری اور بڑے سیال کو حکم دیا: دوشنبہ اور تہینہ کے
 ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ اور میرے پیچھے پیچھے آؤ۔
 یعنی اس کے دونوں ساتھیوں نے جلدی جلدی چلیں
 اور کھڑے ہیں اپنے گھوڑوں پر اور اس خالی گھوڑے پر زیادہ
 گھڑے رکھیں اور آندھ دیں گئیں۔

دوسرے قزاق یہ نظر پڑی دیکھ رہے تھے۔

وہ الگ نہیں سمجھتے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟

ایک ننگے بڑے کے یعنی سے پوچھا: یہ کئی سردار یہ
 گھوڑے اپنے سب کیا ہو رہا ہے؟

یعنی نے جواب دیا: ہم طلب جارہے ہیں۔ تم اپنے گڑھوں
 پر طلب کی سرانے پتھر میں وہیں تم سب کا انتظار کروں گا؟
 معترض قزاق نے گھوڑے کی گام پکڑ لی: اندر یہ سامان،
 اسے بھی اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں؟

یعنی کی نظر اپنا کیم خیموں کی طرف گئی۔ خیموں سے ادنیٰ نمودار
 ہوئے اور وہ تیز رفتاری سے چڑھا۔ گاہ کے گھوڑوں کی طرف دوڑ
 رہے تھے۔

یعنی نے آشوری سے کہا: اگر دونوں آدمیوں کا ساتھ لے
 چلتا آسان ہو تو ٹھیک ہذا نہیں بھی ہیں چھوڑا اور ہمارے ساتھ
 اپنے گھوڑے کو دوڑا۔

یعنی نے مزاحم قزاق کو لات مار کے گرایا اور اپنے دونوں
 ساتھیوں اور سامان سے بازگوئل گھوڑے کے ساتھ طلب جلتے
 دابے راتے پروانہ ہو گیا۔

آشوری اور بوڑھے کاتب نے تہینہ اور دوشنبہ کو اپنے
 ساتھ گھوڑوں پر بٹھایا اور یعنی سردار کے پیچھے روانہ ہو گئے۔



طویل قطار لگی ہوئی تھی۔ ایک طلب
 تشریف لائے اور سب سے آگے کھڑے
 ہو گئے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ پیچھے تشریف
 لے جائیں اور اپنی باری پر سامان خریدیں۔
 ان صاحب نے اپنا شناختی کارڈ نکالا اور کہا: دیکھو،
 اس پر کیا لکھا ہے؟

ڈپو کے منبر نے دیکھا تو لکھا تھا: حکومت کی
 خاص خدمات سرانجام دینے کے سلسلے میں ان صاحب
 کو اس بات کی خصوصی اجازت دی جاتی ہے کہ وہ قطار
 میں سب سے آگے کھڑے ہوں۔

منبر نے احترام سے کہا: آپ اس دوسری قطار
 میں کھڑے ہو جائیے جو اسی قسم کے لوگوں کے لیے ہے۔

دیکھیں، فروغ

جس طرف کوئی دیکھ نظر آتا ہے
 اس طرف ہم کوئی دیوتا اٹھالیتے ہیں

قزاقوں کی آمد میں کچھ نہ لگا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ لاسٹ کھانے والے نے اپنا سر پیٹ لیا۔ وہ چلے گئے، وہ اپنے ساتھ ہمارے حقے کامل وذر بھی لے گئے۔

دوسرے قزاقوں نے پوچھا: "یہ کہاں گئے ہیں؟" کد خندہ قزاق نے جواب دیا: وہ بھی شیب کی سرانے میں مل گئے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ ہمارا حقہ بھی لے گئے۔" کہ جو قزاقوں نے پوچھا: لیکن یہ اس طرح بھاگنے کا مقدرات لاسٹ کھایا ہوا قزاق پاگل ہو رہا تھا؟ انھوں نے کہ حوں کا بھی انتظار نہیں کیا، اپنے گد حوں کا اور دوسروں کے گھوڑے ہتھکڑیاں لگ گئے۔

سارے قزاق ایک ہی سوال کر رہے تھے: لیکن کیوں؟ انھوں نے ایسا کیوں کیا؟

چوٹ کھاتے ہوئے قزاق نے پاگوں کی طرح سوال کرنے والوں کو بار بار شروع کر دیا: میری بات ہی تمھاری سمجھ میں نہیں آتی، میں کہتا ہوں وہ دھوکے باز خود غرض اور عیار سب دلوں لے گیا، ہمارا حقہ بھی لے گیا۔

جواگوں میں بوڑھے بھاگنے والوں نے ایک ایک گھوڑے پر قبضہ کیا اور انھیں دوڑاتے ہوئے بقیہ قزاقوں کے پاس آئے، پوچھا: "یہ سب کد کہاں ہے؟"

قزاقوں نے انھیں غور سے دیکھا تو ان میں چند شامائیں بھی نظر آئیں۔ وہ اپنے ہی ساتھی تھے۔ زخمی سردار کے گردہ کے لوگ۔

ان کے والوں نے بقیہ قزاقوں کو گھیرے میں لے لیا۔ تم نے بتایا نہیں یہ کس کہاں چلا گیا؟

کد خندہ قزاق نے جواب دیا: وہ بھاگ گیا۔ اپنے ساتھ دولت بھی لے گیا۔ سونا چاندی، ہیرے، جواہرات سب کچھ اپنے ساتھ لے گیا۔

سوال کرنے والے نے اس کے گال پر ہانپوڑ سید کر دیا۔ "لو قدر! یہ کد تھا ہوں وہ کہاں بھاگ گیا ہے؟"

یہ لوگ اتنے بدتماس تھے کہ سردار کے نائب شیب کو بھی شہچاتا۔ یہ سوال کرنے والا شیب تھا، سردار کا دوسرا نائب۔

پھر کئی قزاقوں نے اس کو پہچان لیا۔ لاسٹ کھایا ہوا بھی شیب کو پہچان گیا۔ وہ شیب کے گدے لگ گیا: شیب سردار کی بیٹی نے میں دھوکا دیا۔

شیب نے اسے اپنے گدے سے دھوکا دیا: دھوکا مری بیٹی نے نہیں تم سب نے کیا ہے؟

وہ خوشامد نے لگا: شیب سردار کچھ تھکانا کر دیا۔

وہ تو ہمارا حقہ بھی لے گیا۔

شیب نے جواب دیا: دھوکا تم سب نے کیا ہے۔ تم سب بیٹی کے دھوکا کرتے تھے۔ اس وقت تم سب کو دھوکے سے پیش ہوتا ہے۔

سارے قزاق سب سے بڑھے تھے اور شیب کو خندہ خندوں سے دیکھ رہے تھے۔

شیب نے کہا: تم سب آؤ میرے ساتھ۔ وہ سب آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

سب سے زیادہ پریشان کد خندہ قزاق تھا۔ اس نے کہہ لیکن یہیں تو یہی سردار نے کچھ بھی نہیں دیا، یہیں کیوں پڑتے ہو، جاؤ یہی سردار کا بچھا کر دے۔

شیب نے جواب دیا: اس کا بچھا تو ہم دنیا کے آخری سرے تک کریں گے، فی الحال تو تم سب اس کے مہلک و دہکد ہمارے ساتھ چلو۔

شیب اور اس کے ساتھیوں نے جن سب کو اپنی جرأت میں لے لیا اور سردار کے پاس لے گئے۔

یہ رنگ برنگے خیمے نصف دائرے میں نصب تھے، ان میں سردار کا خیمہ درمیان میں تھا اور یہاں تک کسی کا پہنچا بہت مشکل تھا۔ گردہ کے لوگ کسی تھیلے کے اندر کی طرح سرگد کو اپنے حصار میں لے ہوئے تھے۔

زیر جرأت قزاق ایک ایسی صحبت میں گرفتار ہو چکے تھے جس میں وہ اپنا سب کچھ گھوڑے زندگی کو بھی داؤ پر لگا چکے تھے۔ وہ آپس میں افسوس کر رہے تھے۔

آخر یہ بھی شریف بننے کی شوق بھی کیا تو یہی سردار کے آکر کد بن گئے اور اپنا سب کچھ گھوڑا اور ادب جان کے لاسٹ کر دیے ہیں۔

کسی نے کہا: شرارت ہمیں اس میں آتی۔ یہ پناہ تھا۔ ان کے ساتھی قزاق جو سردار کے ساتھ تھے انھیں حیرت اور افسوس سے دیکھ رہے تھے۔ ایک سے ان سے پوچھا: "یہ کیا کیا تم لوگوں نے؟"

جواب انھیں سردار کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ ان کے وہ ساتھی پہلے سے کوئی تھے جو دو گدے والوں کے ساتھ چلنے میں گدے لینے آئے تھے۔

سردار قالیں پر گاؤں کے سہلے غم دلاز تھا اس کی آنکھیں شروع ہو رہی تھیں، شاید اس کا اباں ہاتھ زخمی تھا۔ چلنے سے لگا ہوا تھا کہ جھول رہا تھا اس کی سرسبز باد جہاست میں رہنے ہاتھ کی نسبت فرق آگیا تھا۔

سردار نے انھیں غصے اور مخالفت سے دیکھا: تم نے

ایسا کیوں کیا؟

وہ سب اس سوال کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔
سردار کے غصے میں اضافہ ہوتا ہوا تھا۔ ہنسنا ہوں تم
سب نے میری جگہ بیکھی کو اپنا سردار مان لیا تھا؟
اب ہی ایک ساتھی دودھ صاف گواہ بن گیا۔ میں سردار کے ہر
سوال کا ہر جواب دلوں گا بشرطیکہ مجھے صاف کر دیا جائے۔
سردار نے اسے اپنے قریب بلا لیا۔ ہاں تو سچ بٹا،
اصل معاملہ کیا تھا؟

اس نے جواب دیا۔ اصل خرابی آشوری جوان کی وجہ سے
ہند ہوئی۔ وہ خود کو سچی کہتا تھا مگر میرا خیال ہے کہ وہ یہودی
تھا کیونکہ اس کی سازشیں یہودیوں جیسی تھیں۔
سردار نے پوچھا۔ میں نے مناسب ٹاس سے بیکھی کو مشورہ
دیا تھا کہ ہمارے درمیان عورتیں ہونا چاہئیں ان سے لوگوں کی کارکردگی
پر اچھا اثر پڑے گا۔

اس نے جواب دیا۔ ہاں اس نے یہ مشورہ بھی دیا تھا اور
ایک بروہ فروش قافلے کی دوڑکیوں کو حاصل بھی کر لیا گیا تھا۔
سردار نے کہا۔ یہ بیکھی کی زیادتی تھی۔ وہ بروہ فروش دمشق
کے مالک کا خاص آدمی تھا اور دمشق کا حاکم جو میرا دوست بھی ہے
اپنے ایک سر لیفٹے کے ذریعے میرا شاکی ہے وہ مجھ سے دونوں
لڑکیوں کی واپس کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اب وہ دونوں لڑکیاں کہاں
ادکس کے پاس ہیں؟

اس نے جواب دیا۔ ان دونوں کو بھی بیکھی سردار اپنے
ساتھ لے گیا۔

سردار نے پوچھا۔ اور وہ آشوری جوان جو تیرے بقول
یہودی ہے، وہ کہاں ہو گا؟

اس نے جواب دیا۔ بیکھی سردار سے بھی اپنے ساتھ لے گیا۔
سردار کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ بیکھی سردار! وہ تیرا
سردار کب سے ہو گیا؟

اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ وہ سردار نہیں تھا لیکن
اس نے جبراً خود کو ہم سب سے سردار ٹھہرایا۔ یہ لفظ ہماری زبانوں
پر چڑھ گیا، اس لیے طبعاً ارادی طور پر میری زبان سے بیکھی سردار
نکل گیا۔

سردار نے کہا۔ وہ اکیلا تھا اور تم بہت سارے پھر
مجبوری کیسی؟

اس نے جواب دیا۔ گردہ کے بیشتر افراد بیکھی کو اپنا سردار
مان چکے تھے اگر میں ان کی مخالفت کرتا تو وہ مجھے قتل کر دیتے۔
سردار نے کہا۔ وہ تو تیرا متہذہ ہے تو اس سے کب تک

بچے؟

وہ دہانسا ہوا ہاتھ سردار میں دودھ صاف گواہ بن
چکا ہوں اس لیے مجھ کو معافی ملنی ہی چاہیے۔
سردار نے جواب دیا۔ اس سلسلے میں میں نے تجھ سے
کوئی وعدہ نہیں کیا اس لیے میں تیری اس حیثیت کو کس طرح
تسلیم کر لوں؟

دوسرے قزاقوں نے مل جل کر رحم کی درخواست کی۔
”یہ ہم سب کی پہلی غلطی تھی اس لیے صاف کر دیا جائے۔“
سردار نے جواب دیا۔ میرا فیصلہ فطری اور حقیقی ہو گا۔
بس یوں سمجھ لو کہ جس طرح اللہ اور اس کی قدرت پہلی غلطی دلے
کو بھی صاف نہیں کرتی میں کس طرح صاف کر سکتا ہوں؟
خاندانہ قزاقی کے عرض کیا۔ آپ کہتے ہیں تو میں آپ کی
بات مان لوں گا لیکن اللہ اور اس کی قدرت پہلی غلطی دلے کو
صاف کر دیتی ہے۔

سردار نے کہا۔ ثابت کر دو کہ میں تجھ کو سب سے پہلے
اور اپنے ہاتھ سے قتل کر دوں گا۔

اس نے ذہن اور جان نظر پر بہت زور دیا مگر ثبوت میں
کوئی دلیل نہیں لاسکا۔

سردار نے کہا۔ ایک شخص خود کشی کی خاطر لالہ زہر کھا

ٹیکسیر کو خود اپنے ڈراموں کی قدر قیمت معلوم نہ
تھی ایک دن اپنی ساتھی میریا سے کہنے لگا
”تو کسی کو تیم، بھدا، گنجا، مٹس، یہ لفظ کارندہ“
نام اکیر، در فضولی ڈرامہ نگار نہ بتائے۔“
اس نے چند ڈرامے کھانے پھانے کو بھیجے جس نے
انہیں رڈی کی ٹوکری میں ڈال دیا کسی دہری
نے بھی انہیں پڑھنے کے لائق نہیں سمجھا۔ اس
لیے جب ٹیکسیر مرنے لگا تو اس نے اپنی وصیت
میں اپنے پاس اور بستر تک کا ذکر کیا لیکن
اپنے قلم شاہکاروں کا کوئی ذکر نہ کیا۔

فضل احمد کریم فضلی

جب ان کو دیکھتا تھا تو ہوتے تھے وہ خفا
اب اور بھی خفا میں جو میں دیکھتا نہیں

حیرت ہے کس طرح انہیں معلوم ہو گئی
وہ بات آج تک مجھے میں نے کہا نہیں

یسا ہے اور نزع کے عالم میں اسے خود کشی پر شرمندگی ہوتی ہے
اور وہ اللہ سے کہتا ہے کہ اے اللہ میری پہلی غلطی تھی مہربانی
فرما دے تو کیا اللہ اسے معاف کر دے گا؟ ہرگز نہیں۔ اس کو
مرنا ہو گا وہ مر جائے گا۔

سبھی قزاق لا جواب ہو گئے۔

سر دار نے پوچھا: "اور ان دونوں ترکوں نے کھانے کھڑے
کر دیے ہوں گے؟"

نمائندہ قزاق نے نصد شد سے تائید کی: "بہت زیادہ
انہی دونوں نے ہمارے ساتھ اور حکم و نسق کر پانا یاد کیا۔"
سر دار نے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرا: "انہوں نے
اپنے گرد و بستی میں کسی لڑکی یا عورت کو کبھی بھی نہیں لکے دیا
اور یہی تھے میرے آدمیوں کو اسی شر میں مبتلا کر دیا۔"
سر دار نے اپنے نائب شعیب کو اپنے پاس بلا دیا اور کہا:
"جوش کا اہتمام کیا جائے گا۔"

نائب شعیب نے جواب دیا: "اگر کام چلا ہے میں
آپ کی تشریف آوری کو شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

سر دار نے حکم دیا: "مجھے وہی سب کو باہرے چلو۔"
شعیب نے سر دار کو سہلو سے لے کر اٹھا کر معلوم ہوا کہ
اس کی ایک ٹانگ بھی زخمی ہے۔ پھر گھوڑے کے گر جانے اور
اس کے نیچے ٹانگ کے کھانے سے آیا تھا۔

زیر حراست قزاقوں کو گھیرے میں لے کر پھر چار کمانے
کنارے لے جایا گیا۔

وہاں ایک تعداد میں سر دار کے ساتھی قزاق گھوڑوں پر
سوار ہو کر تھکے۔

سر دار کو ایک درختی تنگڑ پر چڑھ کر بیٹھا دیا گیا۔ شاید
اسے بھار بھی تھا اور اس کو ہلے سے پھلایا جا رہا تھا۔

سر دار نے اشارے سے شعیب کو قریب لے کر حکم دیا:
"منصب پر ترتیب وار عمل کیا جائے۔"

شعیب نے جیسا کہ حکم دیا "میرے کھوٹوں
سے باز رہا جائے؟"

سر دار کے ساتھیوں نے زیر غلب قزاقوں کو گھوڑوں
کے پیچھے پاؤں سے باز رکھنا شروع کیا۔

جب یہ عمل پورا ہو گیا تو سر دار نے حکم دیا: "گھوڑوں
کو بٹھایا جائے۔"

اس حکم کے ساتھ ہی گھوڑوں نے چراگاہ میں صف باندھنا
کر دیا۔ گھوڑوں سے بعد قزاق جیسے بیٹھے رہے۔

یہاں ان کی کچھ بکھار سے کوئی گئی۔

سر دار مسکراتا رہا اور پھر زور سے ہنسنے لگا۔
ان کے گھوڑے مسلسل ہنسنے پھان کے اعضاء ٹوٹ چھوٹ
کر منتشر ہوتے گئے۔

کچھ دیر بعد سر دار کو بھڑ بھڑی سی آئی۔ اس کو سوری لگ رہی
تھی۔ اس نے چادر پر چند کیل ڈالوا دیے اور شعیب سے کہا: "چلو،
اپنے قلعے واپس چلیں۔۔۔ بہت دیر ہو گئی۔"

شعیب نے اپنے سر دار کے ایمان اور حکم پر خیرے اٹھڑوانے
شروع کر دیے اور چند گھنٹوں میں میدان ان سے قالی ہو گیا۔
ہلک خد گان کے اعضاء اور ڈھانچے چراگاہ میں پھوڑ دیے
گئے۔ کچھ دیر بعد وہاں چیل، کوئے اور گیدھ اترنے لگے۔

یہی نے طلب کی سمت بھاگتے بھاگتے اچانک اپنا راستہ
بدل دیا اور وہ مغرب کی جانب منج پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔

اس کے ساتھی قزاقوں نے اس سے پوچھا: "یہاں صرپ
کہاں جا رہے ہیں؟" دھڑ تو منج ہے اور منج پر کسی قابض ہو چکے ہیں۔"

یہی نے جواب دیا: "بے وقوف! ہمارے لیے منج سے
بہتر پناہ گاہ نہیں۔ سر دار وہاں نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ جگہ معلوم ہوا

ہلک منج کے میسوں کے ہاتھوں زخمی ہو رہے۔"
کئی گھنٹے بعد وہ سب ایک چھوٹے سے شہر میں داخل
ہوئے۔ یہ آبادی شہر سے زیادہ قصبہ معلوم ہوتی تھی۔

آخری بے حال ہو رہا تھا وہ چاہتا تھا کہ روشنی کو دیکھ
گھوڑے پر سوار کرایا جائے جبکہ بوڑھے کاتب کی خواہش تھی کہ
اسے تہیہ سمیت بٹھا جو جانے کی اجازت دے دی جائے۔

یہی نے اس بستی کی سرائے میں قیام کیا اور دو کوٹھریاں
کرائے پر لے لیں۔

بستی کے دار ایک پہاڑی تھی اور پہاڑی پر بنا ہوا تلو خلق
نظر آ رہا تھا۔ آشوری کو یہ قلعہ بہت اچھا لگا۔ اس نے روشنی کو

کوٹھری میں چھوڑا اور یہی سے کہا: "میں اس کو اندر سے دیکھنا چاہتا
ہوں، کیا اجازت مل جائے گی؟"

یہی نے جواب دیا: "ہاں، یہ قلعہ انجم ہے اسے جر منج
بھی کہتے ہیں۔"

سوائے والوں نے ان کے ساتھ دونوں لڑکیوں کو دیکھا تو
ان کے گرد منڈلانے لگے۔

یہی نے اپنے ساتھیوں کو لیا اور سرائے کے دو گھر میں
پاپنا سالن دار کے قلعہ انجم رطاز ہو گیا آشوری نے ان کے

ساتھ چلنا چاہا مگر وہ ساتھ لے جانے پر آمادہ نہ ہوا۔
جب وہ چلا گیا تو اس کی دم موجودگی میں وہاں کے عالم کا

آری آیا اور آشوری سے پوچھا: "حاکم نے پوچھا ہے کہ کورہ دونوں
لڑکیاں کہاں سے ملیں؟"

آشوری نے جواب دیا: "تیرے اس سوال کا صحیح جواب
یعنی سرطری دے گا اور غصہ ابھم گیا ہو ہے۔"

حاکم کے آری نے حیرت سے کہا: "وہ وہاں کیوں گیا ہے
وہ تو غیر آباد جگہ ہے۔"

آشوری نے جواب دیا: "تیرے اس سوال کا جواب بھی
یعنی سرطری دے گا۔"

حاکم کے نمائندے نے اپنے ذہن پر زور دیا: "تیرا یعنی
سرور کہاں کا سرور ہے؟"

آشوری نے پھر وہی جواب دیا: "تیرے اس سوال کا
جواب بھی یعنی سرور ہی دے سکتا ہے۔"

حاکم کے نمائندے کو غصہ آ گیا: "تو کون ہے جو اپنے سرطری
کے بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں؟"

آشوری نے جواب دیا: "میں اس کا لازم ہوں اور ابھی
پندرہ دن سے اس کے ساتھ ہوں۔"

حاکم کے آری نے کہا: "میں اس کا انتظار کروں گا۔ تیرا سرطری
یعنی وہ ڈاکو معلوم ہوتا ہے جس نے کچھ عرصہ پہلے یہاں فروغوں

کی دو لڑکیاں چھوٹی تھیں۔ میں بغداد سے حکم آیا ہے کہ اس کو پکڑا
جائے اور دونوں لڑکیاں برآمد کی جائیں۔"

آشوری کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور اسے قہقہے
ہو گیا کہ یعنی اور ان لڑکیوں کے ساتھ وہ بھی پکڑا جائے گا اور قزاقی
کے جرم میں یعنی کے ساتھ وہ بھی سزا جھکے گا۔

حاکم کا آری باہر چوڑے پر بیٹھ گیا۔ وہ یعنی کا انتظار کر
رہا تھا۔

سوائے دالے بھی بار بار حاکم کے آری سے طرح طرح
کے سوال کر رہے تھے۔

جب یہ یعنی کے آنے میں دیر ہوئی تو حاکم کے آری نے
پوچھا: "کیوں تیرا سرور حاکم کے بلاوے کی خبر سن کر فرار تو
نہیں ہو گیا؟"

آشوری نے جواب دیا: "وہ ایک بہادر انسان ہے اس لیے
فرار نہیں ہو گا۔"

لیکن دل میں آشوری یہی سوچ رہا تھا کہ شاید یہی سلاطین
کی نوعیت سے آگاہ ہو کر فرار ہو گیا ہے۔

شام سے ذرا پہلے یعنی سرور آتا رہا۔ گیا اس کے دونوں
آری اس کے ساتھ نہیں تھے۔

آشوری نے ان دونوں کے بارے میں پوچھا: "کہاں ہیں؟"

ایک محل میں ایک صاحب نے ایک حبشی
بیل دو شیرو سے بے تعلق ہوتے ہوئے کہا:
"کیا آپ مجھے اپنا ٹیلی فون خبر دینا پسند کریں گی؟"
"کی بولی۔" وہ آپ کو ڈاکٹر کٹری سے
مل جائے گا۔

"لیکن محترمہ آپ کا نام کیا ہے؟" صاحب
نے پوچھا۔

"وہ بھی آپ کو ڈاکٹر کٹری سے مل جائے گا۔"
لڑکی نے جواب دیا۔

حسن حسن کی شادی

یعنی نے جواب دیا: "وہ دونوں کہاں کے ہیں؟" حقیقت میں
تو اس نے جو وہاں سے جہاد کرنے پہنچا رہا ہے۔

حاکم کٹری دونوں کے سامنے کھڑا ہوا اور یعنی کی طرف
انتہاء کر کے پوچھا: "تو تیرا یعنی سرطری ہے؟"

آشوری نے جواب دیا: "ہاں، یہی بات یہی سرطری ہے۔" حاکم
یعنی سے کہہ: "یہ یہی کے حاکم کا آری ہے اور آپ سے ملتا
چاہتا ہے۔"

یعنی نے اس کو جواب دیا: "تیرے حاکم سے مل گیا ہوں
اب تو ملتا ہے۔"

حاکم کٹری نے پوچھا: "سرور اقم میرے ساتھ ہو کیونکہ
مجھے یہ حکم مل گیا ہے کہ تم کو اپنے ساتھ لے کر آؤں۔"

یعنی اس وقت ملنے سے شہر کا حکم آ گیا۔ اس کا آری حاکم کو
سامنے کھڑا کھڑا رہ گیا۔

حاکم کٹری نے پر سوال کیا اس کے ساتھ دو آری اور تھے۔
یعنی سرطری نے گھر بڑھ کر اس کا استقبال کیا اور کہا: "میں تو خود ہی
مقرر ہونے والا تھا۔"

حاکم کٹری نے پوچھا: "دونوں لڑکیاں کہاں ہیں؟"
یعنی حاکم کو دونوں لڑکیوں کے پاس لے گیا اور کہا: "دونوں
مقرر ہیں۔"

حاکم میں چھین تھا کہ کہنے لگا: "میرے پاس ان دونوں لڑکیوں
کے سلسلے میں رجوع سے سخت حکم آیا ہے۔"

یعنی نے جواب دیا: "آپ نے جو کچھ فرمایا وہ درستہ میں
تو اس لڑکی کو آپ کے حوالے کرنے آیا تھا۔"

حاکم نے کہا: "ان دونوں کے ساتھ تم کو بھی بغداد جانا ہو گا۔"
پھر اس کی نظر آشوری پر پڑ گئی۔ پوچھا: "یہ دونوں
کون ہیں؟ تیرے ساتھی ہیں یا نہیں؟"

یہی نے عرض کیا کہ جب میں خود ہی دونوں لڑکیوں کو آپ کی خدمت میں لایا ہوں تو آپ مجھ کو بغداد کیوں بھیجیں گے؟
حاکم نے جواب دیا کہ یہ بغداد کا حکم ہے۔ تو قزاقوں کا سردار ہے وہاں تجھ پر قزاقی کا مقدمہ چلے گا۔
یہی نے حاکم سے درخواست کی کہ آپ گھوڑے سے نیچے تو اٹھیں، آپ میری بات تو نہیں؟
حاکم گھوڑے سے نیچے آگیا اور کہا کہ ہاں بتایا کہنا چاہتا ہے تو؟

یہی اس کو ایک طرف لے گیا اور سرگوشی میں سمجھانے لگا۔
"میں ان دونوں کو آپ کے پاس بطور قاص لایا تھا۔ آپ میری بات غور سے سنیں اور اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔"
حاکم نے کہا کہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے، بتایا کہنا چاہتا ہے تو؟

یہی نے جواب دیا کہ یہ درست ہے کہ میں قزاق ہوں قزاقوں کا سردار ہوں لیکن یہ غلط ہے کہ میں نے ان لڑکیوں کو بردہ فروشوں سے بیچنا تھا۔ یہ کام سردار نے کیا تھا، میں نے اس کو ایسا کرنے سے منع بھی کیا تھا لیکن وہ نہیں مانا۔ آخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس پیشے کی کو چھوڑ دیا جائے۔ اور میں نے اپنے فیصلے پر اس طرح عمل کیا کہ دونوں لڑکیوں کو لے کر یہاں آگیا۔ ایمان داری کی بات تو یہ ہے کہ میں ایک ایسے شریف انسان کی تلاش میں تھا جس کے حوالے دونوں لڑکیاں کر دی جائیں اور وہ انھیں خوش یا بقاء اور جان کر دے۔ پھر میں نے بہتوں سے آپ کی تعریفیں سنیں۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ آپ نہایت دیانت دار اور شریف حاکم ہیں۔ میں دونوں لڑکیوں کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے لے آیا۔
حاکم نے کہا کہ لیکن میں مجبور ہوں میں ان دونوں کو بغداد بھیجنے پر مجبور ہوں۔

یہی نے جواب دیا کہ آپ مجبور نہیں ہیں آپ فائدہ دیا انت دار اور شریف سہی لیکن آپ کو کبھی کسی وہ کام بھی کرنے چاہیے جو صرف امر اور حکام ہی کو زیب دیتے ہیں؟
حاکم سوالیہ نشان بنا ہوا تھا یعنی؟ بات نہ امانت ماف کر؟
یہی نے جواب دیا کہ میں نے قزاقوں میں رہ کر جو گناہ کیے ہیں ان کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میں دونوں لڑکیوں کو آپ کے حوالے کر کے جہاد میں حصہ لینا چاہتا ہوں۔ میں عسکریوں سے جہاد

کروں گا اور اگر اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا تو اللہ یہ سب کچھ میرا کرتا قبول ہوا۔

حاکم نے پوچھا کہ پھر میں کیا کرؤں؟ میرا اس سے کیا تعلق؟
یہی نے جواب دیا کہ آپ ان دونوں لڑکیوں کو اپنے پاس رکھیں اور بغداد کو یہ نہ بتائیں کہ میں نے انھیں آپ کے حوالے کر دیا ہے۔ واللہ دونوں اس لائق ہیں کہ آپ کے رزم کی زینت بنیں۔ آپ ان دونوں سے لطف اندوز ہوں اور جب جی بھر جائے تو انھیں فروخت کر دیں۔

حاکم غم دل ہو گیا اور اگر کسی نے یہ خبر بغداد پہنچا دی تو یہی نے جواب دیا کہ کون پہنچائے گا یہ خبر بغداد؟ آپ اس پر زیادہ نہ سوچیں اور میری اس پیش کش سے فائدہ اٹھا لیں۔
حاکم نے پوچھا کہ اور تو جہاد پر کب روانہ ہوگا؟
یہی نے جواب دیا کہ مجھے کا وہ جتنا جو جہاد پر جانے کی تیاری کر رہا ہے اس میں میں بھی شامل ہو جاؤں گا۔

حاکم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا کہ اچھا ٹھیک ہے۔ ان دونوں کو رات میں پہنچا دینا۔ میں اس جہادی جھٹے کو روانگی سے قبل پھولوں کے ہار پہناؤں گا۔ اللہ تیری توبہ قبول کرے، ایک ہار تیرے گلے میں بھی ڈالوں گا۔

حاکم خوش خوش واپس چلا گیا، آشوری اور بوڑھے کا تب کا کچھ تیار تھا کہ یہی اور حاکم میں کیا باتیں ہوئیں۔
دونوں کی عدم موجودگی میں یہی نے تمہینہ اور دوشنگ کو سمجھایا کہ میں فی الحال تم دونوں کو شہر کے حاکم کے پاس اماں بنا چھوڑ دوں گا۔ پھر جیسے ہی رہنمائی سننے کا انتظام کروں گا تم دونوں کو واپس لے جاؤں گا۔

رات کے اندھیرے میں حاکم شہر سرسبز میں خود آیا اور دونوں کو اپنے ساتھ لے گیا۔

دوسرے دن صبح شہر کا جہادی جھٹا بیچ جانے کے لیے تیار تھا۔ ان میں یہی بھی شامل ہو گیا۔ آشوری اور بوڑھا کا تب دونوں ہی تمہینہ اور دوشنگ کو اپنے ساتھ نہ دیکھ کر پریشان تھے اور جب انھوں نے یہی کو جہادی جھٹے میں کھڑے دیکھا تو اور حیرت ہوئی۔ کچھ دیر بعد حاکم شہر آیا اور ان کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالنے لگا۔ ایک ہار یہی کے گلے میں بھی ڈال دیا گیا۔

کہانی کے تاریخی پس منظر کا مآخذ

تاریخ لبنان | تاریخ شام | تاریخ عراق | تاریخ اردن | تاریخ مصر | تاریخ ایران | تاریخ ترکی | تاریخ پاکستان | تاریخ افغانستان | تاریخ افغانستان | تاریخ افغانستان

جولائی ۲۰۱۹ء | جولائی ۲۰۱۹ء | جولائی ۲۰۱۹ء | جولائی ۲۰۱۹ء | جولائی ۲۰۱۹ء | جولائی ۲۰۱۹ء | جولائی ۲۰۱۹ء | جولائی ۲۰۱۹ء | جولائی ۲۰۱۹ء | جولائی ۲۰۱۹ء

وہ علوم جنہیں ہزاروں روپیہ صرف کر کے بھی سیکھنا ممکن نہ تھا

== اب آپ گھر بیٹھے سیکھ سکتے ہیں ==
 دُنیا کے ہر علم پر بالخصوص کتابیں سلیس اُردو زبان میں پیش کرنے کا قصہ ہمیں مائل

۱۰ روپے کی کتابیں ایک ساتھ منگانی ہر محصول اک معائنہ آرڈر کے ہمراہ ۲۰ روپے کا منی آرڈر ضرور بھیجئے

۱۔ فن جوڈو	۲۵٪	۲۱۔ کمپوٹر گائیڈ	۲۰٪	۱۔ سر سے ہرنگ بیماریوں کا علاج	۱۲٪
۲۔ آسان کراٹے	۱۵٪	۲۲۔ گھڑی سازی	۳۰٪	۲۔ نوجوانوں کے مسائل و نئی کھیل	۱۵٪
۳۔ ہیناٹرم کیا ہے ؟	۲۵٪	۲۳۔ پٹرول انجن گائیڈ	۳۵٪	۳۔ نظر کی کمزوری اور اس کی سبب	۱۲٪
۴۔ ہیناٹرم کے عملی طریقے	۲۵٪	۲۴۔ ٹی۔وی گائیڈ	۳۵٪	۴۔ آسان گھریلو نسخے	۱۲٪
۵۔ ہیناٹرم سے علاج	۱۵٪	۲۵۔ ٹی۔وی ریپیر گائیڈ	۱۲٪	۵۔ ۱۹۹۹ء بیماریوں کا علاج	۱۵٪
۶۔ دنیا کے چھ بڑے اسرار علوم	۱۵٪	۲۶۔ جدید موٹرز گائیڈ	۱۵٪	۶۔ عورتوں کی کاسیا اور اس کا علاج	۱۵٪
۷۔ وچ کرافٹ	۱۰٪	۲۷۔ فوڈ گرافی	۱۵٪	۷۔ پیغمبری غذائیں	۹٪
۸۔ کالے جادو پر حیرت انگیز کتاب		۲۸۔ موٹر ڈرائیوری	۱۲٪	۸۔ کنزرفٹات	۱۵٪
۹۔ آئینہ بینی و عمل حاضر	۱۵٪	۲۹۔ آئینہ سازی	۱۲٪	۹۔ گھریلو ترکیبیں	۱۰٪
۱۰۔ عملیات تسخیر قلوب	۱۵٪	۳۰۔ درزی ماسٹر	۱۵٪	۱۰۔ حمل سے پیدائش تک	۱۲٪
۱۱۔ عملیات جنات	۱۰٪	۳۱۔ ڈکشنری اردو سے انگریزی	۵۰٪	۱۱۔ نفسیاتی مسائل	۱۲٪
۱۲۔ فال نامہ خواب نامہ	۲۰٪	۳۲۔ ڈکشنری انگریزی سے اردو	۵۰٪	۱۲۔ صحت بخش کھانے	۱۲٪
۱۳۔ اندر جاں	۲۰٪	۳۳۔ خط نویسی	۱۰٪	۱۳۔ صحت پر درست غذائیں	۱۵٪
۱۴۔ ٹیلی پیچی گائیڈ	۲۰٪	۳۴۔ انگلش ٹیچر	۲۰٪	۱۴۔ موسیقی تک ڈاکٹر	۲۰٪
۱۵۔ جدید ریڈیو گائیڈ	۲۵٪	۳۵۔ بچوں کے علاج	۱۰٪	۱۵۔ جنسی صلاحیت بڑھانے	۲۰٪
۱۶۔ جدید الیکٹرونک گائیڈ	۲۵٪	۳۶۔ بچوں کے علاج	۱۰٪	۱۶۔ خفیہ جنسی راز	۲۰٪
۱۷۔ جدید الیکٹرونک آرٹ	۲۵٪	۳۷۔ بچوں کے علاج	۸٪	۱۷۔ کوک شاستر	۱۵٪
۱۸۔ جدید الیکٹرونک ٹروانگ	۲۰٪	۳۸۔ اختتام اور نام کی شریعت	۱۲٪	۱۸۔ سہاگ رات	۱۰٪
۱۹۔ جدید گیس و الیکٹرونک یڈنگ	۲۰٪	۳۹۔ گھر کا ڈاکٹر	۱۳٪	۱۹۔ بہار شہاب	۱۲٪
۲۰۔ جدید صابن سازی	۲۰٪	۴۰۔ بچوں کی دوا اور اس کا علاج	۱۳٪	۲۰۔ بار خن گائیڈ	۱۵٪
۲۱۔ موسم جی ہانا	۱۲٪	۴۱۔ قرینل انجن گائیڈ	۱۵٪	۲۱۔ شرافت اور گائیڈ	۱۰٪
۲۲۔ ایسپن ہار گائیڈ	۳۰٪	۴۲۔ ۷.۵.۹.۶۵ سروں گائیڈ	۳۰٪	۲۲۔ گائیڈ (بند)	۳۰٪

روشن چراغ اردو زبان میں یا محاورہ کلام مجید ہدیہ برائے ۳۲ روپیہ

کتاب وال ۲۹۳۱ - پریازی بھوجہ۔ دہلی

از کتابت حق نے وقت طویل کئے ہیں لیکن یہی سبب کہ اس کا غلط استعمال نہیں کر دیا گا :

میں نے بھی لکھا کہ (انہی خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کی خاطر)